

لو كان الايمان عند الثريا لنالها رجال او رجل من هؤلاء (رواه الشيخان)

# سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کی

## محدثانہ جلالت شان

مؤلف: استاذ العلماء شیخ القرآن والحديث

مولانا ڈاکٹر عبدالستار مروت دامت فیہم

تلمیذ رشید

امام اہل سنت شیخ التفسیر والحديث مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس سرہ العزیز

وخلیفہ مجاز

پیر طریقت شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ناشرین

قاری سلیمان اللہ قاری محمد الیاس اینڈ قاری محمد ابراہیم مروت مالکان مکتبہ صفدریہ

حسن گڑھی پشاور

03009598307\03464070976

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

### طبع دوم نظر ثانی اور اضافات کے ساتھ

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

کسی بھی طریقہ سے اس کی اشاعت کی اجازت نہیں

نام کتاب..... سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالہ شان

مؤلف:..... شیخ الحدیث ڈاکٹر عبدالستار صاحب مروت مدظلہ

ضخامت..... ۶۰۸ صفحات

طبع اول..... جمادی الآخرة ۱۴۲۷ھ، جولائی ۲۰۰۶م

تعداد بار اول..... ۱۰۰۰

ناشر..... اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا پاکستان

☆ ملنے کے پتے ☆

(۱) حافظ تسکین اللہ مروت، حافظ محمد الیاس مکتبہ صفدریہ جامع مسجد حافظ عبدالرحمن بحسن گڑھی پشاور

03009598307, 03018847697, 03459137274

(۲) مکتبہ ضیاء القرآن جنگی محلہ قصہ خوانی بازار پشاور

(۳) مکتبہ العلم جنگی محلہ قصہ خوانی بازار پشاور

(۵) مکتبہ تاج القرآن جنگی محلہ قصہ خوانی بازار پشاور

(۶) مکتبہ روضۃ القرآن جنگی محلہ قصہ خوانی بازار پشاور

(۷) مولانا عبدالرحمن نائب مہتمم جامعہ عمر، جامعۃ البنات للعلوم الدینیۃ تجوڑی ضلع لکی مروت

اللهم صل على محمد وعلى آل  
محمد كما صليت على ابراهيم  
وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد  
اللهم بارك على محمد وعلى آل  
محمد كما باركت على ابراهيم  
وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان

شیخ الحدیث ڈاکٹر عبدالستار صاحب مروت مدظلہ

جس میں ٹھوس دلائل و شواہد سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی حدیث دانی ☆ حدیث

نہی ☆ مہارت فی الحدیث ☆ ثابت کی گئی ہے اور آپؐ کو اپنے زمانہ کا علم، احفظ کے

علاوہ ازہد و اتقی ہونے کا اثبات کیا گیا ہے ☆ متعصبین کے بیجا اعتراضات کے

بہترین انداز میں جوابات دیئے گئے ہیں ☆ بڑی محنت اور کاوش سے تیار کی گئی ہے ☆

## آئینہ مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
44	نبی کریم ﷺ نے فقہ حنفی کے سیکھنے سے منع فرمایا ہے: العیاذ باللہ	28	عرض ناشرب اول
45	احناف کی بیویوں سے طلاق دئے بغیر نکاح جائز ہے	29	عرض مؤلف طبع دوم
45	جملہ مقلدین ائمہ اربعہ بخلدنی النار ہیں	32	عرض حال (وجہ تالیف کتاب)
47	خلفاء راشدینؓ مذکورہ فتویٰ کی زد میں	37	علم رجال
47	کیا سید الکونین ﷺ مذکورہ	37	امام اعظمؒ کی سوانح عمری
47	فتویٰ کی زد میں نہیں آئے؟	38	امام اعظمؒ کی سیرت طیبہ پر اکابر
49	امام ابوحنیفہؒ کی دنیا میں آمد	42	کی چند مرقوم کتب
50	امام صاحب علم	43	امام اعظمؒ کے ساتھ تعصب کی انتہاء
51	امام ابوحنیفہؒ کا لقب	43	امام ابوحنیفہؒ کو صرف تین
51	امام اعظمؒ کی کنیت	43	احادیث یاد تھیں
52	ابوحنیفہ کنیت رکھنے کی وجہ	43	امام ابوحنیفہؒ صحیح اساتذہ واولاد
52	امام صاحب کا حسب و نسب	44	ضعیف تھے
			کل کے کل کو فوالے ضعیف ہیں
			حنفیوں کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
67	صحابہ و محدثینؓ کی روایت	53	امام ابوحنیفہؒ کی نسبی شرافت
68	تذکرۃ الحفاظ میں کوئی حفاظ حدیث	54	غلامی کا داغ
68	نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد	55	لفظ مولیٰ کے معانی
	علم کے تین مراکز	58	خلیفہ راشد حضرت علیؓ کی دعا
71	کوفہ میں علم حدیث کے علاوہ	58	امام ابوحنیفہؒ کا زادوبوم
	دوسرے فنون	58	کوفہ فقہاء و محدثین صحابہؓ کا مسکن
71	تحصیل علم	61	کوفہ کیلئے حضرت عمرؓ کی طرف
73	امام اعظمؒ کا بیس سال کی عمر میں		سے بہترین معلم کا انتخاب
73	علم حدیث پڑھنے کی وجہ	62	کوفہ میں چار ہزار طلباء حدیث
74	امام اعظمؒ کے علمی اسفار	62	حضرت علیؓ کی تصدیق
76	مکہ مکرمہ میں امام ابوحنیفہؒ کا ورود مسعود	63	علامہ ابن تیمیہؒ کا اقرار
76	اور امام عطاءؒ کا آپؒ کو سند سلسلہ	63	کوفہ میں ایک ہزار پانچ سو صحابہؓ
	الذہب عطا فرمانا	64	کوفہ بحیثیت دارالفضل و محل الفضلاء
78	امام عطاءؒ کے اساتذہ	65	امام بخاریؒ اپنے شیوخ سمیت
78	مکہ مکرمہ میں امام ابوحنیفہؒ کا		اہل کوفہ کے محتاج تھے
	حضرت عکرمہؒ سے شرف تلمذ	67	صحیح البخاری میں کوئی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
94	سبب دوم عدم سفر و تلاش احادیث	78	عمر و بن دینار کی فضیلت اور امام ابوحنیفہؒ
95	چہ دلا و درست دزدے کہ بکف		کا ان سے مکہ مکرمہ میں شرف تلمذ
	چراغ دارد	79	ملا علی قاریؒ کا تسامح
96	ہمت کے پہاڑ	79	امام اعظمؒ کا مکہ مکرمہ میں سکونت
96	عہدہ قضاء وزارت خزانہ سنبھالنے کی	81	امام اعظمؒ کا مدینہ منورہ کو علمی سفر
	بجائے کوڑے کھانے قبول کئے	83	کیا امام ابوحنیفہؒ نے امام مالکؒ سے
98	ابن ہبیرہ کے بعد ابو جعفر		کوئی حدیث روایت کی ہے۔
	منصور کے مظالم	83	امام ابوحنیفہؒ کی امام مالکؒ سے دو روایتیں
99	امام اعظمؒ نے سجدہ میں گر کر اپنی	84	امام ابوحنیفہؒ کی امام مالکؒ سے
99	جان جان آفریں کے حوالہ کی		مذکورہ روایات کی تحقیق
100	گر بیان میں جھانک کر ذرا	86	اشہبؒ کی روایت سے غلط فہمی
	سوچ تو سہی!	88	امام مالکؒ کی نظر میں امام ابوحنیفہؒ کا مقام
101	امام اعظمؒ کے خلاف زبان استعمال	89	امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں
	کرنے والے انگریز کے پجاری	90	امام اعظمؒ کا بصرہ کو علمی سفر
103	امام اعظمؒ کی چھ مرتبہ نماز جنازہ	91	بصرہ کا علمی مقام
103	امام اعظمؒ کی رحلت پر حسرت اکابرؒ	94	مولوی محمد یوسف جے پوری کا دجل

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
127	تنبیہ	104	بعد از شہادت امام اعظمؒ کی کرامت
128	امام ابوحنیفہؒ کی صحابہؓ سے روایت کے انکار کی حقیقت	104	مرقد امام اعظمؒ سب بر آری حاجات
135	بارگاہ رسالت سے بیک واسطہ تلمذ	105	فضائل و مناقب امام ابوحنیفہ
135	علوسنہ کی فضیلت	106	(الف) تابعیت امام اعظم
136	امام ابوحنیفہؒ کی اسانید عالیہ اُحاد ہیں	106	اسلام میں صحابہ کرامؓ کا مقام
138	صحابہ کرامؓ سے بلا واسطہ مرویات	108	اسلام میں تابعین کرامؓ کا مقام
142	فضائل اعمال اور مناقب رجال میں ضعیف روایات کی مقبولیت	108	عادل کی تعریف (حاشیہ)
144	حضرت انسؓ سے امام اعظمؒ کی ملاقات کے ناقلین	111	امام اعظمؒ نے کئی صحابہؓ کا زمانہ پایا تھا
146	محدثین کا "لا یصح" کہنے کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ	115	امام اعظمؒ کی صحابہ کرامؓ سے ملاقات
150	(ب) مشہور دلہا بالخیر زمانہ میں حضرات تابعینؓ کا مرجع	115	(۱) عقلی جواب
152	(ج) کبار ائمہؒ کا امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرنا	118	(۲) نقلی جواب
		119	امام اعظمؒ کی تابعیت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے
		120	امام اعظمؒ نے صحابہؓ کی ایک جماعت کی زیارت کی ہے
		124	سات صحابہؓ سے امام اعظمؒ کی ملاقات

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
164	۵۵ حج بیت اللہ کی سعادت اور ۴۵ سال شب بیداری	152	(د) ائمہ وقت کے شیخ بننے کی سعادت سے سرفراز ہونا
167	ہم تو صرف غنودرگزر مانگ سکتے ہیں	153	(ھ) علوم صحابہ کرام کا منبع و سرچشمہ
167	روزوں اور تلاوت قرآن کا شوق	154	(و) سب سے پہلے تدوین کتب
168	جائے وفات میں امام اعظم کا		کا سہرا حاصل کرنے کی سعادت
	سات ہزار مرتبہ ختم قرآن	154	(ز) سواد اعظم کے امام اعظم
169	شکال ۱: ایک رات میں ختم		بننے کا شرف
	قرآن کی ممانعت	156	(ح) علمی بصیرت و فراست
169	جواب	158	(ط) اللہ تعالیٰ پر توکل
169	اکابر صحابہؓ اور سلف صالحینؓ	159	(ی) اخلاق کریمانہ
	کا شوق تلاوت	160	(ک) کمال درجے کے امین
173	اشکال ۲: رات بھر عبادت کرنا اور	162	(ل) دیانت
	ہمیشہ روزے رکھنا جائز نہیں	163	دیانت کی انتہاء
173	جواب	163	امام اعظمؒ کا مدینہ کے ایک عام
174	قول و عمل میں احتیاط		شہری سے تجارتی معاملہ
175	(ن) مخبر صادق ﷺ کی پیش	164	(م) کثرت عبادت اور خشیت الہی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
192	ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان	175	گوئی کے اولین مصداق
194	۱۔ صحاح ستہ کے راوی محدث کبیر امام اعظمؒ	176	ائمہ متبوعین میں صرف امام ابوحنیفہؒ فارسی النسل تھے
196	امام اعظمؒ کا امام ابوحنیفہؒ پر اعتماد	178	امام ابوحنیفہؒ کی بشارت میں صحیح حدیث
198	۲۔ امام اعظمؒ کے استاذ ہم سبق اور شاگرد امام مسعر بن کدّام کی توثیق	179	شان ورود حدیث اور تفسیر قرآنی کے مصداق اولین
199	دو آدمیوں پر رشک	181	امام ابوحنیفہؒ کا علم حدیث میں مقام
200	امام مسعرؒ مسجد ابی حنیفہؒ میں سجدہ کی حالت میں خالق حقیقی سے جا ملے	183	مذہب حنفی تمام طرق میں افوق للسنۃ المعروفۃ ہے
202	۳۔ امام زفر حنفیؒ کی توثیق	184	امام ابوحنیفہؒ مجتہد مطلق اور جلیل القدر امام تھے
203	۴۔ امام شعبہ بن الحجاجؒ کا فرمان	185	امام ابوحنیفہؒ پر اعتراضات ہدایات ہیں ائمہ سلف پر طعن کرنا شعبہ رض ہے
204	امام شعبہؒ کا امام ابوحنیفہؒ کو مکتوب کوفہ سے علم کا نور بچھ گیا	186	مجتہد کے شرائط
205	امام اعظمؒ احادیث صحیحہ بیان کیا کرتے تھے	187	امام اعظمؒ مجتہد اور حافظ الحدیث تھے
205	۵۔ امام اسرائیل بن یونسؒ کی توثیق	192	اکابرین امتؒ کی نظر میں امام

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
214	۹۔ امام بخاریؒ کے مایہ ناز استاد بالاتفاق امیر المؤمنین فی الحدیث	205	امام ابوحنیفہؒ فقہی احادیث کے بڑے حافظ تھے
	عبداللہ بن المبارکؒ	206	۶۔ مشہور محدث بحر السقاء کافرمان
215	امام ابن مبارکؒ امام اعظمؒ کے تلمیذ رشید تھے	207	۷۔ حضرت امام سفیان ثوریؒ آخری فعل نبوی ﷺ کے لینے والے
215	امام ابوحنیفہؒ کی رائے یا تفسیر حدیث		اور نسخ و منسوخ احادیث کے خوب پرکھنے والے امام
216	امام ابن مبارکؒ کا امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں تادم آخر رہنا	209	روئے زمین پر ان جیسا کوئی عالم نہیں
217	اپنے شیخ کو امام اعظمؒ کا لقب دینا	209	امام اعظمؒ آگے چلتے اور امام ثوریؒ پیچھے
217	آثار و احادیث کی معانی جاننے	210	امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الرہن
	کیلئے امام ابوحنیفہؒ کی ضرورت	210	علم کے بڑے مرتبے پر فائز امام
218	امام ابوحنیفہؒ علم کے مغز تھے	212	امام ثوریؒ امام اعظمؒ کے سامنے ایسے تھے جیسے باز کے سامنے.....
218	حافظہ میں سب پر غالب		
219	عبداللہ بن مبارکؒ کا کوفہ کے علماء سے سوال	212	۸۔ امام حسن بن صالحؒ کی عقیدت
	امام ابوحنیفہؒ صرف ثقہ لوگوں	214	امام ابوحنیفہؒ رسول اللہ ﷺ کے آخری زندگی کے اعمال کے محافظ تھے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
233	یہ حدیث تمہارے والد کے عقد سے پہلے یاد ہے لیکن.....	219	صحیح حدیث لیتے تھے
234	امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ تھے	221	اقتدا کے سب سے زیادہ مستحق
234	۱۱۔ امام فضیل بن عیاض کا فرمان	222	حقیقۃ الفقہ کی حقیقت
235	امام ابوحنیفہؒ کا طرز استدلال	222	امام ابوحنیفہؒ حدیث میں دریکتا تھے
235	۱۲۔ امام اعظمؒ کے تلمیذ امام شافعیؒ	225	امام ابن مبارکؒ کے چند اشعار
	واحدؒ کے شیخ اور صحاح ستہ کے معتمد راوی امام وکیع بن الجراحؒ	226	امام عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ تھے
236	امام وکیعؒ، امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے	229	۱۰۔ امام بخاریؒ کے بالواسطہ استاد اور امام اعظمؒ کے خصوصی تلمیذ سعید مجتہد فی المذہب امام ابو یوسفؒ
236	اصحاب الحدیث صرف چار ہیں	230	صاحب کتاب و سنت کا امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں سترہ سال کا ش مجھے امام ابوحنیفہؒ کی ایک مجلس.....
237	امام وکیعؒ کو امام ابوحنیفہؒ کی سب حدیثیں یاد تھیں	231	حدیث کی تفسیر میں اعلم صحیح احادیث کی پہچان میں
238	کھڑے ہو کر ٹھنڈی آہ بھری اور کہا	232	ابو یوسفؒ سے زیادہ صاحب بصیرت
238	امام وکیع بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے	233	اہل کوفہ کے علوم کے حامل
239	فیض عالم وغیرہ غیر مقلدین کے ہدایات		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
250	نبی کریم ﷺ کی دینی یاد نبوی حتمی رائے حجت ہے	240	ابوحنیفہ مجوسی النسل اور آل عمر سے کینہ رکھنے والوں میں شمار ہے
255	حجیت حدیث و سنت	240	عمرؓ اور آل عمر سے کینہ رکھنے والے کون؟
257	غیر مقلدین کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کیلئے سفر کرنا بدعت ہے	241	مدینہ منورہ میں بدعت کی شاعت
257	غیر مقلدین کے نزدیک نبی کریم ﷺ کا روضہ مبارک گرانا واجب ہے	242	حضرت عمرؓ روزمرہ کے موٹے موٹے مسائل سے بے خبر تھے
258	مسجد نبویؐ میں نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کو باقی رکھنا بدعت ہے	243	خلفائے راشدینؓ نے خلاف شرع احکام صادر کئے
260	کیا مجوسی النسل ہونا اسلام کیلئے مضر ہے	244	حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ خصوصاً کی خلاف ورزی کے مرتکب تھے
261	بخاری کے مرکزی راوی امام زہریؒ	244	عمرؓ نے قرآنی حکم میں ترمیم کی
261	منافقین اور کذابین کے مستقل ایجنٹ تھے: (العیاذ باللہ)	245	ہم فاروقی نہیں، ہم محمدی ہیں
262	اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے.....	246	غیر مقلدانکار حدیث کے دہانے پر
263	امام بخاریؒ اور ان کی جامع غیر مقلدین کی نظر میں	248	غیر مقلد واپس کیوں نہیں آتا؟
		250	غیر مقلدین کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی رائے حجت نہیں



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
268	مقلدین کے علم سے کم تھا	264	جامع بخاری میں حضرت عائشہؓ کی
269	حضرت علیؓ ایک لاکھ فرزند ان		رخصتی والی روایت موضوع ہے
	توحید کے قتل کا مجرم ہے	264	بخاری میں افک کا مذکور واقعہ اللہ
269	غیر مقلدین کے نزدیک امام		تعالیٰ کی الوہیت اور عصمت انبیاءؑ
	مہدیؑ شیخین سے افضل ہیں		کے خلاف ہے (العیاذ باللہ)
270	بخاری کی طرف احادیث کا غلط	265	بخاری لوگوں کی دل آزاری کا سبب
	انتساب		ہے، ہم اس کو آگ میں ڈالتے ہیں
275	آدم برسر مطلب	266	بخاری نے ابن رسول ﷺ کو چھوڑ
275	امام ابوحنیفہؒ ابرار میں سے تھے		کر خوارج سے روایت کی ہے
275	امام ابوحنیفہؒ سراپا عادل اور ثقہ ہیں	266	جامع بخاری میں چارجہ سند متصل
276	۱۳۔ فن رجال کے مشہور و معروف		کے ساتھ مذکور روایت موضوع ہے
	امام عبدالرحمن بن مہدیؒ	267	امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں
276	امام ابوحنیفہؒ قاضی قضاة العلماء ہیں		موضوع روایات گھڑی ہیں
277	۱۴۔ امام الجرح والتعديل بخاری	267	مسند احمدؒ غیر مقلدین کی نظر میں
	ابن سعید القطانؒ	268	حضرت عائشہؓ غیر مقلدین کے
278	امام احمدؒ اور ابن مدینیؒ کا امام بخاریؒ		نزدیک مرتد اور صحابہ کا علم غیر
	کے سامنے.....		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
286	امام یزید بن ہارونؒ امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے	278	جس راوی کو یحییٰؒ نے چھوڑا ..... عبادت میں امام یحییٰ بن سعیدؒ کا انہماک
288	اہل علم اصحاب ابی حنیفہؒ ہیں	279	امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطانؒ یحییٰ تھے
289	جب وہ امام ابوحنیفہؒ جیسے ہو جائے	281	امام ابوحنیفہؒ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے اور کتاب و سنت کے سب سے بڑے عالم تھے
289	امام یزیدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیث روایت کی	282	۱۵۔ امام سفیان بن عیینہؒ ابن یزید المقرئؒ کی تصدیق
290	فائدہ ۱۸۔ صحاح ستہ کے راوی عبداللہ	283	۱۶۔ محدث علی بن عاصمؒ امام ابوحنیفہؒ علم حدیث میں اعلم تھے
291	۱۹۔ امام بخاریؒ کے مایناز شیخ اور امام ابوحنیفہؒ کے قابل قدر شاگرد	283	امام ابوحنیفہؒ کے اقوال حدیث کی تفسیر ہے
291	محدث کبیر مکی بن ابراہیمؒ علامہ مکیؒ کو امام ابوحنیفہؒ کی برکت سے علم کا دروازہ کھولا گیا	284	۱۷۔ امام الحدیث یزید بن ہارونؒ امام ابوحنیفہؒ اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے
292	علامہ مکیؒ امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں امام ابوحنیفہؒ حفظ و علم اہل زمانہ تھے	285	حدیث کی حقیقت جاننے کیلئے امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں اور اقوال میں غور کرنا ضروری ہے
292	میری حدیث مت لکھو	286	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
303	۲۴۔ امام احمد بن حنبلؒ کی توثیق	294	امام مکی بن ابراہیمؒ عنہی تھے
305	۲۵۔ جامع مسند ابی حنیفہؒ ابوالقاسم	295	فقیر کی عالی سند
	ابن ابی العوام السعدیؒ کی شہادت	296	۲۰۔ امام بخاریؒ کے استاد ابو عاصم النبیلؒ
306	۲۶۔ مشہور مؤرخ علامہ ابوالفرج	296	امام ابوحنیفہؒ گو ہر روز ایک صدیق
	محمد بن اسحاق الندیمؒ کا اعلان حق		کے برابر اعمال.....
306	۲۷۔ امام حاکم کا ایک بہت بڑا دعویٰ	297	غلام ابی حنیفہؒ اور سفیانؒ کی
308	۲۸۔ امام ابوحنیفہؒ علامہ قزوینیؒ کی نظر میں		فقاہت میں فرق
311	فوائد	298	امام ابو عاصم النبیلؒ عنہی تھے
312	۲۹۔ امام حافظ ابو عمر یوسف بن	298	۲۱۔ خلف بن ایوبؒ
	عبدالبرہماکیؒ اندلسیؒ کی شہادت	299	جو چاہے اس تقسیم پر راضی ہو یا ناراض
313	امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کرنے	299	خلف بن ایوبؒ عنہی تھے
	والے ۱۶۷ ائمہ کرامؒ	300	۲۲۔ یحییٰ بن نصر بن حاجبؒ کی تصدیق
314	امام ابوحنیفہؒ محسود تھے	301	۲۳۔ اسماء الرجال کے جانے پہچانے
315	ائمہ و علماء الحدیث النقاد		امام یحییٰ بن معینؒ کا اظہار عقیدت
	کے ہاں طعن کا اعتبار	302	رائے ابی حنیفہؒ کی قدر و قیمت
316	۳۰۔ امام ابو زکریا یحییٰ بن ابراہیم	303	بہترین قرأت اور بہترین فقہ
	السلمائیؒ کی تصدیق		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
326	ائمہ متبوعینؓ کی تقلید پر امت کا اجماع	316	امام ابوحنیفہؒ ائمہ ہدیٰ میں سے تھے
327	علم حدیث کا دس بزرگوں پر انحصار	318	علماء مدینہ کے نزدیک امام اعظمؒ
327	علامہ ذہبیؒ کا انصاف		قرآن و سنت کے امام تھے
328	امام ابوحنیفہؒ کے چھیا نوے	319	۳۱۔ علامہ ابن اثیرؒ کی تصدیق
	تلامذہ حدیث	320	۳۲۔ علامہ ابن خلکان الشافعیؒ
328	علامہ ذہبیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ		کا اعتراف
	آپؐ کے بیٹے اور پوتے کی	321	۳۳۔ امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن
	جلالت شان		عبد البہادی المقدسی الحسینی کی تصدیق
329	امام شافعیؒ افتخار اہل کوفہ امام	322	امام ابوحنیفہؒ کے حفاظ اور ائمہ تلامذہ
	ابوحنیفہؒ کے خوشہ چین تھے	324	۳۴۔ امام ابوحنیفہؒ کو امام اعظمؒ کا
332	امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے کبار		لقب دینے والے مسلم اور معتمد نقاد
	اہل علم و اجتہاد میں سے تھے		رجال علامہ ذہبی شافعیؒ کی تصدیق
332	امام ابوحنیفہؒ اذ کیا بنی آدم	325	امام ابوحنیفہؒ سے جامع ترمذی
	میں سے تھے		اور سنن نسائی میں روایت
335	امام ابوحنیفہؒ حافظ الحدیث تھے	325	امام ابوحنیفہؒ کے چالیس اساتذہ حدیث
335	ترپن جلدوں پر مشتمل اسلامی تاریخ	326	حصول حدیث کیلئے امام اعظمؒ کے اسفار

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
348	میں اپنا وعدہ نبھایا	335	امام ابوحنیفہؒ کے مناقب
350	علامہ ذہبیؒ کی چودہ کتابیں		نہیں اٹھا سکتا
351	علامہ ابن عدی کے کارنامے	336	مناقب ابی حنیفہؒ و صاحبیہؒ
351	علامہ ابن عدیؒ کی تحریر کردہ مسند	337	آٹھویں کتاب میں بھی صرف توثیق
351	امام ابوحنیفہؒ پر علامہ عقیلیؒ کی جرح	337	میزان الاعتدال میں امام
352	اے عقیلیؒ! کیا تمہاری عقل نہیں؟		ابوحنیفہؒ پر جرح کی حقیقت
352	علامہ ابن مدینیؒ علامہ عقیلیؒ کے	339	میزان الاعتدال میں امام ابوحنیفہؒ پر
	نشانے پر		جرح کے جھوٹ ہونے کے دس دلائل
353	امام ابوحنیفہؒ پر علامہ عقیلیؒ کی	345	علامہ ابن عدیؒ کی تضعیف
	جرح کی حیثیت	346	علامہ ابن عدیؒ کی ایک عیب
353	امام بخاریؒ کا امام ابوحنیفہؒ کے متعلق کلام	347	ابن عدیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی
354	امام حمیدیؒ اور امام نسائیؒ کی		احادیث میں مسند تالیف کی
	جرح کی حیثیت	347	میزان الاعتدال کا دیباچہ
354	۳۵۔ علامہ ابن ایبک الصغدیؒ	348	میزان الاعتدال کا خاتمہ اور اکمال فی
355	امام ابوحنیفہؒ تہی کریم ﷺ کی حدیث		الضعفاء لابن عدیؒ میں ثقات نشانے پر
	کو علی الراس والعین قبول کرنے	348	علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
366	امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بشارتیں	355	والے اور آثار صحابہؓ کو اپنی رائے
367	امام ابوحنیفہؒ گبارحفاظ میں سے تھے		پر ترجیح دینے والے تھے
	اور چار ہزار شیوخ کے تلمیذ رشید تھے	355	امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ضعیف حدیث
369	۴۴۔ امام عبدالوہاب شعرائی کی رائے		قیاس اور رائے سے اولیٰ و بہتر ہے
370	امام ابوحنیفہؒ پر طعن بکواس کے مشابہ ہے	356	۳۶۔ امام ابوحنیفہؒ علامہ یافعیؒ کی نظر میں
370	امام ابوحنیفہؒ ائمہ متبوعینؒ میں سب سے بڑے مرتبہ پر فائز اور سند کے لحاظ سے نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھے	356	۳۷۔ حافظ ابن کثیرؒ کی گواہی
		358	۳۸۔ علامہ عبدالقادر قرشیؒ کی گواہی
		359	۳۹۔ مؤرخ شہیر علامہ ابن خلدونؒ
		360	۴۰۔ شیخ الاسلام ابن حجر العسقلانیؒ
370	امام ابوحنیفہؒ کے مسانید ثلاثہ پر حفاظ حدیث کی تصدیقات	361	ہر شخص کی ہر بات قابل قبول نہیں ہوتی، امام صاحبؒ کثیر الروایۃ تھے
371	امام ابوحنیفہؒ کے ہاں حدیث پر عمل کرنے کیلئے کڑی شرط	361	امام ابوحنیفہؒ کے متعلق کسی کی جرح مؤثر نہیں
372	۴۵۔ علامہ ابن حجر کی شافعیؒ کی گواہی	363	۴۱۔ امام سخاویؒ کا اعلان حق
372	امام ابوحنیفہؒ کو نبی کریم ﷺ کا	364	۴۲۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی گواہی
	اشارہ منامی	365	۴۳۔ حافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعیؒ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
383	اس کے علم میں سے لے لو اور	373	امام ابوحنیفہؒ کا علمی مقام
	اس کے علم پر عمل کرو.....	373	امام ابوحنیفہؒ کے چار ہزار اساتذہ حدیث
383	لوگ ان کے علم کے محتاج ہیں	374	درایت کے بغیر کثرت روایت
385	نبی کریم ﷺ نے مذاہب کے بیان		قابل مدح نہیں
	میں امام ابوحنیفہؒ سے ابتداء فرمائی	374	۴۶۔ امام شہاب الدین عبدالحی
385	امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بعض اہل		ابن احمد حنبلی دمشقی کی تصدیق
	کشف کے مکشوفات	375	۴۷۔ علامہ ابن فارس الزرہلی
385	جنت میں نبی کریم ﷺ کے		الد دمشقی کی تصدیق
	سب سے زیادہ قریب	376	توثیقات بعض ائمہ جرح و تعدیل
386	مذہب حنفی سنت نبویہ معروفہ	377	امام اعظمؒ کے متعلق مبشرات
	کے سب سے زیادہ موافق ہے	378	اعتراض
387	مذہب حنفی کی نورانیت دریائے	378	جواب
	عظیم کی مانند ہے	378	مبشرات کی حیثیت
387	مجدد الف ثانی کا مقام غیر	382	امام صاحبؒ کے متعلق اچھے خواب
	مقلدین کی نظر میں	382	ابوحنیفہؒ کا علم حضرتؒ کے علم سے مستفاد ہے
388	امام محمدؐ کی شان	382	علماء زمین کے ستارے ہیں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
393	امام اعظمؒ کے قدموں پر گر کر قصور معاف کرایا	389	امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں غیر مقلدین کے اکابر کی توشیحی کلمات
393	مولوی محمد ابراہیم صاحب کا بیان	389	امام ابوحنیفہؒ کا فقہ فہم اور علم شک سے بالاتر تھا
393	”ظلمات بعضہا فوق بعض“ کا نظارہ	390	امام ابوحنیفہؒ کو برا کہنے والا چھوٹا رافضی چاند پر تھوکنے والے کے مترادف اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے: محمد حسین بیالوی کا اظہار حق
394	ائمہ دین کا گستاخ چھوٹا رافضی ہے	390	امام ابوحنیفہؒ کا گستاخ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا
394	سید نذیر حسین صاحب کا فرمان	390	مولوی عبد الجبار غزنوی کی کرامت
395	امام ابوحنیفہؒ طبع سنت مجتہد تھے	391	گستاخ ابی حنیفہؒ کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا
395	صاحب معیار الحق کا اقرار حق	391	حافظ عبد المنان غیر مقلد کی گواہی
396	امام خرمیؒ کا مقام	391	امام اعظمؒ کا معزز لقب
397	اہل اسلام پر واجب ہے.....	391	میرسیا لکوٹی غیر مقلد کی تصدیق
398	امام ابوحنیفہؒ اعلیٰ درجہ کے حافظ عادل اور ثقہ تھے	392	گستاخ امام ابوحنیفہؒ نماز جنازہ اور کفن و دفن سے محروم رہا
400	فوائد: فائدہ ۱		
401	فائدہ ۲		
401	امام ابوحنیفہؒ کی ثقاہت ائمہ جرح		



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
426	جامع ترمذی اور نسائی میں امام اعظمؒ کی روایات	401	وتعدیل کی نظر میں نوٹ
427	امام ترمذیؒ اور تائید مذہب حنفی	402	امام بخاریؒ کے شیخ امام اسحاق بن راہویہ حنفی تھے
430	جزء البخاری، ابوداؤد طیالسی اور معجم طبرانی میں امام اعظمؒ کی روایات	406	ایک غلط فہمی کا ازالہ
431	مستدرک حاکم میں دو اور سنن الدارقطنی	412	آخر یہ ظلم کب تک
432	امام ابوحنیفہؒ کے کبار اساتذہ کرامؒ	415	فن جرح وتعدیل میں امام ابوحنیفہؒ کی رفعت شان
435	تمام صحابہؓ کے علوم کا سرچشمہ	416	ترمذی میں امام ابوحنیفہؒ کی روایت
436	امام ابوحنیفہؒ کے مختلف بلاد میں علمی اسفار اور اساتذہ	417	پاک و ہند کے جامع الترمذی کے نسخوں میں امام ابوحنیفہؒ ندارد
438	امام ابوحنیفہؒ کے بہت سے شیوخ، رواۃ بخاری و مسلم ہیں	418	جامع الترمذی کے بہت سے نسخوں میں امام ابوحنیفہؒ کی روایت
440	امام اعظمؒ کے محدثین تلامذہ	418	جامع الترمذی کے بہت سے نسخوں میں امام ابوحنیفہؒ کی روایت
441	قبرستان اصحاب ابی حنیفہؒ	419	امام ابوحنیفہؒ بحیثیت امام جرح وتعدیل دوسرے ائمہ کی نظر میں
442	امام صاحبؒ کے چند محدثین تلامذہ	426	کتب حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی روایات

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
452	امام ابوحنیفہؒ کے فقہ کو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ بھی محتاج تھے	444	ضرورت تدوین فقہ سیاسی اور مذہبی فرقہ بندیاں
454	بے نظیر اسلامی و تاریخی کارنامہ	445	اہل حدیث اور اہل رائے کی دو جماعتیں
455	خیر القرون میں فقہ حنفی کی شہرت و قبولیت	446	سب سے پہلے منکر قیاس فرقہ
456	تدوین فقہ میں شرکاء فقہاء و محدثین مجتہدین کے اسماء	446	موضوع روایات کی کثرت
456	(۱) حافظ الحدیث امام ابو یوسفؒ کی محدثانہ جلالہ شان	446	اہل حدیث اور اہل رائے کے درمیان نزاع
460	(۲) امام العصر مجتہد فی المذہب محمد بن الحسن شیبانیؒ کی علمی تحریک	447	عدالتوں میں بد نظمی
462	امام مالکؒ کی رد میں کتاب الحجہ	447	مستقل اسلامی قانون
462	میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا تھا جو آج ہٹ گیا	447	اراکین تدوین فقہ میں امام اعظمؒ کے محدثین تلامذہ
463	عیسیٰ بن ابانؒ کی علمی جلالہ شان	449	شورائی مجلس فقہ میں مسائل کے استنباط کا طریقہ کار
464	(۳) امام العصر حافظ الحدیث مجتہد مطلق زفر کا علمی مقام	451	فقہ حنفی کے مسائل کی تعداد
		451	عدالتوں میں کتب امام اعظمؒ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
477	کتاب الآثار کے متعلق ایک غلط فہمی	466	امام زفرؒ نے ۲۰ سال تک امام
479	غلط فہمی کی وجہ		اعظمؒ سے حدیث وفقہ حاصل کی
480	امام ابوحنیفہؒ شریعت کے مدون اول تھے	467	امام زفرؒ کے محدثین تلامذہ
481	علم حدیث میں کتاب الآثار کا مقام	467	(۴) اصحاب ستہ کے شیخ امام
483	کتاب الآثار کے نسخے		مالک بن مغول البجلی لائحیؒ
484	کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ	467	(۵) امام اعظمؒ کے ساتھ امام
485	چالیس ہزار احادیث سے		العابدین داود طائیؒ کے ۲۰ سال
	کتاب الآثار کا انتخاب	468	بقیہ اراکین تدوین فقہ
486	کتاب الآثار میں تیس بلاد سے تعلق	469	امام جامع ابو عصمہ کے چار مجالس
	رکھنے والے ایک سو پانچ شیوخ	470	امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر
487	شروح و تعلیقات کتاب الآثار		جبال علم متفق ہیں
488	نواب صاحبؒ کے تسامحات	470	بعض حنفی ائمہ مجتہدینؒ
489	نواب صاحبؒ علامہ شوکانیؒ کی	472	ہندوستان میں علم و عمل بالحدیث
	اندھی تقلید کرتے ہوئے	473	شاہ ولی اللہؒ کا خاندان حنفی تھا
492	کتاب الآثار کے رواۃ روایات کی صحت	474	مجتہد اور سلفی کا مطلب
492	کتاب الآثار کے بنائے اول و ثانی	476	صفات باری تعالیٰ کے متعلق امت کے دو گروہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
525	اعتراض ۱۔ امام ابوحنیفہؒ کے	493	کتاب الآثار اور مؤطا مالکؒ کا موازنہ
	اصول و فروع غلط تھے	494	کتاب الآثار حنفیوں کی امہات
525	اجمالی جواب		کتب میں سے ہے
526	تفصیلی جواب	495	کتاب الآثار بروایت ابی یوسفؒ
526	امراول: جرح غیر مفسر غیر مقبول ہے	496	کتاب الآثار بروایت زفرؒ
528	سبب جرح بیان کرنا لازم ہے	498	شیخ ابو زہرہ کا تسامح
529	ہر جرح علی الاطلاق تعدیل پر	499	کتاب الآثار بروایت حسن بن زیادؒ
	مقدم نہیں ہے	500	کتاب الآثار کی روایتی صحت
529	صرف عادلانہ جرح معتبر ہے	502	کتاب الآثار کا محدثین پر اثر
530	معاصرین کی جرح	505	امام اعظمؒ کی شاہکار کتاب جامع المسانید
531	اجماعی اصل ائمہ مشہورینؒ	508	نوٹ
	کے متعلق جرح غیر معتبر ہے	517	محمد بن ابراہیم اصفہانیؒ مسانید
531	جارج کے عقائد و مذہب کو بھی		کے اسانید متصلہ
	دیکھا جائے گا	518	بے شمار محدثین کے شیخ
532	امام بخاریؒ پر جرح کی حیثیت	522	ابواب و مسانید میں فرق
532	ہمارے دو اصول	525	تنقیص امام اعظمؒ پر مشتمل چند
			اعتراضات کا منصفانہ اور عادلانہ جائزہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
543	”القرأة علی المحدث“ کے بعد بوقت ادا ”حدثنا“ کہنا	533	علامہ خطیبؒ کی تائید
545	سلف میں سے کسی سے کوئی کتاب اجازت کے ساتھ ملے تو.....	533	امام بخاریؒ اور مسلمؒ وغیرہما کا مطعون شخص سے روایت کرنا
548	علامہ خطیبؒ کا مقام جرح میں امام ابوحنیفہؒ کی تعدیل کرنا	535	امردوم: صرف عادل ہی کی خبر مقبول ہے
550	اہل علم کے ہاں امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب اقوال کی حیثیت	538	علامہ خطیب بغدادیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کی جلالت قدر
552	اعتراض ۲	539	علامہ خطیب بغدادیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ائمہ حدیث میں سے تھے
552	جواب	540	تحمل حدیث کے وقت شیخ سے سننے یا شیخ کے سامنے پڑھنے کا حکم
553	امام ابوحنیفہؒ حافظ الحدیث تھے	541	شیخ کے سامنے پڑھنا، شیخ سے سماع کرنے سے مختار ہے
556	امام ابوحنیفہؒ سے کبار ائمہ و حفاظ حدیث نے احادیث روایت کیں	542	”القرأة علی المحدث“ کے بعد بوقت ادا کیا کہا جائے
559	امام ابوحنیفہؒ نے احادیث کی صحت کیلئے کڑی شرطیں لگائی ہیں	542	”القرأة علی المحدث“ کے بعد بوقت ادا ”اخبّرنا“ کہنا
560	صحابہ کرامؓ میں قلت روایت		
561	قلت روایت معیوب نہیں		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
581	ائمہ حدیث کے اصول حدیث	562	قلت روایت کے باوجود تمام
583	امام اعظمؒ کے وضع کردہ سولہ اصول حدیث		علوم صحابہؓ کے منبع صحابہ کرامؓ
586	اعتراض ۳	563	امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی بنیاد
587	جواب، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک	564	امام ابوحنیفہؒ تمام صحابہؓ کے علوم
	ضعیف حدیث قیاس پر مقدم ہے		کا مغز اور خلاصہ تھے
589	اقیس اہل الرائے امام زفرؒ کے ہاں	565	امام ابوحنیفہؒ سے مروی مسائل اور ان
	بھی قیاس پر حدیث مقدم ہے		کا احادیث صحیحہ کے معیار پر صحیح اترنا
590	امام محمدؒ کے نزدیک قیاس	568	امام ابوحنیفہؒ سے مروی روایات
	پر حدیث مقدم ہے	569	امام ابوحنیفہؒ سے مروی روایات
591	اقوال صحابہؓ کے نقل کرنے میں		میں تعارض اور تطبیق
	معارض کا دخل	570	امام ابوحنیفہؒ بڑے مجتہد تھے
593	نصوص متناہی اور حوادث	574	اشکال
	غیر متناہی ہیں	574	اجمالی جواب
598	خلفائے راشدین قیاس کیا کرتے تھے	575	تفصیلی جواب: (۱) روایت
600	نبی کریم ﷺ اہل الرائے کی		بالمعنی اور اس کے نقصانات
	اتباع کا حکم دیتے ہیں	579	(۲) موضوع اور من گھڑت روایات

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
		600	ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کے نزدیک قیاس حجت ہے
		601	صحابہؓ کا قیاس کے جواز پر اجماع
		602	قیاس کرنے والے بعض کبار اتباع
		603	قاسین اہل مدینہ
		603	قاسین اہل مکہ اور اہل یمن
		604	قاسین اہل کوفہ
		604	قاسین اہل بصرہ
		604	قاسین اہل شام
		604	قاسین اہل مصر
		604	قاسین اہل بغداد
		605	امام باقرؓ اور امام ابوحنیفہؒ کے درمیان مکالمہ
		607	صحابہؓ کے روای میں محدث کبیر امام ایوبؓ سختیابی کا فرمان
		608	تمت بالخیر

## عرض ناشر طبع اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کو شیخ القرآن والحديث حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالستار صاحب مروت مدظلہ کی مایہ ناز کتاب ”سیدنا امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی محدثانہ جلالت شان“ شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ ارباب علم ودانش بخوبی آگاہ ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو دیگر بے شمار خوبیوں کے علاوہ تفقہ فی الدین، اجتہاد و استنباط اور علم حدیث میں جو کمال و رسوخ حاصل تھا ان کے ہم عصروں اور بعد والے اصحاب علم و فضل میں دور دور تک اُن کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ اللہ رب العزت نے فقہ حنفی کو جو قبول عام کا شرف عنایت فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ قرآن و حدیث کے دودھ سے مکھن نکال کر امام اعظم نے امت کے سامنے رکھ دیا مگر نوا ایجاد محدثات میں یہ بدعت اپنی عمر کی ایک صدی مکمل کرنے کو ہے کہ فقہ و حدیث دو متضاد چیزیں ہیں اور امام ابوحنیفہؒ ماہر قیاس تو تھے، ماہر حدیث نہ تھے۔ اگرچہ اہل علم چراغ کو اندھیرا کہنے کی حقیقت سے باخبر ہیں، مگر عامۃ الناس کے بارے میں یہ خدشہ ضرور ہے کہ وہ اس بدعت کا شکار ہو کر گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ چنانچہ موصوف نے اس کتاب کے ذریعے آفتاب علم و عرفان پر پڑے گرد و غبار کو صاف کر دیا ہے۔ لہذا افادہ عام کیلئے یہ کتاب شائع کی جا رہی ہے۔ اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ ہر ایسی کتاب کی اشاعت ضروری سمجھتی ہے، جس سے نوا ایجاد گمراہ فرقوں کی فریب کاریوں سے پردہ ہٹایا گیا ہو۔ تاکہ امت محمدیہ (علیٰ صاحبھا التحیہ) کے ایمان و عمل کا رشتہ ارشاد محبوب ﷺ کے مطابق اکابرین امت سے قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف موصوف کو اجر جزیل اور قارئین کو اس کتاب سے علم نافع عنایت فرمائے۔ آمین۔

ابوالحسن شعبہ نشر و اشاعت اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ ۴ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## عرض مؤلف ﴿طبع دوم﴾

اس رحیم و کریم ذات کیلئے ہر قسم کی حمد و ثنا ہے؛ جس نے فقیر عبد الستار بن الحاج اکبر علی خان مروت غفر اللہ لہ و لا بو یہ کو ایک بہت بڑے ولی اللہ عظیم مجتہد اور امام الحدیث والمجتہدین کی محدثانہ حیثیت پر نہ صرف ایک کتاب بنام ”سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان“ لکھنے کی سعادت نصیب فرمائی؛ بلکہ ان کی ایک ہزار تعداد کی پہلی ایڈیشن بھی بہت جلد نکالنے کی توفیق بھی عنایت فرمائی۔ چنانچہ بعض کانفرنسوں میں پچاس اور بعض میں سو تک کے نسخے لائے گئے اور سب کے سب عاشقان امام اعظمؒ نے ہاتھوں ہاتھ لئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو خواص و عوام کے حلقوں میں جو قبولیت نصیب فرمائی؛ وہ فقیر کے وہم و گمان سے باہر ہے۔ یہاں تک کہ بعض مناظر علماء نے فون پر بتایا کہ میں نے بہت بڑے اکابر کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے؛ لیکن جو ذخیرہ یہاں ملا ہے؛ بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ مجھے یہ ذخیرہ کسی کتاب میں یکجا نہیں ملا اور میں نے پندرہ سولہ دفعہ اس کتاب کے پڑھنے کو اپنے اوپر لازم کیا ہے اور ہر جمعہ آپ کی کتاب سے ترتیب وار تقریر شروع کی ہے۔ جبکہ بعض اہل علم کی بابت یہاں تک سنا کہ انہوں نے اسی موضوع پر قلم اٹھانے کا ارادہ کیا تھا لیکن جب یہ کتاب ان کے مطالعہ میں آئی تو اس کتاب کو جامع جانتے ہوئے اپنے ارادے کو ترک کر کے اپنے تلامذہ و احباب کو فقیر کی اس کتاب کے لینے کا مشورہ دیا۔ اس لئے فقیر نے اس کتاب پر نظر ثانی کی؛

جس کی وجہ سے کتاب میں کچھ مزید اضافے کئے، مزید عنوانات قائم کئے، کہیں غیر ضروری عبارت کو حذف کیا۔ کہیں عبارت کی تصحیح اور کہیں ترتیب میں تبدیلی کی۔ جس کی وجہ سے کتاب کا حجم دوگنا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ اس ایڈیشن کو بھی سابقہ ایڈیشن کی طرح قبولیت نصیب فرمائیں گے۔

الحمد للہ ملک اور بیرون ملک کے شیوخ عظام نے فقیر کی دوسری مطبوعہ کتب ”دقائق السنن شرح اردو جامع السنن للامام الترمذی جلد اول“ اور ”دو محبوب کلمے“ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اول الذکر کتاب کو علامہ ڈاکٹر شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے ”احادیث کے جملہ حواشی و شروح کا انسائیکلو پیڈیا اور علم روایت الحدیث و درایت الحدیث کا گنج گراں مایہ اور بعض دوسرے شیوخ اور سکالروں نے روایتی، درایتی، فقہی اور تاریخی مباحث میں اہم ترین مرجع، بیش بہا متاع عجیب، علمی اور اسلامی دنیا کیلئے قابل قدر علمی خزانہ قرار دیا ہے۔ الحمد للہ آئے روز علماء کرام پاکستان کے بڑے بڑے جامعات کے شیوخ عظام کے فونز آتے رہتے ہیں کہ ان کو ترمذی کی شرح دقائق السنن کی دوسری جلد کی آمد کا بڑا انتظار ہے، لیکن پشاور کے تین بڑے جامعات میں صبح سے عصر تک دورہ حدیث اور موقوف علیہ پڑھانے، جامعہ صفدریہ، جامعہ صفیہ کا اہتمام سنبھالنے، جامع مسجد حافظ عبدالرحمن بحسن گڑھی میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دینے اور علاقہ کے دینی و سماجی مسائل میں مصروف ہونے کی وجہ سے تصنیف کیلئے وقت کا نکالنا بہت دشوار تھا۔ جس کی وجہ سے قریباً تین سال سے فقیر کا تصنیفی کام سرد خانہ میں پڑا تھا۔ بحمد اللہ اللہ تعالیٰ نے کچھ وقت نکالنے کی توفیق عطا فرمائی، جس کی وجہ سے زیر نظر کتاب پر نظر ثانی کرنے کا موقع ملا۔ امید ہے

اس دوسری اضافی شدہ جدید ایڈیشن کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

فقیر اس کتاب کی نظر ثانی میں جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب زید مجدہم کا بہت ممنون ہے کہ انہوں نے نظر ثانی کیلئے کتب مہیا کرنے میں بہت کرم نوازی فرمائی۔ بعض کتب ان کے کتب خانہ میں موجود نہیں تھے، انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر خود کتب خانوں کا چکر لگایا اور وہاں سے بعض کتب قیماً لے کر فقیر کے پاس پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہانوں میں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ سوال ہے کہ فقیر کی اس معمولی کاوش کو قبولیت سے نوازتے ہوئے ناچیز، ناچیز کے آباء و اجداد، اساتذہ اہل و عیال، جملہ خاندان، عزیز و اقارب اور تمام مسلمانوں کیلئے سبب مغفرت بنائے۔ آمین۔

فقیر عبدالستار مروت عفا اللہ عنہ (سکنہ تجوڑی ضلع لکی مروت)

خادم الحدیث جامعہ دارالقرآن نمک منڈی وخادم الحدیث والتفسیر جامعہ بحر العلوم کینال  
ٹاؤن وخادم الحدیث جامعہ صفیہ حسن گڑھی پشاور و رکن نصاب کمیٹی وفاق المدارس  
العربیہ پاکستان وسابق شیخ الحدیث جامعہ تعلیم القرآن پلندری آزاد کشمیر

ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق مارچ ۲۰۱۲م

03464070976 / 03009598307

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### شہادتِ شامیہ {وجہ تالیف کتاب}

یوں تو امام الحدیث والجمہدین، سیدالحفاظ، امام الائمہ کی سیرت کے ہر پہلو پر بہت سی کتابیں معرض وجود میں آئی ہیں، لیکن ”امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان“ کے موضوع پر ضرورت سے کم لکھا گیا ہے۔ فقیر نے امام ابوحنیفہؒ کی سیرت کے اس مخصوص پہلو پر قلم کیوں اٹھایا؟ اس انتخاب کا پس منظر کیا ہے تو عرض ہے کہ ”دوسری بنوں فقہی کانفرنس“ میں فقیر کو ایک مقالہ لکھنے کی دعوت دی گئی، اس وقت تک میری کوئی تصنیف، تالیف یا کوئی مضمون کسی رسالہ یا اخبار میں شائع نہیں ہوا تھا، لیکن اس کانفرنس کے بعض منتظمین کی حسن عقیدت تھی، کہ فقیر کو اس قابل سمجھا۔

فقیر ان دنوں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ کلینک بھی چلاتا تھا۔ (اگرچہ تدریسی خدمات کی کثرت کی بناء پر ستمبر ۲۰۰۰م سے اب تک کلینک کو خیر باد کہا ہے۔) ان دنوں کچھ دوسری مصروفیات بھی تھیں، لیکن ان کاموں سے بمشکل وقت نکال کر ان حضرات کے مقرر کردہ ہدایات کے مطابق تقریباً چالیس صفحات پر مشتمل ”امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت“ کے نام سے ایک مقالہ تیار کیا اور قریباً ۲۰ مقالات میں سے اس مقالہ کا انتخاب اپنے امام سے اظہار عقیدت تھا، نیز لوگوں کے اذہان کو امام اعظمؒ کے متعلق صاف کرنے کی ایک کوشش تھی جو کہ لامذہب لوگوں کی طرف سے امام اعظمؒ پر الزام لگایا گیا تھا کہ ”ابوحنیفہؒ فقہ میں توفلک کو چھونے والے لیکن حدیث دانی میں مرکز خاک پر یتیم بیٹھے ہیں۔“

فقیر نے اس موضوع کا انتخاب تو کیا لیکن دس اور اصحاب فضل و کمال و تحقیق نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھا کر اپنے امام سے عقیدت کا اظہار کیا تھا۔ جس کی وجہ سے منتظمین کانفرنس کی طرف سے یہ طے ہوا کہ اس موضوع کو فی الحال نہ چھیڑا جائے اور یہ کہہ کر کہ سب اہل تحقیق نے خوب عرق ریزی سے مقالات لکھے ہیں ہم ان میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ اس لئے فی الحال اس کی طباعت ترک کرتے ہیں البتہ مستقبل میں ان کو اکٹھے ایک کتاب کی شکل میں طبع کریں گے۔ جس کی وجہ سے تمام اصحاب تحقیق کے اس موضوع پر لکھے گئے تمام مقالات کو التواء میں ڈالنا پڑا۔ فقیر نے ان سے اپنا مذکورہ مقالہ واپس لیکر اپنے ساتھ محفوظ رکھا۔ (اب انہوں نے ان مقالات کو یکجا ایک کتاب ”امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت“ کے نام سے شائع کیا لیکن اس میں فقیر کا مقالہ نہیں ہے کیونکہ فقیر نے ان سے اپنا مقالہ واپس لے لیا تھا۔)

جب فقیر کو ۲۹ ستمبر ۲۰۰۰م مستقل پشاور آنا پڑا تو اس مسودہ کو بھی اپنے ساتھ لایا اور فرصت ملنے پر اس مقالہ میں کچھ اضافے کئے۔ جس کی وجہ سے وہ مقالہ ایک مستقل کتاب کی شکل اختیار کر گیا۔ پھر جب مرکز علوم اسلامیہ میں ”الراحة“ رسالہ نکالنے کا فیصلہ ہوا، تو اس رسالہ کے نظم و نسق سنبھالنے کیلئے مولانا اورنگ زیب صاحب اعوان کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے اس رسالہ کی ادارت سنبھال لی۔ مولانا موصوف فقیر سے ہر ماہ کسی ایک موضوع پر مضمون لکھنے کی پُر زور سفارش کرتے تھے۔ فقیر تدریسی مصروفیات کی بناء پر اکثر اوقات ٹال مٹول کرتا رہتا، جس پر وہ فقیر سے مزید الجھتے۔ فقیر مجبور ہو کر کوئی ایک مضمون لکھ کر ان کے سپرد کرتا تھا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے قلم چلنے کیلئے ظاہری سبب مولانا اورنگ زیب صاحب اعوان کو بنایا اور پھر الحمد للہ

پہلے ہی مضمون سے تہنیتی پیغامات وصول ہونے شروع ہوئے، ان تہنیتی خطوط میں فقیر کے بعض مضامین ”رسالہ کا اصل، مغز اور خلاصہ“ قرار دئے گئے، جن میں ”حب رسول ﷺ“ اور ”تحفہ معراج“ کو بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔ اول الذکر مضمون تو کئی بار ”مشرق اخبار“ میں موقعہ بموقعہ منظر عام پر لایا گیا۔ اس کے بعد مولانا موصوف اور بعض دوسرے احباب اور تلامذہ نے ”امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت“ پر لکھی ہوئی کتاب شائع کرنے پر زور صرف کیا، لیکن فقیر نے اس کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کی۔ البتہ جب فقیر کے ہاں وکیل احناف حضرت مولانا محمد الیاس صاحب گھسن دامت برکاتہم العالیہ ناظم اعلیٰ اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان، پشاور پہلی بار تشریف لائے، تو فقیر نے اس وقت ان کی خدمت میں اس کتاب کا مسودہ پیش کیا۔ جس پر انہوں نے بھی شائع کرانے کا مشورہ دیا۔ بلکہ آج کل کے ماحول میں جب کہ سادہ لوح مسلمانوں کو ائمہ مجتہدینؒ خصوصاً امام ابوحنیفہؒ سے متنفر کرانے کیلئے ان حضرات کو نعوذ باللہ فتنہ وفساد اور افتراق امت کی جڑ تک کہا جاتا ہے، بلکہ اس سے بھی ترقی کر کے ان کو زندیق تک کہا گیا ہے اور ان میں سے بعض کم حاسدین، ان کو کافر و زندیق کہلانے سے تو کتراتے ہیں۔ البتہ احادیث سے نابلد و نا آشنا، دانستہ یا غیر دانستہ طور پر احادیث کے مخالف گردانے میں کوئی شرم اور جھجک محسوس نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر امام ابوحنیفہؒ کو تین یا گیارہ یا سترہ احادیث کا جاننے والا کہتے پھرتے ہیں اور ان کی اس گستاخی کی وجہ سے بعض سکول کے بچوں سے سنا گیا کہ امام ابوحنیفہ کون ہے؟ امام تو میں بھی ہوں وہ بے چارہ احادیث کیا جانتا تھا۔ پس جب قیامت کی نشانی (کہ بعد والے لوگ پہلے زمانے والے لوگوں کی برائی بیان کرنا

شروع کریں، تو قیامت کے آنے کا انتظار کریں) حد سے متجاوز ہو گئی، تو فقیر نے بامر مجبوری امام ابوحنیفہؒ کی بابت اٹھائے ہوئے قلم کا دوبارہ جائزہ لیا جس میں کچھ ترامیم واضافے کئے۔ ”امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت“ کے نام سے چند کتابیں منظر عام پر سامنے آنے کی وجہ سے اس کا نام تبدیل کر کے ”سیدنا امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان“ رکھا۔ اب اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کے شائع کرانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ وکیل احناف مولانا محمد الیاس صاحب گھمن اور مناظر اسلام مولانا محمود عالم صاحب صفدر اوکاڑوی نے مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ سے چھپوانے کا کہا۔ مولانا اورنگ زیب صاحب اعموان نے بھی شائع کرانے کی اجازت دینے کا بار بار کہا۔ فقیر نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے کتاب شائع کرنے کیلئے دے دی۔ (انہوں نے نہایت فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اعلیٰ پپیپر پر چھاپی اور چند ہی دنوں میں ایک ہزار نسخے بازار سے مفقود ہوئے۔ جس سے فقیر کا حوصلہ بڑھا اور الحمد للہ مزید اضافوں کے ساتھ نظر ثانی کر کے آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

اضافہ دوران نظر ثانی)

فقیر نے اس کتاب میں اس بات کے ثابت کرنے کی مقدور بھرکوشش کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نہ صرف فقیہ تھے بلکہ فقہ کی باریکیوں سے باخبر ہونے کے ساتھ ساتھ احادیث کے لطیف نکتوں کی تہہ تک پہنچنے والے حافظ الحدیث، نقد و جرح کے امام بلکہ حفاظ الحدیث، ائمہ لغت و عربیت اور زہد و تقویٰ کے جبال کے سرخیل رہنما اور شیخ بھی تھے اور ان کی بابت حدیث میں یتیم ہونے کا جو پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے وہ جھوٹ کا پلندہ، افتراء عظیم اور بہتان صریح ہے جس کی اصل وجہ ائمہ دین سے نفرت،

عداوت دلانا اور اللہ تعالیٰ کے دین سے بغاوت کرنا اور کرانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیاء اللہ کی عداوت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

الحاصل فقیر نے اظہار حق اور لوگوں کو ائمہ امت کی نفرت سے ڈرانے اور اولیاء اللہ کی بے جا عداوت کر کے حرب الہمی کو مول لینے سے بچانے کی غرض سے اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے دوسری دفعہ شائع کرانے کا ارادہ کیا ہے۔ اس میں کسی کے دل دکھانے یا اپنا نام کروشن کرنے اور خود سری، خود نمائی، جمانے کا بالکل ارادہ نہیں ہے۔

آخر میں مولانا مفتی خالد عثمان صاحب خٹک کا شکریہ ادا کرنا بھی ایک فریضہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بلا کسی لالچ کے فقیر کی اس کتاب کی کمپوزنگ، بخوبی سر انجام دی اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ امین۔

اللہ تعالیٰ سے فقیر دست بدعا ہے کہ فقیر کی اس حقیر کاوش کو اپنے دربار عالیہ میں قبولیت سے نوازے۔ فقیر کے والدین، اساتذہ، اہل خاندان، تلامذہ، معاونین اور جملہ مسلمان عالم کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین والسلام

فقیر عبدالستار مروت سکنہ تجوڑی ضلع لکی مروت

۲۶ رمضان ۱۴۲۷ھ، مطابق ۱۱۹ اکتوبر ۲۰۰۶م

03464070976 / 0300 9598307



## بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على سيد الرسل و  
خاتم الانبياء وعلى آله الاذكياء وصحابته الاتقياء وعلى من  
تبعهم باحسان من المحدثين والمجتهدين والفقهاء وعلى العلماء  
الراسخين و الطلبة اما بعد فقد قال الله تعالى ﴿واخرين منهم لما  
يلحقوا بهم﴾ وقال عليه الصلوة والسلام لو كان الايمان عند  
الثريا لناله رجال او رجل من هؤلاء صدق الله العلي العظيم و  
صدق رسوله النبي الكريم ﷺ.

## علم رجال:

مسلمانوں میں جو ترقی علم رجال کو ہوئی ہے دنیا اسکی مثال لانے سے قاصر ہے  
تراجم طبقات، قرون وفيات اور اعيان وغیرہ کے نام پر جدا جدا عنوانات قائم ہوئے اور  
ایک ایک عنوان کے تحت اس کثرت سے کتابیں لکھی گئیں کہ انکا شمار بھی مشکل ہے، لیکن  
خاص سیرت کے فن کو چنداں ترقی نہیں ہوئی، علماء شعراء قضاة اور حکماء میں سے بہت کم  
ایسے خوش نصیب گزرے ہیں جن کے حالات مستقل تصانیف میں مرقوم ہیں۔

## امام اعظمؒ کی سوانح عمری:

جہاں تک فقیر کو معلوم ہے، صرف ”امام الائمة سراج الامة سید  
الفقهاء والمحدثين حافظ الحديث امام اعظم ابو حنیفہؒ“ ایک ایسی  
عظیم شخصیت ہیں جن کے واقعات زندگی کے ساتھ معمول سے زیادہ اعتناء کیا گیا ہے۔

اپنوں اور پراپوں نے بہت کثرت سے امام اعظمؒ کی سوانح عمریاں لکھیں اور ان نامور اہل قلم اصحاب نے آپ پر لکھا ہے، جو خود اس قابل تھے کہ ان کی مستقل سوانح عمریاں لکھی جائیں، اس خصوصیت میں اگر کوئی امام اعظمؒ کا ہم سر ہو سکتا ہے تو وہ شاید امام شافعیؒ ہوں گے۔

## امام اعظمؒ کی سیرت طیبہ پر اکابرؒ کی چند مرقوم کتب:

امام اعظمؒ کی سیرت پر بہت سے اکابرؒ نے کتابیں تحریر فرمائی ہیں جن میں سے صرف چند اساطین امت یا ان کی کتابوں کے نام ملاحظہ کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

1- امام محدث، مؤرخ، فقیہ ابو العباس احمد بن صلت جمائی (م ۳۰۸ھ)۔

2- امام حافظ، مجتہد ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی (م ۳۲۱ھ)۔

3- امام حافظ، محدث علامہ ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن احمد سعدی المعروف بابن

العوام (م ۳۳۵ھ)

4- شیخ احمد بن محمد بن احمد بن شعیب الحنفی (م ۳۵۷ھ) نے "فضائل الامام ابی

حنیفہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔

5- حافظ، محدث، ناقد، امام عبداللہ بن محمد حارثی (م ۳۴۰ھ)۔

6- شیخ الاسلام، امام، محدث، فقیہ ابو الحسن احمد قدوری (م ۴۲۸ھ)۔

7- امام، محدث، مؤرخ، الکبیر، فقیہ، قاضی ابو عبد الرحمن بن علی صمیری (م ۴۳۶ھ) نے امام

صاحب اور ان کے صاحبین کے مناقب میں "اخبار ابی حنیفہ واصحابہ"۔

8- امام ابو عمر بن عبدالبر مالکی (م ۴۶۳ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کی "جامع العلم وفضله"

میں بہت زیادہ تعریف کے علاوہ تین فقہاء پر ایک مستقل کتاب "الانتفاء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقہاء" لکھی جس میں امام ابوحنیفہؒ کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔

9۔ علامہ جلال اللہ ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری (م ۵۳۸ھ) نے "شقائق النعمان فی مناقب النعمان"۔

10۔ امام ابو زکریا یحییٰ بن ابراہیم السلمائی (م ۵۵۰ھ) نے ائمہ اربعہ کے منازل و مراتب پر ایک کتاب بنام "منازل الائمة الاربعة" اور

11۔ علامہ صدر ابو المؤید موفق الدین بن احمد کی 'خوارزمی' (م ۵۶۸ھ) نے "مناقب الامام الاعظم" لکھ کر امام اعظمؒ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

12۔ امام محدث الکبیر فقیہ مجتہد ظہیر الدین مرغینائی صاحب الہدایہ (م ۵۹۱ھ)

13، 14۔ امام الشیخ شرف الدین ابوالقاسم بن عبدالعلیم عینی قرشی، حنفی نے "قلائد عقود الدرر والعقیان فی مناقب ابی حنیفة النعمان" اور "الروضہ العانیة المنیفة فی مناقب الامام ابی حنیفة" دو کتابیں لکھ کر آپؒ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

15۔ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد البہادی المقدسی الحنبلی (م ۷۴۴ھ) نے ائمہ اربعہ کے مناقب میں ایک مختصر کتاب لکھی ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ کی شاندار انداز میں تعریف کی ہے۔

16۔ شیخ محی الدین عبدالقادر القریمیؒ (و ۶۹۶ھ م ۷۷۵ھ) نے "البستان فی مناقب النعمان"۔

17۔ شیخ مؤرخ ابن المظفر یوسف بن قزاعلی بغدادی نے "الانتصار لامام

## اسحمة الامصار

18- امام محمد بن الکردری المعروف بہ البرزازی (م ۸۶۷ھ) نے "مناقب الامام الاعظم" اور 19- مؤرخ ابن خلکان نے "تحفة السلطان فی مناقب النعمان" لکھ کر آپ سے اپنی عقیدت کا اظہار فرمایا ہے۔

20- خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد: ۱۳" کی ابتداء میں امام صاحب کے مفصل مناقب بیان کئے ہیں لیکن بعد میں انہوں نے امام صاحب کے ایسے مثالب بھی لکھے ہیں جن سے امام صاحب کا اسلام بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اب ظاہر بات ہے کہ یہ دونوں باتیں ایک شخص میں بیک وقت جمع نہیں ہو سکتیں کہ وہ اپنے دور کا افضل ترین انسان بھی ہو اور بدترین خلاق بھی۔ یقیناً ان میں سے ایک ہی بات صحیح ہوگی اب دیکھنا یہ ہے کہ امت نے اجماعاً کس بات کو قبول اور کس کو رد کیا۔ تو امت نے اجماعاً آپ کے مثالب کو رد اور مناقب کو قبول فرمایا۔ نیز خود علامہ خطیب بغدادی نے "الکفایة فی علم الروایة" میں امام ابوحنیفہؒ کو امام البحر والتعدیل میں سے شمار کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کتاب میں آپ کے اقوال بطور سند کے پیش کئے ہیں۔ (جن میں سے بعض اقوال کا بوقت ضرورت تذکرہ کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ) پس باجماع امت امام کے مناقب مجمع علیہ متواتر قرار پائے اور آپ کے مثالب شاذ بلکہ منکر قرار پائے۔

21- امام ابن حجر مکی شافعی نے "الخیرات الحسان" کے نام سے امام صاحب کو بہترین انداز میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

22- علامہ جلال الدین سیوطی شافعی نے امام صاحب کے مناقب میں "تبییض الصحیفة" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

23- امام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف دمشقی صاحبی شافعیؒ نے " عقود الجمان " میں امام صاحبؒ کے مناقب جمع کئے ہیں۔

24- علامہ ذہبیؒ نے " مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ ابی یوسف ومحمد بن الحسن " کے نام سے کتاب لکھ کر آپؒ کی توثیق فرمائی۔

25- حضرت ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے " مناقب امام اعظم تحریر فرمائی۔

26- علامہ محمد ابو زہرہؒ نے " ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ و آراؤہ وفقہہ " تصنیف کی۔

27- مولانا عبدالرشید نعمانیؒ نے " مکانة ابی حنیفہ فی الحدیث " میں امام صاحبؒ کی شانِ محدثیت کو آفتابِ نیم روز کی طرح واضح کیا ہے۔

28- امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ نے " مقام ابوحنیفہ " لکھ کر آپؒ کی تبحر علمی کو اجاگر فرمایا اور

29- مولانا محمد علی صدیقیؒ کا ندھلویؒ نے " ایک ضخیم کتاب " امام اعظمؒ اور علم الحدیث " لکھ کر امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت کو سراہا ہے۔

30- مشتاق احمد قریشیؒ نے " امام اعظم ابوحنیفہ حیات وفقہی کارنامے " نامی کتاب تحریر کی۔

31- مولانا عبدالشہید نعمانیؒ نے " امام ابوحنیفہ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت " لکھ کر مخالفین کے منہ بند کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے۔

32- مولانا محمد اویس سرور نے " امام ابوحنیفہ کے سو قصے " نامی کتاب تالیف کی۔

33- مولانا خدابخشؒ نے " فقہات ابوحنیفہ " کے نام سے مختصر کتاب تحریر کی ہے۔

اور 34- ہمارے ایک محترم دوست بہترین سکالر اور عظیم مؤرخ مولانا عبدالقیوم حقانی

دامت برکاتہم نے دفاعِ ابی حنیفہؒ لکھ کر امام ابوحنیفہؒ کی خوب مدافعت کی ہے۔

قارئین کرام! مذکورہ کتب کے علاوہ بہت سے کتب و رسائل میرے سامنے موجود ہیں۔ اگر امام اعظمؒ کی سیرت پر لکھی گئی کتابوں کو گننا شروع کیا تو وہ ایک مستقل رسالہ کی شکل اختیار کرے گی لیکن فقیر نے طوالت سے بچنے کی خاطر انہی چونتیس کتب پر اکتفاء کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام اعظمؒ پر اتنی کتابیں لکھنا دراصل امت کی طرف سے ان کو خراج عقیدت پیش کرنا، ان کی خدمات کا اعتراف اور "انتم شهداء اللہ فی الارض" کا مصداق ہے۔

امام اعظمؒ کو یہ عالی شان مرتبہ ان کے اوصاف حمیدہ کی بدولت ملا ہے، کیونکہ آپؒ ان تمام اوصافِ حسنہ کے جامع تھے، جن کی موجودگی ایک عالم دین، مقتدا اور امام و مجتہد میں ضروری ہوتی ہیں۔ آپؒ علم و عمل کے پیکر، زہد و تقویٰ کے مینار، استنباط و اجتہاد میں بے نظیر، حدیث دانی میں مرجع، ریاضت و عبادت میں لاثانی، خشیتِ الہی کی وجہ سے آہ و بکاء میں بے مثال اور فہم و فراست میں اپنی نظیر آپؒ تھے۔

## امام اعظمؒ کے ساتھ تعصب کی انتہاء:

مذکورہ صفاتِ جمیلہ کے ساتھ ساتھ آپؒ کی "عظیم محدثانہ جلالت شان" بھی تمام اہل اسلام میں مسلم اور ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ مگر علمی دنیا میں شاید ہی اس سے بدترین تعصب کی مثال کوئی اور ہو کہ بعض تعصب و عناد اور ہوا و ہوس کے شکار افراد امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحابؒ کے بارے عرصہ دراز سے گمراہ کن اکاذیب اپنی مخصوص طمع ساز فیکٹری کے جدید سانچوں میں ڈال کر خلاف واقعہ بیان کرتے ہیں اور آپؒ پر بے

بنیاد الزامات قائم کر کے اس فعل بد کی نشر و اشاعت اور تشہیر میں شب و روز سرگرم عمل ہیں۔ چنانچہ کبھی امام اعظمؒ پر الزام لگاتے ہیں: ”وہ قیاس اور رائے کو حدیث پر ترجیح دیتے تھے“ اور کبھی امام موصوفؒ پر ”قلت عربی اور قلت حدیث کا الزام تراشتے ہیں۔“

**امام ابوحنیفہؒ کو صرف تین احادیث یاد تھیں:**

بعض کوتاہ بین خوف الہی سے نڈرو بے باک افراد امام اعظمؒ سے محض حسد و عناد اور بغض و عداوت کی بناء پر تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں: کہ ”ابوحنیفہؒ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ بعض گیارہ جبکہ بعض کرم فرما تو گیارہ احادیث کے ماننے کو بھی تیار نہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کو صرف تین احادیث یاد تھیں۔“

**امام ابوحنیفہؒ جمع اساتذہ و اولاد ضعیف تھے:**

بعض حضرات نے ایک دو قدم بڑھ کر یہاں تک لکھا ہے: کہ ”آج تک جس قدر محدثین گزرے ہیں سب نے امام صاحبؒ کو من حیثہ الحفظ ضعیف کہا ہے۔“ (۱) پھر مزید در افشانی کرتا ہوا لکھتا ہے: کہ ”امام صاحبؒ ضعیف ان کے استاد ضعیف ان کے استاذ الاستاذ ضعیف حتیٰ کہ (بخاری کے راوی [مروت]) امام اعظمؒ ضعیف امام صاحبؒ کے بیٹے اور ان کے پوتے بھی ضعیف ہیں۔“ (۲)

**کل کے کل کو فہ والے ضعیف ہیں:**

پھر چند قدم آگے بڑھتے ہوئے یوں گل افشانی کرتا ہے: ”ان کے شاگرد ابو یوسف و امام محمد ضعیف اجی! اصحاب ابی حنیفہؒ کو ابھی رہنے دیجئے، کل کے کل کو فہ ماخذ و مصادر: (۱) مجموعہ مقالات (۲) البحر علی ابی حنیفہؒ بحوالہ امام ابوحنیفہؒ اور معترضین ۱/۱۱۸۷

والے ایسے ہی تھے۔ پس جب سب کے سب ایک ہی لاٹھی کے ہانکے ہیں تو امام ابوحنیفہؒ کیسے قوی الحافظہ ہو سکتے ہیں؟“ (۱) پھر اپنی کرم نوازی کا مزید یوں اظہار فرماتا ہے: ”امام صاحبؒ اس کے علاوہ کہ ضعیف تھے مرجعہ بھی تھے۔“ ایک جگہ مزید دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے: ”وہ چمبی اور مرجعہ تھے۔“ نیز دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کے خوف کو بلا طاق رکھتے ہوئے ”آپؒ کو زندگی تک کہتا ہے۔“ (۲)

**حنفیوں کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے:**

بعض بذربانوں نے مزید ترقی کر کے یہاں تک جسارت کی ہے: کہ ”ابوحنیفہؒ“ ”مجوسی النسل“ ”روایت صحابی“ سے محروم اور ”آل عمرؓ کے ساتھ پُرانے عجمی کینہ رکھنے والا“ تھا۔ لیکن ان کا زہر فاسد اسی پر بھی ختم نہیں ہوا بلکہ بعض بد بخت مزید جسارت کرتے ہوئے آپؒ کے جملہ تابعین کو دائرہ اسلام سے خارج بتاتے ہیں چنانچہ ایک بد بخت لکھتا ہے: کہ ”اب تمام حنفیوں کی بابت یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے پس سمجھو اور جلدی نہ کرو۔“ ایس

لہم فی الاسلام نصیب کما ورد فی الحدیث فافہموا و لاتعجلوا۔ (۳) لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

**نبی کریم ﷺ نے فقہ حنفی کے سیکھنے سے منع فرمایا ہے: العیاذ باللہ**

یہ لوگ امام ابوحنیفہؒ سے عناد کی بناء پر کہاں سے کہاں تک پہنچے۔ نبی کریم

ﷺ پر بہتان و افتراء تراشنے سے بھی دریغ نہیں کی چنانچہ پہلے تو نبی کریم ﷺ کے



زبانی حنفیوں کو اسلام سے نکال دیا اور اب نبی کریم ﷺ پر ایک اور افتراء کے ذریعے اسلام کی بیخ کنی کی بے جا کوشش کرتے ہوئے لکھتا ہے: ”سنو اور غور سے سنو! رسول اللہ ﷺ نے خود امام ابوحنیفہؒ کی فقہ سیکھنے سے منع کیا ہے۔“ (۱)

## احناف کی بیویوں سے طلاق دئے بغیر نکاح جائز ہے:

قارئین کرام! آج کل امام ابوحنیفہؒ کی بابت غلاظت اور نجاست سے بھرپور انتہائی بدبودار مواد اور لٹریچر تقسیم ہو رہا ہے، جس میں آپؒ کے ساتھ (بلکہ اسلام کے ساتھ) حسد اور عناد کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کو نہ صرف ضعیف کہا گیا ہے، بلکہ آپؒ کے اساتذہ، تلامذہ اور اولاد بلکہ پورے کوفہ کے محدثین کو ضعیف قرار دیکر ذخیرہ احادیث پر پانی پھیر دیا ہے۔ کوئی آدمی ضعیف ہونے کی وجہ سے کم از کم اسلام سے تو خارج نہیں ہوتا، بلکہ ضعیف ہونے کے باوجود بھی وہ مسلمان رہتا ہے، لیکن ان بدبختوں نے امام ابوحنیفہؒ کو نہ صرف اسلام سے خارج کر دیا ہے، بلکہ آپؒ کے تمام متبعین حضرات کو بھی دائرہ اسلام سے خارج کر کے اپنی بدمعاشی نکالنے کیلئے کھاتہ صاف کر دیا ہے، چنانچہ ان لوگوں کا ایک مصنف قسم کھا کر لکھتا ہے: کہ ”احناف کی نماز نہیں ہوتی اور ان کی بیویوں کے ساتھ بلا طلاق دئے نکاح کرنا جائز ہے۔“ (۲)

## ائمہ اربعہ کے جملہ مقلدین مُخَلَّدِیْنَ فی النار ہیں:

ناظرین کرام! ان کا ایک ہم مسلک بھائی مزید ترقی کرتے ہوئے یوں گوہر افشانی کرتا ہے: کہ ”جو مدرک رکوع بغیر سورہ فاتحہ کے نماز پڑھے گا، وہ مخلد فی

النار ہے“ اور آگے اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہے: کہ ”جس مدرک رکوع سے فاتحہ مفقود ہوا“ اس کی نماز نہیں ہوئی اور جس کی نماز نہیں ہوئی وہ بے نمازی ہے اور بے نمازی کافر ہوتا ہے اور کافر مخلد فی النار ہوتا ہے۔“ (لہذا حنفی بھی مخلد فی النار ہیں۔) (۱)

اب دیکھنا یہ ہے کہ ”مدرک رکوع مدرک رکعت ہے“ کا حکم صرف احناف کے ہاں ہے یا ان کے علاوہ دوسرے حضرات بھی اس کے قائل ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے: کہ اگر ”کوئی شخص امام کو رکوع کی حالت میں پاوے اور امام کے ساتھ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر شامل ہو جائے تو اس شخص کی نماز ہوگئی اور اس کے ذمہ نماز کا لوٹنا نا ضروری اور واجب نہیں۔“ (۲) تو جب احناف کو مدرک رکوع کی وجہ سے کافر کہا گیا، تو کیا ائمہ ثلاثہ جب اس مسئلہ میں امام اعظم کے ہم نوا ہیں، وہ اس بد بخت کے اس فتویٰ کفر سے بچ سکتے ہیں؟۔ ہرگز نہیں۔ اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہے: کہ ”ان کے نزدیک ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین سب کے سب کافر ہیں۔“ بلکہ اس بد بخت کے اس فتویٰ سے خود اس کے اپنے اسلاف بھی نہیں بچ سکتے، وہ بھی اس فتوے کی زد میں آگئے ہیں۔ چنانچہ مولوی شمس الحق غیر مقلد نے تصریح کی ہے: کہ ”قاضی شوکانی کا پہلا فتویٰ تھا، کہ مدرک رکوع مدرک رکعت نہیں۔“ اب ان کا فتویٰ ہے کہ ”مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔“ (۳) اور علامہ مبارک پوری کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں: ”مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔“ (۴)

ماخذ و مصادر: (۱) اطیب الکلام: ۱۲، بحوالہ اتمام الركوع فی ادراک الركوع (۲) رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز: ۱۳۷، بحوالہ عمدة القاری: ۶/۱۳، فتح الملہم: ۳/۲۱، اوجز المسائل: ۱/۲۴۰، (۳) عون المعبود: ۱/۳۳۴، (۴)

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

خلفاء راشدینؓ مذکورہ فتویٰ کی زد میں:

مذکورہ بالا مسئلہ پر ”دقائق السنن شرح اردو جامع السنن للامام الترمذی“ میں انشاء اللہ تفصیلی بحث کریں گے۔ یہاں صرف اتنا عرض ہے کہ کیا ان کے اس فتویٰ کی زد سے خلفاء راشدینؓ بچ سکتے ہیں؟ کیونکہ ان حضرات کے نزدیک قرأت فاتحہ خلف الامام ناجائز تھا۔ تب ہی تو اس سے منع فرمایا کرتے تھے چنانچہ بعض روایات میں آتا ہے:

”ان ابابکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کانوا ینہون عن القراءة خلف الامام“ (۱) اور بعض روایات میں آتا ہے: ”قال علی: من قرأ مع الامام لیس علی الفطرة“ (۲) اسی طرح رفیع دین (جس پر ان لوگوں نے خوب زور صرف کیا ہے) کے اصل اور بنیادی راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ (جو کہ ان کے نزدیک بہت زیادہ عامل بالسنتہ تھے) نیز حضرت زید بن ثابتؓ اور جابرؓ بھی قرأت فاتحہ خلف الامام سے منع فرمایا کرتے تھے چنانچہ امام مسلمؒ صرف زیدؓ کا جبکہ دوسرے محدثین تینوں کا قول نقل کرتے ہیں:

”لا یقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوۃ“۔ (۳)

ع ابھی تو ابتداء عشق ہے، آگے دیکھیں ہوتا ہے کیا؟

کیا سید الکونین ﷺ مذکورہ فتویٰ کی زد میں نہیں آئے؟:

آئیے! ذرا آگے بھی نظر دوڑائیں ان کے کفر کے اس فتویٰ سے خود

ماخذ ومصادر: (۱) طحاوی: ۱/ ۱۲۹، عمدۃ القاری: ۳/ ۶۷، الجوہر النقیح: ۲/ ۱۶۹ (۲) طحاوی: ۱/ ۱۲۹

(۳) ایضاً، مسلم: ۱/ ۱۲۵

سیدالکونین رحمۃ اللہ علیہ بھی بچ نہ سکے، کیونکہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں جو آخری ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی تھی، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل فاتحہ یا کم از کم فاتحہ کا کچھ حصہ چھوڑ کر جماعت کرائی تھی۔“ (۱)

قارئین کرام! امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ بغض و عداوت نے ان کے عقل کو اتنا اندھا اور ماؤف کر دیا کہ انہوں نے صرف ایک ہی فتویٰ سے پورے اسلام کا نقشہ بدل دیا اور اس حسد و عناد اور ”حب الشیء یعمی ویصم“ کی وجہ سے مجبوظ الحواس ہو کر صرف احناف کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا، بلکہ دانستہ یا نادانستہ طور پر سیدالکونین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے فتوے کی زد میں لایا۔

الغرض امام اعظمؒ ان کے نزدیک کافر اور زندق ہیں اور جب نعوذ باللہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگ چکا، تو ان کا اجتہاد خود بخود ختم ہوا اور جب اجتہاد نہ رہا، تو ان کی اتباع کا جواز بھی ختم ہو گیا۔

### ندر ہے بانس اور نہ بچے بانسری

لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نہ صرف ایک راسخ العقیدہ ثقہ مسلمان تھے، بلکہ اکابرین امت کی تصریح کے مطابق آپ ”من ائمة الحدیث“ ”من ائمة الحدیث والفقہ“ اور ”من کبار المجتہدین فی الحدیث“ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم تابعی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے اولین مصداق بھی تھے۔

اس مختصر کتاب میں اولاً نہایت اختصار سے امام صاحبؒ کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالی جائے گی، بعدہ امام صاحبؒ کا علم حدیث، فن روایت و درایت میں بلند و بالا

مرتبہ اور آپؒ کی ”محمد ثناء جلالہ شان“ پر ٹھوس دلائل اور مضبوط شواہد پیش کئے جائیں گے اور آخر میں آپ پر چند بے بنیاد اعتراضات کی فضا میں دھجیاں بھی انشاء اللہ بھکیر دی جائیں گی۔

## امام ابوحنیفہؒ کی دنیا میں آمد:

امام صاحبؒ کی سن ولادت میں مورخین کا اختلاف ہے۔ بعض مورخین آپؒ کی سن پیدائش ۶۱ھ بتاتے ہیں۔ ایک روایت میں حافظ سمعانی اور ان کے ساتھ حافظ ابن حبانؒ نے ”کتاب الجرح والتعديل“ میں اور ابو القاسم سمنانیؒ نے ”روضۃ الصفا“ میں اسی کو راجح بتایا ہے۔ (۱) حافظ محمد بن ابراہیم الوزیریؒ کی رائے میں بھی یہی صحیح ہے۔ چنانچہ ان کا دعویٰ ہے کہ آپؒ صومریں میں سے ہیں اور نوے سال سے آپؒ کی عمر متجاوز ہو گئی تھی۔ (۲) جبکہ علامہ عینیؒ نے آپؒ کی سن ولادت ۶۰ھ بتائی ہے اور علامہ محمد زاہد الکوثریؒ نے اپنی کتاب ”تانیب الخطیب“ میں بہت سے دلائل و شواہد ذکر کر کے ۶۰ھ کو ترجیح دی ہے۔ (۳) البتہ اکثر محققین جن میں علامہ خطیب بغدادیؒ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ بھی شامل ہیں، اس بات پر متفق ہیں کہ امام صاحبؒ کی سن ولادت ۸۰ھ (مطابق ۶۹۹ م) ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: کہ ”اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: یعنی ہم آزاد بنو فارس میں سے ہیں۔ میرے دادا جان نعمان بن اسحاق (۸۰ھ) میں پیدا ہوئے۔ نحن من ابناء فارس الاحرار ولد جدی النعمان سنة ثمانین۔“ (۴) علامہ مزنیؒ نے تہذیب الکمال ماخذ ومصادر: (۱) امام اعظمؒ اور علم الحدیث: ۱۳۱: (۲) ایضاً بحوالہ الروض الباسم: ۱۹۲/۱: (۳) امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت: ۱۸: (۴) تہذیب التہذیب رقم ۸۱۹: ۱۰/۲۰۱: مقدمہ تحفہ الاحوزی: ۱/۱۳۶

میں اور ابن خلکانؒ نے اپنی تاریخ میں اسے راجح قرار دیا ہے۔ (۱)

## امام صاحب کا علم:

امام ابوحنیفہؒ کا نام نعمان بن ثمان ہے (۲) جس پر تمام مؤرخین کا اتفاق

ہے۔ نعمان دراصل اس خون کو کہتے ہیں: ”جس پر بدن کا سارا ڈھانچا قائم ہوتا ہے

اور جس کے ذریعے جسم کی ساری مشینری حرکت کرتی ہے۔“ اس لئے روح کو بھی

نعمان کہا جاتا ہے۔ چونکہ امام ابوحنیفہؒ کی ذات گرامی قدر اسلام میں قانون سازی کے

فن کیلئے محور اور اس کے مدارک و مشکلات کیلئے مرکز ہے اس لئے بقدرت الہی آپؒ کا

نام نعمان رکھا گیا اور یہی وجہ ہے کہ بعض علماء فرماتے ہیں: کہ ”ابوحنیفہؒ فقہ کا آسرا

ہیں۔“ ”فابوحنیفہ بہ قوام الفقہ۔“ (۳) علاوہ ازیں نعمان سرخ اور خوشبودار

گھاس کو بھی کہتے ہیں اسی مناسبت سے بھی امام اعظمؒ کے بہت مناسب ہے کیونکہ

آپؒ کی کمالاتی مہک اور لہک سے اسلامی زندگی کا ہر گوشہ متاثر ہے۔ آپؒ کی عادات

مبارکہ میں پاکیزگی تھی اور آپؒ کمال کی انتہاء کو پہنچ گئے تھے۔ ”طابت خلالہ وبلغ

الغایۃ کمالہ۔“ علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: کہ ”نعمان فُعلان کے وزن پر نعمت سے

بنا ہے۔ آپؒ کے اسم گرامی میں معنوی رعایت یہ ہے کہ آپؒ کی ذات مخلوق کیلئے

اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ اسی لئے آپؒ کا نام نعمان رکھا گیا ہے۔“

”فابوحنیفہ نعمة الله على خلقه۔“ (۴)

ماخذ و مصادر: (۱) امام اعظمؒ اور علم الحدیث: ۱۳۱ (۲) تہذیب العہدیب رقم ۸۱۹/۱۰: ۲۰۱/ طبقات الحفاظ

لابن الخياط: ۱/ ۳۲۷ (۳) الخیرات الحسان: ۱۰ (۴) الخیرات الحسان: ۱۲

## امام ابوحنیفہؒ کا لقب:

امام اعظم آپؒ کا لقب تھا (۱) آپؒ کو امام اعظم کہنے والے صرف احناف نہیں ہیں بلکہ اپنے اور پرانے یگانے اور بیگانے سب ہی آپؒ کو اسی لقب سے پکارتے ہیں چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے ”تذکرۃ الحفاظ“ میں حافظ محمد بن ابراہیمؒ نے ”الروض الباسم“ میں اور ملک العلماء عزالدین بن عبدالسلامؒ نے ”قواعد الاحکام“ میں آپؒ کو اسی لقب سے یاد فرمایا ہے۔ آپؒ کو امام اعظمؒ کا لقب یقیناً بجا ہے کیونکہ حافظ محمد بن ابراہیمؒ کے بقول آپؒ کی علمی بزرگی عدالت، تقویٰ اور امانت تو اتر سے ثابت ہے اور آپؒ کا علمی مقام تمام عالم اسلامی میں شرفاً و غرباً ۱۵۰ھ سے آج تک علماء میں مانا ہوا ہے۔ (۲)

## امام اعظمؒ کی کنیت:

ابوحنیفہ آپؒ کا نام نہیں تھا بلکہ یہ آپؒ کی کنیت تھی، لیکن یہ کنیت ان کی نسبی اور حقیقی نہیں تھی بلکہ یہ وضعی معنی کے اعتبار سے ہے۔ (۳) یعنی یہ کنیت وصفی تھی، کیونکہ امام صاحبؒ کی کسی اولاد کا نام حنیفہ نہیں تھا بلکہ حماد کے علاوہ ان کا کوئی بیٹا تھا نہ بیٹی۔ ”وَلَا يُعْلَمُ لَهُ ذَكَرٌ وَلَا انْثَىٰ غَيْرُ حَمَادٍ“ (۴) جیسے عبدالرحمان بن صخرؒ کی کنیت ابوہریرہؒ اور عبداللہ بن ابی قحافہؒ کی کنیت ابو بکرؒ وصفی کنیت تھی، نسبی نہیں تھی۔ چنانچہ اول الذکر کا ”ہریرہ“ کے نام سے اور ثانی الذکر کا ”بکر“ کے نام سے کوئی بیٹا نہیں تھا۔ البتہ اول الذکر ایک بلی رکھنے کی وجہ سے ”ابوہریرہؒ“ اور ثانی الذکر ہرکارے خیر میں پہل کرنے کی وجہ سے ”ابو بکرؒ“ کہلانے لگے۔ اسی طرح ”حنیفہ“ کے نام سے

آپؒ کی کوئی بیٹی نہیں تھی بلکہ آپؒ کو یہ کنیت کسی اور وجہ سے عنایت ہوئی تھی۔

## ابوحنیفہ کنیت رکھنے کی وجہ:

ابوحنیفہ کنیت رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ حنیفہ حنیف کا مؤنث ہے اور حنیف اس شخص کو کہا جاتا ہے جو سب سے کٹ کر مولیٰ کا ہو رہے۔ اس وجہ سے اسلام کو دین حنیف اور ملت حنیف کہتے ہیں اور ادیان باطلہ سے بٹنے اور ان سے کٹ کر اسلام قبول کرنے والے کو حنیف کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں بھی اسلام کو ملت حنیف کے نام سے یاد کیا ہے جو حضرت ابراہیم حنیفؑ کی طرف منسوب ہے۔ ﴿فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ اہل عرب سب سے پہلے کرنے والے کو اب کہتے ہیں اور امام اعظمؒ اس دین حنیف کی تدوین میں سب سے پہلے کرنے والے تھے۔ (اسی طرح اب کا لفظ غیر ذوی العقول میں ”صاحب“ اور ”والا“ کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے، اور ملت غیر ذوی العقول ہے۔) اسلئے بطور تقاؤل آپؒ کی کنیت ابوحنیفہؒ (یعنی ملت حنیفہ والے اور ملت حنیفہ میں پہلے کرنے والے ابو الملة الحنیفة) رکھی گئی۔ (۱)

## امام صاحب کا حسب و نسب:

بعض علماء آپؒ کا نام نعمان بن ثابت بن زوطی (بضم الزای وفتح الطاء وفتحہما) بن ماہ (۲) بتاتے ہیں جبکہ علامہ خطیب بغدادیؒ نے عمر بن حماد بن ابی حنیفہؒ کی سند سے نعمان بن نعمان بن ثابت بن زوطی اور اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کی سند سے نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان لکھا ہے۔ (۳) امام صاحبؒ کے حسب و نسب

ماخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۲۱: شقائق العمان فی مناقب العمان الرضی الباسم (۲) تہذیب الاسماء رقم: ۳۳۱/۲: ۲۱۶

(۳) ایضاً: تاریخ بغداد: ۱۳/۳۲۳۲۶



میں بظاہر اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں بلکہ صرف لفظی اختلاف ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے دادا کا نام مسلمان ہونے سے پہلے زوطی تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرف باسلام فرمایا تو اس کے بعد ان کا نام نعمان رکھا گیا۔ (۱)

زوطی کے والد صاحب کا نام ”مرزبان“ یا ”ماہ“ ہے اور ان دو میں سے ایک ان کا لقب ہو۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا نام کوئی اور ہو اور یہ دو ان کے القاب ہوں ”مرزبان“ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ فارسی میں رئیس شہر کو مرزبان کہتے ہیں نیز ماہ کا معنی بھی ”سردار“ ہے۔ (۲)

آپؒ کے عربی اور فارسی النسل ہونے میں بھی علماء کا اختلاف ہے، لیکن تمام ثقہ مؤرخین کا آپؒ کے فارسی الاصل ہونے پر اتفاق ہے۔ آپؒ فارسی نژاد تھے اور شرفائے فارس کی طرف منسوب۔ (۳)

### امام ابوحنیفہؒ کی نسبی شرافت:

حضرت امامؒ کی شرافت نسبی کا کیا کہنا! وہ بہت بلند و بالا ہے۔ آپؒ کے نسب مبارک میں آٹھ انبیاء کے اسماء گرامی آتے ہیں: (۱) حضرت آدم (۲) حضرت شیث (۳) حضرت نوح (۴) حضرت ادریس (۵) حضرت ہود (۶) حضرت ابراہیم (۷) حضرت اسحاق اور (۸) حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

شرافت دینی کے علاوہ دنیوی شرافت میں بھی آپؒ اعلیٰ مقام پر تھے۔ آپؒ کے اجداد میں سولہ بادشاہ گذرے ہیں (۱) سامان (۲) بابک (۳) حاز

(۴) مہروس (۵) ساسان دوم (۶) اسفندیار (۷) گشتاسپ (۸) نھراس  
 (۹) کتمش (۱۰) کیاسین (۱۱) کیا بود (۱۲) کیقیاد (۱۳) دار (۱۴) مرحام (۱۵)  
 مرمان شواور (۱۶) منوچہر الکیان۔ (۱)

احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں شرافت نسبی کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے "الناس معادنُ خیارُ ہم فی الجاہلیۃ خیارُ ہم فی الاسلام اذا فقہوا" (۲) یعنی جس طرح زمین کی کانیں مختلف استعداد کی حامل ہوتی ہیں۔ کسی کان سے کوئلہ نکلتا ہے، تو کسی سے لوہا، کسی سے پارہ نکلتا ہے، تو کسی سے گیس اور تیل، کسی سے پیتل نکلتا ہے، تو کسی سے سونا یا چاندی اسی طرح انسان بھی مختلف استعداد کے حامل ہوتے ہیں۔ اگر شریف النسل آدمی اسلام لانے کے بعد فقیہ بن جائے، تو یہ سونے پر سہاگہ اور نور علی نور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت امام صاحبؒ کی شرافت پر نبوت کی مزاج شناسی یعنی فقاہت نے اپنا پرتو ڈالا، تو اس عظمت کا اعتراف اہل اسلام نے امام اعظمؒ کے لقب سے کیا۔

## غلامی کا داغ:

قارئین کرام! مذکورہ حقائق کے باوجود بعض لوگ امام اعظمؒ پر غلامی کا داغ لگاتے ہیں، جبکہ حاسدین کو بعض مورخین کا یہ قول امام اعظمؒ پر بہت راست آنے لگا، کہ "زوطی کاہل سے گرفتار ہو کر آئے، قبیلہ بنی تیم اللہ کی ایک عورت نے خریداً، کچھ عرصہ غلامی میں رہے، پھر اس نے آزاد کر دیا۔ اسی لئے امام صاحبؒ مولیٰ بنی تیم اللہ کہلاتے ہیں۔" (۳)  
 مخالفین نے امام اعظمؒ کی شان گٹھانے کیلئے اس قول کو خوب چمکایا، حالانکہ

پہلے تو غلامی ثابت نہیں لیکن اگر بالفرض اس قسم کی غلامی ثابت بھی ہو جائے، تو کسر شان کی کیا بات ہے؟ کیا بعض علماء بی بی ہاجرہؓ کو کنیز تسلیم نہیں کرتے؟ کیا خاندان کسریٰ پر اس لقب کا داغ نہیں لگا؟۔

کیا امام حسن بصریؒ علامہ ابن سیرینؒ امام طاؤس بن یسارؒ نافع عکرمہؒ اور امام مکحولؒ جیسے مقتدیان اسلام طوق غلامی سے آزاد ہیں؟ جو خود یا ان کے باپ دادا غلام نہ رہ چکے ہوں۔ لہذا اگر بالفرض زوطی کا غلام ہونا بھی ثابت ہو، تو کچھ عار کی بات نہیں، لیکن تاریخی شواہد اس کے خلاف ہیں۔

## لفظِ مولیٰ کے معانی:

ہوایوں کہ غریب الوطنی اور زبان کی اجنبیت نیز ضروریات زندگی نے زوطی کو قبیلہ بنو تیم اللہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات پر مجبور کر دیا اور یہ طریقہ عرب میں عام طور پر جاری تھا اور اس قسم کے تعلق کو اہل عرب ولاء کہتے تھے، جس کا مشتق مولیٰ ہے۔ مولیٰ کے پچیس معانی آتے ہیں۔ (۱) مثلاً کار ساز، دوست، حمایتی، مددگار، ساتھی، لائق، (۲) سردار، حافظ، ولی، (۳) متولی، (۴) وجوہ نفع و نقصان میں متصرف، ابن العم (۵) ولی نعمت، آقا (۶) حلیف اور آزاد کردہ شدہ غلام (۷) وغیرہ لیکن علامہ محی الدین یحییٰ بن اشرف نوویؒ (وحرّم ۶۳۱ھ، ۴م ۱۳ رجب ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں: کہ ”لفظ مولیٰ زیادہ تر دوستی کے عہد و پیمان یعنی مولی الموالات کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔“ (۸) اور

ماخذ و مصادر: (۱) معالم العرفان: ۱/ ۶۳۶ بحوالہ قاموس (۲) لغات القرآن: ۵/ ۲۸۰ (۳) تفسیر المظہری: ۱/ ۲۳۶ (۴) تفسیر الکوثری: ۱/ ۱۰۶ (۵) المجدول فی اعراب القرآن و صرفہ و بیانہ: ۱/ ۲۸۸ (۶) معارف القرآن لکند بلوی: ۱/ ۵۲۸ (۷) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۲۲۶ (۸) امام اعظم اور علم حدیث: ۱۲۱ بحوالہ تہذیب الاسماء واللغات

حافظ ابن صلاح فرماتے ہیں: ”موٹی صرف غلام ہی کو نہیں کہتے بلکہ ولاء اسلام ولاء حلف اور ولاء لزوم کو بھی ولاء کہتے ہیں اور ان تعلقات والوں کو موالی کہا جاتا ہے۔ امام بخاریؒ کو ولاء اسلام کی وجہ سے جھٹی امام مالکؒ کو ولاء حلف کی وجہ سے تیمی اور مقسمؒ کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس زیادہ رہنے کی وجہ سے موٹی ابن عباسؓ کہتے ہیں۔“ (۱)

مشہور غیر مقلد علامہ عبدالرحمن مبارک پوریؒ لکھتے ہیں ”جان لے! کہ بعض موالی ایسے ہوتے ہیں جنہیں موٹی فلان یا لینی فلان کہا جاتا ہے اور اس سے مراد موالی عتاقہ ہوتا ہے اور یہی اس میں اکثر و بیشتر ہوتا ہے اور بعض ان میں ایسے ہیں جن پر موٹی کا اطلاق ہوتا ہے لیکن اس سے مراد ولاء اسلام ہوتا ہے اور ان میں ابو عبداللہ محمد بن اسمعیل بخاریؒ جھٹی ہیں کیونکہ ان کے جدا مجد جو کہ مجوسی تھے جھٹی کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ اسی طرح ایک موٹی بولاء الحلف ہوتا ہے جیسا کہ امام مالک بن انسؒ کہ آپؒ اور آپؒ کا خاندان صلبی لحاظ سے اصح قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، لیکن انہیں تیمی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کا خاندان یعنی قبیلہ اصح ”تیم قریش“ کا حلیف تھا۔ بعض علماء نے یہ قول بھی کیا ہے کہ ان کے جدا مجد مالک بن ابی عامر طلحہ بن عبید اللہ کے اجیر تھے اور طلحہ ان کو تجارت کیلئے بھیجا کرتے تھے تو اس وجہ سے ان کو موٹی التیمیین کہا جانے لگا اور یہ موٹی ہونے کی چوتھی قسم ہے جیسا کہ مقسمؒ کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ ابن عباسؓ کے موٹی تھے اور یہ ان کو اس لئے کہا جاتا تھا کہ وہ ہر وقت ان کے ہاں رہا کرتے تھے اور مقدمہ ابن صلاحؒ میں اسی طرح کہا گیا ہے۔“ (۲)

الغرض جیسا کہ موٹی کا لفظ حلیف وغیرہ کے معنی میں آتا ہے اسی طرح اس کا

ایک معنی آزاد کردہ شدہ غلام بھی ہے۔ اسی لفظی مشارکت سے بعضوں نے زوطی کو غلام سمجھ لیا اور رفتہ رفتہ یہ خیال روایت کی شکل پکڑ کر کسی قدر عام ہو گیا؛ جس کی وجہ سے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ گو یہ الزام تاکید کے ساتھ دفع کرنا پڑا: کہ ”واللہ! ہمارا خاندان کبھی کسی کی غلامی میں نہیں آیا۔“ (۱)

اسماعیل بن حماد نہایت ثقہ اور معزز شخص تھے اسی وجہ سے دقیقہ سنخ مؤرخوں نے اس بحث میں ان پر اعتماد کیا ہے؛ کیونکہ گھر کا باشندہ اچھی طرح جانتا ہے؛ کہ گھر میں کیا ہے۔ ”صاحب البيت ادري بما فيه“ یہی وجہ ہے کہ قاضی حمیری نے صاف تصریح کی ہے کہ ”زوطی بنو تیم اللہ کے حلیف یعنی ہم قسم تھے۔“ (۲) لہذا یہ روایت غلامی کہ وہ کابل سے گرفتار ہو کر آئے بالکل غلط ہے۔

امام طحاویؒ مشکل الآثار میں جو فن حدیث میں اپنے موضوع پر بے مثال کتاب ہے۔ عقد موالات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”(امام ابوحنیفہؒ کے تلمیذ اور امام بخاریؒ کے شیخ (۳)) عبد اللہ بن یزید کہتے ہیں: ”میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا: ”تم کون ہو؟“ میں نے عرض کیا: کہ ”ایسا شخص جس پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے احسان فرمایا یعنی ”نومسلم“۔ امام صاحب نے فرمایا: ”یوں نہ کہو بلکہ ان قبائل میں سے کسی سے تعلق پیدا کر لو پھر تمہاری نسبت بھی ان کی طرف ہوگی۔ میں خود بھی ایسا ہی تھا۔“ (۴) جس سے صاف ظاہر ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کو تیمی غلامی کی وجہ سے نہیں بلکہ عقد موالات یعنی دوستی کے عہد و پیمان کی وجہ سے مولیٰ تیم اللہ کہا جاتا تھا۔

ماخذ و مصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/۲۲۶ (۲) سیرۃ العمان: ۱۶ (۳) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۳۳۴ (۴) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۲۲، ۱۲۳ بحوالہ مشکل الآثار: ۴/۵۲

## خليفة راشد حضرت عليؑ کی دعا:

آپؑ کے جد اول ”بابل“ (یا ”کابل“) کے رہنے والے تھے جبکہ آپؑ کے والد محترم حضرت ثابت کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپؑ کے جد امجد حضرت زوطیؒ نے اپنے لڑکے کو حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر کیا۔ حضرت علیؑ نے بزرگانہ شفقت فرمائی۔ ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں دعائے خیر بھی فرمائی۔ (۱) اسماعیلؒ فرماتے ہیں: کہ ”ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ بن ابی طالب (عبدمناف) کی دعا ہمارے بارے میں قبول فرمائی ہے۔“ (۲)

## امام ابوحنیفہؒ کا زادوبوم:

آپؑ کے والد ماجدؒ مذہب نساء اور انبار کے مقامات میں رہائش پذیر رہ چکے ہیں، آخری سکونت انبار میں اختیار فرمائی تھی۔ بعض علماء نے اسی بناء پر امام صاحبؒ کا زادوبوم انبار ہی قرار دیا ہے۔ لیکن اکثر علماء کا خیال ہے کہ امام صاحبؒ کی ولادت کوفہ میں ہوئی ہے اور اس انبار میں آپؑ کے والدؒ کی آخری آرام گاہ بھی ہے۔ کوفہ چونکہ امام صاحبؒ کی پیدائش گاہ اور اولین تربیت گاہ ہے، اس وجہ سے امام اعظمؒ سے بغض و عناد رکھنے والے بعض حاسدین نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کو حدیث کا علم ہی نہ تھا۔ اس لئے تھوڑی دیر کیلئے کوفہ چلتے ہیں، تاکہ آپ حضرات کو معلوم ہو جائے کہ کوفہ میں یقیناً علوم صحابہؓ کا جامع خلاصہ اور منبع موجود تھا۔

ماخذ و مصادر: (۱) مقدمۃ تحفۃ الاحوذی: ۱/۱۶۶ تاریخ بغداد: ۱۳/۳۲۶ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۲۶ امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۲۳ بحوالہ الخیرات الحسان، مناقب امام ملا علی قاریؒ منسلک الجواہر المصیۃ: ۲/۴۵۴

## کوئہ فقہاء و محدثین صحابہؓ کا مسکن:

قارئین کرام! جیسا کہ تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تمام صحبت یافتہ تلامذہ صحیح نبوی ﷺ کی وجہ سے عادل، ثقہ، زاہد، متقی اور پاکباز تھے، لیکن قرآن فہمی تدبر حدیث اور تفقہ فی الدین میں برابر کے شریک نہیں تھے، بلکہ اس لحاظ سے آپس میں مختلف درجات کے مالک تھے۔ چنانچہ بعض صحابہؓ نسبت دوسرے صحابہؓ کے اعلم و افقہ اور ازہد و اتقی تھے، جیسا علامہ ذہبیؒ امام مسروقؒ کا قول نقل کرتے ہیں: **قَالَ وَجَدْتُ عِلْمَ اصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ انْتَهَى اِلَى سِتَّةِ اِلَى عُمَرُو عَلِيٍّ وَ عَبْدِ اللّٰهِ وَمَعَاذِ وَاِبِي الدَّرْدَاءِ وَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ (۱)** اور علامہ ابن سعدؒ امام مسروقؒ کا قول یوں نقل فرماتے ہیں: کہ ”میں نے مجالس صحابہ کرامؓ سے فائدہ اٹھایا، پس میں نے دیکھا کہ ان تمام صحابہؓ کا علم چھ بزرگوں یعنی حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کی طرف واپس ہوتا تھا پھر میں نے ان چھ بزرگوں کی مجلس کا شرف حاصل کیا، تو میں نے دیکھا کہ ان سب کا علم حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ پر ختم تھا۔“ **قَالَ شَاعَتْ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوَجَدْتُ عِلْمَهُمْ اَنْتَهَى اِلَى سِتَّةِ اِلَى عُمَرُو عَلِيٍّ وَ عَبْدِ اللّٰهِ وَ مَاذِ وَاِبِي الدَّرْدَاءِ وَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فَشَاعَتْ هُوَ لِاِنَّ السِتَّةَ فَوَجَدْتُ عِلْمَهُمْ اَنْتَهَى اِلَى عَلِيٍّ وَ عَبْدِ اللّٰهِ۔ (۲)**

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں: کہ ”جن صحابہ

کرامؑ سے علم دین اور فقہ کی اشاعت ہوئی ہے، ان میں سے عبداللہ بن مسعودؓ زید بن ثابتؓ عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم آگے آگے تھے۔“ (۱)

حافظ ابن القیم حنبلیؒ تحریر فرماتے ہیں: ”امت مرحومہ میں بالعموم علم دین و فقہ اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ اصحاب زید بن ثابتؓ اصحاب عبداللہ بن عمر اور اصحاب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ذریعے شائع ہوا ہے اور (اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں) اہل مدینہ کا علم اصحاب زید بن ثابتؓ و اصحاب ابن عمرؓ کے ذریعے اہل مکہ کا علم اصحاب عبداللہ بن عباسؓ کے ذریعے اور اہل عراق کا علم اصحاب ابن مسعودؓ کے ذریعے شائع ہوا۔“ (۲)

امام اعظمؒ کے عظیم شیخ، پانچ سو صحابہؓ کا زمانہ پانے والے اڑتالیس صحابہ کرامؑ سے سماع حدیث کرنے والے صحاح ستہ کے راوی، حسن بصریؒ جیسی ہستی ان کی توثیق میں قسم اٹھا کر ”کثیر العلم عظیم الحلم“ اور اسلام میں عظیم مرتبہ پانے والے کا لقب دینے والے مجدد الملتہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرف سے منصب قضا پانے والے، جلیل القدر وافر العلم تابعیؒ جن کو ابن عمرؓ مغازی میں اپنے سے بھی زیادہ عالم، امام سفیان بن عیینہؒ ان کو اپنے زمانہ کے اعلم ہونے کا سرٹیفکیٹ دینے والے، یحییٰ بن معینؒ جیسے امام ان کی توثیق پر اعتماد کرنے والے امام مکحولؒ اور ابو جہلؒ ان کو سب سے بڑے عالم، فقیہ تسلیم کرنے والے، امام عاصم احولؒ اہل کوفہ و بصرہ اور اہل حجاز کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تسلیم کرنے والے اور علامہ ابن سیرینؒ ان کو کثیر صحابہ کرامؑ کے سامنے فتویٰ دینے والے امام زہریؒ ”العلماء ثلاثہ“ کے زمرہ



میں آپؒ کو داخل و شمار کرنے والے امام، حافظ، فقیہ، متقن، مثبت، عامر بن شراحیل، شعبیؒ (۱) فرماتے ہیں: کہ ”کوفہ میں آنحضرت ﷺ کے اصحاب کے بعد، فقہاء کرام (صرف) اصحاب ابن مسعودؓ میں ہوتے تھے۔“ **كان الفقهاء بعد اصحاب رسول الله ﷺ بالكوفة في اصحاب عبد الله بن مسعودؓ** اور پھر ان کے یہ اسماء ذکر کئے ہیں: ”علقمہ بن قیس نخعی، عبیدہ بن قیس المرادی، شریح بن الحارث الکندی اور مسروق بن الابدع الحمدانی رحمہم اللہ۔“ (۲)

### کوفہ کیلئے حضرت عمرؓ کی طرف سے بہترین معلم کا انتخاب:

علامہ کوثریؒ تحریر فرماتے ہیں: کہ ”کوفہ عہد فاروقیؓ کا اہل میں بحکم امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظمؓ تعمیر کیا گیا۔ (جس میں محرم الحرام ۷ھ بمطابق جنوری ۶۳۸م کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ یکے از عشرہ مبشرہ بمعہ چالیس ہزار نفوس آکر آباد ہوئے۔) (۳) اس کے اطراف میں فصحاء عرب آباد کئے گئے اور یہاں کے مسلمانوں کی رہنمائی کیلئے سرکاری طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تقرر ہوا۔ ان کی علمی منزلت اس سے ظاہر ہوتی ہے، کہ حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کو اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا تھا: ”ابن مسعودؓ کی مجھے یہاں خاص ضرورت تھی، لیکن تمہاری ضرورت مقدم سمجھتے ہوئے ان کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔“ چنانچہ اہل کوفہ کے نام ارسال کردہ ایک خط میں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ یوں فرمان شاہی جاری کرتے ہیں: ”میں نے عمار بن یاسرؓ کو تمہارا امیر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو تمہارا معلم و وزیر بنا کر بھیجا ہے۔ یہ

ماخذ ومصادر: (۱) تہذیب التہذیب رقم ۱۰۰: ۵/۵۹۳ تا ۵۹۴، تذکرۃ الحفاظ رقم ۶: ۷۹/۱ تا ۸۸، مقدمہ تحتہ

الاحادی: ۱/۳۵۶ تا ۳۵۸ (۲) تاریخ بغداد: ۱۲/۲۹۹ (۳) امام اعظمؓ اور علم حدیث: ۱۳۶

دونوں رسول کریم ﷺ کے چیدہ اصحابؓ اور اہل بدر میں سے ہیں۔ ان کی پیروی کیجئے اور ان کی بات سنیں اور میں نے عبد اللہ بن مسعودؓ کو تمہاری طرف بھیج کر تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔“ انی قد بعثت الیکم عمار بن یاسرؓ امیراً و عبد اللہ بن مسعودؓ معلماً و وزیراً و ہما من النجباء من اصحاب محمد ﷺ من اہل بدر فقتدوا بہما و اسمعوا قولہما و قد اثرتکم بعبد اللہ بن مسعودؓ علی نفسی۔“ (۱)

### کوفہ میں چار ہزار طلباء حدیث:

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے کوفہ میں حضرت عثمانؓ کے آخر وقت تک لوگوں کو قرآن پاک اور مسائل دینیہ کی تعلیم دی۔ حضرت ابن مسعودؓ کی اس جدوجہد اور کوشش کے نتیجے میں ایک وقت ایسا آیا کہ ”کوفہ میں چار ہزار طلباء علم حدیث موجود تھے۔“ (۲)

### حضرت علیؓ کی تصدیق:

حضرت علیؓ جب کوفہ تشریف لائے تو اس شہر کے علمی ماحول کو دیکھ کر فرمانے لگے۔ اللہ تعالیٰ بھلا کرے ابن مسعودؓ کا کہ انہوں نے اس شہر کو علم سے بھر دیا۔ حضرت علیؓ نے نہ صرف یہ کہ ان کی علمی خدمات تسلیم کئے بلکہ ان کی تعریف میں اتنے رطب اللسان ہوئے کہ ”ان کے تلامذہ کو روشن چراغ سے معبر فرمایا۔“ چنانچہ علامہ موفقؒ لکھتے ہیں: حضرت علیؓ فرمانے لگے کہ ”ابن ام عبد (ابن مسعودؓ) نے یہ کوفہ کے روشن چراغ چھوڑے ہیں۔“ لَقَدْ تَرَكَ ابْنُ اُمِّ عَبْدِ هُوَلَاءِ سُدُجَ الْكُوفَةِ (۳) اور حضرت

ماخذ و مصادر: (۱) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۴، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۳/۱۱۵، تاریخ دمشق الکبریٰ (ابن

عساکر): ۳۵/۳۲ (۲) تدریب الراوی: ۵/۲۷۵ (۳) مناقب موفق: ۲/۱۴۰

سلمان فارسیؓ کو کہنا پڑا: کہ ”اہل کوفہ اہل اللہ ہیں اور یہ کوفہ اسلام کا قبہ ہے۔ ہر مؤمن (لیکن مؤمن ہو تو سہی [مروت]) اس کی طرف جھکتا اور مائل ہوتا ہے۔“ اہل

الکوفۃ اہل اللہ وہی قُبۃُ الاسلامِ یَحُنُّ الیہا کُلُّ مؤمنٍ۔ (۱)

علامہ ابن تیمیہؒ کا اقرار:

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: ”کوفہ جو کہ حضرت علیؓ کی حکومت کا دار الخلافہ تھا،

کے رہنے والوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ سے ایمان، قرآن، تفسیر، فقہ اور

سنت کا علم حضرت علیؓ کی کوفہ تشریف آوری سے قبل حاصل کیا تھا۔“ فَانَّ اہلَ

الکوفۃ التی کانت دارہ کانوا قد تَعَلَّمُوا الایمانَ والقُرآنَ و

التفسیرَ والفقہَ والسنۃَ عِن ابْنِ مسعودٍؓ و غیرہ قبلَ اَنْ یَقْدِمَ عَلَیؓ

الکوفۃ“ (۲) چند صفحات چھوڑ کر لکھتے ہیں: کہ ”اہل کوفہ نے حضرت علیؓ کی کوفہ

تشریف آوری سے قبل حضرت سعد ابی وقاص، ابن مسعود، حذیفہ، عمار اور حضرت

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم، جو کہ حضرت عمرؓ کے حکم سے کوفہ آئے تھے، سے دین و علم

حاصل کیا۔“ (۳) نیز لکھتے ہیں: کہ ”حضرت علیؓ سے کوفہ میں زیادہ علم رہ گیا، پھر بھی

اہل کوفہ دور حضرت علیؓ میں، بلکہ حضرت عثمانؓ کے خلیفہ بننے سے بھی بہت پہلے قرآن و

سنت کا علم رکھتے تھے۔“ (۴)

کوفہ میں ایک ہزار پانچ سو صحابہ کرامؓ:

امام شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں: کہ ”آپ رضی اللہ عنہ کے بہت سے فیصلے کوفہ میں

ماخذ و مصادر: (۱) معجم البلدان الکوفۃ: ۳/۲۹۲ (۲) منہاج السنۃ: ۳/۱۴۲ (۳) ایضاً: ۳/۱۵۷ (۴) ایضاً: ۳/۱۳۹

ہوا کرتے تھے۔ ‘‘کمان اغلب قضایا ہ بالکوفۃ۔‘‘ (۱) ان فقہاء و محدثین صحابہ رضوان اللہ علیہم کے علاوہ ستر بدری اور تین سواہل بیعت رضوان صحابہ کوفہ میں تشریف فرما ہوئے تھے جیسا علامہ ابن سعدؒ نے لکھا ہے۔ (۲) حافظ ابو بشر دولاہیؒ حضرت امام قتادہؒ سے نقل کرتے ہیں: کہ ‘‘کوفہ میں تشریف لانے والے نبی کریم ﷺ کے کل صحابہ ایک ہزار پچاس تھے البتہ انہوں نے بدری صحابہ کی تعداد چوبیس بتائی ہے۔‘‘ ‘‘نزل الکوفۃ الف و خمسون رجلاً من اصحابِ النبی ﷺ اربعۃ و عشرون من اہلِ بدرٍ‘‘ (۳) اور امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی (م ۲۶۱ھ) اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: کہ ‘‘کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابہ آ کر آباد ہوئے۔‘‘ (۴)

علامہ ذہبیؒ حافظ ابن کثیرؒ حافظ ابو بشر دولاہیؒ اور علامہ ابوالحسن عجلیؒ کے بیانات سے مجموعی لحاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ میں صحابہ کرام کی کافی تعداد تھی اور یہ اختلاف ایسا ہے جیسا کہ علماء کا حجۃ الوداع میں کل صحابہ کی تعداد میں اختلاف ہے، چنانچہ حافظ ابن عبدالبرؒ نے حجۃ الوداع میں نوے ہزار حافظ ابو زرعہؒ نے ایک لاکھ چودہ ہزار شاہ ولی اللہؒ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار اور حافظ ابن حزمؒ نے ایک لاکھ بیس بتائی ہے۔ (۵)

## کوفہ بحیثیت دارالفضل و محل الفصلاء:

ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کے علاوہ یہاں بہت سے جلیل القدر تابعین سکونت پذیر تھے جن میں حضرت سعید بن جبیرؒ بھی رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی قدر و منزلت ماخذ و مصادر: (۱) حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/۱۳۲ (۲) طبقات ابن سعد: ۴/۶ (۳) کتاب الکنی والاسماء: ۱/۱۷۴ (۴) محدثین عظام اور ان کے کارنامے: ۶۶ بحوالہ فتح القدیر: ۱/۴۲، امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۳۸ (۵) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۳۸

عطا فرمائی تھی، کہ جب کوفہ کا کوئی آدمی رئیس المفسرین حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ دریافت کرتا تو فرماتے: کیا ”تمہارے ہاں سعید بن جبیرؓ نہ تھے جو یہاں دریافت کرنے آئے؟“ (۱) یہی وجہ ہے کہ امام نووی شافعیؒ (م ۶۷۶ھ) نے کوفہ کو دارُ الفضلِ و محلُّ الفضلاء یعنی فضیلت کے گھر اور فضلاء کے محل سے ملقب فرمایا ہے۔ (۲)

آخر کار اس دارالفضل نے ایک عظیم درس گاہ کی حیثیت اختیار کی تھی، جن کے صدر مدرس عبداللہ بن مسعودؓ تھے اور بعد میں اس کے سرپرست باب العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اور ہزاروں کے لگ بھگ طلباء وہاں احادیث پڑھتے اور مستفید ہوتے تھے۔ چنانچہ علامہ محمد بن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں: ”میں کوفہ پہنچا تو وہاں چار ہزار طلباء حدیث پڑھتے تھے۔“ قَدِمْتُ الْكُوفَةَ وَبِهَا أَرْبَعَةُ أَلْفٍ يَطْلُبُونَ الْحَدِيثَ۔ (۳)

امام عوفان بن مسلمؒ فرماتے ہیں: ”ہم کوفہ آئے اور وہاں چار ماہ ٹھہرے، اگر ہم چاہتے تو (صرف ان چار مہینوں میں) ایک لاکھ سے زیادہ احادیث لکھ سکتے تھے، لیکن ہم نے (کمال احتیاط کے ساتھ صرف) پچاس ہزار احادیث لکھے ہیں۔“ آگے کہتے ہیں: ”اور میں نے کوفہ میں عربی زبان میں غلطی کرنے والا اور اسکو جائز ماننے والا (کوئی) نہیں دیکھا۔“ قَدِمْنَا الْكُوفَةَ فَاقْمْنَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ لَوْ أَرَدْنَا أَنْ نَكْتُبَ مِائَةَ أَلْفٍ حَدِيثٍ لَكُنَّا هَا فَمَا كُنَّا إِلَّا قَدَرًا خَمْسِينَ أَلْفَ حَدِيثٍ إِلَى أَنْ قَالَ وَمَا رَأَيْتُ بِالْكُوفَةِ لِحَا نَا مَجُوزًا۔ (۴)

قدوة المحدثین امام ابو بکر عبداللہ بن ابی داؤدؒ (م ۳۱۶ھ) (جو کہ اپنے دور کے

ماخذ و مصادر: (۱) تہذیب التہذیب رقم ۱۳: ۱۱/۴ (۲) نووی شرح مسلم ۱/۱۸۵ (۳) تدریب الراوی:

بہت بڑے زاہد عابد تھے اور جن کی نماز جنازہ میں تین لاکھ سے زیادہ افراد شریک تھے) (۱) فرماتے ہیں: کہ ”میں جب کوفہ داخل ہوا تو میرے ساتھ صرف ایک درہم تھا۔ جس پر میں نے تمیں مُد ”لو بیا“ خریدا۔ پھر میں اسکو کھاتا رہا اور محدث اشح سے احادیث لکھتا رہا۔ اس طرح میں نے ”لو بیا“ کے ختم ہونے سے پہلے تیس ہزار احادیث جن میں مقطوع ومرسل احادیث بھی شامل تھیں، لکھیں۔“ **دَخَلْتُ الْكُوفَةَ وَمَعِيَ دَرَاهِمٌ وَاحِدًا فَاشْتَرَيْتُ بِهِ ثَلَاثِينَ مُدًّا بِاقْلَاءٍ فَكَنْتُ أَكُلُ مِنْهُ وَاصْتُبُّ عَنِ الْأَشْحِ فَمَا أَفْرَغُ عَنِ الْبِاقِلَاءِ حَتَّى كَتَبْتُ عَنْهُ ثَلَاثِينَ أَلْفَ حَدِيثٍ مَا بَيْنَ مَقْطُوعٍ وَمُرْسَلٍ۔“ (۲)**

**امام بخاریؒ اپنے شیوخ سمیت اہل کوفہ کے محتاج تھے:**

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۲۵۶ھ) جیسی ہستی کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ میں بہت سے اسلامی شہروں میں طلب حدیث کیلئے گیا ہوں لیکن یہ شمار نہیں کر سکتا، کہ میں محدثین کے ہمراہ کوفہ اور بغداد کتنی مرتبہ گیا ہوں، خود امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ یہ ہیں: کہ ”میں شام، مصر اور جزیرہ دومرتبہ، بصرہ چار مرتبہ گیا ہوں اور حجاز میں میں نے چھ سال قیام کیا اور میں یہ نہیں گن سکتا، کہ میں محدثین کے ساتھ کوفہ کتنی مرتبہ گیا۔“ **رَحَلْتُ إِلَى الشَّامِ وَمِصْرَ وَالْجَزِيرَةَ مَرَّتَيْنِ وَالْإِسْرَةَ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ وَأَقَمْتُ بِالْحِجَازِ سِتَّةَ أَعْوَامٍ وَلَا أَحْصِيْكُمْ رَحَلْتُ إِلَى الْكُوفَةِ وَبَغْدَادَ مَعَ الْمَحْدِثِينَ۔“ (۳)**

ماخذ ومصادر: (۱) تذکرۃ الحفاظ: ۲/۳۰۲ (۲) تاریخ بغداد: ۲/۳۶۶، تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۹۹، طبقات سنی:

## صحیح البخاری میں کوئی صحابہؓ و محدثینؒ روایت:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح فتح الباری کے مقدمہ میں بتدریج حروف تہجی ان صحابہ کرامؓ کا نام بنا کر ذکر کیا ہے جن سے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں احادیث نقل کی ہیں۔ ان صحابہ کرامؓ میں صرف کوفہ میں رہنے والے انتیس (۲۹) صحابہ کرامؓ کے نام ذکر کئے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے علاوہ کوفہ میں بسنے والے روایت میں سے تین سو سے زیادہ محدثین کرامؒ ایسے ہیں جن سے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایات لی ہیں۔ اسی پر بقیہ صحاح خمسہ کو قیاس کریں۔

## تذکرۃ الحفاظ میں کوئی حفاظ حدیث:

محدثین کرامؒ نے حفاظ حدیث کے حالات پر مستقل کتب تحریر کی ہیں جن میں صرف ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو اپنے زمانہ میں حدیث کے حفاظ ہوتے تھے۔ ان کتب میں سب سے زیادہ مشہور کتاب علامہ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۲۸ھ) کی کتاب تذکرۃ الحفاظ ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے اس کتاب میں کسی ایسے شخص کا تذکرہ نہیں کیا ہے جن کا شمار حفاظ حدیث میں نہ ہو۔ اسی طرح انہوں نے ایسے حافظ الحدیث کو بھی ذکر نہیں کیا جو محدثینؒ کے ہاں غیر معتمد اور ساقط الاعتبار ہو۔ چنانچہ علامہ ابن قتیبہؒ کو ”علم کا خزانہ“ کے اعتراف کے باوجود ”حدیث میں ان کا کام تھوڑا ہونے“ اور خارجہ بن زیدؒ مدینہ منورہ کے ”فقہائے سبعہ“ میں سے ہونے کے باوجود ”قلیل الحدیث“ ہونے اور اوقدی و ہشام کلبی کو باوجود ”حفاظ حدیث“ ہونے کے ”پایہ اعتبار سے ساقط

ہونے“ کی وجہ سے تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کرنے سے گریز کیا گیا ہے۔ (۱)

علامہ موصوفؒ نے مذکورہ کتاب میں صرف ۲۵۶ھ تک کے ایک سو دس کوئی حفاظ حدیث شمار کئے ہیں۔ ان حفاظ کے علاوہ دوسرے کوئی لاتعداد محدثینؒ ہیں جن کو انہوں نے درج نہیں کئے۔

فقیر کے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس شہر میں امام اعظمؒ نے طلب حدیث کے میدان میں قدم رنجہ فرمایا وہ شہر دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ حدیث کی نعمت سے حد سے زیادہ مالا مال تھا اور اس وقت اس میں دنیائے علم حدیث کے وہ آفتاب و ماہتاب تھے جو اپنی تابانیوں سے دنیا کو محو حیرت کر رہے تھے۔ امام اعظمؒ نے ان آفتاب نیروز محدثینؒ سے اکتساب علم فرمایا۔

**نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد علم کے تین مراکز:**

صحابہ کرامؓ اور تابعین حضراتؒ اگرچہ تمام بلاد اسلامی میں پہنچ چکے تھے مگر روایت حدیث کے باب میں جو مرکزیت کوفہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو ان دنوں حاصل تھی وہ دوسرے شہروں کو نصیب نہیں ہوئی تھی اور اس بات کا اعتراف بہت سے ائمہ حدیث کیا کرتے تھے چنانچہ حافظ ابن عبدالبرؒ نے بسند متصل امام ابن وہبؒ کی زبانی نقل کیا ہے: ”ایک بار امام مالکؒ سے کسی نے مسئلہ پوچھا آپؒ نے جواب دیا اس پر پوچھنے والے کے منہ سے نکل گیا: ”شام والے تو اس مسئلہ میں کچھ اور ہی بتاتے ہیں اور وہ اس مسئلہ میں آپ کے خلاف ہیں۔“ آپؒ نے فرمایا: ”شام والوں کو یہ مقام کب سے ملا ہے؟ یہ شان تو صرف کوفہ اور مدینہ والوں کی ہے۔“ متیٰ کان هذا الشان

ماخذ و مصدر: (۱) تفصیل کیلئے دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ



فی الشام؟ انما هذا الشأن وقف على اهل المدينة واهل الكوفة۔ (۱)

امام ترمذیؒ اہل کوفہ کی علمیت سے متاثر ہو کر اکثر جگہ اپنی جامع میں اہل کوفہ کا مستقل طور پر مذہب نقل کرتے ہیں۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ”حضور ﷺ کے بعد علم نبوت کے تین مراکز تھے، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ۔ مکہ معظمہ کے صدر معلم ابن عباسؓ مدینہ طیبہ کے ابن عمرؓ اور کوفہ کے ابن مسعودؓ تھے۔“ (۲)

امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں: ”افعال حج اہل مکہ سے، قراءت اہل مدینہ سے اور حلال و حرام کے مسائل اہل کوفہ سے حاصل کرو۔“  
**”خُذُوا الْمَنَاسِكَ عَنْ أَهْلِ مَكَّةَ وَخُذُوا الْقِرَاءَةَ عَنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَخُذُوا الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ عَنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ“** (۳)

امام عبداللہ بن احمدؒ (م ۲۹۰ھ) نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا: ”علم کی طلب کیلئے ایک استاد کی خدمت میں رہنا چاہئے یا کوئی دوسری جگہ تبدیل کرنے اور کسی دوسرے استاد سے بھی علم حاصل کرنا چاہئے؟“ ”تو جواباً فرمانے لگے: ”سفر اختیار کر کے دوسری جگہوں میں بھی جانا چاہئے اور کوفہ، بصرہ اور مکہ کے رہنے والوں کے پاس جا کر ان سے بھی علم حاصل کرنا اور لکھنا چاہئے۔“ ”يَدْخُلُ وَيَكْتَبُ مِنَ الْكُوفِيِّينَ وَالْبَصْرِيِّينَ وَأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَكَّةَ۔“ (۴)

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ امام احمدؒ نے نہ صرف اہل کوفہ سے علم حاصل کرنے اور لکھنے کی اجازت دی، بلکہ ان کو سب سے پہلے ذکر کیا۔ یہاں تک کہ ان کا ذکر

ماخذ ومصادر: (۱) جامع بیان العلم ۱۵۸/۲ (۲) محدثین عظام اور ان کے کارنامے: ۶۶، تقلید ائمہ اور مقام

ابوحنیفہ: ۸۷ (۳) مجمع البلدان لیا قوت حموی لفظ کوفہ: ۴۰/۳۹۳ (۴) تدریب الراوی: ۷۷، فتح المغیر: ۳۲۱

اہل مدینہ سے بھی قبل فرمایا۔ کیونکہ یہاں تمام صحابہ کرامؓ کے علوم کا مغز خلاصہ اور نچوڑ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ جیسے محدث و فقیہ رہ چکے تھے۔ انہوں نے اپنے تابعین تلامذہ میں ایسے محدث اور فقیہ چھوڑے تھے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ خود ان کے پاس آ کر مسائل دریافت کرتے تھے۔

الغرض کوفہ جو کہ علوم نبوت کا ایک بہترین مرکز تھا اور صرف مرکز ہی نہیں بلکہ (جب امام ابوحنیفہؒ نے دنیا میں قدم رکھا تو یہ کوفہ) ان دنوں بعض صحابہؓ کا مسکن بھی تھا۔ ایسے ماحول میں امام اعظمؒ حضرت ثابتؓ کے گھر پیدا ہوئے اور یہاں اپنے زمانہ کے کسی صحابیؓ اور تابعیؓ کو ایسا نہیں چھوڑا جن کی صحبت سے آپؒ مستفید نہ ہوئے ہوں۔

الحاصل جہاں اہل بدر و اہل بیعت رضوان سمیت ایک ہزار سے زائد صحابہ رونق افروز ہوں اور ایک ہی وقت میں چار ہزار محدثین جلوہ افروز اور چار سو فقہاء کا ورود مسعود ہو جن سے ہزاروں طلباء علم حدیث حاصل کر رہے ہوں۔ ان سے امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارکؓ اور امام بخاریؒ جیسی ہستیاں اپنی علمی پیاس بجارہے ہوں اور صرف ایک دفعہ نہیں بلکہ اپنے شیوخ کے ہمراہ ان گنت بار حاضری دے چکے ہوں اور جہاں کے محدثین کیلئے ”القدوة“ الامام المحدث الحافظ الحجة الثقة“ شیخ الاسلام اور احد ائمة الاسلام وغیرہ جیسے القاب کتب تاریخ و اسماء الرجال میں مستعمل ہوں جن میں امام الحدیث ابوحنیفہؒ اور قاضی ابو یوسفؒ کا تذکرہ بھی نمایاں ہوئے کے ساتھ کس قدر ظلم اور نا انصافی ہے کہ وہاں کے اکابر کے خلاف صرف امام ابوحنیفہؒ اور آپؒ کے متبعین کی عداوت کے پردہ میں اپنی قوت صرف کر کے یہ خاص مہم چلائی جائے کہ اہل کوفہ کو حدیث کا علم ہی نہ تھا۔ حالانکہ ابھی ابھی قارئین حضرات جان

چکے کہ کوفہ میں تمام صحابہؓ کے علوم کا خلاصہ اور نچوڑ جمع تھا۔

## کوفہ میں علم حدیث کے علاوہ دوسرے فنون:

علم حدیث کے علاوہ فن تجوید و قرأت کے قرأ سبعہ میں سے تین ائمہ قرأتِ عاصمؒ، حمزہؒ اور کسائی کوفی ہیں۔ علم التفسیر کے سب سے بڑے عالم سعید بن جبیرؒ اسی کوفہ کے رہنے والے تھے اور عربیت و نحو کی تدوین تو کوفہ اور بصرہ کی مرہون منت ہے۔ چنانچہ لغت اور نحو کی کتابوں میں ان دو شہروں کے سوا کسی اور شہر کے علماء کا اختلاف ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں علم کلام، علم فقہ کی اساس یہاں رکھی گئی ہے اور علم ادب و فنون کے مدارس یہاں پر قائم کئے گئے تھے۔ الغرض امام اعظمؒ نے جس بستی میں آنکھ کھولی اور جس شہر میں بچپن اور لڑکپن گزارا ہے وہ شہر تمدن و تمول کا گہوارہ ہونے کے ساتھ ساتھ علوم و فنون کی نگری ہے۔ (۱)

## تحصیل علم:

کسب معاش اور اشاعت علم دو متضاد راستے ہیں ائمہ دین میں ان دو متضاد راستوں پر بیک وقت گامزن ہونے کی سب سے پہلی مثال امام ابوحنیفہؒ نے قائم کی، آپؒ نے کبھی تلامذہ اور عقید مندوں سے ہدیے قبول کئے نہ کبھی امراء و سلاطین سے تحفے تحائف اور عطیات وصول کئے، بلکہ خود غرباء و مساکین طلباء اور ضرورت مند لوگوں کی حتی الوسع امداد کرتے رہتے۔ امام محمدؒ آپؒ ہی کے مال سے پرورش پانے والے تربیت یافتہ تھے۔ آپؒ نے ہمیشہ حلال روزی کمائی، ایک درہم بھی آپؒ کے مال میں مشتہ نہیں تھا۔

(باوجودیکہ) آپ کے لاکھوں روپے کا مال عرب، ایران، شام اور عراق کو سپلائی ہوتا تھا۔ امام اعظمؒ امام شعیؒ کی ترغیب سے مستقل طور پر علم دین کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے، لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ اس سے پہلے سارا وقت تجارت ہی میں لگاتے تھے؟ جیسا کہ بعض لوگوں کا غلط خیال ہے اور وہ ہم باطل ہے۔ نہیں ہرگز نہیں! بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ ان دنوں بھی علماء کی مجالس میں شرکت فرماتے تھے۔ البتہ یہ شرکت بنسبت بعد کے کم ہوتی تھی۔ چنانچہ علامہ موفقؒ رقمطراز ہیں: کہ امام اعمشؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا: ”علماء کے پاس بھی آتے جاتے ہو؟“ تو انہوں نے جواب دیا: کہ ”میں ان کے پاس کم آتا جاتا ہوں۔“ (۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء کے پاس امام ابوحنیفہؒ کا آنا جانا اگرچہ کم تھا، لیکن ان کے پاس آتے جاتے ضرور تھے۔

امام اعظمؒ حصول علم کی طرف کب متوجہ ہوئے؟ اور اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟ اس کے بارے یقین کامل سے تو نہیں کہا جاسکتا البتہ قیاسات اور ظلیات سے کام لینا پڑتا ہے، کیونکہ قدیم و جدید دونوں سوانح نگاروں نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے، لیکن یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے، جس سے انکار کرنا مشکل ہے، کہ آپ نے ۹۶ھ تک حصول تعلیم کی طرف مستقل توجہ نہیں کی تھی، البتہ تاریخ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپ نے ۱۰۳ھ سے پہلے ۹۶ھ سے ۱۰۱ھ تک کے کسی حصہ میں تحصیل علم کی ابتداء کی ہے۔ کیونکہ امام حمادؒ کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا ہے، جبکہ اس وقت امام صاحبؒ کی عمر چالیس سال تھی اور امام ابوحنیفہؒ نے امام حمادؒ کی اٹھارہ سال صحبت اختیار کی تھی۔ چنانچہ امام زفرؒ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں: کہ آپ نے فرمایا:

”پس میں نے ان (امام حمادؒ) کی اٹھارہ سال صحبت اختیار کی“۔ فصِحْبْتُهُ ثَمَانِي عَشْرَةَ سَنَةً۔ (۱) لہذا اگر حدیث وفقہ سے سن فراغت ۱۲۰ھ تسلیم کر لی جائے تو ۱۰۲ھ کو ابتداء ماننا پڑے گا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ابتداء آپؒ نے علم کلام اور علم مناظرہ حاصل کیا تھا اور مدتوں تک اسکی تحصیل اور مناظروں میں شرکت کرتے رہے پھر ایک سائلہ عورت کی وجہ سے فقہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ (۲) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم دین کے حصول کی طرف ۱۰۲ھ سے چند سال پہلے متوجہ ہوئے تھے۔ لیکن بعض مؤرخین نے تاریخی حقائق کی روشنی میں آپؒ کی داستان کو یوں ذکر کیا ہے۔

۱۔ حفظ قرآن: بقرۃ عاصمؒ ۸۶ھ تا ۸۸ھ ۲ سال میں بھر ۸ سال۔

۲۔ نحو و ادب: ۸۸ھ تا ۹۸ھ ۲ سال میں بھر ۱۰ سال۔

۳۔ علم الکلام: ۹۰ھ تا ۹۴ھ ۵ سال میں بھر ۱۴ سال۔

۴۔ علم المناظرہ: ۹۵ھ تا ۹۸ھ ۴ سال میں بھر ۱۸ سال۔

۵۔ علم الحدیث: ۹۹ھ تا ۱۰۳ھ ۵ سال میں بھر ۲۳ سال۔

۶۔ فقہ و علم الشرائع: ۱۰۴ھ تا ۱۲۰ھ ۱۷ سال میں بھر ۴۰ سال۔ یعنی امام اعظمؒ

چالیس سال کی عمر میں علمی شہر کوفہ میں اپنے استاد کی جگہ پر بحیثیت ایک متقن مجتہد فقیہ

محدث اور مفسر تشریف فرما ہوئے۔ (۳)

**امام اعظمؒ کا بیس سال کی عمر میں علم حدیث پڑھنے کی وجہ:**

امام اعظمؒ کا بچپن کی بجائے جوانی میں علم حدیث کی طرف متوجہ ہونے کی

ماخذ و مصادر: (۱) تہذیب الکمال رقم ۶۲۳۹/۲۹: ۶۲۷ (۲) تہذیب الکمال رقم ۶۲۳۹/۲۹: ۶۲۶

(۳) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۷۰

ایک بڑی وجہ اہل کوفہ کا عام رواج تھا چنانچہ کوفہ میں بیس سال یا اس کے بعد احادیث میں بیٹھنے کا دستور تھا جیسا کہ علامہ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: ”کوفہ والوں میں سے کوئی شخص بیس سال کی عمر سے پہلے حدیث کا طالب علم نہ بناتا تھا۔“ ان اہل الکوفہ لم یکن الواحد یسمع الحدیث الا بعد استکماله عشرين سنة۔ (۱) امام حسن بن عبد الرحمن رامہرمزیؒ کہتے ہیں: کہ مجھ سے کئی مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ محدث موسیٰ بن اسحاقؒ سے جب دریافت کیا گیا: کہ ”تم نے ابو نعیمؒ سے حدیث کیوں نہیں لی؟“ تو کہنے لگے: ”اہل کوفہ اپنے بچوں اور بچیوں کو لڑکپن میں علم حدیث کا طالب علم نہ بناتے تھے بلکہ بیس سال کی عمر میں اس کے لئے روانہ کرتے تھے۔“ (۲)

موسیٰ بن ہارونؒ کہتے ہیں: کہ ”بصرہ میں حدیث پڑھنے کیلئے دس سال کوفہ میں بیس سال اور شام میں تیس سال کا طریقہ رائج تھا۔“ (۳) ان شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شہر کے رواج کے مطابق بیس سال تک انتظار کرنا تھا۔ لیکن امام شععیؒ کے متوجہ کرنے سے ایک سال یا چند ماہ پہلے حدیث پڑھنے کیلئے علم الناس فی الحدیث علامۃ التابعین امام شععیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اس کے بعد کوفہ کے دوسرے محدثینؒ سے حدیث پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

## امام اعظمؒ کے علمی اسفار:

علم حدیث میں اس وقت کوفہ کا اتنا بلند مقام تھا کہ اگر امام ابوحنیفہؒ علم حاصل کرنے کی غرض سے کوفہ سے باہر نہ جاتے تو پھر بھی ان کے علمی کمال میں کوئی فرق نہ

ماخذ ومصادر: (۱) الکفایۃ فی علم الروایۃ: ۵۵، امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۷۰ (۲) امام اعظمؒ اور علم حدیث:

آتا۔ کیا آپ دیکھتے نہیں! کہ امام مسرعلم حدیث کی طلب میں کوفہ سے باہر نہیں گئے جیسا کہ ان کے متعلق سید الحفظ امام النقد والجرح یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: کہ ”مسعرؒ نے حدیث کی طلب میں کبھی سفر نہیں کیا۔“ (۱) لیکن باوجود اس کے صرف کوفہ ہی میں رہ کر علم حدیث میں اتنا وافر حصہ حاصل کیا تھا کہ امام شعبہؒ جیسے امام حدیث ان کو علم حدیث کی ترازو کہا کرتے تھے۔“

امام صاحبؒ نے اپنی علمی پیاس بجھانے کیلئے صرف کوفہ کے علوم پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ کوفہ کے بعد بصرہ کا رخ فرمایا، وہاں حضرت امام شعبہؒ اور امام قتادہؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ حضرت امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) کی حدیث دانی کا یہ علم تھا کہ امام سفیان ثوریؒ جیسے جلیل القدر محدث آپؒ کو امیر المؤمنین فی الحدیث فرمایا کرتے تھے جبکہ ان کے متعلق امام شافعیؒ کا فرمان ہے کہ ”اگر عراق میں شعبہؒ نہ ہوتے تو وہاں حدیث کا رواج نہ ہوتا۔“ (۲) امام قتادہؒ وقت کے ایک مشہور محدث تھے آپؒ کا حلقہ درس بہت وسیع اور شہرت یافتہ تھا۔ علامہ ابن سیرینؒ نے آپؒ کو ”احفظ الناس“ فرمایا ہے۔ آپؒ حضرت انسؓ کے ممتاز تلمیذ رشید تھے۔ (۳) چونکہ آپؒ اپنے استاد محترم سے سنے ہوئے الفاظِ مِنْ وَعَنْ روایت کرتے تھے اس وجہ سے آپؒ کے پاس طالبانِ علوم نبوت کا جم غفیر ہوتا تھا۔ امام اعظمؒ نے ان دو شیوخ سے استفادہ کرنے کے علاوہ عبد الکریم بن امیہؒ اور عاصم بن سلیمانؒ سے بھی علم حدیث حاصل کیا۔

..... (۱) تذکرۃ الحفاظ: (۱) (۲) تہذیب التہذیب: ۳۰۱/۴ (۱) ایضاً ۳۱۶/۸ تذکرۃ الحفاظ:

## مکہ مکرمہ میں امام ابوحنیفہؒ کا ورود مسعود اور امام عطاءؒ کا آپؒ کو سندِ سلسلۃ الذہب عطا فرمانا:

اگرچہ امام ابوحنیفہؒ نے ۹۶ھ یعنی سولہ سال کی عمر میں صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن الحارثؒ سے مکہ مکرمہ میں حدیث سنی تھی لیکن کوفہ میں پڑھنے کے بعد ۲۴ سال کے لگ بھگ عمر میں مستقل طور پر احادیث پڑھنے کیلئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہاں عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۵ھ) کے حلقہٴ درس کا انتخاب فرمایا۔ امام عطاءؒ درجہ اجتہاد پر فائز اور دو صحابہ کرامؓ کی صحبت سے فیض یاب تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے ”البدایہ“ میں اور حافظ ابن حجرؒ نے ”تہذیب التہذیب“ میں امام عطاءؒ کا اپنا قول نقل کیا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں: ”میں نے دو صحابہ کرامؓ کو پایا ہے۔“ ”ادرکت ماتنی صحابی“ آپؒ کی جلالت علمی کا کیا حال ہوگا جبکہ صحابہؓ میں اساطین حدیث ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ جیسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت حضرات آپؒ کی علمیت کا لوہا مانتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ میں سے کسی ایک کے پاس لوگ مسائل دریافت کرنے کیلئے جمع ہوتے تھے تو فرماتے تھے: ”تم میرے پاس جمع ہوتے ہو حالانکہ تم میں عطاء موجود ہیں۔“ (۱) حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ”عطاء بن ابی رباحؒ نے ستر حج کئے ہیں۔ اُموی دورِ حکومت میں زمانہ حج آتا تو سرکاری طور پر منادی ہوتی کہ ”حج کے مسائل میں لوگوں کو عطاء کے علاوہ کوئی اور فتویٰ نہ دے۔“ (۲) حافظ ذہبیؒ نے ان کے ترجمہ کا آغاز مفتی اہل مکہ، محدث مکہ القدوة اور



المعلم کے زرین القاب میں کیا ہے اور ان کو علم حدیث میں امام اعظمؒ کا نہ صرف استاد بتایا ہے بلکہ ”اکبر شیوخہ“ ذکر کیا ہے۔ (۱)

امام ابوحنیفہؒ نے جب امام عطاءؒ سے ان کے درس میں بیٹھنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے امام صاحبؒ سے پوچھا: ”بتاؤ کہاں کے رہنے والے ہو۔“ امام صاحبؒ نے فرمایا: ”کوفہ کا“ فرمایا: ”اس بستی کے جہاں دینی فرقہ بندی کی بنیاد پڑی۔“ امام صاحبؒ نے جواباً فرمایا: ”جی ہاں“ پھر فرمایا: ”بتاؤ کن لوگوں سے تعلق رکھتے ہو؟ (یعنی کن لوگوں کا عقیدہ رکھتے ہو۔“ امام صاحبؒ نے جواباً فرمایا: ”الحمد للہ ان لوگوں سے تعلق رکھتا ہوں جو سلف کو بُرا نہیں کہتے (یعنی رافضی، خارجی اور قدری میں سے نہیں ہوں) اور اہل قبلہ کی بر بنائے معصیت تکفیر نہیں کرتے اور قضا و قدر کا قائل ہوں۔“ (یعنی مرجعہ بجمیہ اور معتزلہ فرقوں میں سے نہیں ہوں۔“ امام عطاءؒ نے جواباً صواب سن کر فرمایا: میں جان گیا پس میرے درس میں رہو۔“ ”عرفت فالزم“ (۲) اور پھر امام ابوحنیفہؒ کے ایسے دلدادہ ہو گئے کہ حارث بن عبد الرحمنؒ فرماتے ہیں: ”امام عطاءؒ کے ہاں ہم بعض ساتھی بعض ساتھیوں کے پیچھے بیٹھے رہتے تھے۔ پس جب ابوحنیفہؒ آتے تو آپ (امام عطاءؒ) ان کیلئے مجلس کو کشادہ فرماتے اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے تھے۔“ امام عبد الوہاب شعرائیؒ نے اپنی کتاب المیزان الکبریٰ (۳) میں جہاں قرآن و سنت میں ائمہ مجتہدین کی اسانید بیان کی ہیں وہاں امام ابوحنیفہؒ کی (سلسلۃ الذہب والی) سند ذکر فرمائی ہے۔ ”ابوحنیفۃ عن عطاء عن ابن

ماخذ ومصادر: (۱) امام اعظمؒ اور علم الحدیث: ۲۳۶ بحوالہ دول الاسلام: ۴۷ (۲) امام اعظمؒ اور علم الحدیث:

عباسؒ جیسا کہ امام مالکؒ کی (سلسلۃ الذہب والی) سند ”مالک عن نافع عن ابن عمرؓ ذکر کی ہے۔“ (۱)

**امام عطاءؒ کے اساتذہ:**

امام عطاءؒ نے یوں تو بہت سے صحابہ کرامؓ سے علم حدیث حاصل کیا تھا، لیکن ان کے صحابہؓ اساتذہ میں حضرت علیؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، اسامہ بن زیدؓ، جابر بن عبداللہؓ، زید بن ارقمؓ، ابوالدرداء اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سرفہرست ہیں۔

**مکہ مکرمہ میں امام ابوحنیفہؒ کا حضرت عکرمہؒ سے شرف تلمذ:**

امام صاحبؒ نے مکہ مکرمہ میں حضرت عکرمہؒ سے بھی علم حدیث حاصل کیا تھا، حضرت عکرمہؒ کے اساتذہ میں حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، جابرؓ، ابوقنادہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم بہت مشہور و معروف ہیں۔

**حضرت عمرو بن دینارؒ کی فضیلت اور**

**امام ابوحنیفہؒ کا ان سے مکہ مکرمہ میں شرف تلمذ:**

حافظ ذہبیؒ نے ان کا تعارف ان الفاظ میں کیا ہے: ”الامام الحافظ عالم الحرمؒ سے کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اجلہ صحابہؓ مثلاً ابن عباسؓ، ابن الزبیرؓ، ابن عمرؓ، ابن عمرو بن العاصؓ، ابوہریرہؓ اور جابر بن عبداللہؓ وغیرہ کا تلمیذ رشید بتایا ہے۔ امام علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں: کہ ”عبداللہ بن عباسؓ کی علمی وراثت چھ

حضرات کو ملی ہے۔ ”سعید بن جبیر عطاء بن ابی رباح، عکرمہ جابر زید اور طاؤس اور ان چھ اکابر کا علم حضرت عمرو بن دینار گوراست میں ملا ہے۔“ (۱)

## ملا علی قاریؒ کا تسامح:

مشہور محدث و مؤرخ ملا علیؒ سے یہاں ایک سہو اور غلطی ہوئی ہے۔ وہ یوں کہ انہوں نے عمرو بن دینار کئی کو بصری سمجھ کر ان کی تضعیف کی ہے۔ (۲) حالانکہ کئی امام اعظمؒ کے استاذ کبار تابعین اور ائمہ مجتہدین میں شمار ہیں جبکہ عمرو بن دینار بصری ضعیف راوی ہیں۔ (۳)

امام اعظمؒ کے کئی اساتذہ میں حافظ ابوالزبیر محمد بن مسلمؒ عبد اللہ بن ابی زیادؒ ابوالحسین کئی (م ۱۵۰ھ) حمید بن قیس الاعرج ابوصفوان القاری المکیؒ (م ۱۳۰ھ) ابو عثمان عبد اللہ بن عثمان القاری المکیؒ (م ۱۲۴ھ) عبد اللہ بن عبد الرحمن النوفلی المکیؒ ابراہیم بن میسرہ الطائفی نزیل مکہ (م ۱۳۲ھ) اسماعیل بن امیہ بن عمرو سعید الامریؒ (م ۱۴۴ھ) اسماعیل بن مسلم ابواسحاق المکیؒ اور ابو عبد اللہ عبد العزیز بن رفیع الاسدی المکیؒ (م ۱۳۰ھ)۔ حافظ ابن حبان کتاب الثقات میں اور ان کے حوالہ سے حافظ عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں ان حضرات کو نقل کیا ہے۔ (۴)

## امام اعظمؒ کا مکہ مکرمہ میں سکونت:

الغرض امام ابوحنیفہؒ نے کوفہ اور بصرہ کے علاوہ مکہ مکرمہ میں بھی علم حدیث  
 ماخذ ومصادر: (۱) امام اعظمؒ اور علم الحدیث: ۲۳۶ بحوالہ صدر الائمة: ۱/۸۲ (۲) شرح منہ امام: ۱۸۶  
 (۳) امام اعظمؒ اور علم الحدیث: ۲۴۲ (۴) ایضاً: ۲۴۳، ۲۴۴

حاصل کیا ہے۔ اس کے علاوہ امام ابو الحسن مرغینائی نے آپؒ کے پچپن حج کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ علاوہ ازیں ۱۳۰ھ سے لیکر منصور عباسی کے زمانہ خلافت تک چھ سال کا عرصہ مستقل طور پر مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار فرمائی تھی اور ان دنوں مکہ مکرمہ علم حدیث کے لحاظ سے ایک مانا ہوا مرکز تھا۔ وہاں حصول علوم نبوی ﷺ کے علاوہ اتنے سال گزارنے کا مطلب ہی اور کیا ہو سکتا ہے؟ خاص کر جبکہ کتب اسماء الرجال میں مکہ مکرمہ کے اکابر سے آپؒ کا علم حدیث حاصل کرنا بھی مذکور ہے۔

### امام اعظمؒ کا مدینہ منورہ کو علمی سفر:

امام صاحبؒ نے صرف انہی اساتذہ پر اکتفاء نہیں فرمایا، بلکہ مکہ معظمہ سے فراغت کے بعد علوم نبوت کے اصلی مخزن اور منبع دار الحجۃ مدینہ منورہ کا رخ کیا جو کہ عہد نبویؐ سے لیکر حضرت علیؑ کے ابتدائی زمانہ تک ساری اسلامی دنیا کا علمی مرکز رہا ہے۔ ۱۰۸ھ تک مدینہ کی علمی بہار پر فقہائے سبعہؒ (سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیر، قاسم بن محمد، خارجہ بن زید، عبید اللہ بن عبد اللہ، سلیمان بن یسار اور ساتویں شخصیت بقول علامہ ذہبیؒ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، ابن العماد حنبلیؒ اور حافظ ابن حزمؒ ابو بکر بن عبد الرحمن ہیں۔ (۱) جبکہ ابن کثیرؒ نے ابو بکر بن سلیمان، سالم بن عبد اللہ، عبید اللہ بن عمر اور عبید اللہ بن عامر کا ذکر بھی کیا ہے۔ البتہ انہوں نے سعید بن المسیبؒ کو نکال کر دس فقہاء کو ذکر کیا ہے۔ (۲) جبکہ بعض علماء نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن کو ذکر کیا ہے۔ (۳) آفتاب بن کرتاباں رہے اور یہ سب عمر بن عبد العزیزؒ کے مشاورتی کونسل کے

ماخذ ومصادر: (۱) تذکرۃ الحفاظ: ۵۹/۱، تہذیب التہذیب: ۲/۲۱۲، شذرات الذہب: ۱/۱۱۳، الاحکام فی اصول الاحکام: ۵/۲۶۸، (۲) البدلیۃ والنہایۃ: ۷/۹۱

ارکان تھے۔ البتہ فقہائے سب سے نام سے مشہور وہی ہیں جن کو فقیر نے پہلے ذکر کیا۔ ان دنوں اگرچہ دوسرے فقہاء بھی موجود تھے لیکن علامہ سخاویؒ نے ان کو فقہائے سب سے موسوم کرنے کی وجہ تسمیہ عبد اللہ بن المبارکؒ کی زبانی یوں نقل کی ہے: کہ ”جب کوئی مسئلہ درپیش آتا یہ سب ایک ساتھ مل کر اس پر غور کرتے تھے اور جب تک وہ اس پر فیصلہ نہ کرتے تھے عدالت اس کی بابت کوئی فیصلہ صادر نہ کرتی تھی۔ (۱) یہ سب کے سب ائمہ حدیث و فقہ تھے البتہ علامہ ذہبیؒ نے امام خارجہؒ کو قلیل الحدیث اور بقیہ چھ کو حفاظ الحدیث میں شمار کئے ہیں۔

الحاصل مدینہ منورہ کو عہد نبویؐ سے لے کر خلافت راشدہ تک علمی مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ حضرت علیؑ کے زمانہ میں دار الخلافہ کے کوفہ اور پھر دمشق منتقل ہو جانے پر گو وہ علمی حیثیت باقی نہ رہی تھی تاہم امام مالکؒ کے زمانے تک مدینہ کی علمی رونق برقرار تھی۔ لیکن جب روافض کی ایک جماعت نے مدینہ منورہ میں ڈیرہ ڈالا اور مدینہ منورہ پر ان کی حکومت ہو گئی اس وقت مدینہ طیبہ میں علمی رونق کم بلکہ ناپید ہو گئی۔ (۲)

الحاصل امام اعظمؒ نے فقہائے سب کی علمی بہار دیکھی ہے اور ان کے علوم سے استفادہ بھی فرمایا ہے چنانچہ امام ابوحنیفہؒ جب مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے تو سب سے پہلے انہوں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضری دی، بعدہ مدینہ کے علماء سے ملاقات کی۔ سب سے پہلے امام باقرؒ (م ۱۱۴ھ) سے ملاقات ہوئی اور آپس میں کچھ سوالات و جوابات کا تبادلہ ہوا۔ امام باقرؒ نے اٹھ کر امام ابوحنیفہؒ کے چہرے کا بوسہ لیا اور امام صاحبؒ سے بغلگیر ہوئے۔ جس کی کچھ تفصیل آخری صفحات میں انشاء اللہ آئے گی۔

امام ابوحنیفہؒ نے امام باقرؑ سے حدیث پڑھنی شروع کی اور آپؑ کی مجلس سے بہت فقہی وحدیثی نوادرات حاصل کئے۔ امام ابوحنیفہؒ نے امام باقرؑ کی وفات کے بعد امام جعفر صادقؑ سے بھی علم حدیث کا اکتساب فرمایا۔ (۱)

امام ابوحنیفہؒ نے مدینہ منورہ میں جن مشائخ حدیث کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے ہیں ان کی تفصیل تو دشوار ہے لیکن فقیر یہاں بطور گلے از گلزار چند عظیم المرتبت ہستیوں کو ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابوہریرہؓ رافع بن خدیجؓ ابولبابہؓ امہات المؤمنین حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمہؓ کے شاگرد رشید اور امام مالکؓ امام لیث بن سعدؓ قاضی ابوبکر بن حزمؓ اور امام زہریؓ کے شیخ ”الحافظ الامام ابو عبداللہ نافع العدویؓ (م ۱۱۸ھ) سے امام اعظمؒ نے علم حدیث حاصل کی۔ (۲) نیز اعلم الحافظ الامام الحافظ ابوبکر محمد بن مسلم بن شہاب زہریؓ (م ۱۴۴ھ) جو کہ کئی صحابہ کرامؓ اور کبار تابعینؓ کے تلمیذ رشید اور امام مالکؓ اور امام اوزاعیؓ اور امام لیثؓ جیسے عظیم المرتبت ائمہ کے شیخ تھے۔ امام اعظمؒ نے ان سے بھی اکتساب علم حدیث فرمایا ہے چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے ”اسعاف المہبطاً“ میں اور حافظ جمال الدین ابوالحجاج المزنیؒ نے ”تہذیب الکمال“ (۳) میں تصریح کی ہے: کہ ”امام زہریؓ امام ابوحنیفہؒ کے استاد تھے۔“

ماخذ ومصادر: (۱) تفصیل کیلئے دیکھئے: سیرۃ النعمان: ۳۱: ۴۱ تا ۴۲ (۲) اسعاف المہبطاً: ۲۹: تہذیب الکمال:

کیا امام ابوحنیفہؒ نے امام مالکؒ سے کوئی حدیث روایت کی ہے:

اگرچہ امام مالکؒ سے امام ابوحنیفہؒ کا روایت لینا کوئی عار نہیں کیونکہ محدثین کا قول ہے کہ ایک محدث اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب کہ وہ اپنے سے اعلیٰ، کمتر اور اپنے ہمسرتینوں طبقوں سے روایت نہ کرے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس اصل پر مکمل عمل فرمایا ہے حتیٰ کہ اپنے تلامذہ سے بھی احادیث روایت کی ہیں اور امام مالکؒ تو امام اعظمؒ کے اقران میں سے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام مالکؒ سے امام اعظمؒ کا روایت کرنا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا ہے۔ اگرچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس بات پر مصر ہیں اور کچھ شواہد کے ساتھ اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے امام مالکؒ سے روایت لی ہے۔ چنانچہ انہوں نے دارقطنیؒ کی ”کتاب المدتج“ ابن خسروؒ کی ”مسند ابی حنیفہؒ“ اور خطیب بغدادیؒ کی ”کتاب الروایۃ“ سے شواہد نقل کی ہیں۔ (۱) لیکن دارقطنیؒ اور خطیب بغدادیؒ کی یہ روایتیں خود روایتی نقطہ نظر سے محدثین کے نزدیک محل نظر ہیں۔ وہ دور روایتیں یہ ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی امام مالکؒ سے دور روایتیں:

عن محمد بن مخزوم عن جدہ محمد بن ضحاک ثنا  
 عمران بن عبد الرحیم ثنا بکار بن الحسن ثنا حماد بن ابی  
 حنیفہ عن ابی حنیفہ عن مالک بن انس عن عبد اللہ بن الفضل  
 عن نافع بن جبیر عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال: "الایم احق"

ماخذ و مصدر: (۱) تزئین الممالک: ۵۸

بنفسها من وليها والبكر تستأمر وصمتها اقرارها. "اخرجه  
الشاهين والدارقطنى.

عن محمد بن على الصلى الواسطى ثنا ابوزرعة احمد بن  
الحسين ثنا على بن محمد بن مهرويه ثنا المجبر بن الصلت  
ثنا القاسم بن الحكم العرفى ثنا ابوحنيفة عن مالك عن نافع عن  
ابن عمر قال: "اتى كعب بن مالك النبى ﷺ فسأله عن راعيته  
كانت ترعى فى غنمه فتخوفت على شاة الموت فذبحتها بحجر  
فأمر النبى ﷺ) بأكلها."

**امام ابوحنیفہؒ کی امام مالکؒ سے مذکورہ روایات کی تحقیق:**

اقوم المسالك میں ہے: کہ تمام دفتر حدیث میں ان مذکورہ بالا دور روایتوں  
کے علاوہ کوئی حدیث نہیں ہے جس سے امام اعظمؒ کا امام مالکؒ سے تلمذ ثابت ہو لیکن  
ان دونوں کی تاریخی حیثیت محدثین کے یہاں ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی  
نے ان دونوں روایتوں کی روایتی حیثیت کو محل کلام قرار دیتے ہوئے "الکت علی ابن  
الصلاح" میں یہ فیصلہ دیا ہے۔ کہ "امام اعظمؒ کی امام مالکؒ سے روایت ثابت نہیں ہے۔  
دارقطنیؒ اور پھر خطیبؒ نے اس بات کا دعویٰ ان دور روایتوں کی وجہ سے کیا ہے جن کی  
اسناد محل کلام ہے۔" کم تثبت رواية ابى حنيفة عن مالك وانما اور دھا

الدارقطنى ثم الخطيب لروایتين وقعتا لهما باسنادين فيهما مقال۔ (۱)

حافظ ابن حجرؒ نے ان روایات کی جس اسنادی کمزوری کی طرف اشارہ



کیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دارقطنیؒ کی روایت میں عمران بن عبدالرحیم راوی اس من گھڑت کہانی کا ذمہ دار ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے حافظ سلیمائی کے حوالہ سے اس کا نام لے کر یہ انکشاف کیا ہے کہ ”یہی شخص ہے جس نے ابوحنیفہؒ از مالکؒ کی حدیث بنائی ہے۔“ **هو الذی وضع حدیث ابی حنیفة عن مالک۔ (۱)**

دراصل یہ روایت اس قدر تھی کہ حماد بن ابی حنیفہؒ نے امام مالکؒ سے سنا مگر عمران نے درمیان میں ابوحنیفہؒ کو اپنی جانب سے اضافہ کر دیا۔ جس کی تائید ابو عبد اللہ محمد بن مخلدؒ کے رسالہ ”مارواہ الاکابر عن مالک“ سے ہوتی ہے چنانچہ انہوں نے اس روایت کی سند اس طرح بیان کی ہے۔ ”حدثنا ابو محمد القاسم بن ہارون ثنا بکار بن الحسن الاصبہانی ثنا حماد بن ابی حنیفة ثنا مالک بن انس الحدیث“ (۲) نیز اصل ”مسند“ میں بھی ”حماد بن ابی حنیفة عن مالک“ ہے اور ”جامع المسانید“ میں بھی سند اس طرح ہے۔

حافظ سیوطیؒ نے اپنی تائید میں ”مسند ابی حنیفة لابن الضیاء“ کا حوالہ دیا ہے جس میں ”ابوحنیفہ عن مالک“ ہے لیکن یہ ”مسند“ دراصل ”جامع المسانید“ کا خلاصہ ہے۔ اس میں ”کتاب الآثار“ کے حوالہ سے یہ روایت یقیناً موجود ہے مگر اسے امام محمدؒ بحوالہ امام اعظمؒ عن نافع عن ابن عمرؒ روایت کرتے ہیں البتہ امام محمدؒ نے اپنے موطا میں یہی روایت بحوالہ عن مالک عن نافع عن ابن عمرؒ ذکر کی ہے۔

علامہ خطیبؒ کی روایت میں مجبر بن صلت کو غلط فہمی ہوئی۔ اس نے عبدالملک کی بجائے مالک کہہ دیا کیونکہ اس روایت کی جن محدثین نے تخریج کی ہے

اسکی تفصیل علامہ خوارزمیؒ نے ذکر کی ہے لیکن ان تمام روایات میں کوئی طریق بھی ایسا نہیں ہے جس میں ابوحنیفہؒ از مالک آیا ہو۔ اس میں اول تو محمد بن المغیرہؒ بحوالہ قاسم از ابوحنیفہؒ ہے اور قاسم کے علاوہ دوسرے طرق میں بحوالہ امام محمد اور قاضی ابو یوسف ابوحنیفہؒ از عبد الملک بن عمیر آیا ہے۔ کسی بھی طریق میں ابوحنیفہؒ از مالک نہیں ہے۔ (۱)

### اشہبؒ کی روایت سے غلط فہمی:

دراصل زیادہ تر غلط فہمی اشہبؒ کی اس روایت سے ہوئی ہے جس میں وہ کہتے ہیں: کہ ”میں نے امام ابوحنیفہؒ کو امام مالکؒ کے سامنے اس طرح دیکھا ہے۔ جیسے باپ کے سامنے۔“ لیکن ان کا یہ بیان اصول روایت کے مطابق صحیح نہیں ہے کیونکہ اشہبؒ کی سن ولادت حسب بیان ابن یونس ۱۴۵ھ ہے یعنی امام اعظمؒ کی وفات والے سال ان کی عمر صرف پانچ سال کی ہے۔ اس عمر میں ان کا مصر سے مدینہ منورہ آنا اور ان دونوں حضرات کا مذکورہ طریقہ سے تقابلی جائزہ لینا بعید از عقل ہے۔ چنانچہ علامہ کوثریؒ لکھتے ہیں: ”امام ذہبیؒ نے امام مالکؒ کے ترجمہ میں جو واقعہ بیان کیا ہے صحیح نہیں ہے۔ ہاں اگر امام ابوحنیفہؒ کے صاحبزادے حمادؒ کے متعلق ہو تو شاید درست ہو کیونکہ اشہبؒ کی تاریخ پیدائش ۱۴۵ھ ہے۔ (۲) الغرض امام ابوحنیفہؒ کی امام مالکؒ سے روایت حدیث محتاج ثبوت ہے اور جن راہوں سے اسے ثابت کرنے کی کوشش امام سیوطیؒ اور دارقطنیؒ نے کی ہے۔ وہ عند الحدیث ناقابل اعتبار ہیں۔“

امام بخاریؒ کا دعویٰ ہے کہ ”مالک عن نافع عن ابن عمر سلسلۃ الذہب ہے۔ اب اگر یہ روایت امام ابوحنیفہؒ از مالکؒ ثابت ہو جائے تو حافظ مغلطائی کا

دعویٰ صحیح ہو جائے گا کہ اسانید کی دنیا میں سب سے زیادہ جلیل القدر یہ سلسلہ سند ہے:

”ابوحنیفہ عن مالک عن نافع عن ابن عمر“ اسی پر قدم جماتے ہوئے حافظ ابو منصور عبد القاہر تمیمیؒ نے شافعی از مالک از نافع از ابن عمر کو اجل الاسانید لکھا ہے۔ اس پر حافظ مغلطائیؒ نے حافظ عبد القاہرؒ کا تعاقب کیا ہے اور بتایا ہے کہ اگر صحت روایت کا مدار جلالت شان اور عظمت قدر پر ہے تو پھر تاریخ کی دنیا میں اجل الاسانید ابوحنیفہؒ از مالک از نافع از ابن عمرؓ ہے۔ حافظ بلقینیؒ نے ”محاسن الاصطلاح“ میں حافظ مغلطائی کے اس فیصلہ کی صحت اور قوت کو مانتے ہوئے لکھا ہے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے اگرچہ امام مالکؒ سے روایت لی ہے جیسا کہ دارقطنیؒ نے ذکر کیا ہے لیکن ان کی روایت امام مالکؒ سے امام شافعیؒ کی روایت جیسے اشتہار کو نہیں پہنچی۔ مطلب یہ کہ اگر ابوحنیفہؒ عن مالک کو شافعی عن مالک جیسی شہرت ہوتی تو پھر امام بلقینیؒ کے خیال میں امام ابوحنیفہؒ کی جلالت قدر کی وجہ سے ابوحنیفہؒ از مالکؒ ہی سب سے صحیح اور سب سے بزرگ تر سلسلہ سند ہوتا اور دنیائے روایت میں اسی کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا۔

حافظ عراقیؒ نے حافظ مغلطائیؒ اور حافظ بلقینیؒ دونوں کے بیانات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ”امام اعظمؒ کی امام مالکؒ سے روایت جو دارقطنیؒ نے ”غرائب“ میں لکھی ہے اس کا سلسلہ سند ”نافع عن ابن عمر“ نہیں ہے۔ (۱) یعنی اگر روایت کا سلسلہ فی الواقع یہ ہو کہ ”ابوحنیفہ عن مالک عن نافع عن ابن عمر“ اور روایتی نقطہ نظر سے اس کی صحت ثابت ہو جائے تو پھر حافظ عراقیؒ کی رائے میں سے ہی اصح الاسانید اور اجل الاسانید ہونا چاہئے یہی بات حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی فرمائی

ہے۔ ”حافظ مغلائی کا یہ کہنا صحیح نہیں کیونکہ امام اعظمؒ کی امام مالکؒ سے روایت ثابت نہیں ہے۔“ اما اعتراضہ بابی حنیفۃ فلا یحسن لان اباحنیفۃ لم تثبت روایتہ عن مالک۔ (۱) حافظ ابن حجرؒ کے قول کا مدلول بھی یہی ہے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کی امام مالکؒ سے روایت ثابت ہو جائے تو پھر تاریخ و اسناد کی دنیا میں حافظ عسقلانی کے خیال میں اصح الاسانید بھی سند ہے۔

قارئین کرام! تفصیل مذکور اور رد و کد سے ضمنی طور پر یہ بات بالکل بے نقاب ہو کر سامنے آگئی ہے کہ محدثینؒ اور روایت و اسناد کا تحقیقی مطالعہ کرنے والوں کی نظر میں امام اعظمؒ کا مقام اتنا اونچا ہے کہ آپؒ کی ذات کو اصح الاسانید کے موقعہ پر بطور استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ اگر معاذ اللہ امام اعظمؒ کی ذات گرامی کسی درجے میں بھی محدثینؒ کے نزدیک مجروح و مقدوح ہوتی یا کوئی بات بھی قابل گرفت ہوتی تو اصح الاسانید جیسے نازک ترین موقعہ پر نہ کوئی آپؒ کا نام لیتا اور نہ بلقیسیؒ، عراقیؒ اور عسقلانیؒ جیسے اساطین حدیث ایسے مقام پر خاموش رہ سکتے تھے۔ دراصل یہ ان لوگوں کیلئے سرمہ چشم بصیرت ہے جو امام موصوفؒ کی محدثانہ جلالت شان پر حرف گیری ہی کو پروانہ محدثیت قرار دیتے ہیں۔

## امام مالکؒ کی نظر میں امام ابوحنیفہؒ کا مقام:

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ ایک دوسرے کی بہت قدر کیا کرتے تھے لیکن امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ کا غایت درجہ اکرام کیا کرتے تھے چنانچہ محمد بن اسماعیل بن فدیك کہتے ہیں: کہ ”میں نے امام مالکؒ اور امام اعظمؒ دونوں کو مدینہ میں دیکھا ہے۔

دونوں باہم ہاتھ پکڑے جا رہے تھے جب دونوں مسجد نبویؐ کے دروازے پر پہنچے تو امام مالکؒ نے ادباً امام اعظمؒ کو آگے کر دیا۔ امام اعظمؒ یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے: "بسم اللہ ہذا موضع الامان فامنی من عذابك ونجني من عذاب النار۔" (۱) خود امام مالکؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے فقہت اور مجتہدانہ جلالت شان کا اعتراف تھا کیونکہ اپنے روزمرہ زندگی میں امام ابوحنیفہؒ کی کاپی کو اپنے لئے فخر محسوس کرتے تھے چنانچہ امام لیث ابن سعدؒ فرماتے ہیں: "میں مدینہ میں امام مالکؒ سے ملا۔ ان سے میں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے: کہ "آپ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہیں۔" فرمایا: کہ "امام ابوحنیفہؒ کے سامنے عرق آلود ہوتا ہوں کیونکہ وہ فقیہ ہیں۔" امام لیثؒ کہتے ہیں: کہ بعد ازیں میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس گیا۔ میں نے ان سے عرض کیا: کہ "امام مالکؒ کی نظر میں آپ کا مقام بہت بلند۔" امام اعظمؒ نے فرمایا: کہ "میں نے سچے اور کھرے جواب میں مالکؒ سے زیادہ تیز اور کھرا کوئی نہیں دیکھا۔"

**امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں:**

الغرض امام مالکؒ امام اعظمؒ کے استاد نہیں۔ حافظ جمال الدین الحمزیؒ نے "تہذیب الکمال" میں اور علامہ ذہبیؒ نے اپنی تصانیف میں امام ابوحنیفہؒ کے مشائخ میں امام مالکؒ کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس حافظ عبدالقادر قرشیؒ نے "الجواہر المصیۃ" میں علامہ خوارزمیؒ نے "جامع المسانید" میں اور حافظ ابن حجرؒ نے امام صاحبؒ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ امام شافعیؒ نے عبدالعزیز بن محمد دراوردیؒ کے حوالہ سے یہ انکشاف کیا ہے۔ کہ "امام مالکؒ امام

ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے اور ان سے استفادہ فرماتے تھے۔ ”کان مالک  
ینظر فی کتب ابی حنیفة وینتفع بہ۔“ (۱)

امام اعظمؒ کا بصرہ کو علمی سفر:

محترم قارئین کرام! آپ حضرات نے گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمایا  
کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے علم حدیث کے حصول کیلئے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بصرہ کے  
اسفار کئے اور وہاں جا کر علم حدیث حاصل کر کے اپنی علمی تشنگی کو بجھایا۔ اور یہ ان کی  
علمی ترقی کا یہ ایک بڑا سبب ہے چنانچہ علامہ شبلی نعمانیؒ فرماتے ہیں: ”امام کی علمی  
ترقی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ ان کو بڑے بڑے اہل کمال کی صحبتیں میسر آئیں؛ جن  
شہروں میں ان کو رہنے کا اتفاق ہوا یعنی کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ الخ۔“ (۲) علامہ  
ذہبیؒ فرماتے ہیں: ”امام صاحبؒ نے حدیث کی جانب خصوصی توجہ فرمائی اور اس  
کے لئے اسفار کئے..... امام ابوحنیفہؒ نے حدیث کی تحصیل کی بالخصوص ۱۰۰ھ اور  
اس کے بعد کے زمانہ میں اس اخذ و طلب میں بہت زیادہ سعی کی۔“ (۳) اور علامہ  
موفقؒ امام اعظمؒ کا قول نقل کرتے ہیں: کہ ”میں کچھ اوپر بیس مرتبہ بصرہ میں داخل ہوا۔  
بعض دفعہ ایک سال یا اس سے کم یا زیادہ قیام کیا۔“ ”فدخلت البصرة نیفا و  
عشرين مرة منها ما اقيم سنة و اقل و اكثر۔“ (۴)

ماخذ و مصادر: (۱) اقوام المسالك: ۲۲؛ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: امام اعظم اور علم الحدیث: ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴

(۲) سیرة العمان: ۴۱؛ (۳) سیر اعلام النبلاء: ۶/۳۹۲، ۳۹۶؛ (۴) مناقب للوفی: ۱/۵۹

## بصرہ کا علمی مقام:

مشہور اسلامی شہر جو تیسری صدی تک علوم اسلامیہ کا گہوارہ رہا اور وسعت علم، کثرت حدیث اور دوسری خوبیوں کے لحاظ سے اس کا ایک امتیازی مقام تھا۔ امام حاکم نے ”معرفۃ علوم الحدیث“ میں بصرہ کے اندر سکونت اختیار کرنے والے صحابہ کرام کی ایک فہرست دی ہے۔ ایسے ہی کتاب کی نوع ۴۹ میں جہاں امام حاکم نے مختلف شہروں کے ان ائمہ ثقافت کا تذکرہ کیا ہے۔ جن کی احادیث پر حفظ و مذاکرہ کے حدود میں اعتماد کیا جاسکتا ہے اور جن کے ذکر کے ساتھ مشرق و مغرب میں تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔ بصرہ کے ائمہ ثقافت اور حفاظ حدیث کے نام بتائے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ”بصرہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؒ، حضرت عمران ابن حصینؒ، حضرت ابن عباسؒ اور متعدد صحابہؓ آ کر فرود کش ہوئے۔ ان میں سب سے آخری حضرت انسؓ رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص، ان کے بعد حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ، ابو لعلیہؒ، پھر قتادہؒ، ایوبؒ، ثابت البنانیؒ، یونس بن عونؒ، پھر حماد بن سلمہؒ، حماد بن زیدؒ اور ان کے تلامذہ ہوئے ہیں۔ اس کے بعد علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: ”بصرہ میں تیسری صدی کے اختتام تک یہی حال رہا الخ۔“ (۱)

بصرہ میں حدیث کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ حافظ ذہبیؒ نے حماد بن سلمہؒ کے تذکرہ میں حافظ ابن المدینیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے: ”یحییٰ بن ضریسؒ کے ہاں حمادؒ سے دس ہزار احادیث تھیں۔“ (۲)

ماخذ و مصادر: (۱) امام اعظم اور علم الحدیث: ۲۷۳ بحوالہ الاعلان التویج بحوالہ الامصار ذوات الآثار

(۲) تذکرۃ الحفاظ: ترجمۃ حماد بن سلمہ: ۱/۲۰۳

ابو اسماعیل ترمذیؒ کہتے ہیں: ”میں نے ان (یعنی مسند وقت حافظ مسلم بن ابراہیم بصریؒ) سے سنا: کہ ”آپؐ کہہ رہے تھے: ”میں نے آٹھ سو شیوخ سے احادیث قلم بند کیں اور درجلہ کا پل (جو بصرہ سے دس میل ہے) سے اتر کر نہیں گیا۔“ (۱)

امام حسن بصریؒ بصرہ ہی کے رہنے والے تھے۔ آپؐ ائمہ مجتہدین میں سے تھے۔ جن کے متعلق امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: ”میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا: کہ ”عراق میں حسن بصریؒ جیسا کوئی (عالم) نہیں ہے۔“ (۲) اسی طرح امام علم تعبیر الرؤیا محمد بن سیرینؒ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ یہ وہ شخصیت ہیں جن سے ایک دوست کے ذریعہ امام اعظمؒ نے ایک خواب کی تعبیر پوچھی تھی۔ جس کو علامہ ذہبیؒ یوں بیان کرتے ہیں: ”امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں: ”امام ابوحنیفہؒ نے خواب دیکھا کہ ”آپؐ نبی کریم ﷺ کی قبر کھود رہے ہیں۔ کھود کر آپ ﷺ کی ہڈیوں کو جمع کر رہے ہیں اور ان کو جوڑ رہے ہیں۔ آنکھ کھلی تو آپؐ بہت گھبرائے۔ آپؐ نے اپنے ایک دوست سے کہا: کہ ”جب بصرہ جائیں تو امام ابن سیرینؒ سے خواب کی تعبیر دریافت کرنا۔ (آپؐ کے دوست نے بصرہ جا کر) ان سے خواب کی تعبیر پوچھی تو آپؐ نے فرمایا: کہ ”یہ خواب دیکھنے والا شخص سہ النبی ﷺ کو جمع اور ان کو زندہ کرے گا۔“ ”ہذا رجل

یجمع سنة النبی و یحییہا۔“ (۳)

بہر حال امام ابوحنیفہؒ نے اسفار علمیہ کی ہیں اور ان میں ان کا ابتدائی اور آخری سفر بصرہ کا ہے۔ بصرہ میں جن حفاظ حدیث سے امام اعظمؒ نے اکتساب علم

ماخذ و مصادر: (۱) ذکرة الحفاظ: ترجمہ مسلم بن ابراہیم بصریؒ: ۱/۳۹۴ (۲) کتاب الآثار لابن یوسفؒ: ۲۰۹

(۳) مناقب امام اللذہبی: ۳۹



حدیث کیا ہے۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ امام ابو بکر ایوب بن ابی تمیمہ السخنیؒ جو بقول امام شعبہؒ سید العلماء والفقہاء بقول امام اشعثؒ جہیز العلماء اور بقول علامہ ذہبیؒ الحافظ احد الاعلام تھے۔ علامہ نوویؒ ”تہذیب الاسماء واللغات“ میں لکھتے ہیں: کہ ”امام ایوبؒ کی علمی جلالت، امامت، حافظہ، ثقافت، علمی بہتات، فہم و فراست اور سیادت پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ امام مالکؒ امام شعبہؒ امام اعظمؒ اور امام اعظمؒ کے شیخ تھے۔ ان کے علاوہ بہز بن حکیمؒ بکر بن عبداللہ المزنیؒ عطاء بن عجلانؒ قتادہ بن دعامہؒ مبارکؒ یزید بن ابی یزیدؒ محمد بن الزبیرؒ شداد بن عبدالرحمنؒ ابوسفیانؒ طریف بن سفیانؒ نصر بن سعدؒ اور یزید بن ابی حبیب۔“ (۱)

قارئین کرام! علامہ مزنیؒ نے اپنے چند صفحات پر مشتمل بیان میں آپؒ کے مختلف شہروں کے ستر (۷۷) اساتذہ حدیث کے نام بھی لکھے ہیں (۲) لیکن اگر بالفرض امام ابوحنیفہؒ کوفہ کے علاوہ کہیں بھی جاتے نہ کسی دوسری جگہ علم حدیث پڑھتے، بلکہ صرف کوفہ کے علم پر اکتفا کرتے، تو بھی یہ علم ان کے اجتہاد کے لئے کافی ہوتا، کیونکہ یہاں جیسا کہ پہلے گذر چکا کہ کوفہ میں تمام صحابہ کرامؓ کے علوم کا نچوڑ جمع تھا۔ کوفہ میں صحابہ کرامؓ کے علوم کا مغز حاصل کرنے کے بعد مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بصرہ کا رخ کر کے وہاں کے جبال علم سے احادیث پڑھیں اور بالآخر ۲۵ھ میں اپنے استاد امام حمادؒ کی وفات کے بعد اہل کوفہ کے اصرار پر جانشین امام حمادؒ مقرر ہوئے۔ (۳)

ماخذ و مصادر: (۱) امام اعظم اور علم الحدیث: ۲۷۶، ۲۷۷، (۲) تہذیب الکمال: ۲۹/۳۱۸ تا ۳۲۰

(۳) تفصیل کیلئے دیکھئے: سیرۃ النعمان: ۳۱ تا ۳۱۲

## مولوی محمد یوسف جے پوری کا دجل:

قارئین کرام! جیسا کہ آپ نے ابھی پڑھا، کہ امام ابوحنیفہؒ نے مرکز علم کوفہ میں نہ صرف علم حدیث سیکھا ہے، بلکہ اس کے علاوہ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور بصرہ کے اسفار بھی فرمائے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مولوی محمد یوسف جے پوری نے امام ابوحنیفہؒ پر یہ بہتان تراشا ہے کہ انہوں نے علم کی تلاش میں اسفار نہیں کئے اور اس کی جھوٹ پر دلیری کو دیکھیں کہ وہ یہ بات ایک حنفی مؤرخؒ کے حوالہ سے لکھتا ہے۔ خود ان ہی کے الفاظ میں پڑھ کر ان کو داد دیں۔ محمد یوسف جے پوری لکھتا ہے:

## سبب دوم عدم سفر در تلاش احادیث:

علامہ شبلی نعمانیؒ ”سیرۃ العمان“ مطبوعہ مجتہبائی ص ۷۰ میں لکھتے ہیں: کہ ”امام صاحبؒ کے مزاج میں تکلف تھا۔ اکثر خوش لباس رہتے تھے۔ کبھی کبھی سنجاب و تمام کے جبے بھی استعمال کرتے تھے۔ ابو مطیع بلخیؒ ان کے شاگرد کا بیان ہے: کہ ”میں نے ایک دن ان کو نہایت قیمتی چادر پہنے دیکھا جس کی قیمت کم از کم چار سو درہم ہوگی۔ چار پانچ دینار (اشرفی) کی چادر کو گندہ فرماتے اور اوڑھنے سے شرماتے اور ایضاً ص ۷۳ میں لکھتے ہیں: کہ ”اپنے شخص کو طلب حدیث کیلئے عراق، حجاز، مصر، یمن، شام کا سفر کرنا اور علم حدیث کی طالب علمی میں برسوں کا ثنا اور احادیث حفظ کرنی اور زحمت طول سفر اٹھانی

دشوار بلکہ ناممکن کہنا چاہئے۔“ (۱)

ماخذ و مصدر: (۱) حقیقۃ الفقہ: ۱۲۲، ۱۲۳

## چہ دلا و درست دزدے کہ بکف چراغ دارد:

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ خود تو لوگوں کو حدیث کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کو احادیث کیلئے سفر کی زحمت نہ کرنے کا کتنی ڈھٹائی سے باور کراتے ہیں، حتیٰ کہ حنفی مؤرخؒ کے قلم سے ثابت کر رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اتنے کم ہمت تھے کہ کبھی احادیث کے حصول کیلئے سفر کا نام تک نہیں لیا۔ لیکن افسوس ایسی قسم کی غلط بیانی کرتے وقت ان کو مخلوق سے نہ سہی اللہ تعالیٰ سے بھی حیا مانع نہ رہ سکی کہ آخر ایک دن دربار الہی میں حاضر ہونا ہے اور وہاں ان کے حضور اس جھوٹ کا جواب دینا ہے۔

محترم قارئین! علامہ شبلی نعمانیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا یہ واقعہ ان کے ”اخلاق و عادات“ کے تحت ذکر فرمایا ہے۔ جس میں خوش لباس رہنے کے علاوہ اور کوئی چیز مقصود نہیں تھی، لیکن جے پوری صاحب نے اسے قلت حدیث کے اسباب کے تحت ذکر کیا ہے، پھر اس پر مستزاد یہ کہ بددیانتی کا بھی خوب مظاہرہ کیا ہے، وہ یہ کہ علامہ شبلی نعمانیؒ کی عبارت کے ساتھ ”چار پانچ دینار..... ناممکن کہنا چاہئے“ تک لائن زدہ عبارت کو جوڑ کر اپنا مطلب نکالا ہے۔ یہ عبارت علامہ موصوفؒ کی کتاب میں قطعاً موجود نہیں ہے۔ آپ حضرات خود اس کتاب کا مطالعہ کریں، تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آ کر حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔ علامہ موصوفؒ نے اسی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کی علمی ترقی کا ایک بڑا سبب ”بڑے بڑے اہل کمال کی صحبتیں“ بتایا ہے اور پھر ان اہل کمال کی صحبتوں کیلئے ان کے اسفار کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

## ہمت کے پہاڑ:

امام ابوحنیفہؒ نے علوم نبوی کے حصول کے بعد بقیہ زندگی تشنگانِ علوم دینیہ کی علمی پیاس بجھانے اور حدیث و فقہ کی خدمت میں صرف فرمائی، لیکن حاسدین کی مہربانیوں کی بدولت بنو امیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد الحمار (م ۱۳۲ھ) نے عراق کے جابر اور ظالم گورنر یزید بن عمرو بن ہمیرہ کے ہاتھوں عہدہٴ قضاء وزارت خزانہ سے انکار کو بہانہ بنا کر (۱۳۰ھ کے قریب) امام صاحبؒ کو جیل بھجوادیا، جہاں ان کو ایک سو دس (۱۱۰) تازیانے لگائے گئے اور یہ کوڑے اندرون جیل یا کسی خفیہ مقام پر نہیں دئے گئے، بلکہ اس بات کی تصریح موجود ہے کہ ”روزانہ آپؒ کو باہر لایا جاتا، لوگوں کو منادی کرائی جاتی، لوگ جمع ہوتے اور پھر روزانہ دس کوڑے سزا دی جاتی تھی۔ پھر ان کو بازاروں میں پھرایا اور گھمایا جاتا تھا اور آپؒ کو بارہ دن میں ایک سو بیس (۱۲۰) (یا ۱۱۰) تازیانے لگائے گئے۔“ (۲)

## عہدہٴ قضاء وزارت خزانہ سنبھالنے کی بجائے کوڑے کھانے قبول کئے:

ہمت کے اس عظیم پہاڑ نے قاضی القضاة (جس کے حکم سے تمام اسلامی شہروں میں قاضی مقرر کئے جاتے)۔ (۳) دزیر خزانہ کہ کوئی دستاویز اور بیت المال کا کوئی مال آپؒ کے دستخط اور مہر کے بغیر برآمد نہ ہو سکتی (۴) بننے سے صاف انکار کیا۔ بادشاہ وقت نے امام صاحبؒ کو اختیار دیا تھا کہ یا تو ان کی پشت اور پیٹ پر سزا کے کوڑے

ماخذ و مصادر: (۱) مروج الذهب: ۱/۲۲۲ (۲) مناقب موفق: ۲/۱۷۶، ۱۷۵ تاریخ بغداد: ۱۳/۳۲۶، ۳۲۷

(۳) مناقب موفق: ۲/۱۷۲ (۴) معجم: ۲/۱۷۷

برسیں اور یاوزیر خزانہ کا عہدہ سنبھال لیں، لیکن امام موصوفؒ نے آخرت کی سزا پر ان کی سزا کو ترجیح دی اور یہ عہدہ قبول نہ کیا جیسا کہ صدر الائمہ علامہ موفق الدینؒ نے لکھا ہے: "وَخَيْرُهُ السُّلْطَانُ عَلِيٌّ أَنْ يُوجَعَ ظَهْرُهُ وَبَطْنُهُ أَوْ يُجْعَلَ مَفَاتِيحُ خَزَائِنِ الْأَمْوَالِ بِيَدِهِ فَاخْتَارَ عَذَابَهُمْ عَلَى عَذَابِ الْآخِرَةِ" (۱) اور یہی بات انہوں نے خود بھی بیان فرمائی ہے، جیسا کہ علامہ موصوفؒ نقل کرتے ہیں: کہ "میں کیسے اس عہدہ کو قبول کر لوں، جبکہ وہ کسی کی گردن مارنے کا حکم دے گا اور میں اس حکم پر مہر ثبت کروں گا اللہ تعالیٰ کی قسم میں اس عہدہ کو ہرگز قبول نہ کروں گا۔" "فَكَيْفَ وَهُوَ يُرِيدُ مِنِّي أَنْ يَكْتُبَ دَمَ رَجُلٍ بِضَرْبِ عُنُقِهِ وَأَخْتَمُ أَنَا عَلَى ذَلِكَ الْكِتَابِ فَوَاللَّهِ لَا أَدْخُلُ فِي ذَلِكَ أَبَدًا" (۲) آپؒ سے یہ بھی منقول ہے: کہ انہوں نے صاف اور صریح لفظوں میں انکار کر کے فرمایا: کہ "اس (ابن ہبیرہ) کی دنیوی سزا مجھ پر آخرت کے ہتھوڑوں اور گرزوں کی مار سے بہت آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں یہ عہدہ ہرگز قبول نہیں کروں گا اگرچہ وہ مجھے قتل ہی کر ڈالے۔" "ضَرْبُهُ لِي فِي الدُّنْيَا أَسْهَلُ عَلَيَّ مِنْ مَقَامِعِ الْحَدِيدِ فِي الْآخِرَةِ وَاللَّهِ لَا فَعَلْتُ وَلَا فَعَلْتُ لَوْ قَتَلَنِي"۔ (۳)

ابن ہبیرہ نے اسی مار پر اکتفاء نہیں کی، بلکہ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ، ابن شبرمہؒ اور داؤد بن ابی ہندو وغیرہ کا ایک وفد امام صاحبؒ کو منوانے کی غرض سے ان کے پاس بھیجا، ان حضرات نے امام صاحبؒ کو حکومتی عزائم سے آگاہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیا اور ان کو خیر خواہانہ مشورہ دیا کہ ہم بھی آپ کے ہم خیال ہیں لیکن مجبور ہیں آپؒ بھی اپنی جان خطرے میں نہ ڈالیں لیکن انہوں نے سختی سے جواب دیکر فرمایا: کہ "اگر ابن

ہمیرہ مجھے واسط کی مسجد کے دروازے گننے کا حکم دئے تو میں اس پر بھی آمادہ نہیں ہوں۔“  
**لَوَارِدِنِيْ اَنْ اَعْدَّ لَهٗ اَبْوَابَ مَسْجِدٍ وَّاسَطٍ لَمْ اَدْخُلْ فِيْ ذٰلِكَ۔ (۱)**  
**ابن ہمیرہ کے بعد ابو جعفر منصور کے مظالم:**

پھر ایک دن وہ بھی آیا کہ بنو امیہ کا یہ سیاہ و تاریک دور ختم ہوا۔ اب جب بنو عباس کا دور آیا تو لوگ مطمئن ہوئے کہ اب منصور جو کہ بڑا عالم اور علم دوست مانا جاتا تھا علماء حق پر دست شفقت پھیر کر ان کے معاون بنیں گے۔ لیکن افسوس دور عباسی کے اس علم دوست ابو جعفر منصور نے بھی امام اعظمؒ کو عہدہ قضاء پیش کیا اور جب آپ نے اس کو بھی ٹکرا دیا تو ان کو قید خانہ بھیج دیا۔ جیسا کہ علامہ خطیبؒ لکھتے ہیں: کہ ”ابو جعفر نے امام ابوحنیفہؒ کو عہدہ قضاء قبول کرنے کی دعوت دی، مگر انہوں نے اس کی بات نہیں مانی اور عہدہ قبول کرنے سے انکار کیا، تو اس نے ان کو قید کر دیا۔“ دعا

**ابو جعفر اباحنیفۃ الی القضاء فابی علیہ فحبسہ۔ (۲)** اس ظالم نے بھی امام اعظمؒ کو نہ صرف جیل میں ڈالا بلکہ آپ کے جسم مبارک کو ننگا کر کے، آپ کو یکے بعد دیگرے تیس کوڑے اتنے سخت مارے کہ خون آپ کی اڑیوں پر بہتا رہا (۳) اور اسی پر منصور کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا، بلکہ مزید طیش میں آ کر امام پر زندگی تگ کرنے لگا اور کھانے پینے میں ان پر انتہائی سختی برتنی شروع کی۔ چنانچہ علامہ صدر الائمہؒ لکھتے ہیں: کہ ”ان پر کھانے پینے اور قید میں انتہائی تنگی کی۔“

**الطعام والشراب والحبس۔ (۴)** چار سال تک یہی حال رہا۔ اللہ تعالیٰ نے

ماخذ ومصادر: (۱) مناقب موفق: ۲/۲۳ الخیرات الحسان: ۵۸ مناقب کردری: ۲/۲۷ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۲۸ (۳) مناقب موفق: ۱/۲۱۵ (۴) ایضاً: ۲/۱۷۴

آپ کا اثر و رسوخ کم ہونے کی بجائے اور زیادہ فرمایا۔ قید خانہ میں سلسلہ درس برابر قائم رکھا۔ فقہ حنفی کے دست و بازو امام محمدؒ نے قید خانہ ہی میں ان سے پڑھا۔

**امام اعظمؒ نے سجدہ میں گر کر اپنی جان، جان آفریں کے حوالہ کی:**

امام صاحبؒ کی جانب سے منصور کو مذکورہ وجوہات کی بناء پر جو اندیشہ تھا وہ قید خانہ کی حالت میں بھی باقی رہا۔ جس کی آخری تدبیر انہوں نے یہ اختیار کی کہ بے خبری میں ان کو زہر دلوانا چاہا، لیکن انہوں نے اپنی فراست ایمانی اور نور بصیرت سے اس کو پہچانا اور اس کے پینے سے انکار فرمایا۔ جس پر ان لوگوں نے آپ کو زہر دستی لٹا کر آپ کے منہ میں زہر کا پیالہ جبراً انڈیل دیا۔ جیسا کہ علامہ موفق الدینؒ اور علامہ ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں:

”امام صاحبؒ نے اس مشروب کے بارے میں ان کو کہا: کہ ”میں اس کو نہیں پیتا“ کیونکہ میں اس کو خوب جانتا ہوں کہ اس میں کیا ہے؟ میں اپنی جان نکالنے میں تمہاری مدد نہیں کرتا۔“ تو آپ کو زہر میں پر ڈالا گیا اور پھر آپ کے منہ میں زہر انڈیل دیا گیا۔ ”لا اشربُ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا فِیْهِ لَا اَعِیْنُ عَلٰی نَفْسِیْ فَطَرِحْتُ ثُمَّ صَبَّ فِیْهِ۔“ (۱) اور خطیب بغدادیؒ کہتے ہیں: کہ ”پھر ان کو زہر پلویا گیا، پس وہ رحلت فرما گئے۔“ ثُمَّ سَقَاهُ سَمًّا فَمَاتَ۔“ (۲) زہر پلانے کے بعد بادشاہ وقت کا غصہ مزید بڑھا اور آپ کے جسم میں زہر جلد سرایت کرنے کیلئے آپ کو مصلوب کر کے بے دردی سے پیٹا گیا۔ جیسا کہ علامہ کروریؒ لکھتے ہیں: کہ ”پھر منصور نے یہ حکم دیا کہ ان کو مصلوب کر کے پیٹا جائے تاکہ زہر بسرعت ان کے عضاء میں سرایت کر جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔“

**ثُمَّ اَمَرَ الْمَنْصُورُ اَنْ يُضْرَبَ مَصْلُوبًا حَتّٰی یَتَفَرَّقَ السَّمُّ عَلٰی اَعْضَاؤِہِ**

فُفِعِلْ به ذالك۔ (۱) اب جب ان بد بختوں کو امام ابوحنیفہؒ کی فوتگی کا یقین ہوا تو ان کو سولی سے اتار دیا لیکن ابھی آپؒ میں سانس کی کچھ رتق باقی تھی اب آپؒ کو موت کا یقین آچکا تھا اس لئے سجدہ میں گر کر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی۔ (۲) کسی شاعر نے اس قسم کی موت پر غبطہ اور رشک کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے۔

نکل جائے دم میرے تیرے قدموں کے نیچے

یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے۔

اس وقت آپ کی عمر شریف ستر سال تھی آپؒ کی شہادت کا یہ واقعہ ماہ رجب (یا نصف شعبان) ۵۰ھ میں پیش آیا۔ (۳) دارالفناء سے دارالبقاء رحلت فرماتے وقت امام حمادؒ کے علاوہ کوئی اور اولاد نہیں چھوڑی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

گر بیان میں جھانک کر ذرا سوچ تو سہی!:

امام مظلومؒ کو یہ سزا کس گناہ اور جرم کی پاداش میں دی گئی؟ کیا انہوں نے کسی کی عزت پہ ڈاکہ ڈالا تھا؟ یا کسی حکومت کے خلاف علم بغاوت اٹھا کر اس کے تختہ کو الٹا کر اس پر خود قابض ہو گیا تھا؟ کیا انہوں نے حکومت وقت سے کوئی عہدہ مانگ کر نہ ملنے پر تحریک چلانے کی دھمکی دی تھی یا باغی لوگوں کی سرپرستی کر رہے تھے؟ ہرگز ہرگز نہیں! پھر آخر کیا تھا کہ انہوں نے حکومت وقت سے انتہائی زیادہ مراعات ملنے کے باوجود ٹکری اور اپنے آپ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کی یہی ایک ہی وجہ تھی کہ دین حق کی خاطر انہوں نے سب کچھ قربان کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے سے

ماخذ ومصادر: (۱) مناقب کردری: ۲/ ۲۵ (۲) مقام ابی حنیفہ: ۹۷ (۳) ایضاً ۹۸، تاریخ بغداد: ۱۳/ ۲۲۰

محدثین عظام اور ان کے کارنامے: ۷۵



ڈر رہے تھے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی حالت میں پیش نہ ہو جاؤں، کہ ان امراء کا لحاظ کرتے ہوئے غلط فیصلے کا مرتکب ہو کر ان کے ساتھ ان کے ظلم میں شریک ہوں۔ اس بناء پر انہوں نے قضاء اور وزارت خزانہ کے عہدوں کو لات ماری۔

## امام اعظمؒ کے خلاف زبان استعمال کرنے والے انگریز کے پجاری:

قارئین کرام! سوچنے کی بات ہے کہ بادشاہ وقت انگریز اور عیسائی نہیں تھا، بلکہ ایک مسلمان اور عالم البتہ فاسق ضرور تھا۔ جس کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ نے آخرت کے خوف کو مد نظر رکھا اور اس کی دوستی سے انکار کرتے ہوئے اس کی سزا کیلئے اپنے آپ کو سپرد کیا۔ لیکن ان کی غیرت ایمانی نے اس کی بے جا خوشامد اہل سرکار کو "ظل اللہ فی الارض" کہنے نہیں دیا۔ اس کے برعکس اگر ان دنوں ہمارے یہ لامذہب بھائی ہوتے، تو جیسا کہ برصغیر میں ہمارے ان یاروں نے انگریزی حکومت کی جس وفاداری کا بدترین ثبوت دیا۔ اس وقت بھی اپنی یہ سنت ضرور ادا کرتے۔

آئیے! لامذہب ٹولہ کی انگریز حکومت کے احترام کی ایک جھلک دکھاتے جائیں۔ تاکہ آپ حضرات پر "اطيعوا الله واطيعوا الرسول كما دلکش نعرہ لگانے والوں کی حقیقت آشکارا ہو جائے۔ تو سنیں!" غیر مقلدین نے انگریز کی بے جا خوشامد کی اور اہل سرکار کو "ظل اللہ فی الارض" تک کہنے سے دریغ نہیں کیا۔ ان کے ساتھ جہاد کا عزم گناہ کبیرہ (۱) ۱۸۵۷م کے مجاہدین کو دین و علم سے بے بہرہ اور جرم عظیم کے مرتکب (۲) شرف و فساد اور عہد شکنی کرنے والے اور اس جہاد عظیم کو غدر سے تعبیر کر کے (۳) بنی

ماخذ و مصادر: (۱) فرقہ اہل حدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ بحوالہ عوائد الموائد: ۳۴ (۲) ایضاً: ۳۸

اسرائیل کے علماء کی سنت ادا کی۔ جنہوں نے آپ ﷺ کی عداوت میں مشرکین مکہ کو زیادہ راست رُو اور ہدایت یافتہ کہا تھا۔ جن کی اس بدترین کارکردگی پر ان کو سورۃ النساء آیت نمبر ۵۱ کی سرٹیفیکیٹ عطا کی گئی۔ کہ ”کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن کو ایک حصہ کتاب سے دیا گیا تھا یہ بتوں اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں اور کافروں سے کہتے ہیں کہ یہ (کافر) لوگ باعتبار راستے کے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں زیادہ پہنچے ہوئے ہیں۔“ ﴿الْم تَدَّ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا﴾ ﴿☆﴾ ”اور یہی لوگ ہیں کہ خود انہوں نے اپنے آپ کو گورنمنٹ (انگریز) کا سب سے زیادہ خیر خواہ اور قدر شناس کہا۔“ (۱)

افسوس! آج کل یہی لوگ ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ جیسے عامل بالقرآن والسنة کو قرآن وحدیث کے مقابلہ میں اپنی رائے کو ترجیح دینے والا قرار دیتے ہیں، لیکن باطل کا اتنا نڈر ہو کر مقابلہ کرنے والی اتنی محتاط شخصیت، جس کا ذکر ہو چکا، کس طرح شریعت میں بلا سوچے سمجھے اپنی رائے ٹھونسے پر مصر ہوگی۔ ہاں قرآن وحدیث یا اجماع میں کوئی صریح مسئلہ ثابت نہ ہونے کی صورت میں درجہ اجتهاد پر فائز ہونے کی بناء پر آپؒ یقیناً استنباط محمود فرمایا کرتے تھے اور پھر ایسا اجتهاد فرماتے کہ اپنے وقت کے تمام مجتہدین پر فوقیت حاصل فرماتے تھے۔ ایسے محمود اجتهادات واستنباطات کی قرآن وحدیث میں تعریف کی گئی ہے اور صرف یہ نہیں کہ اس قسم کا مجتہد صحیح استنباط کر کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے بلکہ احادیث میں صحیح استنباط کی صورت میں ڈبل اور خطا کی صورت میں سنگل ثواب کا مرثدہ سنایا گیا ہے۔

## امام اعظمؒ کی چھ مرتبہ نماز جنازہ:

امام اعظمؒ کی نماز جنازہ میں تمام اہلیان بغداد شریک ہوئے، پہلی مرتبہ کم و بیش پچاس ہزار کے مجمع نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ دفن کرنے کے بیس روز بعد تک ان کی قبر پر نماز پڑھی گئی (۱) حتیٰ کہ ابو جعفر منصور نے عوام کو راضی کرنے یا اپنے قبیح فعل کی ندامت کے اظہار کے طور پر آپؒ کی قبر پر آ کر نماز جنازہ پڑھی اور بالآخر آپؒ کے یہ جانی دشمن بھی آپؒ کی خدمت خلاق و دین تقویٰ اور جلالت شان کا اعتراف کرنے لگا۔ (۲)

علامہ ابن حجر شافعیؒ لکھتے ہیں: کہ ”امام صاحبؒ پر چھ مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ آخری مرتبہ آپؒ کے بیٹے حضرت حمادؒ نے پڑھائی۔ ازدحام کی وجہ سے عصر کے بعد تک دفن کی نوبت نہیں آئی، تمام جنازوں میں حاضرین کی صحیح (مجموعی) تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“ (۳)

## امام صاحبؒ کی رحلت پر حسرتِ اکابرؒ:

جنازہ سے پہلے قاضی بغداد حضرت حسن بن عمارہؒ نے غسل دیا (اور ابو رجاء عبد اللہ الواقدی الہرویؒ نے غسل دیتے وقت پانی ڈالا۔) قاضی موصوفؒ جب غسل سے فارغ ہوئے تو فرمانے لگے: ”اللہ تعالیٰ آپؒ پر رحمت نازل فرمائے اور آپؒ کی مغفرت فرمائے۔ آپؒ تیس سال سے روزہ دار اور چالیس سال سے شب بیدار تھے۔ (اس دوران رات کے وقت) آپؒ نے کبھی اپنے پہلو کو زمین پر نہیں لگایا۔ آپؒ نے اپنے بعد والوں کو تھکا دیا اور قراء کو رسوا کیا (کہ وہ آپؒ جیسے شب بیداری نہیں

کر سکتے ہیں) (۱) وہ ہم سے بڑے فقیہ بڑے عابد بڑے زاہد اور خصال خیر کو ہم سے زیادہ جمع کرنے والے تھے۔ جب امام صاحبؒ کی وفات ہوئی اس وقت بھی خیر اور سنت ہی کی طرف گئے اور اپنے بعد آنے والوں کو مصیبت میں ڈال گئے۔“

امام شافعیؒ کے شیخ فقیہ مکہ امام ابن جریجؒ کو مکہ میں جب یہ خبر ملی تو فرمانے لگے: "انا لله وانا اليه راجعون"☆ کتنا بڑا علم چلا گیا۔“ (۲) امام شعبہؒ کو جب یہ خبر ملی تو فرمانے لگے: "کہ کوفہ سے علم کا نور بجھ گیا۔ اب اہل کوفہ ان جیسا نہ دیکھیں گے۔“

علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے: "آپؒ کی وفات کے دن رات کو جنوں کا رونا اور ان کا اشعار پڑھنا سنا جاتا تھا۔" نیز لکھتے ہیں: "کہ (بڑے مستجاب الدعوات شخص) صدقہ مغابریؒ فرماتے ہیں: "جب امام ابوحنیفہؒ گوفن کر چکے تو تین دن تک یہ آواز سنائی دی۔"

مات نعمة فلا فقه لكم فاتقوا الله وكونوا اخلفا

يحي الليل اذا ماسجفا

یعنی فقہ جاتی رہی (صاحب فقہ چل بسا) اب تمہارے لئے فقہ نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کے نائب ہو جاؤ۔ نعمانؒ فوت ہو گیا، اب کون ہے جو راتوں کو عبادت کرے گا جب اندھیرا چھا جائے گا۔“ (۳)

بعد از شہادت امام ابوحنیفہؒ کی کرامت:

مرقدِ امام اعظمؒ سبب برآری حاجات:

امام ابوحنیفہؒ کی قبر علماء کرام اور اہل حاجات کیلئے حاجات کے پورا ہونے کا

ماخذ ومصادر: (۱) تہذیب التہذیب: ۲۰۲/۱۰، تہذیب الکمال: ۲۳۵/۲۹، (۲) تہذیب التہذیب: ۲۰۲/۱۰،

تاریخ بغداد: ۱۳/۳۳۸، تہذیب الکمال: ۲۳۹/۲۹، (۳) الخیرات الحسان: ۲۰۲، سرتاج محدثین: ۲۵۴

سبب مانی جاتی تھی یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ قیام بغداد کے ایام میں فرماتے تھے: کہ ”میں امام ابوحنیفہؒ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر کی زیارت کرتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر امام ابوحنیفہؒ کی قبر کے پاس جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، تو میری دعا جلد پوری ہو جاتی ہے۔“ (۱) لیکن یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ امام شافعیؒ امام ابوحنیفہؒ سے مانگنے والے نہیں تھے بلکہ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے دست سوال دراز فرماتے تھے۔ پس جس ہستی کی بعد از مرگ یہ کرامت ظاہر ہو کہ ان کی قبر کے پاس جا کر دعا قبول ہوتی ہے، تو اس ہستی کی حقانیت میں شک کی کچھ گنجائش ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں!

### فضائل و مناقب امام ابوحنیفہؒ:

اللہ تعالیٰ نے ائمہ اربعہؒ میں امام الفقہاء والمحدثین امام اعظم ابوحنیفہؒ کو ایک خاص ممتاز اور منفرد حیثیت سے نواز تھا اور آپؒ کو ایسی بہت سی امتیازی صفات و خصوصیات اور بہت سے فضائل و مناقب عطا فرمائے تھے جن میں کوئی امامؒ بھی آپؒ کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ انہی خصوصیات و امتیازات کی بناء پر آپؒ کو ”امام اعظمؒ“ کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ ان خصوصیات و امتیازات میں چند اتنی اہمیت کے حامل ہیں کہ ان کی وجہ سے آپؒ نہ صرف فقہاء کرامؒ میں بلکہ محدثین عظامؒ میں بھی ممتاز حیثیت کے مالک ہو گئے ہیں۔ لہذا قارئین کرام کے فائدے کی غرض سے ان میں سے چند خصوصیات و مناقب مختصر طور پر بطور مشتمل نمونہ از خروارے حوالہ قرطاس کئے جاتے ہیں۔

## (الف) تابعیت امام اعظمؒ: اسلام میں صحابہ کرام کا مقام:

نبی کریم ﷺ کی مجلس کی برکت سے صحابہ کرام کی شان کا کیا کہنا، وہ تو اتنا بلند و بالا ہے کہ جب ان کے مخالفین اپنے آپ کو مصلحین و عاقلین اور ان کو بیوقوف کہنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مخالفین کو چھ چھ تاکیدات کے ساتھ مفسدین اور بے وقوف فرمایا چنانچہ ارشاد فرماتے ہے۔ ﴿وَإِذْ أَيْدِيَهُمْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَالِيَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ غَابِرٌ عَنِ الْمُنَافِقِينَ﴾ (۱) آیات بالا میں چھ چھ تاکیدات کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ (۱) جملہ متانفہ (۲) "ال" حرف تشبیہ (۳) "ان" حرف تاکید (۴) "هم" ضمیر فصل (۵) خبر معرفہ اور (۶) "لكن" حرف استدراکیہ کے ساتھ ان کے مصلح اور عقلمند ہونے کی نفی اور مفسد و بے وقوف ہونے کی اثبات فرمائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو لوگوں کیلئے معیار قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا﴾ (۲) یعنی اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو ہدایت یاب ہو جائیں۔ (۳) اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی ان کو "اصحابی كالنجوم فبايهم اقتديتم اهتديتم" (۴) یعنی "میرے صحابہ ستاروں جیسے ہیں پس ان میں سے جس کی تم لوگوں نے پیروی کی، ہدایت پاؤ گے۔" کا سرٹیفکیٹ عنایت فرما کر اپنے صحابہ کو معیار حق قرار دیا۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو اپنی دائمی خوشنودی کا پروانہ عطا فرمایا چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ (۱) یعنی ”جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی خوبی کے ساتھ پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔“

آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے ان صحابہؓ جنہوں نے ہجرت اور نصرت و اعانت میں اولیت اور سبقت کا شرف حاصل کیا اور ان صحابہؓ و تابعینؓ جنہوں نے نیکو کاری اور حُسن نیت سے ان پیش روان اسلام کی پیروی کی ہے، کو اپنی رضامندی اور ہمیشہ کیلئے جنت کا اعلان فرمایا ہے۔ آیت بالا صحابہ کرامؓ کی عدالت، ثقاہت، صداقت اور دیانت کی کھلی شہادت ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر اسلام کا مدار ہے اور ان پر جرح کرنا دین کی پوری عمارت گرا دینے کے مترادف ہے۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: ”تمام صحابہؓ قرآن و سنت کے ظاہر نصوص اور امت کے ان لوگوں کی اجماع کی وجہ سے جن (کی اجماع) کو اہمیت دی جاتی ہے، بلا قید عادل ہیں۔“ الصحابة كلهم

عُدول مطلقا لظواهر الكتاب والسنة واجماع من يُعتدُّ به“ (۲)

علامہ ابن الاثیر عز الدین علی بن محمد الجزریؒ (م ۶۳۰ھ) کہتے ہیں: ”صحابہؓ ان تمام میں راویوں کے شریک ہیں لیکن ان کی جرح و تعدیل سے بحث نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ سب عادل ہیں۔“ الصحابة يُشاركون سائر الرواة في جميع

ذالك الا في الجرح والتعديل فانهم كلهم عدول۔ (۱)

اسلام میں تابعین کرام کا مقام:

قارئین کرام! انبیاء کرام کے بعد صحابہ کرام کا درجہ ہے۔ ان میں ادنیٰ درجہ کا صحابی اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے تابعی سے مرتبہ میں ہزار ہا درجہ افضل و برتر ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اپنی مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے: ”فضیلت میں اولیس قرنی، حضرت معاویہؓ (۱) مزید تفصیل کیلئے: امام اعظم اور علم حدیث: ۱۳۳ دیکھیں؛ البتہ اس کے حاشیہ کی تلخیص ذکر کی جارہی ہے۔ (۱) عادل کی تعریف: عدول عادل کی جمع ہے یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کا مصدر عربی زبان میں عدل اور عدالت آتا ہے۔ لغت میں راست رو ہونے اور حق و انصاف کے معنی میں آتا ہے لیکن مختلف علوم میں اس کے مختلف معانی ہیں۔ اس لئے ان کو ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) اصطلاح علم الاجتماع میں عدل ظلم و جور کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ اس وقت اس کے معنی معاملات و حقوق میں انصاف برتنے کے آتے ہیں۔ چنانچہ سلطان عادل اور حکومت عادلہ بولا جاتا ہے۔ (۲) فقہاء کی اصطلاح میں عدل فسق و عصیان کے مقابلہ میں ذکر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ”نماز میں امام عادل ہو، یعنی متقی ہو فاسق نہ ہو۔

(۳) علم کلام کی اصطلاح میں عدل اس ملکہ کو کہا جاتا ہے جو گناہوں سے دور رکھے۔

(۵) علم تصوف کی اصطلاح میں عدل کے معنی گناہوں سے محفوظ ہونے کے آتے ہیں۔

(۶) محدثین کی اصطلاح میں عدل کے معنی بالا راہ روایت میں جھوٹ سے بچنے کے آتے ہیں اور یہاں یہی

معنی مراد ہے۔ اسی طرح جب بھی علم حدیث میں راویوں کی عدالت کا دعویٰ کیا جاتا ہے تو یہ معنی مراد ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: ”پوری تلاش اور جستجو کے بعد یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ

صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کے بارے میں جھوٹ کو سخت گناہ اور عیب سمجھتے تھے اور اس سے بے حد محتاط رہتے

تھے۔ اس لئے عدالت، روایت میں جھوٹ سے بچنے اور ہر ایسے عمل جس سے روایت پر کوئی حرف آتا

ہو سے دور رہنے کا نام ہے۔

حافظ محمد بن الوزیر الروض الباسم، میں امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں: کہ ”اگر عادل بے گناہ



کے گھوڑے کی ناک میں اس گرد کے برابر نہیں، جو حضور ﷺ کے ساتھ جہاد کی شرکت میں بیٹھ گئی تھی۔“ (۱) البتہ صحابہ کرامؓ کے بعد ان کے ہم نشین حضرات تابعین کا مرتبہ ہے۔ جس پر قرآن وحدیث میں دلائل موجود ہیں چنانچہ سابقہ آیت جو کہ صحابہ کرامؓ کی فضیلت میں لکھی گئی تھی اس میں ایک تفسیر کے مطابق ﴿وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ.....﴾ سے تابعین کرامؓ مراد ہیں۔ اسی طرح احادیث میں بھی تابعین کا ایک اعلیٰ مقام بتایا گیا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں پھر اس کے بعد وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد آئیں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے۔ اس کے بعد ایسی قومیں رونما ہوں گی جن کی شہادت قسم سے آگے اور قسم شہادت سے پیش پیش ہوگی۔“ (یعنی ان کو قسم کھانے میں کوئی باک ہوگا نہ گواہی دینے میں بلکہ گواہی دینے اور قسم کو کہتے ہیں تو پھر انبیاء علیہم السلام کے بعد پورے انسانی معاشرے میں کوئی عادل نہیں ہے اور اگر ہر گناہ گار عادل ہے تو پھر مجروح و مقدوح کوئی نہیں۔ اس لئے عادل وہ ہے جس کا دامن کبار کی آلودگی سے پاک ہو اور جس کی زندگی میں نیکیاں غالب ہوں۔ امام نوویؒ نے بھی یہی معنی کئے ہیں۔

الغرض ارباب حدیث کے ہاں عدالت یہ ہے کہ ”بیان روایت میں جان بوجھ کر جھوٹ نہ بولے اور اس کے دامن میں نیکیاں ہوں۔“

امام غزالیؒ کے نزدیک عدالت دینی زندگی میں سیرت کی استقامت کا نام ہے۔ حافظ ابن الہمامؒ لکھتے ہیں: کہ عدالت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ دامن کبار سے اور صغائر پر اصرار سے پاک ہو اور ان چیزوں سے محتاط ہو جو وقار کے منافی ہوں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کہتے ہیں: عادل وہ ہے جس میں ایسا ملکہ ہو جو اس کو ملازم تقویٰ و مروت بنا دے۔ علامہ جزائریؒ فرماتے ہیں کہ عدالت کے بھی مراتب ہیں۔ (ملخصہ از حاشیہ

امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۳۳۰، ۱۳۳۱) (۱) ایضاً

کھانے کیلئے ہر وقت تیار ہوں گے۔“ عن ابن مسعود قال قال رسول الله

ﷺ: خير الناس قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يجيء

اقوام تسبق شهادة احدهم يمينه ويمينه شهادته۔ (۱)

اس قسم کی ایک حدیث جو کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے صحیح مسلم میں

مروی ہے، کی تشریح میں امام محی الدین ابوزکریا النوویؒ رقمطراز ہیں: ”درست یہی

ہے کہ حضور ﷺ کا دور صحابہ کا زمانہ ہے۔ دوسرا تابعین کا تیسرا اتباع تابعین کا۔“

(۲) اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: ”حضور ﷺ کے قرن سے صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کا زمانہ مراد ہے۔“ (۳) اور نواب صدیق حسن خانؒ لکھتے ہیں: ”یہی

صدرِ اوّل اور سلف صالحین ہیں۔ ان ہی کو ہر موضوع پر بطور دلیل پیش کیا جاسکتا

ہے۔ ان ہی پر دین کی زندگی میں اعتماد ہے۔ دینی زندگی کے سارے احوال، اعمال،

اخلاق اور احکام میں یہی سند ہیں۔“ (۴)

مذکورہ ادوارِ ثلاثہ میں دورِ اوّل یعنی صحابہ کرام کا زمانہ (جو ۱۱۰ھ تک ہے) کمال

علم اور کمال ایمان کے لحاظ سے دوسرے اور تیسرے دور سے افضل ہے چنانچہ علامہ ابن

تیمیہؒ فرماتے ہیں: ”قرن اول کمال علم اور کمال ایمان میں ایسے مقام پر تھا کہ قرن ثانی

اور قرن ثالث کی وہاں تک رسائی نہیں ہوئی۔“ (۵)

ان تینوں ادوار میں بہترین دوران لوگوں کا ہے جن کی نگاہوں نے نبی کریم

ﷺ کو دیکھا۔ (۱) بخاری: باب لا یشہد علی شہادۃ جوہاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، مسلم: باب فضل

الصحابۃ، سنن الترمذی: باب ما جاء فی القرن الثالث (۲) نووی شرح مسلم: ۲/۳۰۹ (۳) فتح الباری: ۴۴/

(۴) الخط: ۲۴۰ (۵) شرح العقیدۃ الاصفہانیہ: ۱۳۷

ﷺ کا بحالت ایمان مشاہدہ فرمایا۔ یہی لوگ حق و باطل میں فرق کو سب سے زیادہ جاننے والے حق کے سب سے زیادہ ماننے والے ہیں۔ دوسرا دور تابعین کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ اور تابعین کو اپنی دائمی خوشنودی کا پروانہ عطا فرمایا اور نبی کریم ﷺ نے خیر القرون کے لقب سے نوازا۔ جیسا کہ چند سطور پہلے گزرا۔

## امام اعظمؒ نے کئی صحابہ کا زمانہ پایا تھا:

ہمارے امام ابوحنیفہؒ کا شمار بھی ان خوش نصیبوں میں ہوتا ہے جنہوں نے صحابہ کرامؓ کا مبارک زمانہ پایا تھا۔ چنانچہ آپؐ کی پیدائش قرن نبوی ﷺ یعنی ۸۰ھ بمطابق ۶۹۹م میں ہوئی ہے۔ آخری صحابیؓ کی وفات کے وقت آپؐ کی عمر تیس سال تھی جبکہ علامہ عینیؒ اور علامہ محمد زاہد الکوثریؒ کی تحقیق کے مطابق اس وقت امام اعظمؒ کی عمر چالیس سال تھی اور اگر حافظ سمعانیؒ، حافظ ابن حبانؒ اور حافظ محمد بن ابراہیم الوزیریؒ کی پیش فرمودہ تاریخ ولادت ۶۱ھ پر اعتماد کیا جائے تو آپؐ کی عمر اس وقت انچاس سال ہو چکی تھی۔ اس لئے یقین سے کہا جاتا ہے کہ آپؐ اپنی عمر کی کم از کم تیس یا زیادہ سے زیادہ انچاس بہاروں میں ضرور بالضرور کئی صحابہؓ کی زیارت کی شرف حاصل کی ہوگی۔ چنانچہ آپؒ کو مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ کا زمانہ ملا تھا۔

- (۱) حضرت وائلہ بن الاسقعؓ (م ۸۳ھ یا ۸۵) دمشق میں رحلت فرما گئے تھے۔ (۱)
- (۲) ربیب النبی ﷺ حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ (م ۸۳ھ) دور خلافت عبد الملک بن مروان میں مدینہ منورہ میں دار لفناء سے دار البقاء تشریف لے گئے تھے۔ (۲)

- (۳) حضرت عمرو بن حریشؓ (م ۸۵ یا ۹۸ھ) کوفہ میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ (۱)
- (۴) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ (م ۸۵ یا ۸۶ یا ۸۷ یا ۸۸ھ یا ۹۷ھ یا ۹۹ھ) مصر میں وفات پانے والے صحابہ کرامؓ میں آخری صحابی ہیں۔ (۲)
- (۵) حضرت ابوامامہ باہلیؓ (م ۸۱ھ یا ۸۶ھ) میں حمص میں وفات پا گئے تھے۔ (۳)
- (۶) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ (م ۸۶ھ یا ۸۷ھ) صحابہ کرامؓ کی جماعت میں یہ آخری صحابیؓ ہیں کہ کوفہ میں رحلت فرما گئے۔ (۴)
- (۷) حضرت سہل بن سعدؓ (م ۹۱ھ) مدینہ میں رحلت فرمانے والوں میں آخری صحابیؓ تھے۔ (۵)
- (۸) (صاحب القبلتین) حضرت عبداللہ بن بسر المازنیؓ (م ۸۸ھ یا ۹۶ھ) شام یا حمص میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ (۶)
- (۹) حضرت عبداللہ بن ثعلبہؓ (م ۸۹ھ)۔ (۷)
- (۱۰) حضرت سائب بن یزیدؓ (م ۸۱ھ یا ۸۶ھ یا ۸۸ھ یا ۹۱ھ یا ۹۲ھ) مدینہ منورہ میں وفات پا گئے تھے۔ (۸)
- (۱۱) حضرت مالک بن اوسؓ (م ۹۲ھ)۔ (۹)
- (۱۲) حضرت مالک بن حویرثؓ (م ۹۴ھ)۔ (۱۰)
- (۱۳) حضرت انس بن مالکؓ بصرہ میں انتقال فرما گئے۔ (م ۹۳ھ اور یہی اصح ہے۔
- 
- ماخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۵۸۳/۲۱، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۲) تہذیب التہذیب رقم ۳۰۷: ۵/۱۳۶ (۳) مقدمہ مسند اعظم: ۶۹، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۴) تہذیب التہذیب: ۵/۱۳۲، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۵) الاصابہ: ۳/۲۰۰ (۶) تہذیب التہذیب: ۵/۱۳۹، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۷) ایضاً: ۵/۱۴۵ (۸) الاصابہ: ۳/۲۷، امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۹) تہذیب التہذیب: ۱۰/۹ (۱۰) ایضاً: ۱۰/۱۲

اس کے علاوہ ان کی تاریخ وفات میں ۹۷ھ وغیرہ اقوال بھی منقول ہیں۔ (۱)

(۱۴) حضرت مقدم بن معدیکربؓ (م ۸۶ھ یا ۸۷ھ) شام میں وفات پا گئے۔ (۲)

(۱۵) حضرت محمود بن لبیدؓ (م ۹۶ھ یا ۹۷ھ یا ۹۹ھ) امام بخاریؒ ابن حبانؒ اور امام

ترمذیؒ ان کو صحابی شمار کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ (۳)

(۱۶) حضرت اسعد بن حنیفؓ (م ۱۰۰ھ)۔ (۴)

(۱۷) حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ (م ۱۱۰ھ) اگرچہ اس میں دوسرے اقوال بھی

ہیں، لیکن علامہ ذہبیؒ کی تصریح کے مطابق آپؓ کی وفات ۱۱۰ھ کو ہوئی ہے۔ علامہ ابن

حجر عسقلانیؒ بھی امام ذہبیؒ کے ہمنوا ہیں چنانچہ فرماتے ہیں: "مات سنة عشر و

مائة۔" (۵) اسی طرح وہب بن جریر بن حازمؓ کے والد محترم حضرت جریر بن حازمؓ جو

ایک ثقہ راوی ہیں، فرماتے ہیں: "میں نے مکہ مکرمہ میں ۱۱۰ھ کے دوران ایک جنازہ

دیکھا تو پوچھا: "یہ کس کا جنازہ ہے؟" تو لوگوں نے کہا: "یہ ابوالطفیلؓ کا جنازہ

ہے۔" (۶) (۱۸) حضرت قبیصہ بن ذویبؓ (م ۸۶ھ یا ۸۷ھ)۔ (۷)

(۱۹) حضرت محمود بن الربیع بن سراقہؓ (م ۹۹ھ) مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ (۸)

(۲۰) حضرت ہرماں بن زیادؓ الباطلی (م ۱۰۰ھ) یا ۱۰۲ھ (۹) اور یہی اصح ہے، کیونکہ عکرمہ بن

عمارؒ کی ان سے ۱۰۲ھ میں ملاقات ثابت ہے۔ یمامہ میں اس دارفانی سے رخصت ہوئے۔ (۱۰)

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۱۰/ ۳۳۰ العمر: ۱/ ۲۸ تاریخ صغیر: ۱۰۱ امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۲) تہذیب

التہذیب: ۱۰/ ۲۵۵ امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۳) ایضاً: ۱۰/ ۵۹ امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۴) ایضاً:

۱/ ۲۳۱ (۵) تقریب التہذیب: ۱۸۷ (۶) ایضاً: ۵/ ۷۱ (۷) ایضاً: ۸/ ۳۱۱ (۸) ایضاً: ۱۰/ ۵۷ امام

ابوحنیفہؒ کی تابعیت: ۲۰ (۹) تہذیب الکمال ہامش تہذیب: ۱۱/ ۲۸ (۱۰) تہذیب التہذیب: ۱۱/ ۲۷ امام

علامہ محدث مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ نے ”اتحاف الاکابر“ میں مزید چند حضرات کا اضافہ فرمایا ہے جن میں (۲۱) حضرت سائب بن خالد بن سویڈ (م ۸۱ھ) (۲۲) محمود بن لبید بن عقبہ (م ۹۶ھ جو کہ مدینہ طیبہ میں مقیم رہے) (۲۳) وابصہ بن معبد بن عتبہ (جو کہ رقبہ میں ۹۰ھ انتقال کر گئے۔) (۲۴) عتبہ بن عبدالمسلمی (جو کہ ولید ابن عبد الملک کے زمانے میں وفات پا گئے تھے۔ یاد رہے کہ ولید کی خلافت ۸۶ھ سے شروع ہوئی ہے۔) (۲۵) یوسف بن عبد اللہ بن سلام (جو کہ عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں رحلت فرما گئے ان کی خلافت ۹۹ھ سے شروع ہوتی ہے۔) (۲۶) عداء بن خالد (جو کہ یزید بن مہلب کے خروج کے وقت تک زندہ رہے۔ بختان کے علاقہ رنج میں وفات پا گئے۔ یاد رہے کہ یزید بن مہلب نے ۱۰۱ھ یا ۱۰۲ھ میں خروج کیا۔) (۲۷) حضرت عکراش بن ذویب (جو کہ پہلی صدی کے اخیر تک زندہ رہے۔) ان کے علاوہ (۲۸) عبد اللہ بن انیسؒ بھی زندہ رہے۔

علامہ محمد حسن سنہلی (م ۱۳۰۵ھ) مؤلف ”تنسیق النظام فی مسند الامام“ نے چند اور صحابہ کرامؓ کو بھی شمار کیا ہے۔ جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

(۲۹) حضرت بسر بن ارطاة قرشی عامری (م ۸۶ھ) (۳۰) طارق بن شہاب بَجَلِی کوئی (م ۸۳ھ) (۲)

قارئین کرام! مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام اعظمؒ نے جن صحابہ کرامؓ کا زمانہ پایا تھا ان کی کل تعداد چار نہیں بلکہ تیس ہے۔ بلکہ اگر مزید جستجو اور تحقیق کی جائے تو عین ممکن ہے کہ اس تعداد میں چند صحابہ کرامؓ کا مزید اضافہ ہو جائے جیسا کہ

حافظ المزنی نے بہتر (۷۲) صحابہ کرامؓ بتائے ہیں۔

## امام اعظمؒ کی صحابہ کرامؓ سے ملاقات:

امام اعظمؒ کے سن ولادت اور مذکورہ صحابہ کرامؓ کی سنین وفات پر نظر ڈالنے سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظمؒ کی مذکورہ صحابہؓ سے ملاقات عین ممکن ہے۔ تاہم ابھی یہ بات تحقیق طلب ہے کہ امام موصوفؒ کی مذکورہ حضرات سے ملاقات ہوئی تھی یا نہیں؟ اس سوال کے دو جواب ہیں (۱) عقلی (۲) نقلی۔

### (۱) عقلی جواب:

عقلی طور پر تو یہ بات بڑی تعجب خیز ہے کہ اتنے صحابہؓ کے ہوتے ہوئے بھی امام صاحبؒ زیارت صحابہؓ جیسی عظیم نعمت سے محروم رہے۔ جبکہ آپؐ کے خاندان والوں کا دستور تھا کہ وہ بچوں کو صحابہؓ کی خدمت میں لے جایا کرتے تھے اور ان سے دعا کروایا کرتے تھے۔ جیسا کہ آپؐ کے والد محترم حضرت ثابتؓ کو خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت اقدس میں پیش کئے گئے تھے اور انہوں نے آپؐ کے والد مکرمؓ کیلئے دعا بھی فرمائی تھی۔

چند ساعات کیلئے اگر ہم فرض کر لیں کہ لڑکپن میں آپؐ کو کسی صحابیؓ کی ملاقات نصیب نہ ہو سکی لیکن بعض صحابہؓ تو آپؐ کے سن رشد کو پہنچنے تک زندہ رہنے سے انکار تاریخ سے انکار ہے۔ لہذا بعد از بلوغ تو ملاقات ضرور ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ المزنی نے امام اعظمؒ کی بہتر (۷۲) صحابہ کرامؓ سے ملاقات بتائی ہے۔ (۱)

لیکن فقیر نے بقید سن وفات تقریباً تیس صحابہ کرامؓ کی فہرست پیش کر دی۔ منصف

مزان اہل علم حضرات امام اعظمؒ کی تابعیت سے انکار نہیں کر سکتے اور دوسروں کو فقیر قابل اعتناء نہیں سمجھتا۔

امام دارقطنیؒ نے حضرت ابو الطفیلؒ سے امام صاحبؒ کی ملاقات کا انکار کیا ہے، لیکن یہ انصاف اور تحقیق کے خلاف ہے کیونکہ امام صاحبؒ نے پچپن حج ادا کئے ہیں۔ (۱) اور حضرت ابو الطفیلؒ مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے سولہ سال کی عمر میں پہلا حج ادا فرمایا اور آپؒ کی تیس سال کی عمر تک حضرت ابو الطفیلؒ بقید حیات رہے۔ لہذا عقل بھی اس بات کو تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ امام صاحبؒ کو مسجد حرام میں حضرت ابو الطفیلؒ کے موجود ہونے کا علم ہو اور خود بالغ بھی ہوں۔ باوجود اس کے ملاقات صحابیؒ سے گریز کر رہے ہوں۔ اس مدت میں تو سماع میں بھی تردد نہیں ہو سکتا، بلکہ سماع بھی ثابت اور یقینی ہوتی ہے۔ چنانچہ خود امام صاحبؒ کا قول ہے: کہ ”میں نے والد محترم کے ہمراہ ۹۶ھ میں حج ادا کیا، اس وقت میری عمر سولہ سال تھی۔ (میں جب مسجد حرام میں داخل ہوا) تو میں نے ایک شیخ کو دیکھا: کہ بہت سے لوگ ان کے گرد جمع ہیں۔ تب میں نے اپنے والد صاحبؒ سے دریافت کیا: ”اباجی! یہ شیخ کون ہیں؟“ تو میرے والد صاحبؒ فرمانے لگے: ”یہ ایسے آدمی ہیں کہ تحقیق انہوں نے محمد ﷺ کی صحبت اختیار فرمائی ہے اور میرے والد صاحبؒ نے ان کا نام حضرت عبد اللہ ابن حارث بن جزء الزبیدیؒ بتایا۔“ تو میں نے والد صاحبؒ سے کہا: کہ ”ان کے پاس کیا چیز ہے؟“ میرے والد صاحبؒ نے فرمایا: ”ان کے پاس احادیث ہیں جو کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنی ہیں۔“ تو میں نے کہا: کہ ”مجھے ان کے پاس آگے



لے جائیں، تاکہ میں ان سے احادیث سنوں۔“ تو میرے والد صاحب ان کی طرف آگے بڑھے۔ پس لوگوں کو چیرتے گئے، حتیٰ کہ ان کے نزدیک ہو گئے۔ پس ان کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا، کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: ”جس نے دین الہی میں تفقہ حاصل کی، تو اللہ تعالیٰ اس کے مقاصد (حل کرنے) کا ذمہ دار ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اس کو گمان (تک) نہ ہوگا۔“ حججٹ مع ابی سَنَةَ سِتِّ وَتَسْعِينَ وَلِي سِتَّةَ عَشَرَ سَنَةً فَاذَا اَنَا بِشَيْخٍ قَدْ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ فَقُلْتُ لَابِي: يَا اَبَا! مَنْ هَذَا الشَّيْخُ قَالَ: هَذَا رَجُلٌ قَدْ صَحِبَ مُحَمَّدًا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءِ الزَّبِيدِيِّ فَقُلْتُ: فَايُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ قَالَ: اِحَادِيثٌ سَمِعَهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ: قَدْ مَنِي اِلَيْهِ حَتَّى اسْمَعَ مِنْهُ فَتَقَدَّمَ بَيْنَ يَدَي فَجَعَلَ يَفُوخُ النَّاسَ حَتَّى دَنَا مِنْهُ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ كَفَاهُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مَهْمَهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (۱)

حضرت ابن حارثؒ کی وفات تقریباً ۹۹ھ میں ہوئی ہے اور اس وقت امام ابوحنیفہؒ کی عمر انیس سال تھی، تو جب حضرت عبداللہ بن الحارثؒ سے امام صاحبؒ کی ۹۶ھ میں نہ صرف ملاقات ثابت ہے، بلکہ ان سے روایت بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے پھر حضرت ابوالطفیلؒ (جو مکہ مکرمہ ہی میں رہائش پذیر تھے اور اسی مکہ مکرمہ میں ۱۰۰ھ کو رحلت فرما گئے) کی ملاقات کی سعادت سے کس طرح محروم رہ گئے ہونگے؟

امام اعظمؒ کی سن ولادت اگر ۸۰ھ مان لی جائے جیسا کہ بعض حضرات نے اسی

کو راجح قرار دیا ہے تو تیس سال کی عمر تک آپؒ نے کم از کم پندرہ حج ادا فرمائے تھے کیونکہ انہوں نے سولہ سال کی عمر میں حج ادا کرنے شروع کئے تھے جیسا کہ مذکور ہوا اور ہر سال حج ادا فرمایا کرتے تھے۔ تو یہ بات عقل سے سراسر بعید ہے کہ حج کے دوران صحابہ کرامؓ کے علمی مجالس منعقد ہوں اور صحابہ کرامؓ کی زیارت کئے بغیر کوفہ چلے گئے ہوں۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ (م ۸۶ھ یا ۸۷ھ) کوفہ کے رہنے والے تھے۔ اس وقت امام اعظمؒ کی عمر ۲۶ یا ۲۷ سال تھی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ محبت صحابہؓ خاندان اپنے ایک ہونہار بچے کو اپنے شہر کے ایک صحابیؓ کی ملاقات سے محروم رکھے۔ بہر حال امام اعظمؒ کا صحابہ کرامؓ کی ملاقات سے انکار کرنا عقلی لحاظ سے بعید تر نظر آتا ہے۔

## (۲) نقلی جواب:

نقل و روایت کی بنیاد پر بھی امام اعظمؒ کی تابعیت ثابت ہے وہ اس طرح کہ تابعیت کی اثبات کیلئے سب سے زیادہ محقق بات ائمہ اسماء الرجال و ائمہ حدیث کی ہو سکتی ہے اور الحمد للہ تمام اسماء الرجال اور تراجم کی کتابیں امام صاحبؒ کی تابعیت کے اثبات پر متفق ہیں۔ البتہ صحابہ کرامؓ سے ان کی روایت میں علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ علامہ احمد بن مصطفیٰ المعروف بہ طاش کبریٰ زادہ (م ۹۶۸ھ) تحریر فرماتے ہیں: ”من جملہ امام ابوحنیفہؒ کے فضائل کے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ائمہ متبوعینؒ میں آپؒ کے علاوہ کوئی تابعی نہیں ہے۔ ابن صلاحؒ (م ۶۴۳ھ) نے امام مالکؒ کو بھی تبع تابعین ہی میں شمار کیا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ سو محدثینؒ اس بات پر متفق ہیں کہ بے شک امام صاحبؒ کے زمانہ میں چار صحابہؓ بقید حیات موجود تھے اگرچہ صحابہؓ سے امام موصوفؒ کی

روایت کے بارے میں اختلاف ہے۔ (۱) امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں بالاتفاق چار صحابہ کا بقید حیات ہونے اور بالا اختلاف روایت ثابت ہونے کا قول علامہ ابن البرزازی کردیٰ نے بھی فرمائی ہے۔ (۲) اسی طرح ملا علی قاریؒ نے مؤطا امام محمدؒ کی شرح میں امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت بلا خلاف لکھی ہے۔ (۳)

## امام اعظمؒ کی تابعیت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے:

الغرض نقلی لحاظ سے بھی امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت ایک مسلم اور ناقابل انکار حقیقت ہے۔ مذکورہ حضرات کے علاوہ بہت سے معتمدائے تاریخ و اسماء الرجال اور ائمہ حدیث نے امام اعظمؒ کی تابعیت کا صراحئاً اقرار کیا ہے۔ فقیر صرف تیس اہل نقل حضرات کے شواہد نقل کرتا ہے۔ امید ہے ان شواہد سے ناظرین کو تشفی ہوگی۔

(۱) حافظ محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے ”طبقات“ میں؛ (۲) امام ابو بکر محمد بن احمد بن حماد الدولابیؒ (م ۳۱۰ھ) نے ”الکئی والاسماء“ میں؛ (۳) علامہ ابو الفرج محمد بن اسحاق الندیمؒ (م ۳۸۵ھ) نے ”الفہرست“ میں؛ (۴) امام علی بن عمر المعروف بہ دارقطنیؒ (و ۳۰۶ھ م ۳۸۵ھ) نے اپنی کتاب میں؛ (۵) حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت المعروف بہ خطیب بغدادیؒ (و ۳۹۲ھ م ۴۶۳ھ) نے ”تاریخ بغداد“ میں؛ (۶) حافظ عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے کتاب ”الکئی“ میں؛ (۷) علامہ الامیر الحافظ ابن ماکولاً (م ۴۷۵ھ / ۱۰۸۲م) نے ”الاکمال“ میں؛ (۸) حافظ ابوسعید عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے کتاب ”الانساب“ میں؛ (۹) علامہ ابو عمرو عثمان بن

مأخذ ومصادر: (۱) امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت بحوالہ مفتاح السعادة: ۲۲ (۲) ایضاً

بحوالہ مناقب الامام الاعظمؒ: ۲۲ (۳) امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت: ۲۳

عبدالرحمن شہروزی المعروف بابن صلاحؒ (۷۷۷ھ م ۶۴۳ھ) نے ”مقدمہ لابن صلاح“ میں؛ (۱۰) علامہ ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی شافعیؒ (م ۶۷۶ھ) نے ”تہذیب الاسماء واللغات“ میں؛ (۱۱) حافظ الجزی شافعیؒ (م ۷۴۲ھ) نے ”تہذیب الکمال“ میں؛ (۱۲) علامہ محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدسی الحسینیؒ (م ۷۴۴ھ) نے ”مناقب الائمة الاربعہ“ میں؛ (۱۳) حافظ ذہبی شافعیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ”تذکرۃ الحفاظ“ میں؛ (۱۴) ابوالحسن محمد بن حسن علوی حسیؒ (و ۷۱۵ھ م ۷۶۵ھ) نے ”التذکرۃ بمعرفۃ رجال العشرۃ“ میں؛ (۱۵) علامہ ذہبیؒ کے شیخ اور تلمیذ رشید علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدیؒ (و ۶۹۶ یا ۶۹۷ھ م ۷۶۴ھ یا ۷۶۷ھ) نے ”الوفیات بالوفیات“ میں؛ (۱۶) امام ابو محمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان یافعی یمینی کلبیؒ (م ۷۶۸ھ) نے ”مرآة الجنان“ میں؛ (۱۷) حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) ”البدایۃ والنہایۃ“ میں؛ (۱۸) علامہ ابو الوفاء عبدالقادر قرشیؒ (و ۶۹۶ھ م ۷۷۵ھ) نے ”الجوہر المصنیۃ فی طبقات الحنفیۃ“ میں؛ (۱۹) حافظ زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) نے ”مقدمہ ابن صلاح“ کی شرح ”التقید والایضاح“ میں؛ (۲۰) علامہ حافظ الدین ابن البزاز کردریؒ (م ۸۲۷ھ) نے اپنی کتاب ”مناقب الامام الاعظم“ میں؛ (۲۱) حافظ ابن الوزير الیمانیؒ (م ۸۴۰ھ) نے ”العواصم والقواصم“ میں؛ (۲۲) علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (و ۷۷۳ھ م ۸۵۲ھ) نے ”فتح الباری“ شرح بخاری میں (۲۳) علامہ جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمن بن الکمال سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے ”تبیض الصحیفہ“ میں؛ (۲۴) حافظ شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبدالرحمن سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے ”فتح المغنیث“ میں؛ (۲۵) امام ابو عبد اللہ حافظ محمد بن یوسف دمشقی صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے ”عقود الجنان“ میں؛

(۲۶) علامہ احمد بن مصطفیٰ المعروف بہ طاش کبریٰ (۱۰۱۷ھ ۱۴۹۵م/۹۲۸ھ 1561م) نے ”مفتاح السعادة“ میں (۲۷) علامہ ابن حجر شافعی (م ۹۷۳ھ) نے ”الخیرات الحسان“ میں (۲۸) ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) نے اپنی کتاب ”شرح مؤطا امام محمدؒ“ میں (۲۹) امام ابن العماد شہاب الدین ابوالفلاح عبدالحی بن احمد بن محمد بن عکری حنبلی دمشقی (۱۰۳۲ھ ۱۰۸۹ھ) نے اپنی کتاب میں اور (۳۰) غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) نے باوجود امام ابوحنیفہؒ سے متعصب و مخالف ہونے کے ”التاج المکمل“، ”اتحاف النبلاء“ اور ”الحطیۃ“ میں روایت حضرت انسؓ کا بحوالہ ”تاریخ خطیب بغداد“ وغیرہ اقرار کیا ہے۔ ان میں مشاہیر امت کے علاوہ بہت سے ائمہ تاریخ و اسماء الرجال اور ائمہ حدیث و فقہ نے امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت کا اعتراف کیا ہے۔ جس کا یہ مختصر رسالہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ صرف نمونہ کے طور پر چند حضرات کا حوالہ پیش خدمت کیا۔ منصف مزاج مسلمان بھائیوں کیلئے یہی کافی و شافی ہے۔

**امام اعظمؒ نے صحابہؓ کی ایک جماعت کی زیارت کی ہے:**

قارئین کرام! احناف کے علاوہ حنابلہ، شافعیہ اور مالکیہ کے بہت سے اکابر امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے نہ صرف ملاقات مانتے ہیں بلکہ وہ حضرات صحابہؓ کی ایک جماعت سے ملاقات کے بھی قائل ہیں اور یہ ایسا شرف ہے جو تاریخی اور دینی اعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ائمہ اربعہؒ میں امام اعظمؒ کے علاوہ کسی امام کو تابعیت کا یہ منصب عطا نہیں ہو سکا چنانچہ علامہ ابن حجر شافعی (م ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ کی وہ خصوصیات جن کی وجہ سے آپؒ بعد والوں سے ممتاز

رہے، ان خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے: کہ ”آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کی زیارت کی ہے جیسا کہ فصل نمبر ۶ میں گذرا۔ جس کی وجہ سے آپؐ اس حدیث کے مصداق ٹھہرے، جو متعدد طرق سے بسند صحیح ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ان لوگوں کیلئے خوشخبری ہے جنہوں نے مجھے دیکھا اور جنہوں نے میرے دیکھنے والے (صحابہؓ) کو دیکھا اور جنہوں نے ان (تابعینؓ) کو دیکھا۔“ (۱) اور محمد بن یوسف صالحیؒ (۹۴۲ھ) نے بھی یہی حدیث نقل کی ہے۔ (۲) آگے علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: کہ ”امام صاحبؒ کی دوسری خصوصیت یہ ہے: کہ ”امام صاحبؒ حضور ﷺ کے قرن میں پیدا ہوئے، اس وجہ سے اس فضیلت کے مستحق ہوئے جو بسند صحیح نبی کریم ﷺ سے مروی ہے: کہ ”بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں پھر اس سے متصل زمانہ کے پھر جو اس سے متصل زمانہ کے ہوں۔“ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: کہ ”بہتر لوگ اس صدی کے ہیں جس میں میں موجود ہوں پھر اس سے متصل پھر جو اس سے متصل ہوں۔“ (۳)

الغرض امام ابوحنیفہؒ نہ صرف قرن نبوی ﷺ پا کر بہترین افراد میں شمار ہوئے، بلکہ آپؐ نے بقول مفتی حجاز علامہ ابن حجرؒ کی شافعیؒ (م ۹۷۲ھ) ”أَدْرَكَ الْإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ جَمَاعَةً مِّنَ الصَّحَابَةِ“ کی سعادت سے سرفراز ہو کر دربار نبوی ﷺ سے ”طوبى لمن رأى وامن بى طوبى لمن رأى من رانى“ حدیث مذکور میں موجود ”طوبى“ کا سرٹیفکیٹ بھی حاصل فرمایا ہے۔

مشہور ثقہ مؤرخ علامہ ابوالفرج محمد بن اسحاق بن ندیمؒ (م ۳۸۰ھ) فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ تابعین میں سے ہیں اور بہت سے صحابہ کرامؓ سے ان کی ملاقات

ہوئی ہے..... علم بروبح، مشرق و مغرب، بعد و قرب میں جتنا بھی مدون ہوا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا مدون کیا ہوا ہے۔“ ”وكان من التابعين لقي عدة من الصحابة..... والعلم برا وبحرا شرقا وغربا بعدا وقربا تدوينه رضى الله عنه.“ (۱)

علامہ مقدسی حنبلیؒ (م ۴۴۲ھ) فرماتے ہیں: کہ ”آپؐ نے نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک جماعت کو پایا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے خادم اور صحابی انس بن مالکؓ جب اہل کوفہ کے پاس آئے تھے، تو امام ابوحنیفہؒ نے کئی مرتبہ آپؐ کو دیکھا ہے۔“ ادرك جماعة من اصحاب النبي ﷺ ورأى انس بن مالك خادم رسول الله ﷺ وصاحبه غير مرة لما قدم عليهم الكوفة.“ (۲)

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ کا بعض حضرات صحابہ کرامؓ کو دیکھنا، تو بلاشبہ ثابت ہے۔ ہاں ان کی حضرات صحابہ کرامؓ سے روایت کرنے میں اختلاف ہے اور قابل اعتماد بات یہی ہے کہ ان کی صحابہ کرامؓ سے روایت ثابت ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ بڑے تابعین میں سے تھے، جیسا کہ علماء کرام کی بڑی شخصیتوں نے اس کی تصریح کی ہے۔“ ”قد ثبت رؤيته لبعض الصحابة واختلف في روايته عنهم والمعتمد ثبوتها..... فهو من التابعين الاعلام كما صرح به العلماء الاعيان.“ (۳)

علامہ خوارزمیؒ رقمطراز ہیں: ”علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کرامؓ سے روایات نقل کی ہیں، لیکن ان کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے۔“ ”اتفق

العلماء على أنه روى عن أصحاب رسول الله ﷺ لكنهم اختلفوا في عددهم۔“ (۱)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ لکھتے ہیں: کہ ”پس بے شک امام ابوحنیفہؒ کی بعض صحابہ کرامؓ سے ملاقات اور آپؐ کا ان سے سماع کرنا پایہ ثبوت کو پہنچا ہے، جیسا کہ مقدمہ اوجز المناسک میں اجمالاً اور امام موفق الدین کردریؒ کی تصنیف مناقب امام ابوحنیفہؒ میں تفصیلاً مذکور ہے۔“ ”فإنه تحقق لقائه عن بعض الصحابة وسماعه عنهم كما أجبل في مقدمة الاوجز المناسك وبُسط ذلك في مناقب الامام ابى حنيفة للموفق الكردري۔“ (۲)

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نہ صرف یہ کہ امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات کا اثبات کرتے ہیں، بلکہ ان سے روایت کرنے کا بھی اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کا تذکرہ اپنے اشعار میں بھی کیا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں:

كفى نعمان فخرًا مارواه  
من الاخير من غدر اصحابه  
یعنی نعمان (امام ابوحنیفہؒ) کو فخر کرنے کیلئے یہ چیز بھی کافی ہے، کہ انہوں نے جلیل القدر صحابہ کرامؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔

سات صحابہؓ سے امام اعظمؒ کی ملاقات:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں: ”امام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری شافعیؒ نے اس موضوع پر ایک کتاب تحریر کی ہے، جس میں انہوں نے ذکر کیا ہے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: ”میں نے سات اصحاب رسول اللہ ﷺ سے



ملاقات کی ہے، اور وہ سات یہ ہیں: (۱) حضرت انسؓ (۲) حضرت عبداللہ بن جزء الزبیدیؓ (۳) حضرت جابر بن عبداللہؓ (۴) حضرت معقل بن یسارؓ (۵) حضرت وائلہ ابن اسقعؓ (۶) حضرت عائشہ بنت عجرؓ (۱) اور (۷) حضرت عبداللہ بن انیس۔ علامہ ابوالوفاء عبدالقادر القرشیؒ نے (۲) بھی ان حضرات کے اسماء تحریر فرمائے ہیں۔

علامہ سیوطیؒ نے سات صحابہ کرامؓ سے امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات بتائی ہے، البتہ صرف چھ کے نام ذکر کئے ہیں اور حضرت وائلہؓ کے بعد انہوں نے حضرت عبداللہ بن انیسؓ کا ذکر کیا ہے۔ شاید کاتب سے سہواً ایک رہ گیا ہو۔ پھر علامہ سیوطیؒ نے حضرت انسؓ سے امام ابوحنیفہؒ کی تین احادیث و مرویات، ابن جزءؓ سے ایک وائلہؓ سے دو جابرؓ عبداللہ ابن انیسؓ اور حضرت عبداللہ بن اوفیؓ سے ایک ایک حدیث روایت کی ہے۔ (۳)

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ”بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے سات صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے، تو اس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔“ وَذَكَرَ بَعْضُهُمْ أَنَّهُ رَوَىٰ عَنْ سَبْعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ اور پھر ان کی تفصیل یوں بیان فرمائی ہے: ”وَهُمْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَنَيْسٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَىٰ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءِ الزُّبَيْدِيِّ وَمَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ وَوَائِلَةُ بِنْتُ الْأَسْقَعِ وَعَائِشَةُ بِنْتُ عَجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ“ (۴) اور پھر اسی مقام پر ہر ایک سے ایک ایک حدیث مرفوع بھی نقل کی ہے۔ اس مقام پر علامہ ابن کثیرؒ نے اگرچہ امام ابوحنیفہؒ کا صحابہ کرامؓ سے روایت کی صحت

ماخذ و مصادر: (۱) تمییز الصحیفة: ۲۲، ۲۳ (۲) الجواهر المصیفة فی طبقات الحنفیة: ۱/۲۸ (۳) تمییز

الصھیفة: ۲۳ (۴) البدایة والنہایة: ۱۳/۴۱۶

تسلیم کرنے میں نظر کہا ہے، لیکن اثبات کرنے والے حضرات کی تردید بھی نہیں کی، بلکہ "فاللہ اعلم" کہہ کر ان کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دعویٰ کا ان کے نزدیک بھی کچھ وقعت ہے۔ ورنہ صاف انکار کرتے۔

بعض لوگوں نے حضرت انسؓ کے سوا باقی دوسرے صحابہ کرامؓ سے آپؐ کی ملاقات کا انکار کیا ہے، لیکن علامہ محمد عاشق الہیؒ نے تمبیض الصحیفہ پر جو تعلق فرمائی ہے، اس میں انہوں نے حضرت عائشہ بنت عجرؓ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ اور حضرت عبداللہ بن جزء بن عمارؓ سے امام ابوحنیفہؒ کا سماع باحوالہ ثابت کیا ہے چنانچہ علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: "میں کہتا ہوں: کہ امام ابوحنیفہؒ کا سماع حضرت عائشہ بنت عجرؓ سے ثابت ہے جیسا کہ علامہ ابن اثیرؒ نے اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۰۵ میں اور حافظ ذہبیؒ نے تجرید اسماء الصحابہ میں ذکر کیا ہے۔" (۱)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اگرچہ امام صاحبؒ کی صحابہ کرامؓ سے روایت کا اقرار کیا ہے، لیکن روایت کا انہوں نے انکار کیا ہے اور یہ ہے بھی قابل تعجب! کیونکہ انہوں نے خود اپنی ایک کتاب میں ترجمہ عائشہ بنت عجرؓ کے تحت یحییٰ بن معینؒ کا قول نقل کیا ہے: "بے شک امام ابوحنیفہؒ صاحب الرائے نے عائشہ بنت عجرؓ سے سنا، وہ فرماتی تھیں: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔" ان ابا حنیفہ صاحب الرائی سمع عائشہ بنت عجرؓ تقول سمعت رسول اللہ ﷺ الخ۔ (۲)

یاد رہے کہ علامہ ابن حجرؒ نے عائشہ بنت عجرؓ کی صحابیت سے انکار کیا ہے اور ان کی مرویات مرفوعہ کو مرسلات میں شمار کی ہیں اور "سمعت" کا صریح لفظ بھی انہوں

نے مرسل روایت شمار کیا ہے۔ ”فواعجاباً“ (مروت)

علامہ ابن عبدالبرؒ ایک روایت نقل کرتے ہیں: ”وَأَخْبَرْتُ عَنْ أَبِي يَعْقُوبَ يَوْسُفَ بْنِ أَحْمَدَ الصَّيْدَلَانِيِّ الْمَكِّيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ مُوسَى الْعَقِيلِيُّ ثَنَا أَبُو عَلِيٍّ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ الرَّازِيِّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَمَاعَةَ عَنْ أَبِي يَوْسُفَ قَالَ سَمِعْتُ أبا حَنِيفَةَؒ پھر آگے تصریح کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: ”میں نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزءؒ سے آنحضرت ﷺ کی حدیث سنی فسمعتہ يقول قال رسول الله ﷺ من تفقه في دين الله كفاه الله همته ورزقه من حيث لا يحتسب“ پھر آگے اس حدیث کی تقویت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”ابو عمر کہتا ہے: ”محمد بن سعد کاتب واقدی نے ذکر کیا ہے: کہ بے شک امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؒ اور حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزءؒ کو دیکھا ہے۔“ قال ابو عمر نَكَرَ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ كَاتِبَ الْوَاقِدِيِّ أَنَّ أبا حَنِيفَةَ رَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ: (۱) جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن عبدالبرؒ کے نزدیک یہ روایت ثابت ہے۔ تب ہی تو اپنی اس روایت کی تائید میں محمد بن سعد کاتب واقدی نقل کرتے ہیں۔

**تنبیہ:** یاد رہے کہ اس سند میں احمد بن الصلت نہیں ہیں، جس پر صاحب معیار الحق نے گرفت کی ہے۔

مولانا محمد عاشق الہیؒ لکھتے ہیں: ”اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کا سماع عبداللہ

ماخذ ومصادر: (۱) جامع بیان العلم: باب جامع فی فضل العلم رقم ۱۷۷۱: ۱۹۳/۱۷۷۱ فی نسخہ باب ان قلیل العمل ینفع مع العلم وان کثیر العمل لا ینفع مع الجہل ۱/۲۰۴

ابن جزء بن عمارؒ سے بھی ثابت ہے، جیسا کہ ”شذرات الذہب“ میں ہے۔“ آخر میں علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: کہ ”ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم نفی سماع کو قبول کریں، جبکہ اس کے ماہر جانتے ہیں اور غیر نہیں جانتے۔“ (۱)

### امام ابوحنیفہؒ کی صحابہؓ سے روایت کے انکار کی حقیقت:

قارئین کرام! متقدمین اہل نقل میں ہمیں ایسے حضرات تو معلوم ہیں جو صحابہ کرامؓ سے امام اعظمؒ کی روایت کو ثابت کرتے ہیں جیسے سید الحفاظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۲۳ھ) نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ بنت عجرؓ سے امام صاحبؒ کی سماع حدیث بیان کی ہے۔ اسی طرح محدث ابو حامد محمد بن ہارون حضرمیؒ (م ۳۲۱ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کی صحابہ کرامؓ سے براہ راست روایات پر ایک مستقل جزء تالیف کیا ہے۔ علاوہ ازیں محدث ابوالقاسم علی بن محمد المعروف بہ ابن کاس نخعیؒ (م ۳۲۳ھ) نے صحابہ کرامؓ سے امام اعظمؒ کی روایت کو علماء کا متفقہ فیصلہ قرار دیا ہے لیکن منکرین روایت کے سلسلہ میں ہمیں نہ امام ابوحنیفہؒ کے ہم عصر حضرات کی کوئی تصریح ملتی ہے نہ ان کے تلامذہ کے دور میں کسی صاحب کا بیان ملتا ہے۔ نہ مصنفین صحاح ستہ یا ان کے شیوخ کے طبقے میں کوئی صاحب نفی کرتے نظر آتے ہیں نہ ارباب صحاح ستہ کے تلامذہ میں کسی شخص کا بیان اس بارے میں ہماری نظر سے گزرتا ہے۔ یہاں تک کہ متقدمین کا دور ختم ہو کر متاخرین کا دور شروع ہو جاتا ہے جو کہ حافظ ابن صلاحؒ کی تصریح کے مطابق درج ذیل سات حضرات کے نام ان میں سرفہرست ہیں۔

۱: حافظ ابوالحسن علی بن عمر دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ)

- ۲: حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ)
- ۳: حافظ مصر عبد الغنی بن سعید مصریؒ (م ۴۰۸ھ)
- ۴: حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ)
- ۵: حافظ ابو بکر احمد بن الحسین بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ)
- ۶: حافظ مغرب ابو عمر بن عبد البر انصرمیؒ (م ۴۶۳ھ)
- ۷: حافظ ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادیؒ (م ۴۶۳ھ)

ان حضرات میں صرف دارقطنیؒ اور خطیب بغدادیؒ دو ایسے بزرگ ہیں جو اپنے اساتذہ اور معاصرین حفاظ حدیث کے برخلاف اس رائے کا اظہار کرتے ہیں: کہ ”امام اعظمؒ کا سماع کسی صحابیؓ سے ثابت نہیں۔“ لیکن روایت حضرت انسؓ ان کے ہاں بھی ثابت ہے چنانچہ دارقطنیؒ رقمطراز ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے کسی صحابیؓ سے ملاقات نہیں کی، البتہ انہوں نے حضرت انسؓ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔“ (۱) ان کے بعد علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بھی یہی بات دہرا دی چنانچہ سعید بن ابی سعید نیشاپوری کے ترجمہ میں امام اعظمؒ کی ایک حدیث کو بواسطہ امام ابو یوسفؒ بالاسناد نقل کرنے کے بعد جس میں حضرت انسؓ سے امام اعظمؒ کے سماع کی تصریح موجود ہے، لکھتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے سماع صحیح نہیں ہے۔“ **”لَا يَصِحُّ لَابِي حَنِيفَةَ سَمَاعُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ۔“** (۲)

اور امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں تحریر کرتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔“ **”رَأَى اَبُو حَنِيفَةَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ۔“** (۳) جس سے واضح طور پر معلوم ہوا

کہ ان دونوں کے ہاں اگرچہ روایت ثابت نہیں لیکن روایت میں کوئی شک نہیں لیکن ان دونوں کا قول ان کے اساتذہ اور متقدمین کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

قارئین کرام! ان دونوں کے بیانات کے بعد بہت سے شافعی المذہب علماء نے عام طور پر یہی فیصلہ کیا حتیٰ کہ علامہ زین الدین عراقیؒ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ بھی ان کے ہمزبان بن گئے۔ لیکن دارقطنیؒ کو امام ابوحنیفہؒ کی جناب میں جو سوء عقیدت ہے اس کو دیکھتے ہوئے ان کے اس انکار کی جو وقعت ہے وہ ظاہر ہے خصوصاً جب کہ بڑے بڑے ائمہ حدیث کا فیصلہ اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ کے حق میں ہے۔ چنانچہ ملک الحفاظ یحییٰ بن معینؒ (و ۱۵۸ھ، م ۲۳۳ھ) جو فن جرح و تعدیل کے مسلم الثبوت اور علم حدیث کے ایک عنصر خیال کئے جاتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے بہت قریب زمانہ کے ہیں، اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں: ”بلاشبہ ابوحنیفہؒ صاحب الرائے نے حضرت عائشہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ان ابا حنیفۃ صاحب الرأي سمع بنت عجرہ تقول سمعت رسول اللہ ﷺ۔ (۱) کہ ”روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ تعداد ٹڈیوں کا لشکر ہے جن کو نہ میں کھاتا ہوں اور نہ حرام کہتا ہوں۔“

قارئین کرام! یہاں پر صاف تصریح موجود ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ بنت عمرؓ سے سنا ہے جو حضور ﷺ کی صحابیہ ہیں اور جنہوں نے بالفاظ خود نبی کریم ﷺ سے سننے کی تصریح کی ہے۔

علامہ خطیبؒ کے شیخ حافظ ابو نعیم اصفہانی صاحب حلیۃ الاولیاء (م ۴۳۰ھ)

نے تصریح کرتے ہوئے لکھا ہے: ”امام ابوحنیفہؒ نے صحابہؓ میں سے حسب ذیل حضرات کو دیکھا اور ان سے حدیثیں سنی ہیں (۱) انس بن مالکؓ (۲) عبد اللہ بن الحارث الزبیدیؓ اور (۳) عبد اللہ بن ابی اونی اسلمیؓ۔“ (۱)

علامہ خطیبؒ کے معاصر حافظ ابن عبد البر اندلسیؒ (م ۴۶۳ھ) عبد اللہ بن الحارثؓ سے امام اعظمؒ کی ایک حدیث بواسطہ امام ابو یوسفؒ بالاسناد روایت کی ہے۔ جس میں امام صاحبؒ نے صراحت کے ساتھ صحابیؓ مذکور سے اپنی سماع کی تفصیل بیان کی ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ علامہ موصوفؒ نے سماع کے ثبوت میں قول مذکور پیش کیا ہے لیکن یہاں یہ نہیں لکھا ہے کہ آپؒ کا سماع کسی صحابیؓ سے ثابت نہیں بلکہ اس سماع کے ثبوت میں استدلال کے طور پر ارقام فرماتے ہیں: کہ ابن سعد کاتب واقدیؒ نے ذکر کیا ہے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ اور عبد اللہ بن الحارث بن جزءؒ کو دیکھا ہے۔“ ”ذکر ابن سعد کاتب الواقدی ان اباحنیفة رأی انس ابن مالک و عبد اللہ بن الحارث بن جزء۔“ (۲)

**ناظرین کرام! حافظ ابو بکر جعابیؒ (م ۳۵۵ھ) ععل حدیث اور تاریخ رجال کے بہت بڑے امام گزرے ہیں جن کو چار لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔ دارقطنیؒ نے بھی فن حدیث میں ان کے سامنے زانوائے تلمذ بچھائے ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا بڑا مبسوط ترجمہ لکھا ہے۔ اس عظیم محدث نے بھی حضرت عبد اللہ بن**

**الحارث بن جزءؒ کی حدیث مذکور اپنی پیش بہا تصنیف ”الانتصار لمذہب ابی ماخذ ومصادر: (۱) الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح از سبط الجوزی: ۱۰۱، طبع مصر (۲) جامع بیان العلم: باب جامع فی فضل العلم رقم ۱۷: ۱۹۳/۱۰۱، دینی نتج جامع بیان العلم: باب ان قلیل العمل ینفع مع العلم وان کثیر العمل لا ینفع مع الجلیل ۲۰۴/۱**

حنیفہؒ میں اسی سند کے ساتھ نقل کر کے تصریح کی ہے: کہ ”حضرت عبداللہ بن الحارث ابن جزء الزبیدیؒ نے ۹۷ ہجری میں انتقال فرمایا ہے۔“ (۱) اسی طرح اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے: کہ ”حضرت ابن الحارثؒ کے سن وفات میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے جن میں ایک قول ۹۸ ہجری کا بھی ہے۔“

بعد کے علماء میں شارح طحاوی حافظ عبدالقادر قرشیؒ (و ۶۹۶ھ ۷۷۵ھ) اور علامہ عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) و علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (و ۷۷۳ھ ۸۵۲ھ) کے معاصرین میں شارح بخاری حافظ بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے بھی بہت سی روایتوں کی بناء پر ثابت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے متعدد صحابہؓ سے حدیثیں سنی ہیں۔

بہر حال جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ امام اعظمؒ نے متعدد صحابہؓ کا زمانہ پایا جن میں سے بعض صحابہؓ آپؐ کے آغاز شباب تک زندہ رہے اور ان میں سے کئی بزرگوں کو آپؐ نے دیکھا بھی ہے چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت تو اس قدر قطعی اور یقینی ہے کہ دارقطنیؒ اور خطیبؒ جیسے سخت متعصبین بھی اس سے انکار کی جرأت نہ کر سکے۔ (۲) پھر آپؐ کے خاندان میں اس کا مزید اہتمام بھی تھا کہ اپنے بچوں کو صحابہؓ کی خدمت میں حاضر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کے والد ماجد ثابتؒ بھی بچپن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں لائے گئے تھے اور انہوں نے ان کے اور ان کے خاندان کے حق میں دعائے خیر فرمائی تھی۔ (۳) ایسی صورت میں اگر امام صاحبؒ نے صحابہؓ سے کچھ حدیثیں بھی سنی ہوں تو اس میں انکار کی کیا بات ہے۔ حالانکہ امام مسلمؒ کے نزدیک

ماخذ و مصادر: (۱) مناقب الامام الاعظم از صدر الائمة: ۱/۲۶۲۵ (۲) تاریخ بغداد: ترجمہ نعمان بن

ثابت: ۱۵/۲۳۵ طبع دارالکتب العربی بیروت (۳) ایضاً: ۱۵/۳۳۸



اگر ایک معاصر دوسرے معاصر سے بلفظ "عن" روایت کرے تو وہ روایت سماع پر محمول ہوگی اور وہ روایت متصل سمجھی جائے گی اور امام بخاریؒ کے نزدیک ان دونوں میں صرف ایک دفعہ ملاقات ہو جانا اور پھر بلفظ "عن" سے روایت کرنا اتصال کیلئے کافی ہے خصوصاً جبکہ بہت سے محدثین نے باسناد صحیحہ ان کو روایت بھی کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن عبد البرؒ اور حافظ جعابیؒ نے جو اسناد نقل کی ہے اس کے متعلق کسی قسم کی جرح منقول نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ روایات پایہ ثبوت کو نہ پہنچتیں تو امام ابن معینؒ حافظ ابو بکر جعابیؒ حنفیؒ حافظ ابو نعیم اصفہانی شافعیؒ اور حافظ ابن عبد البر مالکیؒ جو حدیث و روایت کے ارکان خیال کئے جاتے ہیں ہرگز امام ابوحنیفہؒ کے متعلق اس بات کی تصریح نہ کرتے کہ انہوں نے صحابہؓ سے حدیثیں سنیں ہیں۔

الغرض قدام میں بہت سے علماء نے امام عالی مقام کی یہ مرویات تسلیم کی ہیں بلکہ ان میں سے کئی علماء نے ان مرویات پر مستقل اجزاء بھی تالیف کئے ہیں۔ جن میں سے علامہ دارقطنیؒ کے حدیث کے استاد (۱) محدث ابو حامد محمد بن ہارون حضرمیؒ (م ۳۲۱ھ) (۲) ابو الحسن علی بن احمد بن عیسیٰ النہرقنیؒ (۳) امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد الطبری المقرئ الشافعیؒ (م ۴۷۸ھ) اور (۴) امام ابو بکر عبد الرحمن بن محمد بن احمد السرخسی الحنفیؒ (م ۴۳۹ھ) کے اجزاء خاص طور پر مشہور اور حفاظ حدیث کی مرویات میں داخل ہیں۔ چنانچہ اول الذکر تین حضرات کے اجزاء حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی "المعجم المفہر س" اور حافظ شمس الدین محمد بن علی بن احمد المعروف بہ ابن طولون دمشقیؒ کی "الفہرست الاوسط" کی مرویات میں شامل ہیں۔ امام ابو معشر طبریؒ کے جزء کو حافظ سیوطیؒ نے "تبیض الصحیفۃ" میں بھی نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابو الحسن

نہشتی کے جزء کو محدث خوارزمی نے ”جامع مسانید الامام الاعظم“ میں اور امام ابو بکر سرخسی کے جزء کو صدر الائمه نے ”مناقب الامام الاعظم“ میں اور محمد شمس الدین ابو مظفر یوسف بن قز اوغلی بن عبداللہ المعروف بہ سبط ابن جوزی (م ۶۵۴ھ) نے ”الانتصار والتریح للمذہب الصحیح“ میں روایت کیا ہے اور علامہ نوح قنوی نے ”الدر المعظم“ میں ان سب کے متون کی تخریج کی ہے۔ (۱)

الغرض امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو نہ صرف دیکھا ہے بلکہ ان سے سماع حدیث بھی کی ہے لیکن اگر بقول بعض امام صاحب کی روایت عن الصحابہؓ انکار بھی تسلیم کیا جائے تو پھر بھی محققین کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ یقیناً تابعی ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کے استاد امام زین الدین عبدالرحیم العرائی فرماتے ہیں: ”کہ اکثر محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فقط لقاء سے تابعیت ثابت ہوتی ہے۔“ وعلیہ عمل الاکتدین من اهل الحدیث (۲) امام مسلمؒ اور امام ابن حبانؒ بلکہ مشہور غیر مقلد علامہ عبدالرحمن مبارک پوریؒ نے امام اعظمؒ کو صرف روایت صحابی سے تابعین میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح عبدالغنیؒ اور یحییٰ بن ابی کثیر بھی صرف حضرت انسؓ کی ملاقات کی وجہ سے تابعین میں شمار کئے گئے ہیں۔

حضرت اولیس قرنیؒ کی صحابہ کرام سے کوئی روایت ثابت نہیں حالانکہ حضور ﷺ نے ان کے حق میں افضل ترین تابعی ہونے کا مژدہ سنایا ہے۔ بلکہ اگر روایت شرط کی گئی تو کتنے صحابہ کرام کو صحابیت سے ہاتھ دھونا پڑیگا۔ خود حضور ﷺ کے ارشاد

ماخذ ومصادر: (۱) مزید تفصیل کیلئے: امام ابن ماجہ اور علم حدیث مع حاشیہ: ۱۱۶ تا ۱۱۸ (۲) الکلام

طوبی لمن رانی ورأی من رأی میں غور کرنے سے بھی بشارت کیلئے صرف روایت کا کافی ہونا معلوم ہوتا ہے۔

## بارگاہ رسالت سے بیک واسطہ شرف تلمذ:

امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت ایک ایسی امتیازی خصوصیت ہے، جس کی دینی و تاریخی اعتبار سے بہت بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ اس تابعیت کی بناء پر امام صاحبؒ صرف ایک واسطہ سے نبی کریم ﷺ کے تلمیذ رشید بنتے ہیں اور اسی منصب و افضلیت تابعیت کی بناء پر امام صاحبؒ کو اپنے تمام معاصرین و متاخرین محدثین حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں امام مالک، مکہ مکرمہ میں مسلم بن خالد، مصر میں لیث بن سعد، کوفہ میں سفیان ثوری، بصرہ میں حمادین اور شام میں امام اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ پر بھی فوقیت حاصل ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالرحمن مبارک پوریؒ غیر مقلد، علامہ ابن حجرؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ولم یثبت ذلك لاحدٍ من ائمة الامصار المعاصرين له كالأوزاعي بالشام والحماديين بالبصرة والثوري بالكوفة ومالك بالمدينة ومسلم ابن خالد الزنجي بمكة والليث بن سعد بمصر"۔ (۱)

## علو سند کی فضیلت:

قارئین کرام! محدثینؒ میں علو اسناد ہمیشہ سے قابل فخر سمجھا گیا ہے کیونکہ روایت میں جتنے کم واسطے ہوں گے اتنا نبی کریم ﷺ سے قرب بھی زیادہ ہوگا نیز قلت رواۃ کی بناء پر ان کی چھان بین بھی کم کرنا پڑتی ہے اور خطا و نسیان کا احتمال بھی کم

ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اصحاب فن کے نزدیک صحت اور علو اسناد کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اور کسی چیز کا نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ حدیث کے تذکرہ میں ان کے علو اسناد کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے، بلکہ خاص خاص ائمہ کی عالی اسانید کو علماء نے مستقل اجزاء میں علیحدہ مدون کر دئے ہیں۔

### امام ابوحنیفہؒ کی اسانید عالیہ اُحاد ہیں:

دوسرے ائمہ کی اسانید عالیہ رُباعیات ثلاثیات یا زیادہ سے زیادہ ثنائیات ہیں، جبکہ امام ابوحنیفہؒ کی اسانید عالیہ اُحاد ہیں یعنی حضور ﷺ سے روایت کرنے میں صرف ایک صحابیؓ کا واسطہ ہے اور یہ فوقیت ائمہ متبوعینؒ میں سے کسی امام کو بھی حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ امام مالک بن انسؒ کی سب سے عالی روایات ثنائیات اور امام محمد بن ادریس المعروف بابا شافعیؒ و امام احمد بن محمد بن حنبلؒ کی سب سے اعلیٰ مرویات ثلاثیات سے آگے نہیں ہیں۔ ارباب صحاح ستہ میں امام بخاریؒ ابن ماجہؒ ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ چونکہ تبع تابعینؒ کی زیارت سے مشرف ہو گئے تھے اس لئے وہ بھی ثلاثیات کی فضیلت میں امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے ہمسر ہیں۔ ان کے علاوہ امام مسلمؒ اور امام نسائیؒ کو چونکہ کسی تبع تابعی کی ملاقات میسر نہ ہو سکی اس لئے ان کی سب سے عالی روایات رُباعیات ہیں۔

ارباب صحاح میں امام بخاریؒ کی سب سے اعلیٰ ثلاثی روایات فقط بائیس ہیں، جو کہ صرف دو کے علاوہ باقی بیس ثلاثیات حنفیت کی مرہون منت ہیں ان میں سے ایک راوی (امام ابوحنیفہؒ کے حدیث وفقہ کے شاگرد) مکہ بن ابراہیمؒ ہیں جن سے

امام بخاریؒ نے گیارہ ثلاثیات اپنی جامع میں روایت کی ہیں۔ امام مکی بن ابراہیمؒ نے نہ صرف یہ کہ امام ابوحنیفہؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا، بلکہ ان سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور سخت قسم کے کڑحفی تھے چنانچہ علامہ صدرالائمہ مکیؒ لکھتے ہیں: "والزم ابوحنیفۃ رحمہ اللہ وسمع منہ الحدیث والفقہ واكثر عنہ الراویۃ..... وكان یحب ابا حنیفۃ حبًا شدیدًا یتعصب لمذہبہ الخ۔" (۱) بخاری کے ثلاثیات کے دوسرے راوی ابو عاصم النبیل ضحاک بن مخلدؒ ہیں، یہ بھی اصحاب ابی حنیفہؒ میں سے تھے۔ ان سے امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں چھ روایات لی ہیں۔ تیسرے راوی محمد بن عبداللہ الانصاریؒ یہ بھی اصحاب امام زفرؒ و امام ابو یوسفؒ میں سے ہونے کی وجہ سے امام صاحبؒ کے تلمیذ التلمیذ تھے۔ امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں ان سے تین ثلاثی روایات لی ہیں۔ اسی طرح ابن ماجہؒ امام ابو داؤدؒ اور امام ترمذیؒ کی عالی روایات بھی ثلاثیات ہیں لیکن امام بخاریؒ کی بنسبت ابن ماجہؒ کی ثلاثی روایات بہت کم یعنی پانچ ہیں جبکہ آخر الذکر دو حضرات کے بالکل کم یعنی صرف ایک ایک ثلاثی روایت ہے۔ (۲)

الحاصل اگر امام بخاریؒ کی جامع کو دوسری جوامع و سنن پر بائیس (۲۲) ثلاثیات کی وجہ سے فخر و فضیلت حاصل ہو سکتی ہے، تو امام ابوحنیفہؒ کی مرویات اور فقہ (جن میں سب سے عالی روایات اُحاد ہیں) کو بھی اُحادیات کی وجہ سے دوسرے ائمہؒ کی مرویات اور فقہ پر فخر و فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔

سے گرنہ بیند بروز شپہرہ چشم چشمہ آفتاب راجہ گناہ

حصول برکت کیلئے ان چند احادیث کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جو کہ امام ابوحنیفہؒ کو ایک واسطہ سے ملی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

**امام اعظمؒ کی صحابہ کرامؓ سے بلا واسطہ مرویات:**

۱.....: انبأني الحافظُ شيخُ الاسلامِ ابو الفضل (جلال

الدين السيوطي رحمه الله قال انبأني) ابو الفضل بن عبد الله بن حصين ثنا ابو العباس احمد بن الحسن بن محمد بن السويد ابي المقدسي انا ابو العباس احمد بن الحسن بن كشرى انا الامام العلامة جمال الدين احمد بن محمد بن عبد الله الطاهري انا ابو القاسم عبد الله بن الحسين بن عبد الله بن رواحة الحموي ثنا الامام جمال الدين ابو الفتح محمود بن احمد بن علي المحمودي الصابوني حدثنا ابو السعادات احمد بن محمد بن عبد الواحد العباسي ثنا ابو الحسن احمد بن محمد بن ابي الحسين الاعين السمناني ثنا ابو الحسن علي بن احمد بن عيسى البيهقي قراءة عليه وانا اسمع قدم علينا بغداد يريد الحج قال ثنا ابو احمد محمد بن عبد الله بن خالد بن احمد الذهلي ثنا ابو اسحق ابراهيم بن محمد بن عمروية بن عبد الرحمن المروزي ثنا ابو العباس احمد بن الصلت بن مغلس الحماني ثنا بشر بن الوليد القاضي ثنا ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم القاضي قال نا ابو حنيفة النعمان بن ثابت قال سمعت انس بن مالك

رضی اللہ تعالیٰ عنہ (و عنہم) يقول: "سمعت رسول اللہ ﷺ يقول: "طلب العلم فريضة على كل مسلم." (۱) (يعني "علم كا طلب كرنا هر مسلمان پر فرض ہے۔") ہمارے شیخ ابو الفضل رحمہ اللہ اپنی کتاب "تمییز الصحیفہ" میں فرماتے ہیں: کہ "یہ متن بہت مشہور ہے اور تحقیق شیخ محی الدین نوویؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں: کہ "یہ حدیث (سنداً) ضعیف ہے، لیکن معنی کے لحاظ سے صحیح ہے" اور ان کے شاگرد حافظ ابو الحجاج مزنیؒ فرماتے ہیں: "یہ حدیث بہت سی سندوں سے مروی ہے اور درجہ حسن کو پہنچی ہے۔" جبکہ میرے شیخ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: کہ "یہ حدیث میرے نزدیک صحیح کے درجے کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ مجھے پچاس سندوں سے اس کی روایت معلوم ہے۔ میں نے اس کو علیحدہ ایک جزء میں جمع کیا ہے۔" (۲)

۲.....: انبأني شيخ الاسلام الحافظ ابو الفضل بن ابى بكر الشافعى والامامان المسندان ابو الفضل تقى الدين بن الامام محب الدين الاوجاقى وابو الفتح جمال الدين ابراهيم بن الامام العلامة ابى الفتوح علاء الدين القلقشندى قال الاول انبأني محمد ابن يوسف الرازى عن محمد بن حاتم عن ابى العباس الحجار وقال الأخران انبأنا ابو زيد عبد الرحمن بن عمر القبايى اخبرنا عبد العزيز بن محمد الكتانى انا ابو العباس الابرقوهى قال هو والحجار انا ابراهيم بن عثمان ابن يوسف الكاشغرى الحنفى انا ابو الخير مسعود بن ابى الفضل الحسين ابن سعد بن على بن بندار البزدى

انا والدی انا ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد الطبری الشافعی انا ابو عبد اللہ الحسن بن محمد بن منصور الفقیہ الواعظ نا ابو ابراہیم احمد بن الحسن القاضی انا ابو بکر محمد ابن احمد بن محمد بن حمدان الحنفی نا ابو سعید اسمعیل بن علی بن السمان قال حدثنا ابو الحسن احمد بن محمد بن محمود البزار نا ابو سعید الحسین بن احمد بن محمد بن المبارک ثنا ابو العباس احمد بن محمد بن الصلت بن المغلس الجمانی ثنا بشر بن الولید القاضی عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ قال: سمعت انس بن مالکؓ يقول: "سمعت رسول اللہ ﷺ يقول: "الذال علی الخیر کفاعله" یعنی "خیر کی طرف رہنمائی کرنے والا فاعل خیر کی طرح ہے۔"

ہمارے شیخ ابو الفضل (علامہ جلال الدین سیوطیؒ) نے تنبیض الصحیفہ میں فرمایا ہے: کہ "اس حدیث کا مضمون اس سند کے علاوہ دوسری صحیح سندوں سے ثابت ہے اور بہت سے صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔ اس کی اصل صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں اس طرح ہے۔" "من دل علی خیر فله اجر فاعله" (۱)

۳.....: امام ابو یوسفؒ تک اس حدیث کی بھی وہی سند ہے جو دوسری حدیث کی ہے۔ اس لئے تکرار سے بچتے ہوئے سند کو یہاں نظر انداز کیا جا رہا ہے اور فقیر صرف متن حدیث پر اکتفاء کرتا ہے۔ "قال ابو یوسف اخبرنا الامام ابو حنیفہ قال..... سمعت رسول اللہ ﷺ يقول ان اللہ تعالیٰ یحب اغاثة"



اللہفان یعنی اللہ تعالیٰ کو فریاد خواہ کی فریاد رسی پسند ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے فرمایا: ”یہ متن صحیح ہے اور بہت سے صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔ اس حدیث کو حافظ ضیاء الدین مقدسیؒ نے اپنی کتاب المختارۃ میں حضرت بریدہؓ کی مرویات میں صحیح لکھا ہے۔“ (۱)

ان احادیث کے علاوہ عقود الجمان میں حضرت عبداللہ بن انیسؓ عبداللہ بن حارث بن جزءؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ سے بھی امام ابوحنیفہؒ کی مرویات منقول ہیں۔ جن میں ایک روایت حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں: ”علامہ سیوطیؒ نے فرمایا: کہ ”اس حدیث کا متن مشہور بلکہ متواتر ہے“۔ مصنفؒ لکھتے ہیں: کہ ”حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ جن کی وفات کوفہ میں ۸۵ھ یا ۸۶ھ کو ہوئی، بہت ممکن ہے کہ پانچ یا سات سال کی عمر میں امام صاحبؒ نے ان سے یہ حدیث سنی ہو۔“ وہ حدیث یہ ہے ”قال ابوحنیفۃ سمعت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ یقول سمعت رسول اللہ ﷺ من بنی للہ تعالیٰ مسجدا ولو کمفحص قطاۃ بنی اللہ تعالیٰ لہ بیتا فی الجنۃ۔ یعنی ”جو اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی مسجد بنادے، چاہے قطات پرندے کے گھونسلہ کے برابر ہی ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنائیں گے۔“ (۲)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان روایات کی سند پر ضعف کا حکم لگایا ہے (۳) لیکن ان احادیث میں سے کسی حدیث پر باطل ہونے کا حکم کسی نے بھی نہیں لگایا۔

علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کرامؓ کی ایک

جماعت کو پایا ہے۔“ (۱) اب بقول ابن حجر امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو پایا ہے اور اصول حدیث کے قاعدہ کے مطابق جب راوی اور مروی عنہ کی ملاقات کا امکان بھی ہو اور ان سے ایسے الفاظ جو سماع پر دال ہوں، نقل کئے جائیں، تو ان کی سماع قبول کی جاتی ہے۔ بلکہ اگر ان میں سے ایک معاصر اپنے کسی دوسرے معاصر سے بطریق عنعنہ بھی روایت کرے، تو امام مسلمؒ کے نزدیک یہ روایت متصل شمار ہوگی اور امام بخاریؒ اگرچہ اس بارے میں کچھ سخت نظر آ رہے ہیں، لیکن ان کے نزدیک بھی صرف ایک دفعہ ملاقات کا ہو جانا اتصال کیلئے کافی ہوتا ہے اور اس کیلئے ان کے نزدیک ایک دفعہ سماع کے الفاظ کا استعمال کرنا کافی ہو جاتا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے دونوں شرطوں پر امام ابوحنیفہؒ کا صحابہ کرامؓ سے روایت حدیث کرنا اتصال پر ہی محمول ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا عبدالقادر قریشیؒ علامہ ملا علی قاریؒ حافظ بدر الدین عینیؒ اور علامہ ظفر احمد تھانویؒ وغیرہ نے روایت صحابہ کرامؓ کے ساتھ ساتھ روایت کو بھی تسلیم کیا ہے۔ لہذا مولانا شبلی نعمانیؒ وغیرہ کا انکار روایت صحیح نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ چونکہ امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے کوئی روایت صحابہ نقل نہیں کی، اس لئے کسی صحابیؓ سے ان کی روایت ثابت نہیں۔ یہ قول بلا دلیل ہے، کیونکہ امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بعض صحابہؓ کی روایات نقل کی ہیں۔

### فضائل اعمال اور مناقب رجال میں ضعیف روایات کی مقبولیت:

الحاصل امام ابوحنیفہؒ کا صحابہ کرامؓ کی روایت سے مشرف ہونے کی وجہ سے تابعی ہونے میں کوئی خلاف نہیں اور محققین کے نزدیک اسی پر تاجیحت کا مدار ہے اور

یہی جمہور ائمہ اصول حدیث کے ہاں مختار ہے جیسا کہ نخبہ الفکر اور اس کی شرح وغیرہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے لہذا امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اور بعض صحابہؓ سے امام ابوحنیفہؒ کی روایت کرنا بھی ثابت ہے البتہ بعض حضرات کو صحابہ کرامؓ سے امام ابوحنیفہؒ کی روایت کرنے میں تردد ہے لیکن زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ ان روایات کی سندوں میں ضعیف ہے لیکن آپ حضرات پر مخفی نہیں کہ علماء کی تصریح کے مطابق فضائل اعمال اور مناقب رجال میں ضعیف روایات بھی مقبول اور معمول بہا ہوتی ہیں اور اسی وجہ سے ہمیشہ مغازی و سیر میں تساہل اور چشم پوشی کی جاتی ہے اور اس میں احکام کی طرح تشدد اختیار نہیں کی جاتی۔ پس امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت روایت کی طرح روایت کے اعتبار سے بھی ثابت ہے، خاص کر منصف مزاج حضرات کے نزدیک۔ علاوہ ازیں علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ جب کسی ضعیف روایت کے طرق متعدد ہو جائیں تو وہ روایت درجہ حسن یا درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے اور پھر احکام میں بھی احتجاج کے قابل ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی صحابہ کرامؓ سے سماع چند طرق سے مروی ہے جو کہ بعض، بعض کو مضبوط کرتے ہیں۔ پس اگر بالفرض اپنے وقت کے سب صحابہؓ سے آپؒ کی سماع ثابت نہ بھی ہو جائے تو ان کے درمیان قدر مشترک تو ثابت ہوتی ہے اور وہ بعض صحابہؓ سے سماع کرنا ہے اور یہ ہماری طرف سے انتہائی فراخ دلی ہے۔ اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ پس امام ابوحنیفہؒ یقیناً تابعی، ثقہ اور امام تھے اور بعض لوگوں کی جرح کو نہیں دیکھا جائے گا جنہوں نے ایسی ہستی کے متعلق زبان درازی کی ہے جس کی صدیوں سے مشرق و

مغرب میں تعریف اور اتباع ہو رہی ہے۔ (۱)

## حضرت انسؓ سے امام اعظمؒ کی ملاقات کے ناقلین:

علامہ بلند شہریؒ نے تعلیق میں امام صاحبؒ کی بعض مرویات کے بارے لکھا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت انسؓ سے امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات نقل کی ہیں ان میں ابن سعد، دارقطنی، ابو نعیم الاصبہانی، ابن عبد البر، الخطیب، الجوزی، السمعی، عبد الغنی المقدسی، سبط بن الجوزی، فضل اللہ تورپشتی، نووی، یافعی، زین الدین عراقی، ولی الدین عراقی، ابن الوزیر، بدر الدین عینی، ابن حجر عسقلانی، شہاب قسطلانی، سیوطی اور ابن حجر کی وغیرہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) ائمہ دین شامل ہیں۔ (۲)

الغرض ان روایات کے ہوتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو ان نصوص سے بے خبر ہو یا ضد و عناد پر اتر آیا ہو۔ اگر بالفرض یہ روایات نہ بھی ہوتے تو روایت کے اثبات سے انکار عین دوپہر کے وقت دن کے انکار کرنے کے مترادف ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اور ظاہرات ہے کہ جو چیز عقل و نقل اور روایت و درایت دونوں کے اصولوں پر صحیح نہ اترے اور پھر اس کی صحت پر اصرار کیا جائے تو اس کو تعصب اور حسد ہی کہا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ علامہ عینیؒ نے شرح معانی الآثار میں امام ابوحنیفہؒ کی صحابہ کرامؓ سے ملاقات اور روایت کے انکار کو محض تعصب کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ (۳)

ماخذ و مصادر: (۱) اعلیٰ السنن: ۶/۲۵، ماخذ و مصادر: حاشیہ تمییز الصحیحہ: ۲۶ (۳) امام ابوحنیفہؒ کی

تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت: ۶۴

اب فقیر اس بحث کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے فتاویٰ سے علامہ ابن حجر مکیؒ شافعیؒ کے نقل کردہ ارشاد پر ختم کرتا ہے۔ آپؒ لکھتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو پایا جو کوفہ میں تھی۔ آپؒ ۸۰ھ میں وہاں پیدا ہوئے۔ لہذا آپؒ تابعین کے طبقہ میں سے ہیں اور یہ بات ان کے معاصر ائمہ امصار میں سے کسی کی نسبت جیسے امام اوزاعیؒ جو کہ شام میں تھے اور حماد بن مسلمہؒ و حماد بن زید کی نسبت جو بصرہ میں تھے اور سفیان ثوریؒ کی نسبت جو کہ کوفہ میں تھے اور امام مالکؒ کی نسبت جو کہ مدینہ شریف میں تھے اور لیث بن سعدؒ کی نسبت جو مصر میں تھے ثابت نہیں ہوئی۔ اس لحاظ سے آپؒ اعیان تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد شامل ہے۔ ﴿اور وہ لوگ جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کی۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کیلئے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے﴾۔“

انہ ادرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة بعد مولده بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين ولم يثبت ذلك لاحد من ائمة الامصار المعاصرين له كالاوزاعي بالشام والحماديين بالبصرة والثوري بالكوفة وما لك بالمدينة الشريفة والليث بن سعد بمصر انتهي و حنيئذ فهو من اعيان التابعين الذين شملهم قوله تعالى ﴿والذين اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعدلہم جنات تجری تحتہا الانہر خالدین فیہا ابدًا ذلک الفوز العظیم﴾۔ (۱)

امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت پر مزید مفصل اور سیراب بحث کیلئے مولانا محمد عبدالشہید نعمانی کی کتاب ”امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت“ کا مطالعہ ضرور کریں جس کو الرحیم اکیڈمی اے/ے/ے اعظم نگر پوسٹ آفس لیاقت آباد کراچی ۱۹ نے نشر کی ہے۔

## محدثین کا ”لایصح“ کہنے کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ:

قارئین کرام! حافظ ولی الدین عراقی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ سخاویؒ نے خالص اسنادی اور روایتی نقطہ نظر سے امام اعظمؒ کے صحابہ کرامؓ کے تلمذ پر ”لم تصح روایتہ“ (یعنی آپؓ کا صحابہ کرامؓ سے روایت کرنا صحیح نہیں ہے) لکھا ہے جس کی وجہ سے بہت سے حضرات کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ امام اعظمؒ کو صحابہ کرامؓ سے شرف تلمذ ثابت نہیں بلکہ اس کا عدم ثابت ہے اور صحابہؓ کے نام سے امام صاحبؒ کی روایات موضوع ہیں۔ حالانکہ اصول محدثین کی رو سے ایسا سمجھنا نہ صرف خطرناک غلطی ہے بلکہ فن روایت کے مسلمہ اصول و قواعد سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ علامہ مولانا عبداللہ لکھنویؒ تحریر فرماتے ہیں: ”محدثین بسا اوقات ”لایصح“ اور ”لایثبت“ کا لفظ بولتے ہیں۔ نادان اس کا مطلب یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ”یہ حدیث محدثین کے یہاں موضوع یا ضعیف ہے۔“ ایسا سوچنا ان کی اصطلاح سے جہالت اور ان کی تصریحات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔“ (۱) اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ”کسی حدیث پر محدثین کا عدم ثبوت اور عدم صحت کا حکم لگانا عرف محدثین کے مطابق حدیث کے ضعیف اور موضوع ہونے کو لازم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ حدیث حسن لذاتہ یا

غیرہ ہو۔“ (۱) مشہور محدث اور فقیہ ملا علی قاریؒ نے ”تذکرۃ الموضوعات“ میں لکھا ہے: کہ ”صحیح نہیں ہے“ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ بات گھڑی ہوئی ہے؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث حسن یا ضعیف ہے۔ علامہ نور الدینؒ ”جواہر العقودین فی فضل الشرفین“ میں فرماتے ہیں: کہ امام احمدؒ کے حدیث عاشوراء پر ”لایصح“ کے ریمارکس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باطل ہے۔ ممکن ہے کہ صحیح تو نہ ہو لیکن قابل استدلال ہو کیونکہ صحیح اور ضعیف کے درمیانی درجہ حسن ہی ہے۔“ امام زرکشیؒ ”نکت علی ابن الصلاح“ میں فرماتے ہیں: کہ محدثین کی دونوں تعبیروں ”موضوع“ اور ”لایصح“ میں بہت بڑا فرق ہے۔ موضوع کہنے کا مطلب یہ ہے: کہ راوی کا جھوٹ اور بات کا گھڑی ہوئی ہونا ثابت ہے اور ”لایصح“ میں صرف صحیح نہ ہونے کی خبر ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا عدم بھی ثابت ہو۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ”القول المسدود فی الذب عن مسند احمد“ میں لکھتے ہیں: کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔“ علامہ محمد بن عبدالباقیؒ ”شرح مواہب اللدنیہ“ میں حدیث ”یطلع اللہ لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لجميع خلقه الاالمشرك او المشاحن“ پر ابن دجیہؒ کا کلام ”لم یصح فی لیلۃ نصف شعبان شیء نقل کر کے رقمطراز ہیں: کہ شاید ابن دجیہؒ کی مراد اصطلاحی صحت ہے (جو کہ درجہ حسن سے اوپر ہے۔ مروت) کیونکہ یہ حدیث حسن ہے اگرچہ درجہ صحت کو نہیں پہنچی۔“ (۲) اسی بناء پر امام ترمذیؒ اپنی جامع میں ایک حدیث لاتے ہیں اور خود اس کی تضعیف بھی کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی فرماتے ہیں: کہ ”والعمل علیٰ ہذا عند اهل العلم“ اس کا مطلب یہی ہے

کہ اسنادی اور روایتی طور پر صحیح نہ ہونے سے اصل بات کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ دراصل یہاں حدیث ضعیف بھی دو قسم کی ہیں ایک وہ جس میں شرائط صحت میں سے کوئی شرط نہ ہو اور دوسری وہ جس میں شرائط قبول میں سے کوئی شرط نہ ہو۔ اس لئے امام اعظمؒ کے صحابہ کرامؓ سے تلمذ کے موقعہ پر بعض محدثینؒ کے یہاں "لایصح" دیکھ کر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جانا کہ ان کا بر کے نزدیک یہ داستان گویا بناوٹی ہے، بہت بڑی جرأت اور بے باکی ہے۔ مشہور حدیث "افتراق امتی" کے متعلق علامہ مجدالدین فیروز آبادیؒ نے سفر السعادة کے خاتمہ میں یہ لکھا ہے: "لم یثبت فیہ شیء" (اس موضوع پر کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ مروت) حالانکہ چند در چند طرق سے آنے کی وجہ سے درجہ صحت کے قریب قریب ہے جیسا کہ امام حاکمؒ لکھتے ہیں: کہ ایک سے زیادہ طرق سے اس حدیث کا آنا اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔" مولانا عبدالحیؒ فرماتے ہیں: کہ "صاحب قاموس علامہ مجدالدینؒ نے سفر السعادة میں ایک سے زیادہ احادیث کے بارے میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ یہ ثابت نہیں ہیں اس سے ہمارے زمانے کے ناواقفوں کو دھوکا ہو گیا ہے اور انہوں نے احادیث ثابتہ پر موضوع "ضعیف اور ناقابل اعتبار ہونے کا فتویٰ لگا دیا۔" (۱)

الحاصل بعض محدثینؒ کا امام ابوحنیفہؒ کا صحابہ کرامؓ سے روایت کے متعلق "لایصح" کہنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ یعنی ان کے نزدیک وہ روایات من گھڑت اور بناوٹی نہیں ہیں بلکہ حسن یا زیادہ سے زیادہ ضعیف ہیں لیکن اگر امام ابوحنیفہؒ کا صحابہ کرامؓ سے روایت کرنا ضعیف بھی ہو تو یہ پھر بھی نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ ان احادیث



سے امام اعظمؒ کی ایک جزوی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ وہ فضل اور بزرگی ہے جس میں ائمہ میں سے امام اعظمؒ کا شریک کوئی نہیں ہے۔ اگر صرف اتنی بات ہے تو اس میں روایتی و اسنادی کمزوریوں سے صرف نظر تو خود محدثین کی طے کردہ پالیسی ہے۔ چنانچہ حلال و حرام میں اسنادی کمزوریوں کو تلاش کرنا محدثین نے ناگزیر بتایا ہے لیکن جہاں تک فضائل اور سیر کا میدان ہے اس میں وہ ضعیف روایات کو بھی شرف قبول عطا کر دیتے ہیں۔ مشہور محدث علی الحلیمیؒ ”انسان العیون فی سیرۃ الامین والمأمون“ میں رقمطراز ہیں کہ..... سیرت میں صحیح، ضعیف، موضوع، مرسل، منقطع اور معطل سب اسی قسم کی روایات ہوتی ہیں۔ ”امام احمدؒ نے فرمایا ہے: کہ ”جب ہم حلال و حرام کو موضوع بحث بناتے ہیں تو ہم تشدد ہوتے ہیں اور فضائل میں ہم تساہل ہوتے ہیں۔ خطیب بغدادیؒ نے اس موضوع پر ”الکفایۃ“ میں ایک مستقل عنوان قائم کر کے ائمہ کی تصریحات جمع کر دی ہیں۔ علامہ ابن سید الناسؒ نے ”عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر“ میں مشہور مؤرخ محمد بن اسحاقؒ کی توثیق پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے: ”کلبی سے زیادہ تر روایات انساب ایام عرب اور لوگوں کے احوال سے متعلق ہیں۔ اس موضوع پر علماء چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔ ان لوگوں سے بھی روایات لے لیتے ہیں جن کی احکام میں احادیث معتبر نہیں ہوتی ہیں۔ (۱)

ملا علی قاریؒ نے مشہور رسالہ ”الخط الاو فرنی الحج الاکبر“ میں اس حدیث پر کہ ”افضل الايام يوم عرفة اذا وافق يوم الجمعة فهو افضل من سبعين حجة“ یہ نوٹ لکھا ہے کہ ”کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ان کو

معلوم ہونا چاہئے کہ حدیث ضعیف فضائل میں تمام علماء کے نزدیک قابلِ اعتبار ہے۔ (۱) حافظ سیوطیؒ نے بھی یہ بات ”طلوع الثریا، التعظیم والممۃ اور المقامۃ الندیہ“ میں لکھی ہے۔ حافظ عراقیؒ نے ”شرح الفیہ“ میں امام نوویؒ نے ”تقریب“ میں اور سیوطیؒ نے اس کی شرح ”تدریب“ میں اس بات کو بار بار صاف کیا ہے۔ اگر صورت حال یہی ہے تو پھر امام اعظمؒ کی اس جزوی فضیلت کے موضوع پر یہ رد و کد کچھ بے معنی سی بات ہے۔ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے (جیسا کہ فقیر نے اس سے کچھ سطور پہلے بھی لکھا ہے) سب سے پہلے دارقطنیؒ نے صدیاں گزرنے کے بعد یہ بات لوگوں کو بتائی کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے کسی صحابیؓ سے ملاقات نہیں کی البتہ انہوں نے حضرت انسؓ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر ان سے کوئی بات نہیں سنی۔ دارقطنیؒ کے بعد خطیب بغدادیؒ نے بھی ”تاریخ بغداد“ میں یہی بات دہرا دی ہے۔ (جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا)

اس کے بعد شوافع میں زین الدین عراقیؒ اور ابن حجر عسقلانیؒ بھی ان کے ہی ہم زبان ہو گئے۔ ورنہ اس سے پہلے اس موضوع پر متقدمین میں کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا اسی بناء پر ملا علی قاریؒ نے شرح مسند امام میں فرماتے ہیں: **والمعتَمَدُ ثبوتُها** (یعنی پاسیدار بات یہی ہے کہ امام اعظمؒ کا صحابہؓ سے تلمذ ثابت ہے۔) (۲)

## (ب) مشہور دلہا بالخیر زمانہ میں حضرات تابعینؒ کا مرجع:

امام ابوحنیفہؒ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ تابعین جیسی عظیم ہستیاں اپنے شاگردوں کو امام ابوحنیفہؒ سے علم حاصل کرنے کی تلقین فرمایا

کرتے تھے۔ چنانچہ امام جریرؒ نے امام اعمشؒ سے روایت کی ہے: ”میں نے امام اعمشؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (جبکہ ایک شخص نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا) کہ ”اس حلقہ والوں کے پاس جاؤ جب ان کے سامنے کوئی مسئلہ آتا ہے، تو وہ لوگ آپس میں بحث کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس کو حاصل کر لیتے ہیں“۔ علامہ صالحیؒ لکھتے ہیں: ”ان کی مراد امام ابوحنیفہؒ کے حلقہ نشین تھے۔“ (۱) اسی طرح ایک دفعہ امام اعمشؒ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا، تو فرمانے لگے: ”اس مسئلہ کو نعمان بن ثابتؒ اچھی طرح جانتے ہیں، میرا گمان ہے کہ ان کیلئے ان کے علم میں برکت ڈالی گئی ہے۔“ انما يحسن هذا النعمان بن ثابت الخزاز واطنه بورك له في علمه۔ (۲)

قارئین کرام! محدث اعظم امام اعمشؒ نہ صرف لوگوں کو امام ابوحنیفہؒ سے فتویٰ لینے کا مشورہ دیتے تھے، بلکہ خود بھی مسائل و احکام میں امام صاحبؒ کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ امام علی بن مسہرؒ فرماتے ہیں: ”مجھ سے امام اعمشؒ فرمانے لگے: ”مسہر! کوفہ واپس جاؤ اور ابوحنیفہؒ سے عرض کرو کہ میرے لئے احکام حج لکھ دیں۔ میں کوفہ واپس آیا اور ان کا پیغام پہنچایا۔ امام ہمامؒ نے املاء کرایا۔ میں نے لکھ کر امام اعمشؒ کی خدمت میں پیش کیا۔“

علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ”امام اعمشؒ لوگوں سے کہتے تھے: ”امام ابوحنیفہؒ سے حج کے مسائل لکھو، میرے علم میں امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ فرائض اور نوافل کا جاننے والا کوئی نہیں۔“ (۳)

امام جریرؒ کہتے ہیں: کہ مجھے مغیرہؒ نے کہا: کہ ”ابوحنیفہؒ کے پاس بیٹھا کرو اور ان سے فقہ حاصل کرو۔ پس بے شک اگر ابراہیم نخعیؒ بھی زندہ ہوتے، وہ بھی ان کے پاس بیٹھا کرتے۔“ چنانچہ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: ”جالس اباحنیفۃ تفقہ فان ابراہیم النخعی لو کان حیا لجالسہ۔“ (۱)

(ج) کبار ائمہؒ کا امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرنا:

امام ابوحنیفہؒ کی خصوصیات میں سے تیسری خصوصیت یہ تھی کہ آپؒ سے خود آپؒ کے اکابر شیوخؒ نے حدیث روایت کی ہے۔ اسی وجہ سے امام ابو محمد حارثیؒ فرماتے ہیں: کہ ”اگر امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت پر صرف کبار ائمہؒ کی روایت سے استدلال کیا جائے تو یہی بات کافی ہے، جیسا کہ بہت بڑے محدث عمرو بن دینارؒ نے آپؒ سے روایت لی ہے۔ (۲) حالانکہ آپؒ امام ابوحنیفہؒ کے شیخ بھی تھے۔ (۳) اسی طرح امام صاحبؒ کے شیخ امام اعمشؒ جو کہ عمر میں بھی امام ابوحنیفہؒ سے بڑے تھے، نے امام صاحبؒ سے روایت کی تھی، جیسا کہ علامہ محمد بن احمد بن عبد الہادی المقدسی حنبلیؒ (۴۴۷ھ) نے لکھا ہے: ”روى عنه خلائی کثیرون من ائمة الفقهاء وحفاظ الاثرفین من روى عنه: الامام الحافظ علامۃ الاسلام ابو محمد سلیمان بن مهران الاسدی الکوفی الاعمش وھوا کبر منہ۔“ (۴)

(د) ائمہ وقت کے شیخ بننے کی سعادت سے سرفراز ہونا:

امام ابوحنیفہؒ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذہین، فطین، لائق اور فائق تلامذہ عطا فرمائے

ماخذ ومصادر: (۱) سیر اعلام النبلاء: ۶/۴۰۳ (۲) تذکرۃ الصمان (۳) ایضاً، سیر اعلام النبلاء: ۶/۳۹۱ (۴)

تھے، جو کہ بعد میں آنے والے ائمہ میں سے کسی ایک امام کو ایسے شاگرد میسر نہ ہو سکے۔ آپ کے حلقہٴ درس میں ایک ہی وقت میں مجتہدین و حفاظ حدیث، حاملین معرفت حدیث، عربیت و لغت اور تصوف کے بڑے بڑے ائمہ کرام جیسے امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، فضیلؒ اور داؤد طائیؒ نے زانوئے تلمذتہ کئے تھے۔ (۱) اسی طرح امام ابو عمارہ حمزہ بن حبیب بن عمارہ الزیات الکوئیؒ جو کہ قراء سبعہ میں سے تھے نے بھی امام ابوحنیفہؒ سے احادیث روایات کی ہیں۔ (۲)

### (ھ) علوم صحابہ کرام کا منبع و سرچشمہ:

محدث عمرو بن دینار کہتے ہیں: ”ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ خلیفہ منصور کے پاس تشریف لے گئے، تو موسیٰ بن عیسیٰ کہنے لگے: ”اے امیر المؤمنین! یہ آج دنیا میں سب سے بڑے عالم شمار ہوتے ہیں۔“ تو خلیفہ نے امام صاحبؒ سے پوچھا: ”آپ نے کن لوگوں سے علم حاصل کیا؟“ اس پر امام ابوحنیفہؒ فرمانے لگے: ”میں نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود (۳) اور حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) کے تلامذہ سے علم حاصل کیا ہے“ اور فرمانے لگے: ”ابن عباسؓ کے زمانہ میں روئے زمین پر ان سے بڑا عالم کوئی نہیں تھا۔“ یہ سن کر منصور نے کہا: ”بس! تم نے اپنی مضبوطی جیسے چاہی کر لی۔“ (۴)

ماخذ و مصادر: (۱) الخیرات الحسان: ۳۲ (۲) مناقب الائمة الاربعہ: ۶۱ (۳) الخیرات الحسان مترجم:

۱۵۴ (۴) مناقب ابی حنیفہ لابن البرزازی ۲/۱۸۸ بحوالہ الائمة الاربعہ: ۱۶۰

(و) سب سے پہلے تدوین کتب کا سہرا حاصل کرنے کی سعادت:

جب امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کرامؓ سے وراثت میں چھوڑا ہوا، منتشر بے ترتیب علم دیکھا، تو علم کے ضائع ہونے سے ڈرنے لگے۔ اس لئے اس علم کو ضیاع سے بچانے کی خاطر کتب اور ابواب پر منقسم کر کے مرتب فرمایا۔

طہارت سے شروع کر کے آدمی کی آخری حالت میراث پر کتاب ختم کی۔ ان کی یہ ترتیب الحمد للہ آج تک چلی آرہی ہے۔ امام مالکؒ نے بھی اپنی مشہور زمانہ کتاب مؤطا میں انہی کی اتباع فرمائی ہے۔ آپؒ سے پہلے علماء امت زبانی حفظ پر بھروسہ کرتے یا بغیر ترتیب کے کتب لکھا کرتے تھے۔ اسی طرح آپؒ پہلے ہی شخص ہیں جنہوں نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط وضع کی (۱) چنانچہ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں: "انه من دون علم الشريعة ورتبها ابوابا ثم تبعه مالك بن انس في ترتيب المؤطا ولم يسبق ابا حنيفة احد لان الصحابة رضى الله عنهم والتابعين لم يضعوا في علوم الشريعة ابوابا مبوبة ولا كتب مرتبة وانما كانوا يعتمدون على قوة حفظهم فلما رأى ابوحنيفة العلم منتشرا وخاف عليه الضياع دونه فجعله ابوابا۔" (۲) اور علامہ ابن حجر شافعیؒ نے بھی اسی کے ہم معنی بات لکھی ہے۔ (۳)

(ز) سواد اعظم کے امام اعظمؒ بننے کا شرف:

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو دوسری امتوں کے

ماخذ ومصادر: (۱) حوالہ بالا الخیرات الحسان: ۱۵۴ (۲) تمییز الصحیفہ: ۳۶ (۳) الخیرات الحسان: ۲۸

مقابلہ میں جو شان عطا فرمائی ہے، کہ قیامت کے دن یہ امت دو تہائی تعداد میں جبکہ دوسرے انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی امت ایک تہائی تعداد میں جنت میں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اسی طرح کی شان دوسرے ائمہ کرامؒ کے متبعین کے مقابلہ میں متبعین امام ابوحنیفہؒ کو مرحمت فرمائی ہے، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے نقش قدم اور ہدایات کے مطابق سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے والی جماعت کو دو تہائی تعداد عطا فرمائی، جبکہ پوری دنیا میں بقیہ جملہ ائمہ کرامؒ کے متبعین و مقلدین کی مجموعی تعداد صرف ایک تہائی تک پہنچی ہے۔

یہ شان امام ابوحنیفہؒ کو سو فیصد اتباع نبویؐ کی برکت سے ملی ہے۔ گویا کہ آپؐ کو سواد اعظم کے امام اعظم بننے کا شرف حاصل ہو گیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے سواد اعظم کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بڑی جماعت کی پیروی کرو جو جماعت سے الگ ہو، وہ دوزخ کی آگ میں الگ ہو۔“ قال رسول اللہ ﷺ: ”اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شدّ شذّ فی النار۔“ (۱) اور حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بلا شہمیری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی، پس جب تم اختلاف دیکھو، تو سواد اعظم کی اتباع کرو۔“ ”ان من امتی لا تجمتع علی ضلالۃٍ فاذا رأیتم اختلافاً فعليکم بالسواد الاعظم۔“ (۲) اور الحمد للہ سواد اعظم کی سعادت مقلدین کی جماعت کو عموماً اور احناف کو خصوصاً نصیب ہوئی ہے۔

امام صاحبؒ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جس طرح

ان کا مذہب پھیلا ہے، کسی دوسرے کا مذہب اس قدر نہیں پھیلا۔ امام صاحبؒ کے مذہب کی ان ملکوں میں اشاعت ہوئی جہاں اور کوئی مذہب ہے ہی نہیں۔ جیسے ہندوستان، سندھ، روم، ماوراء النہر اور عجم کے اکثر ممالک (۱) البتہ ملکہ و کٹوریہ کی عنایات کے بعد بعض دوسرے لامذہب لوگ پاک و ہند میں بھی پیدا ہوئے ہیں۔ جن کو ملکہ و کٹوریہ کی طرف سے ”اہل حدیث“ کا مبارک (وہ) نام الاٹ ہوا۔ (۲) جو صدیوں پہلے صرف محدثین کرامؒ کیلئے استعمال ہوتا تھا۔

### (ح) علمی بصیرت و فراست:

امام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: ”کہ امام ابوحنیفہؒ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھے۔ میں نے فقہ میں امام ابوحنیفہؒ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا“ اور کہتے ہیں: ”کہ جس مسئلہ پر امام ابوحنیفہؒ اور امام سفیانؒ ثوریؒ دونوں جمع ہو جائیں، تو کون ان دونوں کے آگے فتویٰ پر قائم ہو سکتا ہے؟“ چنانچہ علامہ الحمزیؒ ان کے اس قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”واما افقہ الناس فابوحنیفۃ ثم قال مارأیت فی الفقہ مثله..... اذا اجتمع سفیانٌ وابوحنیفۃ فمن یقوم لهما علی فتیا۔“ (۳) امام ابن المبارکؒ یہ بھی فرماتے ہیں: ”کہ اگر کسی کو رائے زنی سے بات کرنا مناسب ہو، تو ابوحنیفہؒ ہی کیلئے مناسب ہے، کہ وہ کسی بات میں اپنی رائے زنی فرمائیں۔“ چنانچہ علامہ الحمزیؒ لکھتے ہیں: ”یقول ان کان ینبغی لہ ان یقول برأیہ فابوحنیفۃ ینبغی لہ ان یقول برأیہ۔“ (۴)

ماخذ و مصادر: (۱) تذکرۃ العمان: ۴۵، ماخذ و مصادر: (۲) فرقہ اہل حدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ

بحوالہ اشاعت السنۃ: ۱۱، شمارہ ۲/۴۶ (۳) تہذیب الکمال رقم ۶۴۳۹/۲۹: ۴۳۰ (۴) ایضاً: ۲۹/۴۳۱



امام محمد بن بشرؒ کہتے ہیں: کہ ”میں امام سفیان اور امام ابوحنیفہؒ کے پاس جایا کرتا تھا۔ پس جب میں سفیانؒ کے پاس سے ہو کر امام ابوحنیفہؒ کے پاس آجاتا تھا تو آپؒ فرماتے: ”کہاں سے آئے ہو؟“ تو میں کہتا: کہ ”امام سفیانؒ سے۔“ جس پر امام ابوحنیفہؒ کہا کرتے تھے: کہ ”تم ایک ایسے شخص کے پاس سے ہو کر آئے ہو کہ اگر علقمہؒ اور اسود زندہ ہوتے تو وہ بھی اس جیسی ہستی کے ضرورت مند ہوتے۔“ اور جب میں امام ابوحنیفہؒ کے ہاں سے امام سفیان ثوریؒ کے پاس جاتا تو وہ کہتے: کہ ”تم پوری زمین میں سب سے زیادہ فقیہ کے پاس سے آئے ہو۔“ **فیقول لقد جئت من عند افقہ اهل الارض۔“ (۱)**

امام شداد بن حکمؒ کہتے ہیں: کہ ”میں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔“ **”ما رأیت اعلم من ابی حنیفہ۔“ (۲)** چونکہ ان دنوں حدیث کے جاننے والے کو عالم کہا جاتا تھا۔ لہذا امام شدادؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم کہہ کر ان کو سب سے بڑا محدث تسلیم کر لیا۔

امام علی بن عاصمؒ سے روایت ہے: کہ ”اگر امام ابوحنیفہؒ کی عقل آدھی دنیا کی عقل سے وزن کیا جائے تو امام صاحبؒ کی عقل بھاری پڑتی ہے۔“

خارجہ بن مصعبؒ فرماتے ہیں: کہ ”میں نے ایک ہزار علماء کی زیارت کی ہے۔ ان میں سے عقل مند صرف تین یا چار کو پایا جن میں سے ایک امام صاحبؒ ہیں۔“

امام (محمد بن ادریس) شافعیؒ فرماتے ہیں: کہ ”دنیا کی عورتوں نے (علاوہ انبیاء علیہم السلام کے) امام ابوحنیفہؒ سے بڑا عقل مند کسی کو نہیں جنا“ اور فرماتے ہیں:

کہ ”لوگ فقہ میں آپؒ ہی کے عیال ہیں۔“ (۱)

بکر بن حنیسؒ فرماتے ہیں: ”امام ابوحنیفہؒ اور ان کے زمانے کے سبھی لوگوں کی

عقلیں جمع کی جائیں تو امام صاحبؒ کی عقل سب کی عقلوں سے بڑھ جاتی ہے۔“ (۲)

امام یزید بن ہارونؒ اور نخعیؒ فرماتے ہیں: ”ہم نے (اہل علم) لوگوں کو پایا

لیکن ان میں امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ عقل مند زیادہ صاحب فضیلت اور صاحب ورع کسی کو نہیں دیکھا۔“ (۳) ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے بھی امام ابوحنیفہؒ کی عقل مندی

اور علمی بصیرت کی بہترین انداز میں توصیف کی ہے جس کا یہ چھوٹا رسالہ متحمل نہیں ہے۔

مزید تفصیل کیلئے تہذیب الکمال اور اسماء الرجال کی بعض دوسری کتب کا مطالعہ کریں۔

(ط) اللہ تعالیٰ پر توکل:

قاضی ابو القاسم بن کاسیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے صاحبزادے حمادؒ سے

روایت کی ہے: کہ ”ایک دفعہ ابا جان مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک چھت سے

ایک بڑا سانپ ان کی گود میں آگرا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! نہ تو انہوں نے جگہ چھوڑی نہ

کانپے و تھر تھرائے اور نہ ہی ان کے چہرہ مبارک پر کوئی اثر ظاہر ہوا، بلکہ اس وقت

﴿قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا﴾ (۴) پڑھنے لگے۔ یعنی (اے محمد

ﷺ!) فرمادے سبجئے: ہرگز ہم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی، ہاں وہ تکلیف ضرور پہنچے گی،

جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے فائدے کیلئے مقدر کر دیا اور لکھ دیا ہے یہ پڑھ کر سانپ

کو بائیں ہاتھ سے پکڑ کر پھینک دیا۔

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۴۳۳، الخیرات الحسان: ۴۶، (۲) الخیرات الحسان: ۴۷، (۳) تہذیب الکمال:

## (ی) اخلاق کریمانہ:

امام یزید بن کبیر سے روایت ہے: کہ ”میں امام صاحبؒ کی مجلس میں موجود تھا، ایک شخص ان کو برا بھلا کہہ رہا تھا یہاں تک کہ اس کو زندیق تک کہہ دیا۔ اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا: ”اللہ تجھے معاف فرمائے کہ (اللہ تعالیٰ) میرے متعلق اس کے برعکس جانتا ہے۔ جو تو کہہ رہا ہے۔“ اور امام یزید بن ہارونؒ فرماتے ہیں: کہ ”میں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ بردبار کسی کو نہیں دیکھا۔ ان کو فضیلت دین و رع اور حفظ لسان عطا ہوا تھا۔“ (۱)

عبداللہ بن رجا غزالی سے روایت ہے: کہ ”امام صاحبؒ کا پڑوس موچی تھا، سارا دن جوتے گاٹھتا اور شام کو شراب پی کر آتا اور گاتا رہتا تھا۔ امام صاحبؒ کو اس کی آواز سنائی دیتی تھی۔ جب وہ نشہ میں مست ہو جاتا تو یہ شعر گنگنا تا رہتا:

اضاعونی وای فتی اضعوا لیوم کریہة وسدار ثغر

یعنی انہوں نے مجھے ضائع کر دیا کن (حسین) جوانوں نے ضائع کر دیا ایسے ناپسندیدہ دن میں (ضائع یعنی برباد کر دیا) جس میں منہ بند ہو جائیں گے (اور یہ یقینی بات ہے کہ ان جیسے اشعاروں سے امام صاحبؒ کی عبادت میں خلل بھی آتا تھا) لیکن ایک رات جب امام صاحبؒ نے ان کی آواز نہ سنی تو تحقیق کی۔ معلوم ہوا کہ اس کو پولیس پکڑ کر لے گئی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فوراً امیر کوفہ کے پاس خود خچر پر سوار ہو کر گئے اور پڑوسی کے چھوڑنے کی درخواست کی۔ امیر کوفہ نے امام صاحبؒ کی تعظیم کی اور حکم دیا: کہ ”اس رات سے اب تک جو لوگ گرفتار ہوئے ہیں سب چھوڑ دئے جائیں۔“

جب امام صاحبؒ واپس آرہے تھے تو موچی آپؒ کے پیچھے تھا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا: کہ ”اے جوان! کیا میں نے تجھے ضائع کر دیا؟“ (مطلب اس شعر کی طرف اشارہ تھا جو رات کے وقت شراب کی مستی میں گاتا تھا) اس نے کہا: ”نہیں! بلکہ آپ نے میری حفاظت اور نگاہ بانی کی۔“ اس پر اس موچی نے توبہ کی اور سچی پکی توبہ کی اور امام صاحبؒ کی مجلس کو لازم پکڑ لیا یہاں تک کہ فقہاء کرامؒ کی صف میں اس کا شمار ہونے لگا۔“ (۱)

الغرض امام صاحبؒ اخلاق حمیدہ کے گلہائے رنگارنگ کے گلدان، مجموعہ اور مخزن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ میں بہت سی اچھی صفات ودیعت فرمائی تھیں۔ چنانچہ معانی الموصلیٰ فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ میں ایسی دس خصالتیں تھیں کہ اگر کسی میں ان خصال میں سے ایک بھی پایا جائے، تو وہ انسان ملک کا بادشاہ بن جائے اور قبیلہ کا سردار بن جائے۔ وہ صفات یہ ہیں۔ (۱) تقویٰ (۲) سچائی (۳) عفت (۴) لوگوں کی خاطر مدارت اور عنخواری کرنا (۵) سچی محبت (۶) نفع کی بات کی طرف متوجہ ہونا (۷) لمبی خاموشی (۸) اصابت قول (۹) مصیبت زدہ کی مدد (خواہ وہ دوست ہو یا دشمن) اور (۱۰) وعدے کی پابندی۔“ (۲)

## (ک) کمال درجے کے امین:

قارئین کرام! امام ابوحنیفہؒ انتہائی کمال درجہ کے امین تھے چنانچہ حکم بن ہشام ثقفیؒ سے ایک شخص نے کہا: کہ ”امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے زیادہ امانت دار تھے۔ بادشاہ وقت نے ان کو دو باتوں میں اختیار دیا تھا، کہ ان کے

ملک کبڑوں کو سنبھال لیں یا اپنی پیٹھ بادشاہ کی مار کیلئے تیار کریں، تو انہوں نے اس بار امانت کے اٹھانے کی بجائے ان کی سزا کو اللہ تعالیٰ کی عذاب کے مقابلہ میں پسند فرمایا۔ تو آپؐ نے کہا: کہ ”تم نے ان کی ایسی بہترین توصیف کی، کہ میں نے کسی کو ان کی ایسی صفت بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔“ تو وہ شخص کہنے لگا: ”اللہ کی قسم! وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ میں نے کہا۔“ کان ابوحنیفۃ اعظم الناس امانة وارادہ السلطان ان يتولى مفاتيح خزائنه او يضرب ظهره فاختر عذابه على عذاب الله تعالى فقال ما رأيت احدا يصفه بمثل ما وصفته به قال هو الله كما قلت۔ (۱)

آپؐ اتنے امین تھے کہ بوقت رحلت آپ کے ہاں پانچ کروڑ امانتیں موجود ہوتی تھیں، آپؐ کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے نے لوگوں کی وہ تمام امانتیں اہل امانت کو سپرد کیں، چنانچہ محمد بن فضل بن عطیہ فرماتے ہیں: مات ابوحنیفۃ وفي بيته للناس ودائع خمسين الف فردها ابنه جميع ذلك بعد موته على اربابہ۔ (۲) اور اسی طرح کا قول محمد بن عبدالرحمن المسعودیؒ نے بھی کیا ہے۔ انہوں نے اس کے ساتھ یہ تصریح بھی فرمائی ہے: کہ ”ان میں سے کوئی چیز حتیٰ کہ ایک درہم بھی ضائع نہیں کی۔“ (۳) اسی وجہ سے امام ابو نعیم فضل بن دُکین فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ بہترین دیانت اور عظیم امانت والے تھے۔“ کان ابوحنیفۃ حسن الديانة وعظيم الامانة۔ (۴) اور امام کوکب کافرمان ہے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ بڑے

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۴۶، عقود الجمان: ۱۹۸، (۲) مناقب موفق: ۲۲۰، (۳) تاریخ بغداد: ۳۵۹/۱۳

امانت دار تھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔ ”کان واللہ ابو حنیفۃ عظیم الامانۃ۔“ (۱) ”وکان یؤثر رضی اللہ تعالیٰ علی کل شیء۔“ (۲) اور حافظ محمد ابن ابراہیم الوزیریؒ (م ۴۰۷ھ) لکھتے ہیں: کہ ”امام صاحبؒ کی فضیلت، عدالت، تقویٰ اور امانت تو اتر کے ساتھ ثابت ہے۔“ ”انہ ثبت بالتواتر فضلہ و عدالتہ و تقواہ و امانتہ۔“ (۳)

استاد محترم امام اہل سنت شیخ الحدیث والنفیس حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر فرماتے ہیں: ”اندازہ کیجئے کہ جو بزرگ ہستی لوگوں کی امانتوں میں امین اور محتاط ہو وہ خدا تعالیٰ کے آخری دین اور اسلام جیسی امانت عظمیٰ کے ساتھ کس طرح خیانت روا رکھ سکتی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے لوگوں کی امانتوں کو محفوظ رکھا۔ ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر انہوں نے خدائی امانت اور جناب نبی کریم ﷺ کی دین اور بتائی ہوئی شریعت کی امانت کو پوری طاقت اور وسعت کے ساتھ محفوظ رکھا ہے اور دین اسلام کے اس صحیح عشق میں انہوں نے انتہائی مصائب کا سامنا کیا ہے۔ کیونکہ

۔ نیاز عشق میں ذوق خودی ہوتا ہے جب پیدا

تو ہر فرقہ جبین و آستان باقی نہیں رہتا!“ (۴)

(ل) دیانت:

امام ابوحنیفہؒ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کمالات اور اوصاف حمیدہ علی وجہ الائم عطا ہوئی تھیں، ان اوصاف جمیلہ میں ایک صفت دیانت کی بھی تھی۔ جس سے

ماخذ و مصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۵۸، تہذیب الاسماء: ۲/۵۰۶، (۲) تہذیب الاسماء: ۲/۵۰۶، (۳)

مقام ابی حنیفہ: ۹۰ بحوالہ الروض الباسم: ۱۵۸، (۴) ایضاً

بہت سے دعویٰ دہا کر رہے ہیں۔ کتب تاریخ اور مناقب میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ بغرض تنویر دعویٰ ایک دو مثالیں پڑھنے کی سعادت حاصل کریں۔

## دیانت کی انتہاء:

امام مسہر بن عبد الملک فرماتے ہیں: کہ ”ایک شخص کپڑا لایا اور امام صاحبؒ کے ہاتھ فروخت کرنا چاہا۔ آپؒ نے پوچھا: ”اس کی کتنی قیمت ہے؟“ وہ بولا: ”ایک ہزار۔“ امام صاحبؒ نے فرمایا: ”اس کی قیمت اس سے بدرجہا زیادہ ہے، حتیٰ کہ امام صاحبؒ نے اس کی قیمت بڑھاتے بڑھاتے آٹھ ہزار کر کے اس کا معاملہ طے کیا۔“ (۱)

## امام اعظمؒ کا مدینہ کے ایک عام شہری سے تجارتی معاملہ:

ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ کے ایک تلمیذ نے آپؒ کی عدم موجودگی میں مدینہ منورہ کے ایک رہائشی کے ہاتھ چار سو درہم کا گرم کپڑا دھو کہ سے ایک ہزار درہم میں بیچ دیا۔ امامؒ کو جب اس معاملہ کا علم ہوا، تو شاگرد کو سخت تنبیہ فرمائی اور اس کو دکان کے سلسلہ سے الگ کر دیا اور اس خریدار کا حلیہ پوچھ کر اُس کے پیچھے ہو گئے۔ جب اس شخص سے آپؒ کی ملاقات ہوئی، تو کافی اصرار و تکرار کے بعد چھ سو درہم اسے واپس کر دئے اور کپڑا اُس کے پاس چھوڑ کر پھر کوفہ لوٹ کر آئے۔ چنانچہ امام موفقؒ لکھتے ہیں: ”فرد

عليه الست مائة وترك عليه الثوبَ ورجع الى الكوفة“۔ (۲)

قارئین کرام! غور کر کے جواب دیں: ”کیا اس سے زیادہ دیانت اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور دیانتداری کی اور کوئی مثال ہو سکتی ہے؟ اور صرف یہ ایک

واقعہ نہیں؛ جس میں انہوں نے دیانت سے کام لیا ہے، بلکہ ایسے بہت سے واقعات ہیں؛ لیکن کتاب کے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف انہی دو واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اب اگر ایک شخص مدینہ کے عام باشندہ کے ساتھ اتنی دیانت برتا ہے تو وہ آقائے مدینہ ﷺ کے ساتھ دیانت کو چھوڑ کر غداری اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین میں بددیانتی کیسے روا رکھ سکے گا؟

### (م) کثرتِ عبادت اور خشیتِ الہی:

امام العابدین امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت تو مسلم ہے۔ ان کی تابعیت تسلیم کرنے میں اپنے اور پرائے برابر کے شریک ہیں۔ علاوہ ازیں جتنی خصوصیات ابھی آپ حضرات نے پڑھیں۔ ان میں سے اکثر خصوصیات شوافع کی کتب سے لی گئی ہیں؛ لیکن آپ کے کمالات انہی چند مخصوص کمالات پر بس نہیں؛ بلکہ آپ کی کثرتِ عبادت، قرأتِ قرآن، ادائیگی حج و عمرہ، زہد و تقویٰ، امراء کے تحائف سے اجتناب، اپنے ہاتھ کی کمائی سے اپنے آپ اور اہل علم پر خرچ کرنے اور خشیتِ الہی میں اپنی مثال آپ تھے۔ کتب تواریخ و رجال اور مناقب میں تو اتر سے اتنی کثرت کے ساتھ یہ واقعات منقول ہیں؛ جن کا انکار کرنا ”آفتابِ نیمروز“ کا انکار ہے۔

### ۵۵ حج بیت اللہ کی سعادت اور ۴۵ سال شبِ بیداری:

قارئین کرام! امام ابوحنیفہؒ نے اپنی زندگی میں پچپن حج ادا کئے۔ (۱) صرف ایک رمضان میں ایک سو بیس عمرے ادا کئے؛ گویا روزانہ چار عمرے ادا کرتے تھے۔ (۲)

ماخذ و مصادر: (۱) الکلام المفید: ۲۵۵ بحوالہ مفتاح السعادة: ۲/۲۸؛ ذیل الجواہر: ۲/۳۹۵ (۲) ایضاً بحوالہ ذیل



ساری رات جاگتے، یہاں تک کہ نماز فجر عشاء کے وضوء سے چالیس سال تک پڑھی۔ (۱) بلکہ بقول امیر المؤمنین فی الحدیث عبد اللہ بن المبارکؒ ۴۵ سال تک ایک وضوء سے پانچ نمازیں پڑھیں۔ "صلى خمساً واربعمين سنة خمس صلوات على وضوء واحد۔" (۲) آپؒ رات کو اتنے روتے کہ آپ کے ہمسایوں کو آپ پر ترس آتا تھا۔ (۳) چنانچہ قاسم بن معنؒ امام صاحبؒ کی ایک رات کی کارگزاری بیان فرماتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ نے ایک پوری رات اس آیت ﴿بَلِ السَّاعَةِ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَىٰ وَأَمْرٌ﴾ کے ساتھ قیام فرمایا، اس کو بار بار پڑھتے اور ساتھ ساتھ روتے اور گڑ گڑاتے رہے۔" (۴)

یزید بن کیتؒ (جو پسندیدہ لوگوں میں سے تھے) فرماتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرتے تھے چنانچہ ایک رات عشاء کی نماز میں علی بن حسینؒ مؤذن کے پیچھے امام صاحبؒ نے نماز پڑھی انہوں نے اس میں ﴿إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ﴾ پڑھی لوگوں کے جانے کے بعد امام صاحبؒ کو دیکھا: کہ "بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں اور لمبی لمبی سانس لے رہے ہیں" تو میں نے (دل میں) کہا: "میں ٹھہرتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ آپؒ کا دل میری طرف متوجہ ہو جائے، پس جب میں نکلا تو میں نے قندیل جلتا ہوا چھوڑا، جس میں تھوڑا سا تیل تھا۔ پھر جب میں صبح صادق کے بعد آیا تو دیکھا: کہ اپنی داڑھی پکڑ کر کھڑے ہو کر یہ کہہ رہے ہیں:

**يا من يجزئى بمثقال ذرة خير خيراً**

ماخذ و مصادر: (۱) تہذیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ۲۲۲/۹ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۵۵

(۳) تہذیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ۲۲۲/۹ (۴) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۵۷ سرتاج محدثین: ۱۷۱

## وَمَا مِنْ يَجْزِي بِمِثْقَالِ ذَرَّةٍ شَرًّا

أَجْرِ النِّعْمَانِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ وَمَا يَقْرَبُ مِنْهَا مِنَ السُّوءِ وَادْخُلَهُ فِي سَعَةِ رَحْمَتِكَ۔ ”یعنی اے وہ ذات جو ذرہ برابر نیکی کا بدلہ نیکی سے دے گی اور اے وہ ذات جو ذرہ برابر برائی کا بدلہ برائی سے دے گی۔ اپنے بندے نعمان کو آگ اور اس برائی سے جو آگ کے قریب کرے بچا اور اس کو اپنی وسیع رحمت میں داخل فرمادے۔“ آپ فرماتے ہیں: کہ ”میں نے اذان دی تو قندیل ٹمٹماتا ہوا جل رہا تھا اور آپ اس حال میں کھڑے تھے۔ پس جب میں داخل ہوا تو کہنے لگے: ”قندیل چاہتے ہو؟“ میں نے کہا: ”فجر کی اذان دے چکا ہوں۔“ فرمانے لگے: ”اچھا! جو کچھ دیکھا ہے کسی پر ظاہر مت کرنا۔“ اس کے بعد فجر کی دو سنتیں پڑھ کر بیٹھ گئے پھر اقامت کہی گئی اور انہوں نے ہمارے ساتھ اول لیل کے وضوء سے فجر کی نماز ادا کی۔“ (۱) ابو عاصم النبیل کہتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ کو کثرت نماز کی وجہ سے وتد (کیل) کہا جاتا تھا۔“ (۲)

امام زائدہ کہتے ہیں: کہ ”میں نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ان کی مسجد میں نمازِ عشاء پڑھی باقی نمازی نکل گئے۔ ان کو معلوم نہیں ہو سکا کہ میں مسجد میں ہوں۔ حالانکہ میرا ان سے ایک مسئلہ پوچھنے کا ایسی جگہ ارادہ تھا کہ کوئی مجھے نہ دیکھ لے۔“ وہ کہتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ نماز کیلئے کھڑے ہو گئے تو انہوں نے نماز میں قرأت شروع کی۔ آپ پڑھنے لگے یہاں تک کہ ﴿فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ﴾ تک پہنچے تو میں مسجد میں رہا اور ان کے فارغ ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ پس آپ اس

ماخذ و مصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۵۷ عقود الجمان: ۱۸۳ تذکرۃ العثمان: ۱۹۵ سرتاج محدثین: ۱۷۵

(۲) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۳۵۴

آیت کو بار بار دہراتے رہے، یہاں تک کہ مؤذن نے صبح کی نماز کی اذان دی۔“ (۱)  
**ہم تو صرف عفو و درگزر مانگ سکتے ہیں:**

ایک دفعہ ان کے غلام نے ریشم کا گٹھڑ کھولا تو اس میں سبز سرخ اور زرد رنگ کا ریشم تھا۔ غلام نے ”نَسْأَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ“ کہا۔ امام صاحبؒ پر رقت طاری ہوئی، رونے لگے، آنسوؤں سے رخسار مبارک، بلکہ کندھے بھی تر ہو گئے اور دوکان بند کرنے کا حکم دیا اور جلدی سے سر چھپا کر وہاں سے نکل گئے۔ جب اگلا دن ہوا۔ یزید بن کعبؒ کا بیان ہے: کہ ”میں ان کے پاس بیٹھا تھا، فرمانے لگے: ”بھائی! ہم اللہ تعالیٰ پر کتنے جری ہو گئے ہیں، ہم کہتے ہیں: ”نَسْأَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ“ بھائی! جنت تو وہ مانگے، جس نے اس کی ذات کو خوش کر لیا ہو۔ ہم تو صرف عفو و درگزر مانگ سکتے ہیں۔“ (۲)  
 الغرض رات کی تاریکی اور خلوت میں اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کرنے والے امام صاحبؒ کی عبادت شب، خصوصاً چالیس یا پینتالیس سال تک نماز فجر عشاء کے وضوء سے پڑھنے کا انکار تاریخ سے اعتماد ٹہنے کے مترادف ہے۔

### روزوں اور تلاوت قرآن کا شوق:

ناظرین کرام! اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو رات کی عبادت کی خصوصی توفیق عطا فرمائی تھی، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو دن کے وقت تیس سال تک متواتر روزے رکھنے کی توفیق بھی عنایت فرمائی تھی۔ اسی طرح ایک ہی رکعت میں اکثر اوقات پورا قرآن مجید ختم فرما دیتے تھے۔ جائے وفات میں سات ہزار

مرتبہ قرآن مجید ختم فرمایا تھا۔

رات کو خوفِ الہی کی وجہ سے گریہ وزاری کا یہ عالم تھا کہ آپ کے رونے کی

آواز دور دراز تک سنائی دیتی تھی اور آپ کے پڑوسی آپ پر ترس کھاتے تھے۔ (۱)

**جائے وفات میں امام اعظمؒ کا سات ہزار مرتبہ ختم قرآن:**

علامہ ابن کثیرؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق تحریر کیا ہے کہ انہوں نے جائے

وفات میں ستر ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم کیا ہے۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: **وختم القرآن**

**فی المواضع الذی توفی فیہ سبعین الف مرۃ۔** (۲) اسی طرح علامہ حافظ

جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزنی (و ۶۵۴ھ ۷۴۲ھ) نے بھی لکھا ہے۔ (۳) لیکن

علامہ خطیب بغدادیؒ اور شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علیؒ نے سات ہزار مرتبہ قرآن مجید

ختم فرمانے کا لکھا ہے۔ (۴) اور یہی صحیح اور قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ لہذا ستر ہزار

کا عدد کتابت کی غلطی ہے یا ان کا وہم ہے یا اس سے مراد تحدید نہیں بلکہ تکثیر ہے جیسا

کہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ یاد رہے کہ بنو امیہ کے بااختیار حاکم ابن ہبیرہ اور پھر

خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے دور میں قاضی القضاة اور وزیر خزانہ نہ بننے کی پاداش

میں امام ابوحنیفہؒ کو قید کیا گیا اور مجموعی طور پر ایک سو پچاس کوڑے ان کے ننگے بدن پر

برسائے گئے اور پورے چار سال قید و بند کی صعوبت اٹھائی۔ اس لئے اگرچہ آپؒ

کا عام معمول روزانہ ایک دفعہ قرآن پاک ختم کرنے کا تھا، لیکن یہاں لوگوں سے

**ماخذ ومصادر:** (۱) تہذیب الکمال: ۲۹/۴۳۴ تہذیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ۲۲۲/۹ تاریخ

بغداد: ۱۳/۳۵۴ (۲) البدایہ والنہایہ: ۱۰/۵۴ (۳) تہذیب الکمال: ۲۹/۴۳۴ (۴) ایضاً تاریخ بغداد

: ۱۳/۳۵۴ محمود الروایۃ لمن طالع شرح الوقایۃ

تنہا ہمیں تلاوت کا بہت زیادہ موقع ملتا تھا، اس لئے ان چار سال کی مدت میں انہوں نے سات ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم فرمایا تھا اور اتنا زیادہ پڑھنا بعید از عقل نہیں ہے۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں انشاء اللہ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

## اشکال ۱: ایک رات میں ختم قرآن کی ممانعت:

بعض حضرات کہتے ہیں: کہ امام ابوحنیفہؒ نے قرآن کریم کو ایک ہی رات میں ختم کر کے ثواب کی بجائے حدیث کی مخالفت کی ہے، کیونکہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے تین دن سے کم میں قرآن کریم پڑھا، تو وہ کچھ نہ سمجھا۔“ (۱)

## جواب:

نبی کریم ﷺ کی یہ نبی محض امت کی سہولت اور شفقت کیلئے تھا، تاکہ امت پر کسی قسم کی کوئی دشواری اور دقت نہ ہو چنانچہ امام کروریؒ فرماتے ہیں: کہ ”یہ اس شخص کے حق میں ہے، جس کیلئے تلاوت آسان نہیں کی گئی ہو۔ تم یہ نہیں دیکھتے؟ کہ نبی کریم ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ ”آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ”داؤڈ پر قرأت کو ہلکا کر دیا گیا تھا، یہاں تک کہ وہ گھوڑے کو زین کسنے کا حکم دیتے تھے۔ (ادھر) زین کسنے سے قبل (یعنی زین کسنے کے بقدر وقت میں مکمل) زبور کی تلاوت کیا کرتے تھے۔“ (۲)

## اکابر صحابہؓ اور سلف صالحینؒ کا شوق تلاوت:

تاریخ اور اسماء الرجال کی کتب دیکھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ اس طرح عبادت

کرنے والے صرف امام ابوحنیفہؒ نہیں بلکہ بہت سے اکابر اور سلف صالحینؒ اس طرح کی عبادت کرنے والے تھے۔ چنانچہ خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفانؓ (م ۳۵ھ شہیداً) نے مقام ابراہیم کے پاس ایک ہی رکعت میں سارا قرآن کریم پڑھ لیا تھا۔ (۱) اور ایک مرتبہ وتر کی ایک ہی رکعت میں پورا قرآن کریم پڑھ لیا تھا۔ (۲) تمیم داریؓ (م ۴۰ھ) (۳) عبد اللہ بن زبیرؓ (م ۷۷ھ شہیداً) (۴) اور حضرات تابعینؒ میں سعید بن جبیرؓ (م ۹۴ھ شہیداً) نے کعبہ میں ایک ہی رات میں پورا قرآن پاک ختم فرمایا اور عام طور پر ہر دو راتوں میں قرآن پاک کا ختم فرمایا کرتے تھے۔ (۵) اسی طرح بعض ائمہ کرام جیسے امام وکیعؒ اور امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطانؒ (۶) بھی ایک رکعت یا ایک رات میں پورا قرآن کریم ختم کر دیتے تھے۔ امام مجاہدؒ (م ۱۰۳ھ) کا معمول تھا کہ وہ مغرب اور عشاء کے درمیان قرآن کریم ختم کر لیا کرتے تھے۔ (۷) امام ابو بکر بن عیاشؒ (م ۱۹۳ھ) نے مکان کے ایک گوشہ میں اٹھارہ ہزار (۸) اور کل چوبیس ہزار بلکہ ایک روایت کے مطابق تیس سال سے روزانہ کا یہ معمول بن چکا تھا کہ وہ روزانہ ایک قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے (۹) جبکہ حافظ ابن کثیرؒ نے ان کے ساٹھ سال کا یہ معمول ذکر کیا ہے۔ (۱۰) امام یحییٰ بن سعید القطانؒ (م ۱۸۹ھ) کا بیس سال تک روزانہ ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرنے کا معمول تھا۔ (۱۱) اور بسا اوقات ظہر اور عصر کے درمیان (۱۲) نیز مغرب و عشاء کے درمیان بھی

**ماخذ و مصادر:** (۱) شوق حدیث: ۸۱، بحوالہ کنز العمال: ۶/۲۷۲، طبقات ابن سعد: ۱/۵۲، (۲) شوق حدیث: ۸۱، بحوالہ قیام اللیل: ۶۱، (۳) طحاوی: ۱/۲۰۵، تہذیب التہذیب: ۱/۵۱۱، (۴) طحاوی: ۱/۲۰۵، قیام اللیل: ۶۲، (۵) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۶۶، (۶) تاریخ بغداد: ۱۳/۲۷۰، ۱۴/۱۳۱، (۷) شوق حدیث: ۱۸۲، بحوالہ الاذکار المتحجۃ من کلام سیدنا ابراہیم: ۹۵، امام نوویؒ (۸) تذکرہ: ۱/۳۶۶، (۹) شرح مسلم: ۱/۱۰، (۱۰) البدلیۃ والنہیۃ: ۱۰/۲۲۳، (۱۱) تہذیب الاسماء واللغات: ۲/۵۰، (۱۲) تاریخ بغداد: ۱۳/۱۳۱، تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۹۹، الجواہر المہدیۃ: ۲/۲۱۲، (۱۳) قیام اللیل: ۶۳

ایک ایک بار ختم قرآن کریم کیا کرتے تھے۔ (۱) منصور بن زاذانؒ کبھی چاشت کی نماز میں پورا قرآن ختم کرتے تھے اور رمضان المبارک میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان ایک رکعت میں پورا قرآن اور دوسری رکعت میں سورۃ النحل تک تلاوت کی۔ (۲) بعض حضرات نے مغرب اور عشاء کے درمیان دو مرتبہ قرآن کریم ختم کرنے کا لکھا ہے۔ (۳) امام شافعیؒ رمضان کے مہینہ میں ساٹھ مرتبہ قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ (۴)

قارئین کرام! اگر آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور قرآن پاک کی تلاوت میں اکابرین امت کے انہماک کا مطالعہ کریں، تو بہت سے اکابر کو چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنے اور روزانہ ایک بلکہ دو دو قرآن پاک ختم کرنے کو پائیں گے، لیکن ہماری بات ختم قرآن میں ہے اس لئے مزید چند شواہد ذکر کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ کی بابت علامہ سبکیؒ لکھتے ہیں: کہ ”امام بخاریؒ (رمضان میں) ہر روز ایک ختم دن میں اور ایک ختم افطار کے وقت ہر شب میں کیا کرتے تھے اور ہر ختم پر فرماتے ”دعوة مستجابة۔“ (۵) اور نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں: کہ ”امام بخاریؒ رمضان میں ہر روز ایک ختم کیا کرتے تھے اور صلاۃ تراویح کے بعد ہر تین دن میں ایک ختم کے ساتھ قیام کرتے تھے۔“ وکان یختم فی رمضان کل یوم ختمۃً ویقوم بعد صلاۃ التراویح کل ثلاث لیل بختمه۔“ (۶) دور قریب میں شاہ محمد اسماعیلؒ (م ۱۲۴۶ھ شہیداً) گزرے ہیں، ان کا معمول تھا کہ آپ عصر کے نماز کے بعد مغرب سے قبل ترتیل کے ساتھ قرآن کریم کا ختم کیا کرتے تھے۔ (۷)

ماخذ و مصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱/۱۴۱ (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۴۱ (۳) قیام اللیل: ۶۳ (۴) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۳۶۲

(۵) الکلام المفید: ۲۵۹ بحوالہ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: ۲/۹ (۶) المحیط فی ذکر اصحاب السنۃ: ۴۴۰ (۷) فیض الباری: ۳/۱۹۸

امام نوویؒ وغیرہ فرماتے ہیں: ”بعض اکابر روزانہ تین مرتبہ قرآن کریم ختم کر لیتے تھے اور ہمیں جو زیادہ سے زیادہ مرتبہ قرآن کریم ختم کرنے کے واقعات معلوم ہیں وہ روزانہ آٹھ مرتبہ ختم کرنے کے ہیں۔“ (۱) اور امام نوویؒ فرماتے ہیں: کہ ”ان اکابر سے اس کثرت کے ساتھ قرآن کریم پڑھنے کے واقعات کا انکار کرنا درست نہیں۔ اس لئے کہ ان اکابر کا نام لینا بھی باعثِ رحمت ہے اور جو شخص ان کے متعلق سوء ظن کی نسبت کرے وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔“ (۲)

بہر حال اس مضمون کی حکایات تو اتر کو پہنچ چکی ہیں؛ جن کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں؛ لیکن جو شخص خود خیر سے محروم رہتا ہے وہ اپنا حصہ اور نصیب کرامات اور برکات کی تکذیب ہی ٹھہرا لیتا ہے اور ایسے واقعات کو محال قرار دیتا ہے اور حضرات صوفیائے کرام کے نزدیک یہ مسئلہ طلی الزمان سے موسوم ہے (یعنی تھوڑے سے وقت میں کرامت کے طور پر زیادہ کام کا ہو جانا۔) باقی رہا طلی المکان (یعنی تھوڑے وقت میں دور دراز کی مسافت کا طے ہو جانا اس سائنسی دور میں ایک واضح حقیقت پر دلائل پیش کرنا بے کار کام ہے) تو وہ بلا تکبر مسلم ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ نہیں صرف امت پر شفقت کی غرض سے تھی؛ جس کی تائید خود عبداللہ بن عمرؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے؛ جس میں آپؐ فرماتے ہیں: کہ ”نبی کریم ﷺ نے ایک دن میں قرآن کریم ختم کرنے کی اجازت دی ہے۔“ (۳) یہی وجہ ہے کہ امام نوویؒ حافظ ابن حجرؒ اور امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں: کہ ”قرآن کریم

ماخذ ومصادر: (۱) شوق حدیث ۸۳ بحوالہ نووی شرح مسلم ۱/۳۶۶ وغیرہ (۲) شوق حدیث ۸۹ بحوالہ ایضاً: ۱۰ (۳) فیض الباری: ۴/۱۹۸ (۴) کنز العمال ۱/۲۲۶ بحوالہ شوق حدیث ۸۹:



کا پڑھنا ہر ایک ذوق شوق اور قوت نشاط پر مبنی ہے اگر کوئی شخص اپنے اندر طاقت محسوس کرے تو اس کے مطابق جتنا بھی مناسب سمجھے قرآن پڑھ سکتا ہے۔ (۱) اگر بالفرض یہ نہی تحریم کیلئے ہوتی تو یہ اکابر علماء امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کبھی اس نہی کی خلاف ورزی نہ کرتے کیونکہ جس طرح یہ حضرات قرآن و حدیث کی تہہ تک پہنچے تھے بعد کو آنے والے ہر گز کبھی اس مقام کو حاصل نہ کر سکے ہیں اور نہ حاصل کر سکیں گے۔

**اشکال ۲: رات بھر عبادت کرنا اور ہمیشہ روزے رکھنا جائز نہیں:**

بعض لوگ جو فقہ اور بصیرت سے کورے ہیں اور معافی و مغز تک رسائی حاصل کرنے کی بجائے صرف الفاظ اور ظاہر کے پرستار ہیں۔ وہ لوگ یہ اشکال پیش کرتے ہیں کہ رات بھر عبادت کرنا اور ہمیشہ روزے رکھنا جائز نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت عثمان ابن مظعونؓ اور عبد اللہ بن عمروؓ کو منع فرمایا تھا جیسا کہ کتب حدیث میں مفصلاً مذکور ہے۔ (۲)

**جواب:**

ان حضرات نے قبل از وقت بطور عہد کے یہ التزام کر لیا تھا کہ ہم ضرور ایسا کریں گے اور ظاہر بات ہے کہ انسان کو سفر و حضر بیماری اور تندرستی وغیرہ کے کئی عوارض لاحق ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے شفقت و رحمت اور امت وقت کسی عبادت کا کوئی التزام نہیں کرتا ہے اور روزانہ یا شبانہ وہ اپنے اندر قوت طاقت

ماخذ و مصادر: (۱) شوق حدیث ۸۳ بحوالہ نووی شرح مسلم: ۱/۳۳۶، فتح الباری ۹/۸۴، تفسیر اتقان

(اردو): ۱/۲۸۰ (۲) مصلحہ بخاری ۲/۵۷۷، مسلم: ۱/۳۳۹، مشکوٰۃ: ۱/۲۷

اور نشاط محسوس کرتے ہوئے ذوق و شوق سے عبادت کرتا ہے تو اس کیلئے ممانعت نہیں ہے۔ جس کا واضح قرینہ یہ ہے کہ امت مرحومہ کے اکابر محدثین، فقہاء اور اولیائے امت رحمہم اللہ تعالیٰ کا کثرت تلاوت اور قیام اللیل اور صوم الدھر پر عمل رہا ہے اور ان حضرات سے زیادہ دین کی باریکیوں کو اور کون سمجھ سکتا ہے۔ انہوں نے اس نہی اور زجر سے جو کچھ سمجھا ہے، وہ محض شفقت اور رحمت اور سہولت ہی سمجھی ہے۔ ورنہ یہ ساری امت گناہ گار ہوگی "ولا یخفیٰ بطلانہ" یہ حضرات بغیر کسی اکراہ و اجبار کے از خود ہی عبادت کے شائق تھے اور فطرت صحیحہ حاصل ہونے کی وجہ سے کسی کی تلقین کے بھی محتاج نہ تھے۔

نظر ہے ابر کرم پر درخت صحرا ہوں کیا خدا نے نہ محتاج باغبان مجھ کو

## قول و عمل میں احتیاط:

بہر حال امام اعظم ابوحنیفہؒ کی عبادت، ورع و تقویٰ اور خشیت الہی سے انکار شہرہ چشم ہی کر سکتا ہے۔ آپؒ اپنے کلام میں انتہائی احتیاط برتتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نام پر قسم کھانے سے بہت زیادہ محتاط تھے۔ چنانچہ امام کیج فرماتے ہیں: کہ "ابوحنیفہؒ نے اپنے اوپر لازم کیا تھا کہ وہ اپنے کلام کے دوران اللہ تعالیٰ پر قسم نہیں کھائے گا، مگر یہ کہ وہ ایک درہم کا صدقہ دے گا۔ پھر ایک دفعہ قسم کھایا، تو ایک درہم صدقہ کیا۔ پھر اپنے اوپر لازم کیا کہ وہ اپنی باتوں میں اللہ تعالیٰ کی قسم نہیں کھائے گا، مگر ایک دینار صدقہ دے گا۔ پس آپؒ جب اپنے سچے کلام میں قسم کھاتے تھے، تو ایک دینار صدقہ فرماتے تھے اور جب آپؒ اپنے اہل و عیال پر کچھ خرچ کرتے تھے، تو اس جیسے

صدقہ کرتے اور جب کوئی نیا کپڑا پہنتے، تو اسی ٹمن کے بقدر شیوخ اور علماء کیلئے کپڑا خریدتے اور جب ان کے سامنے کوئی طعام رکھ دیا جاتا تھا، تو اس کھانے سے اس کا دوچند خوراک اٹھاتے اور فقیر کو دیتے تھے۔ (۱) پس جس طرح آپؐ اپنے قول و عمل میں انتہائی محتاط تھے اس طرح عبادت الہی میں بھی یقیناً محتاط ہوں گے۔

## (ن) مخبر صادق علیہ السلام کی پیش گوئی کے اولین مصداق:

سراج الامة امام المحدثين امام ابوحنيفهؒ (جو خصوصيات و مناقب مرقومہ کے جامع اور گلہائے رنگا رنگ کے پُرکشش گلدان تھے) نہ صرف ایک عابد زاهد، تالی قرآن صاحب کثیر البرکاء، کثرت صوم کے عادی اور کثیر تعداد میں حرمین شریفین کی زیارت کرنے والے تھے، بلکہ آپؐ اہل فارس کے لئے نبی کریم ﷺ کی اس پیش گوئی کے مصداق اولین بھی تھے، جس میں نبی کریم ﷺ نے علم دین اور ایمان کی بابت ارشاد فرمایا ہے: ”اگر علم (وفی روایۃ) دین اور (وفی روایۃ) ایمان ثریا ستاروں میں بھی ہو (اور اہل عرب یا کوئی قوم اس علم کو نہ چھوسکے، تو) اہل فارس میں سے ایک شخص یا) فرمایا کہ) اہل فارس کے (بعض) لوگ اس کو حاصل کر لیں گے۔“ چنانچہ حافظ ابن حجر مکیؒ (۲)، امام سیوطیؒ (۳) امام شادلی اللہ (۴) وغیرہ اکابر نے اور قیاس و تقلید کے منکر مشہور شیعہ عالم علامہ محمد معین سندھی (۵) اور مشہور غیر مقلد نواب صدیق حسن خانؒ (۶) وغیرہ مخالفین نے حدیث ذیل کا اولین مصداق امام ابوحنیفہؒ ہی کو قرار دیا ہے۔

ماخذ و مصادر: (۱) تہذیب الاسماء: ۲/۵۰۵ (۲) الخیرات الحسان: ۱۵ (۳) ایضاً، تہذیب الصحیفۃ: ۲۱۲۰ عقود الجمان: ۴۵ (۴) کلمات طیبات: ۱۶۸، ازالة الخفاء: ۱/۲۷۱ (۵) دراسات اللیب: ۲۸۹ (۶) اتحاف النبلاء: ۲۲۳

امام الانبیاء مجبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **لو كان العلم بالثريا لتناوله ناسٌ من ابناء فارس**۔ (۱) اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بروایت بخاری و مسلم میں ہے۔ **لو كان الايمان عند الثريا لنالہ رجالٌ او رجلٌ من هؤلاء**۔ (۲) نیز **لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجلٌ من فارس او قال من ابناء فارس حتى يتناولہ**۔ (۳) یعنی اگر علم یا ایمان ثریا ستارے پر پہنچ جائے تو اہل فارس کے افراد میں سے ایک شخص یا کچھ اشخاص وہاں سے اتار لائیں گے۔ یہ حدیث طبرانی کبیر میں قیس بن سعدؒ سے ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے: **لو كان الايمان معلقاً بالثريا لاتناہ العرب لنالہ رجال فارس**۔ یعنی اگر ایمان ثریا ستارے پر لٹک جائے جس کو عرب نہیں اتار سکتے تو اہل فارس کے کچھ لوگ اس کو اتار لائیں گے۔ طبرانی کی ایک دوسری روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے: **لو كان الدين معلقاً بالثريا لتناولہ ناس من ابناء فارس**۔

تاریخ ابو نعیم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اعظم الناس نصيباً في الاسلام اهل فارس لو كان الاسلام في الثريا لتناولہ رجال من اهل فارس**۔ یعنی اسلام میں عظیم تر حصہ اہل فارس کا ہے۔ اگر اسلام ثریا ستارے پر بھی پہنچ جائے تو اہل فارس میں سے کچھ لوگ اس کو وہاں سے اتار لائیں گے۔

**ائمہ متبوعین میں صرف امام ابوحنیفہؒ فارسی النسل تھے:**

اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن مجید قراء سبعہؓ کی تدوین و محنت سے مکمل اور

متواتر شکل میں امت میں پھیلا یا، اسی طرح حضور ﷺ کی سنت و حدیث بھی مکمل تدوین اور عملی تواتر سے ائمہ اربعہ کے ذریعے پھیلائی۔ یہ چار ائمہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام محمد بن ادریس شافعی، اور امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان میں سے آخری تین عربی النسل تھے، چنانچہ امام مالک قبیلہ اصح، امام شافعی قبیلہ مطلب و قریش اور امام احمد قبیلہ شیبان کے چشم و چراغ تھے جبکہ ان میں سے صرف امام ابو حنیفہ فارسی النسل تھے۔ لہذا مذکورہ عظیم ترین پیش گوئی کے مصداق ان چاروں اماموں میں سے صرف امام ابوحنیفہ ہی قرار پاسکتے ہیں۔

جب اہل فارس کا اسلام میں حصہ اعظم ہے، تو ان کا امام بھی یقیناً امام اعظم ہوگا۔ اس امام کے حق میں اعظم کا لفظ زبان رسالت پر آیا ہے اور اہل اسلام میں بلا تکبر رائج ہو گیا اور تاریخ اسلامی نے بھی حرف بحرف اس کی تصدیق کر دی، کہ امت محمدیہ کا عظیم ترین حصہ ان کے ذریعے ہی سنت پر عامل ہے۔

ابو عثمان النہدیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سلمانؓ سے سنا: انہوں نے کہا: قال رسول اللہ ﷺ يا سلمان لو كان الدين معلقاً بالثرى لتناولوه ناس من اهل فارس يتبعون سنتي ويتبعون آثاري ويكثرون الصلوة عليّ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے سلمان! اگر دین ثریا ستارے کے ساتھ بھی لٹک رہا ہو، تو اہل فارس اس کو اتار لیں گے اور وہ میری سنت کی اتباع کریں گے۔ میرے نقش قدم پر چلیں گے اور کثرت سے مجھ پر درود پڑھیں گے۔“ (۱)

ان سب احادیث کا ایک ہی مفہوم ہے کہ اگر علم دین ثریا ستارے پر بھی پہنچ

جائے تو اہل فارس کا ایک آدمی یا کچھ اشخاص وہاں سے بھی اتار لائیں گے۔

## امام ابوحنیفہؒ کی بشارت میں صحیح حدیث:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں: کہ ”اس حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی بشارت ہے۔“ نیز فرماتے ہیں: کہ ”یہ بنیادی صحیح اور قابل اعتماد بات ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی بشارت اور فضیلت کی بابت اس پر اعتماد ہونا چاہئے۔ یہ ایسے ہی صحیح ہے جیسے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی بشارتیں (صحیح ہیں)۔ اس کے علاوہ باقی موضوع روایات سے امام صاحبؒ کی بشارت پر استدلال کرنے کی ضرورت نہیں۔ جن کو بعض اصحاب مناقب نے ذکر کی ہیں۔ (۱) حافظ ابن حجرؒ نے حافظ سیوطیؒ کے بعض شاگردوں (جو کہ محمد بن یوسف شامیؒ ہیں) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ”ہمارے استاد نے یقین کیا کہ اس حدیث سے امام ابوحنیفہؒ ہی مراد ہیں۔ کیونکہ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ امام صاحبؒ کے زمانہ میں اہل فارس میں سے کوئی بھی امام صاحبؒ کے علمی مقام کو نہیں پہنچ سکا اور آپ تو آپ بلکہ آپ کے تلامذہ کا بھی کوئی مقام نہ پاسکا۔ (۲)

حضرت شاولی اللہؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں: کہ ”ایک روز ہم نے اس حدیث پر گفتگو کی۔ میں نے کہا: ”امام ابوحنیفہؒ اس حکم میں داخل ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علم فقہ کی اشاعت ان کے ہاتھوں سے کرائی اور اہل اسلام کی ان کے ذریعے اصلاح فرمائی، بالخصوص اس آخری دور میں کہ دولت بس یہی مذہب ہے۔ سارے شہروں اور

جمع اقالیم میں بادشاہ حنفی ہیں، قضاة اور اکثر مدرسین و عوام بھی حنفی ہیں۔ (۳)

ماخذ و مصادر: (۱) الخیرات الحسان: ۱۵، تمییز الصحیفۃ: ۲۱۲، عقود الجمان: ۲۵، (۲) الخیرات الحسان: ۱۳،

(۳) علم امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۱۲۷، بحوالہ مکتوبات: ۱۶۸

امام ابوحنیفہؒ سے تعصب رکھنے کے باوجود نواب صدیق حسن خانؒ کو مجبوراً کہنا پڑا: ”صواب آنست کہ ہم امام دران داخل است وہم جملہ محدثین فارس باشارة النص“ (۱) یعنی صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ بھی اس حدیث کے مصداق ہیں اور جملہ محدثین فارس بھی اشاره النص کے ذریعے اس بشارت میں داخل ہیں۔

قارئین کرام! گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ان دنوں حدیث کے جاننے والے کو عالم کہا جاتا تھا اور نواب صاحب مرحوم کے اس جملہ ”وہم جملہ محدثین فارس باشارة النص“ سے بھی ہماری تائید ہوتی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ نواب صاحب غیر مقلد کی نظر میں امام ابوحنیفہؒ صرف محدث ہی نہیں بلکہ وہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کی حدیث دانی کی بشارت دی ہے اور چونکہ اس حدیث میں علم اتارنے کا مطلب صرف الفاظ کا جاننا نہیں بلکہ احادیث میں انتہائی گہرائی میں جا کر مشکل سے مشکل مسئلہ کا استنباط کرنا ہے۔ لہذا آپ صرف احادیث کے جاننے اور علم رکھنے والے نہیں تھے بلکہ احادیث کے پرکھنے ان کے مقاصد کو جاننے اور ان احادیث میں چھپے ہوئے مسائل کے استنباط کرنے میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

### شان و ردد حدیث اور تفسیر قرآنی کے مصداق اولین:

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: ”(سورۃ الجمعۃ کی) دوسری آیت کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہؓ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے: کہ ”ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ (ﷺ) پر سورت جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپ (ﷺ) نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو لوگوں نے پوچھا: کہ ﴿وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ﴾ (۲)

سے کیا مراد ہے؟“ (یعنی یہ دوسرے لوگ جو ابھی تک ہم سے نہیں ملے، کون ہیں؟) نبی کریم ﷺ سے تین مرتبہ سوال ہوا۔ تب آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا کے ستارے کے پاس ہوتا، (یعنی اگر ایمان ستاروں کی جگمگھٹ اور آسمانی کہکشاں میں ہوتا) تو بھی ان لوگوں میں سے ایک یا کئی ایک پالیتے۔ (۱)

الغرض چونکہ جمہور علماء کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ فارسی النسل تھے، نیز علم بے پایاں کی وجہ سے کاشمیس تھے۔ اسی وجہ سے کبار محدثین نے آپؒ کو مذکورہ بالا حدیث مبارکہ اور آیت قرآنی کا اولین مصداق قرار دیا ہے۔ مذکورہ بالا پیش گوئی کے علاوہ علامہ ابن حجر مکی نے نبی کریم ﷺ کی ایک اور پیش گوئی کا ذکر فرمایا ہے: کہ ”امام صاحب کی عظمت شان پر یہ حدیث دلیل ہے، کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: کہ ”دنیا کی زینت ۱۵۰ھ میں اٹھ جائیگی۔“ چنانچہ شمس اللائمہ کردری نے کہا ہے: کہ ”یہ حدیث امام ابوحنیفہؒ پر محمول ہے، کیونکہ وہ اسی سن میں وفات پا چکے ہیں۔“ و مایصلح للاستدلال به علی عظیم شان ابی حنیفہؒ ما روی عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انه قال تُرْفَعُ زِينَةُ الدُّنْيَا سَنَةَ خَمْسِينَ وَمِائَةٍ قَالِ شَمْسُ اللَّائِمَةِ الْكَرْدَرِيِّ بِفَتْحِ الْكَافِ إِنَّ هَذَا الْحَدِيثَ مَحْمُولٌ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّهُ مَاتَ تِلْكَ السَّنَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ۔ (۲)

علامہ ابن حجر مکی سابقہ حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: کہ ”اس میں حضور ﷺ کا کھلا معجزہ ہے، کہ آپ ﷺ نے آئندہ ہونے والی بات کا پتہ دیا۔“ (۳)

ماخذ ومصادر: (۱) تفسیر ابن کثیر (اردو): ۶۲۶/۱/۵، تفسیر طبری: ۹۶/۲۹، قرطبی: ۹۳/۱۸، الخیرات الحسان: ۱۷۔



قارئین کرام! سطور بالا سے بخوبی معلوم ہوا کہ بارگاہ نبوی ﷺ سے امام ابوحنیفہؒ کی پیدائش سے بھی بہت پہلے آپؒ کے لئے نہ صرف علمی کمال کی شہادت مل چکی تھی بلکہ آپؒ کے لئے دنیا کی زینت "اعظم الناس نصیباً" دین اسلام، ایمان اور علم کو ثریا سے اتارنے والے، منبع سنت نبوی ﷺ، آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والے اور آپ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنے والے قسم کے مایہ ناز اسناد سے بھی درگاہ نبوی ﷺ سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔ بالفاظ دیگر امام صاحبؒ کی پیدائش سے بھی ایک صدی کے قریب قبل آپؒ کی محدثانہ و فقیہانہ جلالت شان کی تصدیق دربار نبوی ﷺ سے ہو چکی تھی۔ اس لئے ائمہ کرامؒ اور مشاہیر اسلام نے آپؒ کی جلالت شان فی الحدیث والفقہ نہ صرف تسلیم کی ہے، بلکہ ان میں سے اکثریت نے آپؒ کی اتباع و تقلید اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھا ہے، البتہ بعض ائمہ غلط فہمی کی بناء پر اور بعض لوگ ضد و عناد، حسد اور ہٹ دھرمی کی بناء پر دوسرے ائمہ دین کی طرح آپؒ کی مخالفت پر بھی اتر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ضد و عناد کی عینک اتارنے، ائمہ دین کی دشمنی سے بچنے اور ان کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

### امام ابوحنیفہؒ کا علم حدیث میں مقام:

فقیر نے آپ کے سامنے امام الائمہ امام اعظمؒ کے چند ایسے فضائل بطور نمونہ پیش کئے جو بظاہر عنوان سے خارج ہیں، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ سب فضائل بڑی خوش اسلوبی سے آپؒ کی محدثانہ جلالت شان کو واضح کرتی ہیں۔ کیونکہ درجہ اجتهاد پر فائز ہونا، خود آپ کے عظیم محدث ہونے کی نوید ہے۔

تابعیت کی دولت سے مالا مال ہونا، ہر محدث کے ہاں دینی و تاریخی اہمیت کا حامل اور امتیازی خصوصیت گردانی جاتی ہے۔ جبکہ اپنے شیوخ کا آپ کو اجازت حدیث دینا اور ان کا آپ پر اتنا اعتماد کہ وہ خود امام صاحب سے احادیث روایت کرتے تھے اور اس روایت کرنے میں کوئی جھجک بھی محسوس نہیں کرتے تھے۔ یقیناً علم حدیث کے ماہرین کے ہاں بڑی قابل وقعت بات ہے۔ اسی طرح وقت کے ائمہ حدیث کا آپ پر اتنا بھروسہ کہ آپ کے گرویدہ ہو کر آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرتے تھے یہ آپ کے عظیم محدث ہونے کا مرثدہ نہیں، تو اور کیا ہے؟ پھر اس پر مستزاد یہ کہ آپ علوم نبوی کے نہ صرف مدون اول بلکہ نبی کریم ﷺ کے فیوضات سے بلا واسطہ مستفیض ہونے والے صحابہ کے علوم کا سرچشمہ بھی تھے۔

امانت، عبادت میں کمال پانے کے ساتھ ساتھ علم، ورع، زہد، تقویٰ اور علمی فراست کے خزانہ تھے۔ مزید برآں صادق و مصدوق ﷺ کے پیش گوئی کے مصداق اولین ٹھہرے۔ یہ سب کمالات و خصوصیات آپ کے محدث اعظم ہونے کے واضح دلائل نہیں تو اور کیا ہیں؟ اور آپ کے یہ اوصاف مخصوصہ (جو کہ محدث ہونے کیلئے جزو لاینفک کی حیثیت رکھتی ہیں) جس طرح تمام اہل ایمان میں مسلم ہیں اسی طرح آپ کی خاص شان محدثیت، حدیث دانی اور حدیث فہمی بھی ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کیونکہ کسی شخص کی علمی خوبیوں کیلئے اس کے عظیم المرتبت شیوخ و اساتذہ، جلیل القدر تلامذہ، اس کی درس گاہ، نصاب تعلیم، اس کے علم و فراست اور امت مسلمہ کی شہادت پر نظر کرنا، اس شخص کی جلالت شان کیلئے کافی ثبوت ہے اور امام ابوحنیفہؒ کو اس سے اتنا وافر حصہ ملا تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ ”آپ امام ابراہیم نخعی اور ان

کے اقران کے مذہب کو لازم پکڑنے والے تھے۔“ (۱)

امام ابراہیمؒ کے مذہب کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتوے، حضرت علیؓ کے فیصلے اور فتوے اور قاضی شریحؒ وغیرہ کو فہم کے قضاة کے فیصلے تھے۔ اور ابراہیمؒ فقہاء کو فہم کی زبان تھے۔ (۲) اور یہی دو صحابہؓ تمام حضرات صحابہؓ کے علوم کے مخزن تھے۔ (۳) حضرت علیؓ کا تو کہنا ہی کیا، وہ تو بلاشک باب علم تھے، لیکن ابن مسعودؓ بھی کچھ کم حیثیت کے مالک نہیں تھے۔ بلکہ یہ وہ مبارک صحابیؓ تھے جن کے علم و فضل پر نبی کریم ﷺ کو اتنا اعتماد تھا کہ آپ ﷺ نے ان کو چار سندوں یعنی سند قرآن، سند حدیث، سند فقہ اور سند سیاست سے نوازا تھا اور لوگوں کو ان سے علم حاصل کرنے کی ترغیب دی تھی۔ (۴)

اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ کرام میں امام شعیبؒ، امام باقرؒ اور محارب ابن دثارؒ وغیرہ جیسے اکابر محدثین شامل تھے۔ وقت کے ائمہ اور مشاہیر محدثین نے آپؒ کی شاگردی کو اپنے لئے سعادت سمجھی۔ جن میں ۹۱۸ تلامذہ کو حافظ ابوالمحسن الشافعیؒ نے بقید نام و نسب لکھے ہیں۔ ان خوش نصیب ہستیوں میں امام الجرح و التعديل تکی بن سعید القطانؒ، امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن المبارکؒ اور امام وکیع بن الجراحؒ وغیرہ سرفہرست ہیں۔

## مذہب حنفی تمام طرق میں اوفق للسنۃ المعروفۃ ہے:

یہی وجہ ہے کہ امام شاہ ولی اللہؒ جیسی عظیم ہستی نے اپنے مکاشفات میں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی جلالت شان کی گواہی دی ہے۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: کہ ”مجھے خود

ماخذ و مصادر: (۱) حجة اللہ البالغة: ۱/۲۵۱ (۲) ایضاً: ۱/۲۵۰ (۳) اعلام الموقعین: ۱/۱۸ (۴) مقام ابی

نبی کریم ﷺ نے معلوم کرایا کہ مذہب حنفی میں ایسا عمدہ طریقہ ہے جو کہ وہ سنت نبوی مشہور کے جو امام بخاریؒ اور ان کے زمانہ میں جمع کی گئی ہیں زیادہ موافق ہے۔“

عرفنی رسول اللہ ﷺ ان فی المذہب الحنفی طریقتہ انیقہ ہی اوفق الطرق بالسنة المعروفہ التي جُمعت ونُقحت فی زمان البخاری و اصحابہ۔“ (۱) اسی طرح غیر مقلدین کے معتبر عالم نواب صدیق حسن خانؒ امام اعظم کو کبار محدثین میں سے شمار کرنے پر مجبور ہوئے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ علم حدیث میں مجتہدین میں سے تھے اس پر دلیل یہ ہے کہ ان کے مذہب پر اعتماد و اعتبار کر کے موافق و مخالف رد اور قبول کی طرف متوجہ ہیں۔“ ویدل علیٰ انہ من

المجتہدین فی علم الحدیث اعتماد مذہبہ بینہم والتعویل علیہ و اعتبارہ ردًا وقبولًا۔“ لیکن افسوس صد افسوس بعض حاسدین بلا تحقیق کہہ دیتے ہیں: کہ ”امام صاحبؒ کو حدیث میں مہارت نہیں تھی اور وہ حدیث سے غیر دلچسپی رکھتے تھے۔ ان کو صرف سترہ بلکہ اس سے بھی کم یعنی تین حدیثیں یاد تھیں۔“ فوالسفا!

**امام ابوحنیفہؒ مجتہد مطلق اور جلیل القدر امام تھے:**

قارئین کرام! حاسدین کی مذکورہ بالا دعویٰ سونی صد غلط ہے۔ امام صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے حدیث میں روایت و درایت کے اعتبار سے جو بلند اور اعلیٰ مقام عطا فرمایا تھا آپ کے معاصرین اور متاخرین میں سے کوئی بھی اس منصب جلیلہ پر فاتر نہیں ہو سکا۔ اسی دور میں آپ کا ہم منصب ڈھونڈنا اگر محال نہیں تھا تو مشکل ضرور تھا اور یہ ایک حقیقت بھی ہے۔ جس کا انکار بدیہی البطلان ہے۔ کیونکہ امام صاحبؒ کا

اجتہاد مخالف و موافق دونوں کے ہاں مسلم ہے۔ بلکہ امام صاحبؒ کے مجتہد مطلق ہونے پر امت کا اتفاق ہے۔ چنانچہ غیر مقلد نواب صدیق حسن خان صاحبؒ نے امام صاحبؒ کے تعارف میں ”واصل مرتبہ اجتہاد مطلق گردید“ تحریر کیا ہے اور یہی نواب صاحبؒ علامہ ابن خلدونؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ علم حدیث میں کبار مجتہدین میں شمار ہوتے ہیں۔“ جیسا کہ ابھی گزرا۔

مولوی محمد ابراہیم صاحبؒ غیر مقلد حافظ عبدالمنانؒ وزیر آبادی غیر مقلد کے بارے لکھتے ہیں: کہ ”آپؒ ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے۔“ چنانچہ آپؒ فرمایا کرتے تھے: کہ ”جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔“ (۱)

داؤد غزنویؒ غیر مقلد اپنی جماعت سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں گستاخی کے الفاظ کہنے پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ ”جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر (کہ ان کو سترہ حدیثیں یاد تھیں) رکھتے ہوں ان میں اتحاد اور یک جہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔“ یا غربۃ العلم انما اشکوا بٹی و حزنی الی اللہ۔“

**امام ابوحنیفہؒ پر اعتراضات ہدایانات ہیں:**

مولوی محمد حسین بٹالوی غیر مقلد نے لکھا ہے: کہ ”امام الائمہ ابوحنیفہ علیہ الرحمہ پر جو اعتراضات و مطاعن اخبار اہل الذکر (یہ ان دنوں غیر مقلدین کا اخبار تھا) میں مشہور کئے گئے ہیں کہ امام عالی مقام مجتہد نہ تھے اور وہ ان علوم سے جو اجتہاد کئے

ضروری ہیں جیسے علم حدیث، علم لغت وغیرہ میں کافی بہرہ نہ رکھتے تھے اور اصول فقہ کے اول مدون نہ تھے اور اعتقاد میں خفی نہ تھے، بلکہ مرجی تھے اور حدیث نبوی ﷺ سے عمداً اعراض کرتے تھے اور وہ نصوص چھوڑ کر پیروی رائے و قیاس کی کرتے تھے اور اس وجہ سے ان کے ہم عصر ائمہ و اکابر جیسے امام سفیان ثوریؒ و امام جعفر صادقؒ اور امام باقرؒ وغیرہم ان کو برا کہتے۔ یہ سب کے سب ہدایات بلا استناد اکاذیب و بہتانات ہیں جن کا ماخذ زمانہ حال کے معترضین کیلئے حامد حسین شیعہ لکھنوی کی کتاب استقصاء الافہام اور استیفاء الانتقام فی نقض منتهی الکلام کے سوا اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اس کتاب میں اس قسم کے مطاعن سے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے علاوہ کسی سنی امام (امام مالکؒ، امام بخاریؒ وغیرہ) کو نہیں چھوڑا اور ایک ایک کا نام لے کر کئی کئی ورقوں بلکہ جزیوں کو سیاہ کر ڈالا ہے۔ اخبار اہل الذکر کا ایڈیٹر اور اس کا حیدر آبادی نامہ نگار اگر اس کتاب کے مطاعن مذکورہ اور اس کے دلائل و سندات کو صحیح اور واجب التسلیم سمجھتے ہیں تو پھر باقی اماموں (امام مالکؒ، امام بخاریؒ وغیرہ) کے حق میں ان مطاعن و بہتانات کو بھی صحیح سمجھ کر کھلے بند شیعہ کیوں نہیں ہو جاتے جیسا کہ مولوی عبدالحق بناری بھی یہ روش اختیار کر کے آخر شیعہ ہو گئے تھے۔ مگر آخر مرنے سے پہلے وہ مذہب شیعہ سے تائب ہو گئے اور خدا کی توفیق و رہنمائی سے وہ سنی اہل حدیث ہو کر فوت ہوئے۔

**ائمہ سلف پر طعن کرنا شعبہ رض ہے:**

اے برادران اسلام! عمل بالحدیث اور چیز ہے اور ائمہ سلف پر طعن کرنا شعبہ

رض ہے۔ ہمارے شیخ اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی مرحوم اور ان کے شیخ مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے اور ان کے اقوال طبع ہو کر شائع ہو چکے ہیں: کہ ”جو شخص امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ وغیرہ ائمہ مجتہدین کو برا کہتا ہے وہ چھوٹا رافضی ہے اور ہمارا بھی یہی مقولہ و اعتقاد ہے کہ جو شخص امام ابوحنیفہؒ وغیرہ ائمہ مجتہدین کو برا کہے اور ان کے علم و دیانت و اجتهاد و تقویٰ پر طعن کرے۔ وہ علوم دین سے محض جاہل اور چاند پر تھوکنے کے سبب احمق اور ان اولیاء اللہ سے معاداة کی وجہ سے حدیث ”من عادى لي وليا فقد اذى الله بالمحاربة“ جس نے میرے ولی سے دشمنی کی تو اس نے اللہ سے جنگ کی، کا مصداق ہے۔“ (۱)

”مجتہد کے شرائط:

**قارئین کرام!** ایک شخص محدث غیر فقیہ ہو یہ تو ہو سکتا ہے لیکن ایک شخص فقیہ و مجتہد تو ہو لیکن محدث نہ ہو یہ ناممکن ہے کیونکہ مجتہد ہونے کیلئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے شریعت مطہرہ کے پورے کے پورے سٹم کے ہر گوشہ پر نظر ہو شریعت حقہ کا کوئی گوشہ اس کی نظر سے اوجھل نہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ ان سے مسائل کا استنباط و استخراج (مسائل نکالنے کا) سلیقہ بھی رکھتا ہو۔ جیسا کہ علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں: کہ ”درجہ اجتهاد صرف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو دو صفتوں سے موصوف ہو (۱) پوری کی پوری شریعت کے مقاصد کو سمجھتا ہو (۲) مسائل نکالنے کی قدرت رکھتا ہو۔“ انما تحصل درجة الاجتهاد لمن اتصف بوضوئيه

ماخذ و مصدر: (۱) السیف الصارم لمکرشان الامام الاعظم ۱۰۲: ۱۰۳ بحوالہ حقائق الفقہ بجواب حقیقۃ الفقہ:

فہم مقاصد الشریعة علی کمالها والثانی من الاستنباط۔ (۱) اور اسی کتاب (۲) میں مثال میں امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کو پیش کئے ہیں۔ حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ نے شریعت مطہرہ کے پورے سسٹم پر نظر ہونے کا یہ مطلب بتایا ہے کہ ”مجتہد کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان پانچ علموں کا جامع ہو قرآن کی قرأت، تفسیر، احادیث کا علم مع اسانید صحیح و ضعیف کی معرفت، مسائل میں سلف کے ارشادات سے واقفیت، عربی زبان کا علم اور استنباط مسائل اور نصوص میں تطبیق کا علم۔ (۳) مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ نے مجتہدین کو شریعت کے پورے سسٹم پر بحیثیت مجموعی نظر کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا ہے کہ وہ انبیاء کے مشابہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: پس اس فن میں انبیاء سے مشابہت رکھنے والے مجتہدین ہیں ان کو اس فن کا امام سمجھنا چاہئے جیسے ائمہ اربعہ۔ اگرچہ مجتہدین بہت ہوئے ہیں لیکن جمہور امت میں مشہور یہی چند ہستیاں ہیں اس لئے گویا پوری پوری مشابہت اس فن میں ان کے ہی حصہ میں آئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور امت کے خواص و عوام میں یہی بزرگ امام کے لقب سے امام کے لقب سے مشہور ہوئے ہیں۔“ پس مشابہ بانبیاء دریں فن مجتہدین مقبولین اند۔ پس ایشان را از ائمہ فن باید شمر دمثل ائمہ اربعہ۔ ہر چند مجتہدین بسیار از بسیار گزشتہ فاما مقبول در میان جمہور امت ہمیں چند اشخاص اند پس گویا کہ مشابہت تامہ در اس فن نصیب ایشان گردیدہ۔ بناء علیہ در میان جماہیر اسلام از خواص و عوام بلقب امام معروف گردیدند۔ (۴) اور امامت کا مطلب بتاتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ ”ہر کمال میں

ماخذ ومصادر: (۱) الموافقات: ۱/۲۳ (۲) ۳/۱۰۸ (۳) شروط الائمة الخمسة: ۵۱ (۴) امام اعظمؒ اور علم حدیث:



امامت عبارت ہے اس بات سے کہ اس کمال میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء کے ساتھ مشابہت تامہ حاصل ہو جائے۔ ”امامت در ہر کمال عبارت است از حصول مشابہت تامہ بانبیاء اللہ در اں کمال۔“

### امام ابوحنیفہؒ مجتہد اور حافظ الحدیث تھے:

قارئین کرام! جب امام ابوحنیفہؒ خصوصاً پیشوایان غیر مقلدین اور دوسرے اغیار کی نظروں میں ائمہ دین میں شمار بلکہ جلیل القدر امام اور مجتہد مطلق ہوئے اور مجتہد مطلق کے لئے مہارت فی الحدیث شرط ہے۔ بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ اور علماء محققین کے نزدیک ”مجتہد وہ شخص ہو سکتا ہے جو قرآن حدیث آثار تاریخ اور لغت و قیاس پر کافی عبور رکھتا ہو۔“ (۱) تو لازماً امام ابوحنیفہؒ قرآن و تاریخ اور لغت و قیاس کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر حدیث بھی تھے اور یہی وجہ ہے کہ جیسا کہ فقہاء کرام حضرت امام ابوحنیفہؒ سمیت تمام مجتہدین کو فقہاء میں شمار کرتے ہیں اسی طرح محدثین کرام ان کو حفاظ حدیث میں بھی شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے جو ایک مفصل کتاب ”حفاظ حدیث“ میں لکھی ہے اس کے دیباچہ میں تحریر کرتے ہیں: کہ ”یہ ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو علم نبوی ﷺ کے حامل ہیں اور جن کے اجتہاد پر توثیق تضعیف اور تصحیح تضعیف میں رجوع کیا جاتا ہے۔“ انہوں نے اس کتاب میں یہ اصل آخر تک نبھایا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر ضمناً ایک محدث خارجہ بن زیدؒ کا ذکر آگیا ہے تو وہاں انہوں نے تصریح فرمائی ہے: کہ ”میں نے ان کو حفاظ حدیث

میں اسلئے ذکر نہیں کیا، کہ وہ قلیل الحدیث تھے۔“

امام ابوحنیفہؒ کے محدث ہونے کا اس سے زیادہ کیا ثبوت درکار ہے کہ علامہ ذہبیؒ نے مذکورہ کتاب میں ان کا ترجمہ لکھا ہے اور آپؒ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ (۱) نیز علامہ ذہبیؒ نے طبقات المحمّدین کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اور اس کتاب میں انہوں نے ایک طبقہ خاص امام اعمشؒ اور آپؒ ہی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: طبقة الاعمش وابی حنیفة۔ پھر اس طبقہ کے تحت ایوب سختیائی، خالد الخدّاء، ریجة الرأی اور عمارة بن القعقاع وغیرہ کے نام ذکر کئے ہیں اور آگے پھر آپؒ کا نام ابوحنیفة النعمان فقیہ الكوفة کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ (۲)

حافظ ابوالحسن دمشقی شافعیؒ نے عقود الجمان میں ایک خاص باب باندھا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: الباب الثالث والعشرون فی بیان کثرة حدیثہ وکونه من اعیان الحفاظ المحدثین یعنی تیسواں باب اس بیان میں ہے کہ وہ (امام ابوحنیفہؒ) کثیر الحدیث اور اعیان الحفاظ میں سے تھے۔ (۳)

علامہ سیوطیؒ نے طبقات الحفاظ میں آپؒ کا ترجمہ قائم کر کے آپؒ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ (۴) اور ابھی نواب صاحب کا حوالہ گذرا کہ بقول علامہ ابن خلدونؒ امام صاحبؒ کبار محدثین میں شمار ہوتے ہیں، لیکن یاد رکھیں کہ امام ابوحنیفہؒ جو جس بات نے ہم عمروں میں امتیاز دیا تھا، وہ صرف حافظ الحدیث ہونا ہی نہیں تھا، بلکہ ساتھ ساتھ احادیث کی تنقید اور بلحاظ ثبوت احکام ان کے مراتب کی تفریق بھی تھا۔ چنانچہ قاضی ابو یوسفؒ (جن کے بارے تکلی بن معینؒ کہتے ہیں کہ

اصحاب الرأی میں ان سے زیادہ حدیث جاننے والا اور اثبت کوئی نہیں ہے اور ایک جگہ ان کو صاحب حدیث اور صاحب سنہ کہا ہے۔ (۱) اور علامہ ذہبیؒ نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے (۲) فرماتے ہیں: ”ہم لوگ امام ابوحنیفہؒ سے مسائل میں بحث کرتے تھے۔ جب ان کی رائے قائم ہو جاتی تھی تو میں حلقہ درس سے اٹھ کر کوفہ کے محدثین کے پاس جاتا تھا اور ان سے اس مسئلہ کے متعلق حدیثیں دریافت کر کے امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ امام صاحبؒ ان حدیثوں میں بعض کو قبول فرماتے اور بعض کو رد کر دیتے تھے کہ یہ صحیح نہیں۔ میں پوچھتا: کہ ”کیونکر معلوم ہوا“ فرماتے: کہ ”کوفہ“ میں جو علم ہے میں اس کا عالم ہوں۔“

الحاصل اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ ہر فضیلت میں امام صاحبؒ کو اعلیٰ مقام سے نوزا تھا، اسی طرح احادیث کے میدان میں بھی آپؒ کو ”آفتاب نیروز“ کی طرح بلند فرمایا تھا اور جیسا کہ فقہت میں کاشتمس تھے، اسی طرح حیث دانی میں بھی کسی امام سے پیچھے نہیں تھے۔

ناظرین کرام! کیا چار ہزار اساتذہ کرام سے درس حدیث لینا، سات صحابہ کرامؓ سے احادیث روایت کرنا، پانچ لاکھ احادیث پر عبور حاصل کرنا، مجموعہ احادیث سے کئی صندوقوں کا محفوظ کرنا، ستر ہزار احادیث پر اپنے فقہی مسائل کی بنیاد رکھنا، نو سو اٹھارہ چیدہ چیدہ محدثینؒ کے استاد بننے کا شرف حاصل کرنا، ائمہ ثلاثہؒ اور ائمہ صحاح ستہؒ کے بلا واسطہ یا بالواسطہ شیخ بننے کی سعادت کا ملنا، بالاجماع مجتہد کے مرتبہ پر فائز ہونا، پراپوں کے ہاں سے حافظ الحدیث ہونے کا سرٹیفکیٹ ملنا، آیت قرآنی کی تفسیر اور مخبر

صادق ﷺ کی پیش گوئی کا مصداق بننا، اغیار کی نظروں میں بھی آنحضرت ﷺ کا کھلا معجزہ کی سند کا ملنا، چالیس مسانید اور چوبیس مجموعہ ہائے احادیث کا آپ کی ذات عالیہ کی طرف منسوب ہونا (جن میں ہزار ہا آثار و احادیث کا آپ سے بسند صحیح مروی ہونے کا سہرا آپ کے سر ہے) نیز حدیث میں سب سے پہلی مرتبہ تصنیف کی عزت سے سرفراز ہونے کا شرف ملنا ایک ماہر فی الحدیث ہونے کا اگر بین ثبوت نہیں تو اور کیا ہے؟

۔ گرنہ بیند بروز شہرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

فقیر اپنے اس دعویٰ کے اثبات کیلئے اکابرین امت کی آراء پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

**اکابرین امت کی نظر میں امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان:**

امام الائمۃ، سراج الملتہ، کشاف اصداف الفرائد امام اعظم ابوحنیفہؒ کی حدیث میں اعلیٰ اور اونچی شان کے اثبات کیلئے سطور بالا کافی و شافی ہیں بشرطیکہ حسد و عناد کی عینک اتار کر عدل و انصاف کی نظر سے دیکھا جائے۔

اسی طرح اگر بنظر انصاف دیکھا جائے، تو آپ کی حدیث دانی، حدیث فہمی اور آپ کا امام فی الحدیث ہونے پر سمرقند کی قبرستان الموسوم بہ قبرستان اصحاب ابی حنیفہ کا وجود ہی کافی ہے جس میں آپ سے حدیث و فقہ پڑھنے والے بیشمار تلامذہ مدفون ہیں۔ علاوہ ازیں علماء امت کی نصف صد کے قریب مستقل تصانیف اور علمی کتابوں میں محدث اعظم امام ابوحنیفہؒ کا و قیح ترجمہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ صرف امام الفقہ نہیں تھے بلکہ امام الحدیث بھی تھے۔

حقیقت تو یہ ہے، کہ حسد کی کوئی دوا نہیں ہے۔ اس مرض نے بہت سے صاحب کمالات کو دشمنی کی بھینٹ چڑھا دیا، ان کو خاک کے حوالہ کر دیا، چہیتوں کو اپنوں سے دور کر دیا، بلکہ ان کو قید خانہ اور جیل خانہ کی زینت بنوا دیا۔ نبی کریم ﷺ جیسے لاڈلے، چہیتے اور صاحب کمالات جس کی مثال لانے سے عرب قوم بلکہ پوری دنیا عاجز ہے۔ جس کے بارے قاسم العلوم والخیرات علامہ محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں:

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں  
تیرے کمال کسی میں نہیں، مگر دو چار

کفار مکہ آپ ﷺ کو اصادق اور الامین کے لقب سے پکارا کرتے تھے لیکن جب ان خوبیوں کے حامل امام الانبیاء ﷺ کو حسد کی نگاہ سے دیکھا گیا، تو ان حاسدین نے آپ ﷺ کو ساحر، شاعر، مجنون اور کذاب کہنا شروع کیا اور آپ ﷺ پر بلدا میں نہ صرف تنگ کیا، بلکہ آپ ﷺ کے خون کے پیاسے بن کر آپ ﷺ کے قتل کے درپے ہوئے اور جب آپ ﷺ صحیح سالم ہجرت سے سرفراز ہوئے، تو وہاں بھی آپ ﷺ کو آرام سے بیٹھنے نہیں دیا اور آخر کار نبی کریم ﷺ مجبور ہو کر میدان جنگ میں اتر کر علم جہاد بلند فرمانے لگے اور پھر وہی ہوا، جو ہونا تھا۔

یہی حال امام الانبیاء ﷺ کے حقیقی علمی وارث امام ابوحنیفہؒ کا بھی ہے کہ آپؒ کے ساتھ حسد کی آگ میں جو نار و اسلوک کیا گیا، وہ ناقابل بیان ہے۔ خوف خدا سے عاری اور آخرت سے بے فکر بعض بد بخت لوگوں نے آپؒ کے بارے جو خرافات اور بے بنیاد باتیں وضع کیں، وہ ناقابل بیان و ناقابل برداشت ہیں۔

دور حاضر میں قرآن و سنت کے بعض لامذہب ٹھیکیدار افراد امام ابوحنیفہؒ کو

احادیث نبوی ﷺ کے علم سے عاری، صرف سترہ احادیث کا حافظ، بلکہ اسلام کا دشمن قرار دیتے ہیں اور آپؐ کی قرآن و حدیث کی تشریحات پر اعتماد کرنے والے قبضین پر کفر و شرک کا فتویٰ لگا کر دین متین کی خدمت کرنے سے روکنے کی بے جا کوشش کر رہے ہیں۔ جن کا کچھ ذکر ابتدائی صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ لہذا فقیر نے ایسے شریر لامذہب افراد کے مضمر قلم سے مجبور ہو کر امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان پر قلم اٹھایا اور اکابرین امت، خاص کر ائمہ جرح و تعدیل کی آراء کی طرف خصوصی توجہ دی۔ مذکورہ بالا موضوع میں ان حضرات کی آراء کے علاوہ لامذہبوں کے بعض اکابر کی آراء، بعض اہل کشف کی گواہیاں اور اہل حق کے خواب بھی (انشاء اللہ) ذکر ہوں گے۔ امید ہے منصف مزاج حضرات کیلئے یہ بحث قرۃ العین ثابت ہوگی۔

امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں اکابرین امت کی آراء بے شمار ہیں۔ ان کا احصاء کرنا میرے جیسے بے بضاعت، کم مایہ اور کم علم کی طاقت سے باہر ہے، البتہ تنویر غرض کیلئے چند آراء مشتمل نمونہ از خروارے پیش خدمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے، کہ اللہ تعالیٰ اس کو حرب الہی سے ڈرنے والے منصف مزاج مسلمانوں کیلئے نسخۃ اکیس و تریاق زہرا ایمان ثابت فرمائیں گے۔

## ۱۔ صحاح ستہ کے راوی محدث کبیر امام اعظمؒ:

امام اعظمؒ (مربیع الاول ۱۴۸ھ) یہ وہ صحاح ستہ کے عظیم راوی ہیں جن کی بابت علی بن المدینیؒ جیسی ہستی کا بیان ہے: کہ ”امت محمدیہ کیلئے چھ آدمیوں نے علم محفوظ فرمایا۔ عمرو بن دینار نے مکہ میں زہریؒ نے مدینہ میں ابواسحاق السدیقیؒ اور اعظمؒ

نے کوفہ میں اور قنادہ و یحییٰ بن ابی کثیرؒ نے بصرہ میں۔“ (۱) سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں: کہ ”انہوں نے اپنے اصحاب پر چار چیزوں کی وجہ سے سبقت کی ہے۔ (۱) کہ ”وہ سب سے زیادہ قاری قرآن ہیں۔ (۲) سب سے بڑے حافظ الحدیث ہیں۔ (۳) علم حدیث کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ایک اور خصلت بھی بیان فرمائی (جو مجھ سے بھول گئی)۔“ اقرؤہم للقرآن واحفظہم للحدیث واعلمہم بالفرائض ونکر خصلة اخرى۔“ (۲) ان حضرات کے علاوہ امام شعبہؒ، امام جریر بن عمارؒ وغیرہ نے بہترین اور انتہائی اعلیٰ الفاظ میں ان کی توثیق فرمائی ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے آپؒ کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے ”الحافظ الثقة“ اور ”شیخ الاسلام“ کے الفاظ سے ذکر کیا ہے؛ (۳) لیکن صد افسوس صد افسوس آج کل کے مادرزاد مجتہدین، لامذہب اور حدیث کے نام نہاد ٹھیکیداران نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ حسد کی وجہ سے ان کو بھی ضعفاء کی صف میں لاکھڑا کیا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ دراصل انکار حدیث پر تلے ہوئے ہیں اور اس کے بغیر انکار حدیث مشکل ہے۔ لہذا انہوں نے یہی سوچا کہ آؤ جی! امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ، خصوصاً امام اعظمؒ کو ضعیف کہا کرو۔ اس سے خود بخود صحیحین کے راویوں پر ضعف کا حکم لگ جائے گا اور اس طرح جب اس معتمد کتاب جو بقول اکثر علماء ”اصح الکتب بعد کتاب اللہ“ ہے سے اعتماد اٹھ جائے گا تو باقی کتب حدیث پر آسانی پانی پھیر دیا جائے گا اور اس طرح پھر آسانی سے فقہ کو ضعیف قرار دیکر اسلام کا ستیاناس کر دیا جائے گا۔ لہذا الفاظ حدیث اور معانی حدیث دونوں کا خود بخود بغیر اعتراض کرنے کے قلع قمع ہو جائے گا اور اس

طرح وہ انکار حدیث کے اعلان کئے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن

ع ایں خیال است و محال است و جنون

امام اعمشؒ کا امام ابوحنیفہؒ پر اعتماد:

بہر حال امام اعمشؒ صحاح ستہ کے معتمد اور ثقہ راوی ہیں، آپ امام ابوحنیفہؒ

پر بہت زیادہ اعتماد فرماتے تھے، چنانچہ حضرت عبید اللہ بن عمرؓ (م ۱۴۷ھ جو الامام

الحافظؒ اور الثابتؒ تھے۔ (۱)) فرماتے ہیں: ”میں امام اعمشؒ کی مجلس میں تھا

کہ ایک سائل آیا اور اس نے کوئی مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے اس کو کوئی جواب نہ دیا۔

اتنے میں انہیں امام ابوحنیفہؒ نظر آ گئے۔ امام اعمشؒ نے فرمایا: ”اے نعمان! اس مسئلہ کا

جواب دے۔“ انہوں نے فرمایا: ”اس مسئلہ کا جواب یوں ہے۔“ وہ فرمانے لگے: ”کس

دلیل سے؟“ امام اعظمؒ نے فرمایا: کہ ”اس حدیث کی رو سے جو آپؒ نے ہم سے بیان کی

تھی۔“ اس پر امام اعمشؒ نے جواب دیا: کہ ”ہم تو پانساری ہیں اور تم حکیم اور طبیب ہو۔“

نحن الصیادلة وانتم الاطباء۔ (۲) بعض کتب میں مرقوم ہے: کہ امام ابوحنیفہؒ

نے فرمایا: ”آپ نے ہم سے حدیث بیان کی، کہ ابوصالحؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے

اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث بیان کی اور آگے امام اعمشؒ کی روایت

کی ہوئی حدیثیں بیان فرمائیں۔“ امام اعمشؒ نے فرمایا: ”بس بس! جو احادیث میں

نے تم سے سو دنوں میں بیان کی ہیں، تم اسے ایک ساعت میں بیان کر دو گے۔ مجھے خبر

نہیں تھی کہ تم ان حدیثوں پر عمل کرتے ہو۔ اے جماعت فقہاء! آپ لوگ طبیب ہیں

ماخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۱/۱۵۱ (۲) طائفہ منصورہ: ۳۰ جامع البیان والعلوم: ۲/۱۳۱ مناقب للموفق: ۱/۱۶۳



اور ہم دو افروش۔“ ”یامعشر الفقہاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة۔“ نیز فرمایا: کہ ”امام ابوحنیفہؒ (طیب اور دو افروش) دونوں ہیں۔“ (۱)

علامہ ذہبیؒ اور علامہ ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں: کہ ”محدث اعمشؒ سے ایک سوال کیا گیا، تو فرمانے لگے: ”اس کا بہتر جواب ابوحنیفہؒ ہی دے سکتے ہیں، میرے خیال میں ان کے علم میں برکت دی گئی ہے۔“ ”انه سئل عن مسألة فقال انما يحسن هذا النعمان بن ثابت الخزاز واطنه بورك له في علمه۔“ (۲) امام اعمشؒ کے فرمان کا مطلب یہ ہے: کہ ”جس طرح پنساریوں کے پاس مختلف قسم کی جڑی بوٹیاں اور ادویہ ہوتی ہیں، مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ ان جڑی بوٹیوں کے خواص اور فوائد کیا ہیں۔ یہ مختلف جڑی بوٹیاں کن امراض کی دوا ہیں اور مریض کو کس مقدار میں دینی چاہئیں وغیرہ۔ اسی طرح محدثین کرامؒ کی حالت ہے کہ ان کے حافظوں میں بیش بہا حدیثیں ہوتی ہیں، لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ ان احادیث سے مسائل کس طرح مستنبط ہونگے۔ یہ کام صرف فقہاء عظامؒ کا ہے۔ یعنی امام اعمشؒ محدثؒ نے کھلے لفظوں میں تسلیم کیا کہ فقہاء کو حدیث کے معنی اور مطلب سمجھنے میں ہم محدثین پر برتری حاصل ہے۔“

مسند خوارزمی میں امام اعمشؒ کا قول منقول ہے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ مواضع دقیقہ اور غوامض علم خفیہ کو بخوبی جانتے ہیں اور ان کو تاریک مقام میں بھی اپنے چراغ قلب کی وسیع نورانی روشنی سے اچھی طرح دیکھ لیتے ہیں۔“ ایک دفعہ امام اعمشؒ نے

ماخذ ومصادر: (۱) تذکرۃ النعمان: ۲۰۸، ۲۰۹ الخیرات الحسان: ۶۱، مناقب للموفق: ۱/۱۶۵ (۲) سیر اعلام

امام ابو یوسفؒ سے پوچھا: کہ ”تمہارے رفیق ابوحنیفہؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ کے قول ”عتق الامة طلاقها“ کو کیوں ترک کر دیا؟“ امام ابو یوسفؒ نے جواب میں فرمایا: ”اس حدیث کی وجہ سے جو آپ نے بواسطہ ابراہیمؒ و اسودؓ حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے، کہ بریرہؓ جب آزاد ہو گئیں، تو ان کو اختیار دیا گیا۔“ امام اعمشؒ نے یہ سن کر بڑا تعجب کیا اور کہا: ”ابوحنیفہ بڑے زیرک ہیں۔“ قال الاعمش لابی یوسف کیف ترك صاحبك ابوحنيفة قول عبد الله عتق الامة طلاقها قال: تركه لحديثك الذي حدثته عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة ان بريرة حين اعتقت خيرت قال الاعمش: ان اباحنيفة لافطن قال: و اعجبه ما اخذ به ابوحنيفة۔“ (۱) امام اعمشؒ کا قول ہے کہ ”ابوحنیفہؒ“ وہ مسائل جانتے ہیں، جنہیں نہ حسن بصریؒ جانتے ہیں نہ ابن سیرینؒ نہ قتادہؒ اور نہ فلاں اور فلاں اور نہ اس کے سوا کوئی اور۔

## ۲۔ امام اعظمؒ کے استاد، ہم سبق اور شاگرد امام مسعر بن کد ام کی توثیق:

صحاح ستہ کے راوی اور اہل حدیث کے پیشوا امام مسعرؒ (م ۱۵۵ھ) جن کی جلالت شان کے مداح ابن مبارکؒ بھیسی شخصیت ہیں) فرماتے ہیں: ”ہم نے ابوحنیفہؒ کے ساتھ اکٹھے حدیث پڑھنی شروع کی وہ ہم پر غالب رہے۔ پھر ہم زہد میں پڑے، تو اس میں بھی وہ ہم پر فوقیت لے گئے اور ہم نے اس کے ساتھ فقہ پڑھنی شروع کی، تو اس مقام پر پہنچے، جس کو دیکھ رہے ہو۔“ طلبنا مع ابی حنيفة الحديث فغلبنا فاخذنا فبرع علينا وطلبنا معه الفقه فجاء منه ما ترون۔“ (۲)

## دو آدمیوں پر رشک:

امام مسعرؒ کہتے ہیں: کہ ”کوفہ میں مجھے دو آدمیوں پر رشک آتا تھا، امام ابوحنیفہؒ پر ان کی فقاہت (یعنی معانی حدیث کے جاننے اور اس سے صحیح معنی اخذ کرنے) میں اور حسن بن صالحؒ پر ان کی زہد میں۔“ (۱) ایک روز امام مذکورؒ اصحابِ ابی حنیفہؒ کے ہاں تشریف لے گئے دیکھا: کہ ”آپؒ کے اصحاب مسائل فقہ کے مذاکرے اور خوب بلند آواز سے بحث کر رہے ہیں۔ آپؒ کچھ دیر ٹھہر کر سنتے رہے پھر فرمایا: کہ ”یہ لوگ شہیدوں، عابدوں اور تہجد پڑھنے والوں سے افضل ہیں یہ لوگ سنت رسول ﷺ کو زندہ کر رہے ہیں اور جاہلوں کو جہل سے نکالنے میں کوشش کر رہے ہیں۔“ کیا بغیر حدیث پڑھے بلاسننے سمجھنے اور جاننے کے سنت رسول ﷺ کو زندہ کیا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! ہاں زندہ کرنا، تو تب ہوگا کہ ان کو حدیثِ فہمی اعلیٰ درجہ کے حاصل ہو۔ اب یہ ایک ایسی ہستی کا فرمان ہے، جن کے بارے میں ”یحییٰ بن سعید القطانؒ نے فرمایا ہے: کہ ”میں نے مسعرؒ جیسا کوئی نہیں دیکھا، حدیث میں سب لوگوں سے اثبت تھے۔“ (۲)

امام مسعرؒ فرماتے ہیں: کہ ”جو شخص اپنے اور اپنے اللہ کے درمیان امام ابوحنیفہؒ کو وسیلہ بنائے گا اور ان کے منصب پر چلے گا، میں امید کرتا ہوں کہ اس کا کچھ خوف نہ ہوگا۔“ (۳) پھر یہ اشعار پڑھے۔

حسبی من الخیرات ما اعددتہ

یوم القیمہ فی رضی الرحمن

دین النبی محمد خیر الوری

## ثم اعتقادی مذهب النعمان

یعنی نیکیوں میں میرے لئے وہ چیز کافی ہے جو کہ میں نے قیامت کے دن کیلئے اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کیلئے تیار کی ہے جو نبی محمد خیر الوری ﷺ کا دین ہے پھر نعمانؒ کے مذہب پر میرا اعتقاد ہے۔

قارئین کرام! یہاں ان اشعار سے جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ان کی عقیدت ظاہر ہوتی ہے، اسی طرح ان اشعار سے نہ صرف امام مسعرؒ کا امام ابوحنیفہؒ پر اعتماد ثابت ہوتا ہے بلکہ ساتھ ساتھ خیر القرون میں امام صاحبؒ کے مذہب کیلئے نعمان کے مذہب یعنی حنفی مذہب کا اثبات بھی ثابت ہوتا ہے۔ یہ صحاح ستہ کے معتمد راوی امام مسعرؒ (۱) کی طرف سے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر مکمل اعتماد کا اظہار بھی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین کے عین مطابق ہے۔ امام مسعرؒ ایسا کیوں نہ کہتے جبکہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کا علم حدیث میں اعلیٰ جلالت شان، علم فقہ میں اعلیٰ معیار اور ورع اور عبادت میں ایک منفرد مقام اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنی آخری عمر کے بہترین ساعات گزارنے کے لئے آپؒ ہی کی مجلس اپنے لئے تجویز کی اور اسی پر تادم آخر قائم رہیا اور اپنے استاد امام اعظمؒ کی طرح سجدہ کی حالت میں انہی کی مسجد میں اپنی جان، جان آفریں کے حوالے کیا۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

ماخذ و مصدر: (۱) تہذیب التہذیب رقم ۲۱۰/۱۰/۱۰۲

## امام مسعرؒ مسجد ابی حنیفہؒ میں سجدہ کی حالت میں خالق حقیقی سے جا ملے:

ناظرین کرام! امام مسعرؒ کے امام اعظمؒ کے ساتھ اپنی آخری عمر کے بیتے ہوئے اوقات خود ان کی زبانی ملاحظہ فرمائیں، جن کو علامہ ابن حجر مکیؒ اور خطیب بغدادی تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ لکھتے ہیں: ”مسعر بن کدامؒ نے فرمایا: ”میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس ان کی مسجد میں آیا تو میں نے ان کو دیکھا: کہ ”انہوں نے صبح کی نماز پڑھی پھر لوگوں کو علم پڑھانے کیلئے ظہر کی نماز تک بیٹھ گئے، پھر ظہر کی نماز پڑھی اس کے بعد عصر تک پڑھانے میں مشغول رہے، پھر عصر کے بعد سے مغرب تک عشاء تک پڑھاتے رہے۔“ میں نے اپنے دل میں کہا: کہ ”یہ شخص عبادت کے لئے کب فارغ ہوگا؟ یہ رات کے وقت عبادت کا خیال نہیں رکھے گا۔ یعنی رات کو عبادت نہیں کر سکیں گے۔ پس میں نے خود ان کا خیال شروع کیا اور تحقیق کرنے لگا۔ پھر جب لوگوں کی چلت پھرت ختم ہوگئی، تو غسل کر کے ایسا عمدہ لباس پہن کر مسجد کی طرف نکل گئے، جیسا کہ دولہا ہوتا ہے۔ پھر فجر تک نماز میں مشغول رہے، پھر فجر سے تھوڑی دیر پہلے گھر گئے اور وہی سابقہ لباس پہن کر تشریف لائے اور صبح کی نماز ادا فرمائی، پھر سارا دن وہی کیا جو پہلے دن کیا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: کہ ”اس شخص نے آج کی رات نشاط کی وجہ سے عبادت کی ہے۔ آج پھر میں دیکھوں گا کہ یہ کیا کرتے ہیں۔“ آپؒ فرماتے ہیں: ”جب لوگ سو گئے، تو پہلی رات کی طرح تشریف لائے اور فجر تک نماز میں مشغول رہے۔ پھر صبح کے بعد تدریس میں مشغول ہو گئے۔“ میں نے کہا: کہ ”یہ شخص

دور تیں تو خوشی سے عبادت کرتا رہا۔ آج پھر دیکھوں گا کہ کیا کرتے ہیں۔“ فرمایا: ”پھر تیسری رات بھی پہلی رات کی طرح عبادت میں مشغول رہے۔“ یہ دیکھ کر میں نے عہد کیا: کہ ”موت تک ان سے جدا نہ ہوں گا“ یہاں تک کہ میری موت آجائے یا ان کی۔“ پھر میں ان کے ساتھ چمٹ گیا۔ میں نے کبھی بھی ان کو بیدار نہیں کیا اور نہ ان کو رات میں سوتے دیکھا۔ وہ ظہر کی نماز سے کچھ قبل تھوڑا سا اونگھتے تھے اور بس۔“ ابن ابی معاذ کہتے ہیں: کہ ”مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بے شک امام مسعر امام ابوحنیفہؒ کی مسجد ہی میں سجدہ کی حالت میں وفات پا گئے۔“ (۱)

امام مسعرؒ امام ابوحنیفہؒ کے استاد اور ہم عصر ہونے کے باوجود ان کے درس میں بیٹھا کرتے تھے چنانچہ عبداللہ بن المبارکؒ کہتے ہیں: کہ ”میں نے امام مسعرؒ کو امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں دیکھا کہ ان کے سامنے بیٹھے تھے ان سے سوال کرتے تھے اور ان سے مستفید ہوتے تھے اور میں نے فقہ میں ابوحنیفہؒ سے زیادہ بات کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔“ قال ابن المبارک: رأيت مسعرا في حلقة ابي حنيفة جالسا بين يديه يسأله ويستفيد منه وقال ما رأيت احدا قط تكلم في الفقه احسن من ابي حنيفة۔ (۲)

### ۳۔ امام زفر حنفیؒ کی توثیق:

صدر الائمہ کئی اپنی سند کے ساتھ الجہد الربانی، العلامة، بحر من بحور الفقہ، ذکی من اذکباء الوقت، جامع بین العلم والعمل (۳) امام زفرؒ (م ۱۵۸ھ) سے روایت ماخذ ومصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۵۶، و فی نسخۃ: ۱۵/۲۸۷، الخیرات الحسان: ۳۵: (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۲۳ (۳) سیر اعلام النبلاء: ۸/۱۳۳۹، مناقب للموفق: ۲/۱۳۹

کرتے ہیں: کہ ” زکریا بن زائدہ، عبدالملک بن سلیمان، لیث بن ابی سلیم، مطرف بن طریف اور حصین بن عبدالرحمن وغیرہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) بڑے بڑے محدثین، امام ابوحنیفہؒ کے پاس آتے تھے اور آپ سے ان مسائل مشککہ میں حل طلب کر لیا کرتے تھے جو ان کو پیش آتے تھے اور جو احادیث ان پر مشتبہ المراد ہوتی تھیں، آپ سے ان کی تفسیر کراتے تھے۔“ قال: كان كبراء المحدثين مثل زكريا بن ابي زائدة و عبد الملك ابن ابي سليمان والليث بن ابي سليم ومطرف بن طريف و حصين هو ابن عبد الرحمن وغيرهم يختلفون الى ابي حنيفة ويسألونه عما ينوبهم من المسائل وما يشتبه عليهم من الحديث۔ (۱)

### ۴۔ امام شعبہ بن الحجاجؒ کا فرمان مبارک:

قارئین کرام! امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) امام ابوحنیفہؒ کے بارے اچھی رائے رکھتے تھے۔ یہ وہی امام شعبہؒ ہیں، جن کو صحاح ستہ کے اعلیٰ روات میں سے پہچانا جاتا ہے۔ ”امام ثوریؒ آپ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا کرتے تھے اور آپ عراق میں جرح و تعدیل کے سب سے پہلے امام گزرے ہیں۔“ (۲) یہی امام شعبہؒ فرماتے تھے: ”اللہ تعالیٰ کی قسم! ابوحنیفہؒ بہترین فہم والے اور عمدہ حافظہ والے تھے۔ یہاں کے لوگوں نے آپ پر طعن و تشنیع شروع کی، اس وجہ سے کہ آپ ان سے بہترین فہم اور عمدہ حافظہ کے سبب زیادہ علم والے تھے اور اللہ کی قسم! وہ یقیناً اللہ تعالیٰ سے ملیں گے (اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا نتیجہ دیکھ لیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پوری طرح واقف

ماخذ و مصادر: (۱) طبقات الحفاظ: ۱/۹۰، تہذیب التہذیب: ۳/۳۰۲، (۲) الخیرات الحسان فصل

ہیں۔) اور امام شعبہؒ امام ابوحنیفہؒ کیلئے رحم کی بہت دعائیں کیا کرتے تھے۔ ”کان واللہ حسن الفہم جید الحفظ حتی شنعوا علیہ بما هو اعلم بہ منهم واللہ سیلقون عند اللہ وکان کثیر الترحم علیہ۔“ (۱) ایک دفعہ فرمایا: ”جس طرح میں (یقین کے ساتھ) جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے، اسی طرح یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابوحنیفہؒ ہم نشین ہیں۔“

### امام شعبہؒ کا امام ابوحنیفہؒ کو مکتوب:

یحییٰ بن معینؒ سے کسی نے پوچھا: کہ ”آپ کا ابوحنیفہؒ کے بارے میں کیا خیال ہے؟“ فرمایا: ”وہ ثقہ ہیں۔ میں نے کسی سے ان کی تضعیف نہیں سنی“ (اس کی ثقاہت کیلئے اس قدر کافی ہے کہ) یہ امام شعبہؒ ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو مکتوب لکھا: کہ ”آپ حدیث روایت کیجئے“۔ یعنی امام شعبہؒ نے انہیں حدیث روایت کرنے کا حکم دیا اور تعدیل میں امام شعبہؒ کا جو مقام ہے، وہ سب کو معلوم ہے۔ ”عن یحییٰ ابن معین فقال: (ابوحنیفۃ) ثقة ماسمعت احدا ضعف ہذا شعبۃ ابن الحجاج ینکتب الیہ ان یحدث ویأمرہ وشعبۃ وشعبۃ۔“ (۲)

### کوفہ سے علم کا نور بجھ گیا:

جب امام شعبہؒ کو امام اعظمؒ کی وفات کی خبر پہنچی، تو ”انا للہ“ پڑھ کر کہا: کہ ”کوفہ سے علم کا نور بجھ گیا۔ یاد رکھو! یہ لوگ اب ان جیسا شخص کبھی نہیں دیکھیں گے۔“

”طفی عن الکوفۃ نور العلم اما انہم لا یرون مثله ابدا۔“ (۳)

ماخذ ومصادر: (۱) علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کا مقام اور مرتبہ: ۲۱ (۲) ایضاً: ۱۸۴ (۳) مناقب للموفق: ۲/۳۶



## امام ابوحنیفہؒ احادیث صحیحہ بیان کرتے تھے:

امام شعبہؒ حضرت امام اعظمؒ کو ہر سال تحفہ بھیجا کرتے تھے اور ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ (۱) امام شعبہ بن الحجاجؒ امام ابوحنیفہؒ کو لکھا کرتے تھے: کہ ”ہماری طرف سے احادیث کی روایت کیا کریں“ اور فرماتے تھے: کہ ”ابوحنیفہ ثقہ تھے اور ایسے سچے لوگوں میں سے تھے کہ کبھی بھی ان کو جھوٹ کی تہمت نہیں لگی اور اللہ کے دین میں مامون اور معتمد تھے۔ احادیث صحیحہ بیان کیا کرتے تھے۔“

## ۵۔ امام اسرائیل بن یونسؒ کی توثیق:

امام اسرائیلؒ (م ۱۶۰ھ) صحاح ستہ کے ایسے راوی ہیں جن کی امام احمدؒ ”ثقة ثبت“ کے الفاظ سے توثیق کرتے ہیں اور جن کے حافظہ پر امام احمدؒ تعجب کیا کرتے تھے۔

## امام ابوحنیفہؒ فقہی احادیث کے بڑے حافظ تھے:

ناظرین کرام! یہی امام اسرائیلؒ امام ابوحنیفہؒ کو بہت بڑے حافظ الحدیث مانتے ہیں چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں: کہ ”نعمان (امام ابوحنیفہؒ) بہترین شخص تھے جس حدیث میں فقہی مسئلہ ہوتا تھا اس حدیث کا ان سے زیادہ حافظ اور بہت زیادہ بحث و تلاش کرنے والا کوئی نہیں تھا اور اس حدیث میں جو فقہی مسئلہ ہوتا ہے اس میں ان سے زیادہ کوئی عالم نہیں تھا یعنی آپؒ خاص طور پر فقہی احادیث کے بہت بڑے حافظ عالم اور بہت زیادہ بحث اور تلاش کرنے والے تھے اور مسائل فقہیہ کے احادیث سے بہت زیادہ واقف تھے اور انہوں نے امام حمادؒ سے (یہ احادیث فقہیہ) یاد کیں اور اچھے

طریقہ سے یاد کیں پس خلفاء، امراء اور وزراء ان کا اکرام کرنے لگے اور جب کوئی ان کے ساتھ فقہ کی کسی چیز میں مناظرہ کرتا تو اس کو جان کی لیوا پڑتا اور فرار ہونے کی تلاش میں ہوتا تھا اور البتہ تحقیق مسعرؒ کہا کرتے تھے: ”جس نے امام ابوحنیفہؒ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان لایا میں امید کرتا ہوں کہ اس پر خوف نہیں ہوگا اور اس کی نفس کیلئے احتیاط میں کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔“ ”کان نعم الرجل النعمان ملکان احفظه لكل حدیث فیہ فقہ و اشد فحصہ (۱) عنه و اعلمہ بما فیہ من الفقہ و کان قد ضبط عن حماد فاحسن الضبط عنہ فکرمہ الخلفاء و الامراء و الوزراء و کان اذا ناظرہ رجل فی شیء من الفقہ ہمتہ نفسہ و لقد کان مسعرا یقول من جعل اباحنیفہ بینہ و بین اللہ رجوت ان لا یخاف و لا یكون فرط فی الاحتیاط لنفسہ۔“ (۲) آپؒ فرماتے ہیں: کہ ”اس زمانہ میں لوگ جن چیزوں کے محتاج ہیں امام صاحبؒ ان کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔“ ظاہر ہے کہ ان دنوں لوگوں کو فقہ و حدیث دونوں ہی کی ضرورت تھی تو گویا امام اسرائیلؒ نے امام صاحبؒ کو دونوں میں امام تسلیم کیا اور یہی بات اعمشؒ بھی فرمایا کرتے تھے: کہ ”آپ دونوں (فقہ و حدیث) کے خوب جاننے والے تھے۔“

## ۶۔ مشہور محدث بحر السقاء کا فرمان:

محدث بحر السقاء (م ۱۶۰ھ) بصرہ کے اکابر ائمہ حدیث میں سے تھے۔ ابن ماجہ میں آپؒ سے روایت لی گئی ہے۔ آپؒ امام ابوحنیفہؒ سے کہتے تھے: کہ ”آپؒ ماخذ و مصادر: (۱) ماخذ و مصادر: (۱) الفحص شمة الطلب خلال کل شیء فحص عنه  
فحصا ای بحث لسان العرب: ۶۳/۷ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۳۹

تو بہت سے بحور ہیں۔“ یعنی ان کا نظریہ امام صاحبؒ کے متعلق یہ تھا: کہ ”آپ علم کے صرف ایک سمندر نہیں؛ بلکہ بہت سے سمندروں کا مجموعہ ہیں۔“ (۱)

۷۔ حضرت امام سفیان ثوریؒ:

امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی شان سے کون ناواقف ہے؟ امام شعبہؒ ان کی توثیق ”ہو احفظ منی“ ”خطیب ائمة المسلمین“ اور دین کے نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، سے فرما رہے ہیں اور ان کی امامت، ضبط و پختگی، حفظ و معرفت اور زہد و تقویٰ پر علماء کا اتفاق نقل کرتے ہیں۔

آخری فعل نبوی ﷺ کے لینے والے اور نسخ و

منسوخ احادیث کے خوب پرکھنے والے امام:

امام عبداللہ بن مبارکؒ نے مذکورہ جلیل القدر امام سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اوصاف پوچھے تو انہوں نے ان کی توثیق یوں فرمائی: کہ ”پیشک وہ ایسے علم پر سوار تھے جو نیزے کی نوک سے زیادہ تیز تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم وہ علم کو اہتمام سے لینے والے اور حرام سے بھاگنے والے تھے۔ اپنے اہل شہر کے تعامل کا اتباع کرتے تھے اور سوائے حدیث صحیح کے کسی اور کو لینا حلال یعنی جائز نہیں سمجھتے تھے، حدیث کے نسخ اور منسوخ کو خوب اچھی طرح پرکھتے تھے۔ وہ ثقہ لوگوں سے حدیث لیتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کے افعال کو لیتے اور اتباع حق میں علماء اہل کوفہ جس پر متفق پاتے اس پر عمل کرتے اور اس کو اپنا مذہب بنا لیتے تھے۔“ چنانچہ صاحب عقود الجمان اور علامہ ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں:

”وقال سفیان الثوری ان کان ابوحنیفۃ لیرکب من العلم احد من سنان  
الرمح کان واللہ شدید الاخذ للعلم ذابا عن المحارم متبعا لاهل بلده  
ولایستحل ان یأخذ الا ماصح من اثار رسول اللہ ﷺ شدید ید  
المعرفة بناسخ الحدیث و منسوخه و کان یطلب احادیث الثقات  
ولاخر من فعل رسول اللہ ﷺ وما ادرك علیه علمه اهل الکوفه فی  
اتباع الحق اخذ به وجعله دینه“ (۱) جبکہ علامہ ابن عبدالبر مالکی ذرا تفصیل میں  
جاتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ آپؐ (یعنی امام ابوحنیفہؒ) علم کے حاصل کرنے میں بڑے  
سخت محتاط تھے اور حدود الہی کی بے حرمتی پر بے حد مدافعت کرنے والے تھے اور آپؐ  
صرف وہ حدیث لیتے تھے جو ثقہ راویوں سے مروی اور صحیح ہوتی تھی اور نبی کریم ﷺ  
کے آخری فعل کو لیا کرتے تھے اور اس فعل کو جس پر علماء کوفہ کو عامل پاتے تھے پھر بھی  
ایک قوم نے (بلاوجہ) ان پر طعن کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان سب کی مغفرت  
کرے۔“ کان ابوحنیفۃ شدید الاخذ للعلم ذابا عن حرم اللہ ان  
تُستحلَّ یأخذ بما صحَّ عنده من الاحادیث التي كانت یحملها الثقات  
وبالآخر من فعل رسول اللہ ﷺ وبما ادرك علیه علمه الکوفه ثم  
شنعَ علیه قوم یغفر اللہ لناولهم۔“ (۲)

الغرض جب امام صاحب بقول امام ثوریؒ حدود اللہ کی بے حرمتی پر بے  
حد مدافعت کرنے والے علم کے بہت زیادہ حاصل کرنے والے صرف ثقہ راویوں  
سے صرف صحیح حدیث لینے والے نسخ و منسوخ کو بہت زیادہ پہچاننے والے اور آخری

عمل نبوی ﷺ کے متلاشی تھے۔ نیز کوفہ کے اہل علم کو جس عمل پر انہوں نے پایا تھا، اسی پر عمل کرنے والے تھے تو ان سے زیادہ علم حدیث جاننے والا اور اس پر عامل کون ہوگا؟۔

قارئین کرام! امام سفیان ثوریؒ کے اس اعلانِ حق سے جہاں امام ابوحنیفہؒ کا حدیث نبوی ﷺ کے حاصل کرنے میں محتاط ہونا ثابت ہوتا ہے، وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحبؒ پر طعن و تشنیع کرنا گناہ تھا، تبھی ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش طلب فرمائی۔

**روئے زمین پر ان جیسا کوئی عالم نہیں:**

ایک دفعہ امام ثوریؒ فرمانے لگے: کہ ”جو شخص امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت کرنا چاہے، تو اس کو چاہئے کہ ان سے زیادہ قدر و منزلت حاصل کرے اور ان سے زیادہ علم حاصل کرے اور یہ دونوں کام ممکن نہیں۔“ (۱) یہی وجہ تھی کہ جب کوئی شخص ان کے ہاں آ کر کہتا: کہ ”میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس سے آیا ہوں۔“ تو فرماتے: کہ ”تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ روئے زمین پر ان جیسا کوئی فقیہ و عالم نہیں۔“ (۲) قاضی ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: کہ ”حضرت سفیان ثوریؒ مجھ سے زیادہ امام ابوحنیفہؒ کی اتباع کرنے والے تھے۔“ (۳)

**امام اعظمؒ آگے چلتے اور امام ثوریؒ پیچھے:**

ایک دفعہ دونوں حج تشریف لے گئے، تو سارے راستہ میں امام ثوریؒ امام ابوحنیفہؒ کے پیچھے چلتے تھے۔ اگر کوئی شخص سوال کرتا، تو آپؒ خاموش رہتے تھے۔

صرف امام ابوحنیفہؒ ہی جواب دیتے تھے۔ (۴)

## امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الرهن:

ایک شخص نے امام ثوریؒ کے تکیہ کے نیچے امام ابوحنیفہؒ کی ”کتاب الرهن“ رکھی ہوئی دیکھی تو پوچھا: کہ ”آپ ابوحنیفہؒ کی کتاب کو دیکھتے ہیں۔“ فرمایا: ”ہاں، کاش! میرے پاس ان کی ساری کتابیں ہوتیں اور میں ان کا مطالعہ کرتا، پھر مجھ سے کوئی مسئلہ پوشیدہ نہیں رہتا، لیکن تم انصاف نہیں کرتے۔“ (۱) معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کئی کتابیں تھیں تبھی تو امام سفیانؒ نے ان کی کتب کے ملنے کی تمنا کی۔

## علم کے بڑے مرتبے پر فائز امام:

امام نوویؒ اور خطیب بغدادیؒ نے ابو بکر بن عیاشؒ سے روایت کی ہے کہ جب امام سفیان ثوریؒ کے بھائی عمر بن سعیدؒ کا انتقال ہوا تو ہم لوگ تعزیت کیلئے آئے، تو مجلس اہل مجلس سے بھری ہوئی تھی اور اس مجلس میں عبداللہ بن ادریسؒ بھی موجود تھے کہ اچانک امام ابوحنیفہؒ ایک جماعت (جو ان کے ساتھ آئی تھی) میں تشریف لائے، امام سفیان ثوریؒ نے جب انہیں دیکھا۔ تو اپنی مجلس سے حرکت کرنے لگے، پھر اٹھ کھڑے ہوئے پھر ان سے معانقہ کیا اور ان کو اپنی جگہ پر بیٹھا کر خود ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ ابو بکرؒ کہتے ہیں: کہ ”مجھے ان پر بہت غصہ آیا، لیکن ابن ادریسؒ نے کہا: ”افسوس تم پر! کیا تم نہیں دیکھتے؟“ (یعنی مجلس میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں۔ ابھی صبر اور برداشت سے کام لو، بعد میں معلومات کر لیں گے۔) پھر ہم کچھ دیر کیلئے بیٹھے رہے، یہاں تک کہ لوگ چلے گئے۔ تو میں نے عبداللہ بن ادریسؒ سے کہا: ”اس وقت تک نہ

اٹھنا، جب تک کہ ہم جان لیں کہ ان کے پاس اس واقعہ کی بابت کیا جواب ہے؟“ میں نے کہا: ”اے ابو عبداللہ! (یہ سفیان ثوریؒ کی کنیت ہے) آج ہم نے آپ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو وہ کام بہت برا لگا۔“ آپؒ فرمانے لگے: ”وہ کیا؟“ میں نے کہا: ”تمہارے پاس ابوحنیفہ آیا تو آپؒ ان کیلئے کھڑے ہو گئے، ان کو اپنی جگہ پر بٹھالیا اور آپؒ نے ان کی حد سے زیادہ تعظیم کی اور یہ بات ہمارے ساتھیوں کو بہت بری لگی۔“ تو کہنے لگے: ”اور جو ناپسند کام تم نے دیکھ لیا، یہ شخص علم (حدیث) کے بڑے مرتبے پر فائز ہیں، لیکن اگر میں ان کے علم (حدیث میں بڑے مرتبہ پر فائز ہونے) کی وجہ سے کھڑا نہ ہوتا، تو اس کی عمر کی وجہ سے اٹھتا، اگر اس کی عمر کیلئے بھی نہ اٹھتا، تو اس کی فقہت (یعنی حدیث کے معنی جاننے اور اس سے استنباط کرنے میں مہارت) کی وجہ سے اٹھتا، اگر اس کی فقہت کیلئے نہیں اٹھتا، تو اس کی پرہیزگاری کی وجہ سے اٹھتا۔“ اس پر انہوں نے مجھے چھپ کر ادیا پس میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔“

”عن ابی بکر بن عیاش قال مات عمر ابن سعید اخو سفیان فاتیناہ نعزیہ فاذا المجلس غاص باہلہ و فیہم عبد اللہ بن ادريس اذ اقبل ابوحنيفہ فی جماعة معہ فلما راہ سفیان تحرك من مجلسہ ثم قام فاعتنقہ واجلسہ فی موضعه وقعد بين يديه قال ابو بكر فاعتظت عليه وقال ابن ادريس ويحك الا ترى فجلسنا حتى تفرق الناس فقلت لعبد اللہ بن ادريس لا تقم حتى نعلم ما عنده فی هذا فقلت يا ابا عبد اللہ رأيتك اليوم فعلت شيئاً انكرته وانكره اصحابنا عليك قال وما هو قلت جاءك

ابوحنیفہ فقمت الیہ واجلستہ فی مجلسک وصنعت بہ صنیعاً بلیغاً  
 وھذا عند اصحابنا منکر فقال وما انکرت من ذاک ھذا رجل من العلم  
 بمکان فان لم اقم لعلمہ قمت لسنہ وان لم اقم لسنہ قمت لفقہہ وان لم  
 اقم لفقہہ قمت لورعہ فاحجمنی (۱) فلم یکن عندی جواب۔ (۲)

امام ثوریؒ امام اعظمؒ کے سامنے ایسے تھے جیسے باز کے سامنے.....:

امام سفیان ثوریؒ فرماتے تھے: کہ ”ہم ابوحنیفہؒ کے سامنے ایسے تھے جیسے باز  
 کے سامنے چڑیاں ہوتی ہیں اور ابوحنیفہؒ سید العلماء تھے۔“

علامہ مکی عقیل کرتے ہیں: علی بن مدینیؒ نے فرمایا: کہ ”امام ابوحنیفہؒ سے  
 سفیان ثوریؒ ابن مبارکؒ حماد بن زیدؒ ہشامؒ وکیعؒ عبادہ بن العوامؒ اور جعفر بن عوامؒ  
 وغیرہ نے روایت کی ہے۔“ (یعنی یہ سب ائمہ حدیث امام صاحبؒ کے احادیث میں  
 شاگرد تھے) اور امام صاحبؒ کو ”ثقة“ اور ”ان میں کوئی عیب نہیں“ جیسے القاب سے  
 یاد کرتے ہیں اور امام شعبہؒ بھی امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں۔

۸۔ امام حسن بن صالحؒ کی حسن عقیدت:

امام حسن بن صالحؒ (م ۱۶۷ھ) صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ آپؒ  
 فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ ناخ و منسوخ حدیث کی تلاش میں بہت مصروف رہتے  
 تھے اور اہل کوفہ کی حدیث و فقہ کے صرف عارف ہی نہیں تھے بلکہ اپنے شہر کوفہ کے لوگوں

ماخذ و مصادر: (۱) فاجم عنہ ای کفہ عنہ کلف مختار الصحاح: ۵۳۱ (۲) تاریخ بغداد: ۳۳۱/۱۳ تہذیب



کی معمول بھا احادیث کے حافظ اور ان پر نہایت سختی سے اتباع کرنے والے تھے۔“ ان

ابا حنیفہ کان شدید الفحص عن الناسخ والمنسوخ عارفاً بحديث

اهل الكوفة ان ابا حنیفہ کان شدید الاتباع لما كان الناس عليه حافظاً

لما وصل الى اهل بلده۔ (۱) اور فرمایا کرتے تھے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ سخت

پرہیزگار حرام سے سخت خائف بہت سے حلال اشیاء کو صرف شبہ کے خوف سے ترک

کئے۔“ ”هائبا للحرام تاركا للكثير من الحلال مخافة الشبهة ما رأيت

ففيها قط اشد منه صيانة لنفسه ولعلمه وكان جهاده كله الى قبره۔“

(۲) آپؒ فرماتے تھے: کہ ”جب ان کے پاس نبی کریم ﷺ سے حدیث صحیح ثابت

ہو جاتی تھی تو آپؒ حدیث صحیح کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف نہیں جاتے تھے۔“ (۳)

**امام ابوحنیفہؒ رسول اللہ ﷺ کے آخری زندگی کے اعمال کے محافظ تھے:**

آپؒ فرماتے تھے: کہ ”جس طرح قرآن میں ناسخ و منسوخ آیات ہیں اسی

طرح حدیث میں بھی ناسخ و منسوخ ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ رسول اللہ ﷺ کے آخری زندگی

کے اعمال کے محافظ تھے۔“ (۴) غور کا مقام ہے کہ حدیث میں مہارت کے بغیر ناسخ و

منسوخ کی پہچان ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں! پھر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو

اتنے کثیر اور زیادہ شواہد کے ہوتے ہوئے تین یا سترہ یا ایک سو بیس احادیث کا عالم

بتایا جا رہا ہے۔ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا نہیں ہے؟ آخر کیا وجہ ہے کہ

اتنے اکابر ائمہ و محدثین کرامؒ کی شہادتوں اور تصدیقات کو پس پشت ڈالتے ہوئے ایک دو

ماخذ و مصادر: (۱) الخیرات الحسان فصل ۱۱: ۳۰ (۲) ایضاً ۱۸: ۴۴ عقود الجمان: ۲۳۹ (۳) الجواہر المصیة:

بے سرو پا اور مول باتوں کو سہارا بنا کر امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں آخر دشمنان اسلام کی طرف سے کوئی بات ضرور ہے۔

## ۹۔ امام بخاریؒ کے مایہ ناز استاد شیخؒ، بالاتفاق امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن المبارکؒ:

امام نوویؒ کی تصریح کے مطابق عبداللہ بن المبارکؒ (م رمضان ۱۸۱ھ) وہ امام ہیں جن کی امامت و جلالت پر ہر باب میں سب کا اتفاق ہے وہ تمام چیزوں میں امام تھے۔ ان کے ذکر سے رحمت الہی نازل ہوتی ہے اور ان کی محبت کی وجہ سے مغفرت اور بخشش کی امید کی جاتی ہے۔ (۱) امام ابوالفتح الفزاریؒ نے ابن المبارکؒ کو "امام المسلمین" اور امام سفیان ثوریؒ نے آپؒ کو "عالم المشرق والمغرب وما بینہما" کے لقب سے نوازا ہے۔ (۲) جبکہ علامہ ذہبیؒ ان کو "الامام العلامة الحافظ شیخ الاسلام فخر المجاہدین" اور "قدوة الزاہدین" کے الفاظ سے تعارف کراتے ہیں۔ (۳) ان کیلئے یہی الفاظ علامہ مبارک پوریؒ (م ۱۳۵۳ھ) بھی لکھتے ہیں۔ (۴)

محدث فریابیؒ کہتے ہیں: "میں نے امام عبداللہؒ کی وفات کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ ﷺ سے ابن المبارکؒ کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "وہ تو ﴿مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین﴾

ماخذ و مصادر: (۱) تہذیب الاسماء: ۱/ ۲۶۷ (۲) ایضاً: ۲۶۸ (۳) تذکرہ الحفاظ: ۱/ ۲۵۳ (۴) مقدمہ

الایۃ ﴿ میں شامل ہیں۔ (۱)

امام ابن مبارکؒ امام اعظمؒ کے تلمیذ رشید تھے:

یہ مذکورہ عظیم ہستی امام اعظمؒ کی فخریہ علمی پیش کش ہے، جو کہ انہوں نے امت محمدیہؐ کو دی ہے۔ امام عبداللہؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے چار سو احادیث پڑھیں جیسا کہ علامہ حمیدیؒ کہتے ہیں۔ "سمعت عبد اللہ بن المبارک يقول کتبت عن ابی حنیفہ اربع مائۃ حدیث۔" (۲) امام عبداللہؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے سامنے نہ صرف زانوائے تلمذ بچھائے بلکہ آپؒ فخریہ طور پر فرماتے تھے: کہ "اگر اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہؒ اور سفیانؒ کے ذریعہ میری فریاد رسی نہ فرماتے، تو میں عام آدمیوں کی طرح ایک آدمی ہوتا۔" "لو لان اللہ عزوجل اغائنی بابی حنیفۃؒ وسفیانؒ کنت کسائر الناس۔" (۳)

امام ابوحنیفہؒ کی رائے یا تفسیر حدیث:

ایک دفعہ سلمہ بن سلیمانؒ نے ان سے عرض کیا: کہ "آپ نے امام ابوحنیفہؒ کی رائے کو اپنی کتابوں میں تو شامل کر لیا ہے، مگر امام مالکؒ کی رائے کو نہیں لیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "اس لئے کہ مجھے وہ رائے اور علم نظر نہ آئی۔" علامہ ابن عبدالبرؒ اس واقعہ کو سلمہ بن سلیمانؒ کے حوالہ سے یوں نقل کرتے ہیں: "قلت: لابن المبارکؒ وضعت من رأى ابی حنیفۃؒ ولم تضع من رأى مالکؒ قال: لم ارہ علماء۔" (۴)

ماخذ ومصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۰/۱۶۹ (۲) امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۳۶۰ (۳) تہذیب الکمال: ۲۹/

۲۲۸، سیر اعلام النبلاء: ۵/۳۹۸ (۴) جامع البیان العلم: ۲/۱۵۷

آپ امام اعظمؒ کی رائے کو نہ صرف پسند کیا کرتے تھے بلکہ ان کی رائے کو حجت تسلیم کرتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں: ”ابوحنیفہؒ کی رائے“ کا لفظ مت کہو بلکہ (ان کی رائے کو) حدیث کی تفسیر کہو۔“ یعنی آپؒ کی کوئی اپنی ذاتی رائے نہیں ہوتی، بلکہ وہ بعینہ کسی حدیث کی تفسیر ہوتی ہے۔“ چنانچہ سوید بن نصرؒ کہتے ہیں: ”سمعت ابن المبارک يقول لا تقولوا رای ابی حنیفة ولكن قولوا تفسیر الحدیث۔“ (۱) ہاں امام اعظمؒ بہت محتاط تھے اور ”من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار“ یعنی جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا۔ پس وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے کی وعید سے بہت خائف و ترساں۔ اس لئے بسا اوقات حدیث کی طرف نسبت کرنے کی بجائے احتیاطاً صرف مسئلہ بیان کیا کرتے تھے۔

**امام ابن مبارکؒ کا امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں تادم آخر رہنا:**

قارئین کرام! امام صاحبؒ کی جلالت شان فی الحدیث کیلئے صرف یہی بات کافی ہے کہ امیر المؤمنین فی الحدیث نے امام صاحبؒ کے سامنے نہ صرف زانوئے تلمذ طے کر کے ان کی شاگردی اختیار فرمائی بلکہ امام صاحبؒ کی صحبت میں آخری دم تک ساتھ رہے اور امام صاحبؒ کی وصال کے بعد ان کی قبر پر کھڑے ہو کر زار زار رو کر فرماتے رہے: کہ ”ابراہیم نخعیؒ نے مرتے وقت اپنا خلیفہ (امام ابوحنیفہؒ) چھوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپؒ پر رحم فرمائے، کہ آپؒ نے اپنا خلف نہیں چھوڑا۔“ یہ کہہ کر دیر تک زار و قطار روتے رہے۔ (۲)

## اپنے شیخ کو امام اعظم کا لقب دینا:

امام ابن مبارکؒ اپنے استاد پر بڑے نازاں تھے۔ آپؒ ہی نے امام ابوحنیفہؒ کو حدیث میں انتہائی زیادہ مہارت کی بناء پر امام اعظمؒ کا لقب دیا تھا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے: ”اگر میں بعض بیوقوفوں کی بات پر رہتا، تو میں ابوحنیفہؒ سے محروم رہتا اور ان کے علوم و معارف سے محروم رہتا۔ پس یوں کہنا چاہئے کہ طلب علم کی راہ میں میری ساری مشقت و تعب نیز ہزاروں لاکھوں روپے کا صرف کرنا رائیگاں جاتا۔“

## آثار و احادیث کی معانی جاننے کیلئے امام ابوحنیفہؒ کی ضرورت:

قارئین کرام! امام ابن مبارکؒ فرمایا کرتے تھے ”آثار و احادیث کو لازم سمجھو مگر ان کی معانی کے لئے امام ابوحنیفہؒ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ احادیث کی معانی کو جانتے ہیں۔“ چنانچہ امام موفقؒ آپؒ کا قول نقل کرتے ہیں: ”تمہارے اوپر حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے اور حدیث کے سمجھنے کیلئے امام ابوحنیفہؒ کا قول ضروری ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ حدیث کی صحیح تاویل اور معنی معلوم ہو جائے۔“ علیکم بالاثر ولا بد للاثر من ابی حنیفۃ یتعرف بہ تاویل الاحادیث ومعناہ۔ (۱) آپؒ کا قول ہے: ”جب ہمیں کسی موضوع کی کوئی حدیث نہ ملے، تو ہم ابوحنیفہؒ کے قول کو حدیث کے قائم مقام سمجھتے ہیں۔“ ایک دفعہ فرمانے لگے: ”اگر میں ابوحنیفہؒ سے نہ ملتا، تو علم میں مفلس رہتا۔“ لولا لم الق اباحنیفۃ لکنت من المفالیس فی العلم۔ (۲)

ماخذ و مصادر: (۱) مناقب موفق: ۲/۲۱ (۲) ایضاً: ۷۰۷-۳۰۷ حسن البیان فی تعریف العمان ۲۸

## امام ابوحنیفہؒ علم کے مغز تھے:

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: ”میں ایک دن لوگوں کو اس طرح حدیث بیان کر رہا تھا: کہ ”مجھے نعمان بن ثابتؒ نے حدیث بیان کی۔“ ”حدثنی نعمان بن ثابت الخ۔“ مجلس والوں میں سے کسی نے کہا: ”نعمان بن ثابتؒ کون ہے؟“ میں (ابن المبارکؒ) نے کہا: ”ابوحنیفہؒ جو علم کے مغز تھے۔“ ”قال: ابوحنیفہؒ منع العلم۔“ یہ سن کر بعض لوگوں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ تو میں (ابن مبارکؒ) تھوڑی دیر خاموش رہا پھر میں نے کہا: ”اے لوگو! تم ائمہؒ کے ساتھ بے ادبی اور جہالت کا معاملہ اختیار کرتے ہو۔ تم علم اور علماء کے مرتبے سے جاہل ہو۔ امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی قابل اتباع نہیں، کیونکہ وہ متقی، پرہیزگار اور مشتبہ چیزوں سے بچنے والے ہیں، علم کے پہاڑ ہیں، وہ علم کو ایسا کھولتے ہیں کہ ان سے پہلے کسی نے اپنی باریک بینی اور زکاوت سے ایسا نہیں کھولا پھر قسم اٹھا کر کہنے لگے: کہ ”میں تم سے ایک ماہ تک حدیث بیان نہیں کروں گا۔“ (۱) اور فرمایا: ”جس نے امام صاحبؒ سے کچھ حاصل نہیں کیا، وہ محروم ہے۔“ نیز فرماتے ہیں: کہ ”تمام علماء میں امام ابوحنیفہؒ جیسا کوئی پیش کر دوں نہ ہمیں چھوڑ دو اور ہمیں نہ ستاؤ۔“ ”ہاتوافی العلماء مثل ابی حنیفہ والادعوننا لاتعذبونا۔“ (۲)

## حافظہ میں سب پر غالب:

آپؒ فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ حافظہ فقہ، علم، پرہیزگاری، دیانت اور

تقویٰ میں سب لوگوں پر غالب تھے۔“ چنانچہ علامہ کردریؒ لکھتے ہیں: ”عن ابن المبارک قال غلب علی الناس بالحفظ والفقہ والعلم والسیانۃ والدیانۃ وشدة الورع۔“ (۱)

### عبداللہ بن مبارکؒ کا کوفہ کے علماء سے سوال:

امام عبداللہ بن مبارکؒ نے کوفہ میں اپنی آمد کے وقت علماء سے سوال کیا کہ کوفہ میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو جواب ملا: ”ابوحنیفہؒ“ پھر کوفہ میں سب سے بڑے عابد زاہد پرہیزگار ومتقی اور سب سے زیادہ علمی شغل رکھنے والے کے بارے میں استفسار کیا۔ تو سب نے جواب میں کہا: ”ابوحنیفہؒ“۔ امام موصوفؒ اپنے تمام سوالات و جوابات تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”پس میں نے اخلاق محمودہ و حسنہ میں جس وصف کا بھی سوال کیا، سب نے امام ابوحنیفہؒ ہی کو افضل و برتر بتا دیا۔“ (۲)

### امام ابوحنیفہؒ صرف ثقہ لوگوں سے صحیح حدیث لیتے تھے:

امام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ علم کے بڑے حریص تھے اور حضور ﷺ کی صرف صحیح حدیث لیتے تھے۔ آپؐ کو نسخ و منسوخ کی خوب پہچان تھی اور صرف ثقہ لوگوں سے حدیث لیتے تھے اور حضور ﷺ کے آخری عمل کو لیتے تھے۔“ (۳) ایک دفعہ فرمایا: کہ ”میں نے قاضی حسن بن عمارہؒ کو اس حال میں دیکھا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے گھوڑے کی نقاب پکڑی تھی اور ساتھ ساتھ کہہ رہے تھے: ”اللہ تعالیٰ کی قسم!

ماخذ و مصادر: (۱) مناقب کردری: ۱/۲۲۹ (۲) لمیزن للشعرائی بحوالہ ابوحنیفہؒ واصحابہ: ۱۶، الخیرات

میں نے فقہ میں ان سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا اور نہ صابر اور حاضر جواب۔ یہ اپنے وقت کے سید الفقہاء ہیں۔ ان کی شان میں سوائے حاسدوں کے کوئی اور بکواس نہیں کرتا۔“ (۱)

امام عبداللہ بن مبارکؒ سے کسی نے کہا: کہ ”ایک شخص امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بدگوئی کرتا ہے۔“ اس پر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

**حسدوك اذا ما فضلك الله بما فضلت به النجباء**

یعنی لوگ آپ سے اس چیز کی وجہ سے حسد کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس چیز کے ساتھ فضیلت دی ہے۔ جس سے شریف لوگوں کو فضیلت دی جاتی ہے۔“ (۲)

امام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: کہ ”اگر کسی حدیث کے بارے میں (علماء سے) رائے دریافت کرنے کی ضرورت پڑے تو امام مالکؒ سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی آراء ہیں۔ ان میں سے امام ابوحنیفہؒ کو سب سے بہتر رائے دینے والا اور باریک بین پایا اور وہ فقہ میں زیادہ غور و خوض کرنے والے تھے اور وہ تینوں میں سے بڑے فقیہ تھے۔“ ”ان كان الاثر قد عُرف واحتج الى الراى فردأى مالك وسفيان وابى حنيفة وابوحنيفة احسنهم وادقهم واغوصهم على الفقه وهو افقه الثلاثة۔“ (۳) اور فرماتے ہیں: کہ ”تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دینی سمجھ اور فقاہت رکھنے والے ابوحنیفہؒ ہیں، میں نے فقہ میں ان جیسا (علم

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً (۲) الخیرات الحسان (عربی): ۷۸، سرتاج محدثین: ۲۷۱: (۳) مناقب ابی حنیفہ

وصاحبیہ للذہبی: ۳۱، المواہب الشریفہ: ۹



رکھنے والا کوئی) نہیں دیکھا۔“ واما افقه الناس فابوحنيفة ثم قال ما رأيت في  
الفقه مثله۔“ (۱) آپ فرماتے ہیں: کہ ”جب سفیانؒ اور ابوحنیفہؒ دونوں ایک مسئلہ پر  
متفق ہو جائیں، تو کون ان دونوں کے سامنے فتویٰ پر قائم ہو سکتا ہے۔؟“ اذا اجتمع  
سفيان وابوحنيفة فمن يقوم لهما على فتيا۔“ (۲)

**اقتدا کے سب سے زیادہ مستحق:**

عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا: کہ ”امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ حقدار کوئی نہیں،  
جس کی اقتدا (تقلید) کی جائے کیونکہ وہ امام متقی، صاحب ورع عالم اور فقیہ تھے۔  
اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ علوم منکشف کئے تھے جو کسی اور پر منکشف نہیں کئے تھے چاہے وہ  
علم دیکھنے سے متعلق ہے یا سمجھنے سے یا ذہانت سے یا تقویٰ سے۔“ (۳)

**ناظرین کرام!** اگر بغض و عناد کی عینک بالائے طاق رکھتے ہوئے خوف خدا  
کو سامنے رکھ کر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے، تو امام ابوحنیفہؒ (جو کہ امام مالکؒ و محمدؒ  
کے بلا واسطہ استاد اور امام شافعیؒ امام احمدؒ اور اصحاب ستہ کے بلا واسطہ شیخ ہیں) کے  
متعلق، امام احمدؒ کے شیخ اور صحاب ستہ کے راوی امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن  
مبارکؒ کی یہ چند شہادتیں کافی و وافی ہیں لیکن اگر کوئی شہرہ چشم اس سے آنکھیں چراتا  
ہے تو ”نہ ماننے کے سو بہانے“ کا علاج ہمارے پاس نہیں ہے۔

ماخذ ومصادر: (۱) سیر اعلام النبلاء: ۶/۴۰۳، تہذیب الکمال: ۲۹/۴۳۰ (۲) تہذیب الکمال: ۲۹/۴۳۰

۴۳۰ (۳) مناقب ابی حنیفہ للکردری بحوالہ المواہب الشریفہ: ۱۵

## حقیقۃ الفقہ کی حقیقت:

یہاں یہ عرض کرنا بھی مناسب ہوگا کہ "حقیقۃ الفقہ" مصنفہ مولوی محمد یوسف جے پوری جس کا تاریخی نام انہوں نے "افاضات جدیدہ علی ضیافۃ الاحبۃ" رکھا ہے (اس کتاب میں انہوں نے جس دجل و فریب سے کام لیا ہے۔ اس کے جواب میں لکھی گئی کتاب "حقائق الفقہ بجواب حقیقۃ الفقہ" انشاء اللہ کافی وشافی ہے۔ تفصیلی جوابات وہاں دیکھیں۔) اس کتاب میں جن اعتراضات و ہدیانات کے ساتھ مؤلف موصوف نے اللہ تعالیٰ کے ولی خاص کے متعلق جس دشمنی کا ثبوت دیا ہے وہ ان کے بڑے بھائیوں شیعہ شیعہ کے خانہ ساز فکریوں کا خام مال ہے۔ چنانچہ مؤلف موصوف نے امام ابوحنیفہؒ پر بے انتہاء کچڑا چھاننے کی جو بے جا جسارت کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن "حامد حسین شیعہ لکھنوی" کی فیکٹری کا تیار کردہ کچرا ہے جو کہ جے پوری نے دجل و فریب سے مذکور شیعہ مؤلف حامد حسین لکھنوی کی کتابوں سے سرقہ کیا ہے۔

## امام ابوحنیفہؒ حدیث میں دریکتا تھے:

حقیقۃ الفقہ کے مؤلف نے اپنی کتاب میں "حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور علم حدیث" کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے: کہ "قیام اللیل مطبوعہ لاہور ص ۱۲۳ میں قول عبد اللہ بن مبارک" (منقول ہے): "کان ابوحنیفۃ یتیمافی الحدیث" امام ابوحنیفہؒ حدیث میں یتیم تھے۔" (۱) لیکن اوپر کے توشیحی کلمات اس

کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ پس یہ پہلے تو ان کا قول نہیں، لیکن اگر بالفرض ان کا قول بھی تسلیم کیا جائے، پھر بھی سابقہ توثیقی کلمات کی روشنی میں یہ کہا جائے گا کہ یہ کلمہ جرح نہیں، بلکہ کلمہ تعدیل ہے، کیونکہ یتیم کے معنی محاورہ عرب میں یکتا، منفرد اور بے نظیر کے بھی آتے ہیں۔ چنانچہ بعض کتب لغت میں مذکور ہے: کہ ”ہر وہ چیز جس کی کوئی نظیر نہ ہو وہ یتیم کہلاتی ہے۔ اس لئے درة یتیمہ کہا جاتا ہے۔ امام اصمعیٰ فرماتے ہیں: ”یتیم ریت کے اکیلے ذرے کو کہتے ہیں۔“ اور فرماتے ہیں: کہ ”ہر اکیلی چیز اہل عرب کے ہاں یتیم اور یتیمہ کہلائی جاتی ہے۔“ ”وکل شیء مفرد یعز نظیرہ فهو یتیم فقال درة یتیمہ قال الاصمعی الیتیم الرملة المنفردة قال وکل مفرد ومنفردة عند العرب یتیم ویتیمہ۔“ (۱) لہذا عبد اللہ بن مبارک کے ارشاد کا مطلب یہ ہے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ حدیث میں یکتا اور بے نظیر تھے۔“ انہوں نے یہ کلمہ جرح کی بنیاد پر نہیں کہا، بلکہ توثیق کی بنیاد پر فرمایا ہے اور اس کی تائید ان کے دوسرے اقوال کے علاوہ اس بات سے بھی ہوتی ہے جو کہ انہوں نے حضرت امام سفیان ثوریؒ سے نقل کی ہے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ علم کے حاصل کرنے میں بڑے سخت محتاط اور حدود الہی کی بے حرمتی پر بے حد ممانعت کرنے والے تھے اور صرف وہ حدیث لیتے تھے جو ثقہ راویوں سے مروی اور صحیح ہوتی تھی اور نبی کریم ﷺ کے آخری فعل کو لیتے تھے اور اس فعل کو (لیتے تھے) جس پر علماء کوفہ کو عامل پاتے تھے، مگر پھر بھی ایک قوم نے ان پر (بلاوجہ) طعن و تشنیع کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان سب کی مغفرت فرمادے۔“ (۲)

قارئین کرام! جب امام ابن مبارکؒ، امام ابوحنیفہؒ کی منقبت میں امام

ثوریؒ سے مذکورہ بیان نقل کرتے ہیں، تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی امام ابوحنیفہؒ حدود اللہ کی بے حرمتی پر بے حد مدافعت کرنے والے اور علم کے بہت زیادہ حاصل کرنے والے تھے، لیکن اس علمی شوق کو ہر کس ناکس سے پورا نہیں کرتے تھے، بلکہ صرف ثقہ راویوں سے صرف صحیح حدیث لیتے تھے۔ نیز آپؒ یہ بھی تسلیم کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ ناسخ و منسوخ کو بہت زیادہ جانچنے، پہچاننے والے اور نبی کریم ﷺ کے آخری عمل کے متلاشی تھے اور کوفہ کے اہل علم کو جس عمل پر انہوں نے پایا تھا، اسی پر عمل کرنے والے تھے، تو امام عبداللہؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ حدیث میں یتیم کیسے ہو سکتے ہیں۔

ناظرین کرام! امام سفیان ثوریؒ کے اس بیان سے جہاں امام ابوحنیفہؒ کا حدیث نبوی ﷺ کے حاصل کرنے میں محتاط ہونا ثابت ہوا، وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحبؒ پر طعن و تشنیع کرنا گناہ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب تھا، تمہی ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش طلب کرتے تھے۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: ”امام ابن المبارکؒ نے فرمایا: کہ ”جب میں لوگوں سے امام ابوحنیفہؒ کی بُرائی سنتا ہوں، تو یہ مجھے غمگین کرتی ہے اور میں ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرتا ہوں۔“ ”اذا سمعتهم یذکرون ابا حنیفۃ بسوء ساء نی ذلک و اخاف علیہم المقفۃ من اللہ تعالیٰ۔“ (۱) جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ مذکورہ امام عبداللہ بن المبارکؒ کے ہاں کلمہ جرح نہیں، بلکہ کلمہ تعدیل ہے۔ لیکن اگر بالفرض اس کو کلمہ جارحہ بھی تسلیم کیا جائے، تو پھر بھی اس کی تاویل کی جاسکتی ہے۔ وہ یہ کہ بہت

ممکن ہے، انہوں نے یہ کلمہ اس وقت کہا ہو، جن دنوں امام ابوحنیفہؒ علم کلام میں منہمک تھے اور علم حدیث و فقہ میں اتنا زیادہ اشتغال نہیں رکھتے تھے، لیکن جب امام ابوحنیفہؒ کی توجہ علم حدیث اور فقہ کی طرف مبذول ہوئی، تو نہ صرف یہ کہ امام ابن مبارکؒ نے ان کے متعلق تعریفی کلمات فرمائے، بلکہ ان کے سامنے زانوائے تلمذ بھی تہہ فرمائے اور ہماری یہ توجیہ قرین قیاس بھی ہے، کیونکہ گزشتہ صفحات میں امام ابوحنیفہؒ کے متعلق جو توثیقی کلمات مذکور ہوئے، وہ امام ابوحنیفہؒ کے ابتدائی ایام کی نہیں بلکہ آپؒ کی وفات کے بعد، امام عبداللہؒ کی عمر کے آخری دور کے کلمات ہیں اس لئے آخری عمر کے کلمات ہونے کے اعتبار سے بھی وفات والے کلمات کو ترجیح ہوگی۔

### امام ابن مبارکؒ کے چند اشعار:

الغرض امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن المبارکؒ امام ابوحنیفہؒ کے بہت بڑے مداح تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بہت سے دوسرے توثیقی کلمات بھی فرمائے ہیں۔ بغرض اختصار ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ البتہ فقیران کے چند اشعار نقل کر کے کلام کو سمیٹتا ہے۔ قارئین خود انصاف کریں کہ ابن مبارکؒ کا امام ابوحنیفہؒ پر کتنا اعتماد تھا اور ان کے ساتھ ان کی کتنی عقیدت تھی۔

۱: لَقَدْ زَانَ الْبَلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا      اِمَامُ الْمُسْلِمِينَ اَبُو حَنِيفَةَ

یعنی مسلمانوں کے امام ابوحنیفہؒ نے تمام شہروں اور جو کچھ ان میں ہے، کو مزین کر دیا ہے۔

۲: بَأَثَارِ وَفَقِهِ فِي حَدِيثِ      كَأَيَاتِ الزُّبُورِ عَلَى الصَّحِيفَةِ

ان کی حدیث اور فقہ نے صفحات ایسے مزین کر دئے جیسے زبور کی آیات نے صفحات کو

مزین کر دیا تھا۔

**۳: فما فی المشرقین له نظیر ولا بالمغربین ولا بکوفه**

امام ابوحنیفہؒ جیسے نہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں اور نہ ہی کوفہ میں ان جیسا پیدا ہوا۔

**۴: رایت العائبین له سفاها خلاف الحق حججهم ضعیفة (۱)**

میں نے امام صاحبؒ پر عیب لگانے والوں کو بے وقوف دیکھا (اور سمجھا) جنہوں نے ضعیف دلائل سے ان کا مقابلہ کیا۔

امام عبداللہ بن المبارکؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی مدح میں مذکورہ اشعار کے علاوہ دوسرے اشعار اور کلمات بھی فرمائے ہیں جو کہ تہذیب الکمال، تاریخ بغداد اور دوسری کتب رجال میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

**امام عبداللہ بن المبارکؒ حنفی تھے:**

قارئین کرام! آپ جانتے ہیں کہ امیر المومنین فی الحدیث غیر مقلدین کے ہاں مسلم امام حافظ اور معتبر وثقہ محدث کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے یہ معتمد امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام ابوحنیفہؒ پر عیوب لگانے والوں کو بے وقوف اور ان کے دلائل کو خلاف حق اور ضعیف قرار دے رہے ہیں۔ لہذا فقیر آپ حضرات کے ہاتھ میں انصاف کی ترازو دیتا ہے کہ ایسے ثقہ محدث (جن کی امامت پر ہر باب میں اتفاق اجماع ہے اور جن کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے جیسا کہ بحوالہ گذرا) امام ابوحنیفہؒ کو امام المسلمین اور مشرق و مغرب میں بے نظیر کہہ رہے ہیں اور ان کے مخالفین کو نہ صرف بے وقوف قرار دے رہے ہیں بلکہ خود ان کے سامنے زانوائے تلمذتہ فرماتے

ہیں۔ کیا آپ کو اب بھی امام صاحبؒ کی حدیث دانی پر کوئی شک ہے؟ اگر شک ہے تو آئیے کچھ اور وضاحت سنیں کہ یہی امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن المبارکؒ باوجود اتنے قہر محدث ہونے کے حنفی بھی تھے۔ شاید آپؒ یہ عبارت پڑھ کر صرف دعویٰ ہی سمجھ لیں لیکن فقیر کا یہ دعویٰ صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ یہ ایک مسلم حقیقت ہے۔

کیا آپ کے مطالعہ میں امام ابن المبارکؒ کا یہ قول نہیں آیا: کہ ”میں نے اپنی کتابوں میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے شامل کی، لیکن امام مالکؒ کی رائے شامل نہیں کی، کیونکہ میں نے اس کو علم نہیں سمجھا۔“ اسی طرح ان کے سامنے جب امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ کہے گئے تو انتہائی ناراضگی کے ساتھ فرمایا: کہ ”(تو کون ہے؟) ایسے (عظیم) شخص کی بدگوئی کر رہا ہے جس نے پینتالیس سال تک ایک ہی وضو سے پانچ نمازیں پڑھی ہیں اور جو ایک رات میں دو دو رکعتوں میں قرآن کریم ختم کر دیا کرتے تھے“ اور پھر فرمانے لگے: کہ ”میرے پاس جو فقہ ہے وہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سیکھی ہے۔“ **”وتعلمت الفقه الذی عندی من ابی حنیفة“۔ (۱)**

علامہ موفق مکی حنفیؒ اور علامہ احمد بن مصطفیٰ المعروف بہ طاش کبریٰ زادہ حنفیؒ دونوں نے امام عبداللہ بن المبارکؒ کو ائمہ حنفیہ میں سے ایک امام شمار کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: **”ومن الائمة الحنفية عبد الله بن المبارك“۔ (۲)** ان کے علاوہ علامہ قرشیؒ (م ۷۵۷ھ) (۳) اور علامہ عبدالحی لکھنویؒ بھی ان کو طبقات حنفیہ میں سے شمار کرتے ہیں۔ (۴) لیکن اگر آپ کو مذکورہ تاریخی واقعات پر احنافؒ کی

**ماخذ و مصادر:** (۱) تاریخ بغداد: ۱/۳، ۳۵۵، مناقب موفق: ۱/۲۳۶، (۲) مناقب موفق: ۲/۱۳۳، مفتاح

السعادة: ۲/۱۱۲، (۳) الجواهر المصنفة: ۱/۲۸۱، (۴) الفوائد البہیة: ۱۰۳

تحریر ہونے کی وجہ سے یقین نہیں آتا، تو آئیے غیر حنفی مشہور مالکی عالم دین علامہ ابوالولید الباجیؒ کی پکھری میں چلتے ہیں اور ان سے امام عبداللہؒ کے مذہب کے متعلق پوچھتے ہیں، تو متوجہ ہو کر پڑھیں کہیں یہاں بھی حنفیت کا دعویٰ تو نہیں؟ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

کہ ”امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب (اور مقلدین) میں امام ابن المبارکؒ بھی ہیں اور امام مالکؒ کا ان کی تعظیم کرنا اور ان کی فضیلت تسلیم کرنا ایک مشہور امر ہے۔“ اگر آپ کو یقین نہیں آتا، تو آئیے خود ان کے الفاظ میں پڑھیں: ”ومن اصحاب ابی حنیفۃ عبد اللہ المبارکؒ وقد اشتهر اکرام مالکؒ له وتفضیله ایاه۔“ (۱)

امام موصوفؒ نے اس عقیدت کو تادم زیست نبھایا اور اپنے استاد کے ساتھ آخری دم تک وفا کو اپنا شعار بنایا۔ چنانچہ علامہ محمد الزاہد بن الحسن الکوثریؒ تحریر فرماتے ہیں: کہ ”امام ابن المبارکؒ امام ابوحنیفہؒ کی موالات اور ان کی تعظیم واجلال کا تادم آخر کار بند رہے۔“ خود انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں ”ان ابـن المبارک لم یذل علی موالات ابی حنیفۃ واجلالہ الی ان مات۔“ (۲)

قارئین کرام! مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ امام ابن المبارکؒ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق نہ صرف اچھی رائے رکھتے تھے، بلکہ ان کی تلمیذی وشاگردی اختیار کرنے کے علاوہ ان کے اتنے معتقد اور جانثار تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے علاوہ دوسروں کی رائے حتیٰ کہ امام مالکؒ کی رائے کو بھی بلا وقعت سمجھتے تھے اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے کو تفسیر حدیث کہا کرتے تھے، ان کی رائے کو علم دین سمجھتے تھے اور ان کی اس رائے کو اپنی تصانیف میں جگہ دیکر اپنا مذہب جانتے تھے۔ ان کے اقوال پر عامل تھے



اور ان پر طعن و تشنیع کرنے کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سمجھتے تھے البتہ ان لوگوں کو اس بے جا طعن کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج تسلیم نہیں کرتے تھے ہاں گناہگار ضرور سمجھتے تھے۔ اس لئے ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے تھے۔

اس تاریخی حقیقت سے خطیب بغدادیؒ اور ان کی اقتداء میں چھوٹے بڑے رافضیوں کے بے سرو پا اعتراضات کی پوزیشن بھی واضح ہوگئی۔ لیکن مزید تنویر مقصد کیلئے چند دوسرے اکابر محدثینؒ کی آراء بھی لکھی جاتی ہیں۔ پڑھیں اور دعا دیتے جائیں۔ امید ہے کہ حق کے متلاشی اور اہل اللہ سے محبت رکھنے والوں کے لئے یہ آراء اکابر نقسکین صدور راحت قلوب، فرحت جان اور ذریعہ حلاوت ایمان ثابت ہوں گی۔

۱۰۔ امام بخاریؒ کے بالواسطہ استاد اور امام اعظمؒ کے

خصوصی تلمیذ سعید، مجتہد فی المذہب امام ابو یوسفؒ:

امام ابو یوسفؒ (م ربيع الآخر ۱۸۲ھ) کو متعدد علوم میں مہارت باکمال حاصل تھی اگرچہ ان کی شہرت زیادہ تر فقہ میں ہوئی، لیکن اور علوم میں بھی وہ اپنی نظر آپ تھے چنانچہ ہلال بن یحییٰ کہتے ہیں: کہ ”ابو یوسفؒ تفسیر، مغازی، ایام العرب کے حافظ تھے اور فقہ ان کا ادنیٰ علم تھا۔ حدیث میں ان کا یہ مقام تھا کہ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے اور ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے ”الامام العلامۃ“ اور ”فقیہ العراقیین“ (۱) کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں: کہ ”میں سب سے پہلے طلب حدیث کے لئے قاضی ابو یوسفؒ کے پاس

گیا اس کے بعد میں نے دوسروں کے پاس حدیث طلب کی، تو دوسرے لوگوں سے لکھنا شروع کیا۔“ ”اول ما طلبت الحدیث ذہبت الی ابی یوسف القاضی ثم طلبنا بعده فکتبنا عن الناس۔“ (۱)

### صاحب کتاب و سنت کا امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں سترہ سال:

یحییٰ بن معینؒ کہا کرتے تھے: کہ ”اہل الرائے میں ابو یوسفؒ سے بڑھ کر کوئی شخص کثیر الحدیث نہیں۔“ اور فرماتے تھے: کہ ”ابو یوسفؒ صاحب کتاب اور صاحب سنت تھے۔“ (۲) امام شافعیؒ کے مشہور شاگرد امام مزنیؒ کہا کرتے تھے: کہ ”لوگوں نے حدیث (کے عالم ہونے اور اس پر عمل کرنے) کی وجہ سے امام ابو یوسفؒ کی اتباع کی ہے۔“ ”اتبع القوم للحدیث۔“ (۳) اور امام داؤد بن رشدؒ فرماتے ہیں: کہ ”اگر ابوحنیفہؒ کا ابو یوسفؒ کے علاوہ کوئی اور تلمیذ نہ بھی ہوتا تو امام ابوحنیفہؒ کیلئے (صرف ان کا تلمیذ رشید ہونا) تمام لوگوں کے مقابلہ میں باعث فخر ہوتا۔“ (۴) چنانچہ یہی امام موصوف اپنے استاد امام ابوحنیفہؒ کے پاس نہ صرف ایک عام طالب علم کی حیثیت سے حاضر ہوتے تھے بلکہ انہوں نے تلمیذ ہونے کا حق ادا کیا اور ایسا حق ادا کیا کہ دنیا اس کی مثال لانے سے عاجز ہے۔ چنانچہ آپؒ اپنے استاد محترم کی خدمت میں سترہ سال تک رہے اور ان ایام میں مرض اور کسی بیماری کے علاوہ کبھی جدا نہیں ہوئے۔ حتیٰ کہ عید الفطر میں کبھی مفارقت اختیار کی نہ عید الاضحیٰ میں۔ یہاں تک کہ آپؒ کا ایک بیٹا فوت ہوا، تو اس کی تجہیز و تکفین میں حاضری تک نہیں دی اور اپنے جگر گوشہ کو تجہیز و تکفین کیلئے

ماخذ و مصادر: (۱) تاریخ بغداد: ۱۳/ ۲۵۵ (۲) (۳) تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۲۹۲ (۴) حسن اتقاضی: ۱۵ بحوالہ

اپنے پڑوسیوں اور اقرباء کے ہاں چھوڑ کر خود امام ابوحنیفہؒ کی بابرکت مجلس میں شرکت فرمانے کیلئے تشریف لے گئے، اس خوف سے کہ کہیں امام ابوحنیفہؒ کے فرامین میں سے کوئی چیز اس سے فوت نہ ہو جائے اور پھر ساری زندگی حسرت کرتا نہ پھرے۔ (۱) اتنی عظیم محدث کا اپنے استاد کی مجلس میں سترہ سال اس انہماک سے گزارنا اس بات پر یقیناً دال ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نہ صرف محدث تھے بلکہ محدث اعظم تھے۔

### کاش مجھے امام ابوحنیفہؒ کی ایک مجلس.....:

قارئین کرام! امام ابو یوسفؒ علم حدیث میں امام احمدؒ علی بن مدینیؒ اور یحییٰ ابن معینؒ وغیرہ اکابر محدثین کے استاد تھے۔ حدیث میں اس قدر جلالت شان رکھنے کے باوجود امام ابوحنیفہؒ کے اتنے مداح تھے کہ ان کی صرف ایک مجلس پر اپنی آدھی دولت قربان کرنے کو تیار تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ”کاش مجھے امام ابوحنیفہؒ کی ایک مجلس میری آدھی دولت کے عوض نصیب ہو جاتی۔“ امام اصمعیؒ کہتے ہیں: کہ ”ان دنوں آپ کی دولت بیس لاکھ روپیہ سے زیادہ تھی۔“ ہمیں نے کہا: کہ ”یہ تمنا آپ کیوں کرتے ہیں؟“ تو فرمانے لگے: ”کچھ مسائل کی تحقیق کیلئے دل میں خلش ہے جس کی امام ابوحنیفہؒ ہی سے تسلی ہو سکتی ہے۔ (اگر ان کی مجلس ملتی تو) ان سے دریافت کر لیتا۔“ (۲) نیز اپنے شیخ کے ساتھ دلی محبت کا اظہار یوں فرماتے ہیں: کہ ”میں والدین سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کیلئے دعا کرتا ہوں اور میں نے آپ سے سنا آپ فرماتے تھے: کہ ”میں والدین کے ساتھ امام حمادؒ کیلئے بھی دعا کرتا ہوں۔“ (۳)

## حدیث کی تفسیر میں اعلم:

یہ عظیم محدث اپنے شیخ اعظم کے بارے فرماتے ہیں: کہ ”میں نے حدیث کی تفسیر اور باریک فقہی نکتوں کے جاننے میں امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ علم والا کوئی نہیں دیکھا۔“ **”ما رایت احداً اعلم بتفسیر الحدیث ومواضع النکت التي فيه من الفقه من ابی حنیفة۔“** (۱) بلکہ مزید فرماتے ہیں: **”علماء وقت کا اتفاق ہے کہ آپ سے بڑھ کر علم حدیث وفقہ میں کوئی عالم نہیں“** اور فرمایا **”میرا علم امام ابوحنیفہؒ کے (علم کے) مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ ایسا سمجھو جیسے ایک چھوٹا سا نالہ بڑی نہر فرات کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔“**

## صحیح احادیث کی پہچان میں ابو یوسفؒ سے زیادہ صاحب بصیرت:

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ بڑے عظیم البرکت تھے ان کی وجہ سے ہم پر دنیا اور آخرت کے راستے کھلے“ اور فرماتے ہیں: کہ ”جب میں امام ابوحنیفہؒ سے کسی چیز میں مخالفت کرتا تو کافی سوچ و پکار کے بعد آپ کے مذہب کو آخرت کے لحاظ سے زیادہ نجات والا پاتا اور جب بھی میں حدیث کی طرف مائل ہوا تو امام ابوحنیفہؒ صحیح احادیث (کی پہچان) میں اپنے سے زیادہ مالک بصیرت پایا۔“ **”ما خالفت ابا حنیفة فی شئی قط فتدبرته الا رایت مذہبه الذی ذہبه الیہ انجی فی الآخرة وکنت ربما ملت الی الحدیث وکان هو ابصر بالحدیث الصحیح منی۔“** (۲) نیز فرماتے

ہیں: کہ ”ہمارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو امام ابوحنیفہؒ کے پاس حاضر ہوتے اور آپؒ فوراً ہی حل پیش کر کے تشفی فرمادیتے تھے۔“

## اہل کوفہ کے علوم کے حامل:

ابو محمد حارثی نے امام ابو یوسفؒ سے روایت نقل کی ہے: کہ ”ہم لوگ ابوحنیفہؒ کے ساتھ علمی مسائل پر بحث کرتے۔ پھر آپؒ کسی مسئلہ کے متعلق کوئی رائے قائم کرتے اور ان کے تلامذہ بھی اس مسئلہ پر متفق ہو جاتے، تو میں کوفہ کے اصحاب حدیث کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تا کہ دیکھوں کہ ان کے قول کی تائید کسی اثر یا حدیث سے ہوتی ہے؟ (یا نہیں) تو کبھی کبھار (ان کے قول کی تائید میں) دو یا تین حدیثیں مل جاتی تھیں۔ میں ان کو امام صاحبؒ کی خدمت میں لاتا۔ وہ حدیثیں اگرچہ ان کے قول کے موافقت ہوتیں، پھر بھی کسی حدیث کو قبول کر لیتے تھے اور کسی کو رد کرتے ہوئے فرماتے تھے: کہ ”یہ صحیح یا مشہور نہیں ہے۔“ اس پر میں عرض کرتا: کہ ”آپ کو کیسے علم ہوا؟“ تو فرماتے: ”میں اہل کوفہ کے علوم کا حامل ہوں۔“ (۱)

یہ حدیث تمہارے والد کے عقد سے پہلے یاد ہے لیکن.....:

سبحان اللہ! یہ ایسی عظیم ہستی کا اعتراف ہے جن کے بارے میں خود امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: (جبکہ آپؒ بیمار ہو گئے تھے اور امام ابوحنیفہؒ آپؒ کی عیادت سے واپس آرہے تھے) کہ ”خدا نخواستہ یہ شخص ہلاک ہوا، تو دنیا کا عالم ہلاک ہوا۔“ علامہ ابن خلکانؒ نے امام اعظمؒ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے: کہ ”انہوں نے قاضی ابو یوسفؒ

سے ایک مسئلہ پوچھا۔ ”انہوں نے جواب دیا۔ امام اعمشؒ نے کہا: کہ ”اس میں کوئی سند ہے۔؟“ قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا: ”ہاں! وہ حدیث جو آپؒ نے فلاں موقع پر مجھ سے بیان کی تھی۔“ امام اعمشؒ نے کہا: کہ ”یعقوب! یہ حدیث مجھ کو اس وقت سے یاد ہے، جب تمہارے والد کا عقد بھی نہیں ہوا تھا، لیکن اس کا صحیح مطلب آج ہی سمجھ میں آیا۔“

### امام ابو یوسفؒ یعنی تھے:

امام ابوحنیفہؒ کا حدیث میں عالی مرتبہ کا اس سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ جیسے جلیل القدر محدث آپؒ کے صرف مداح ہی نہیں تھے بلکہ آپؒ کے مذہب یعنی فقہ حنفی کے مصنف و مدون اول اور مجتہد فی المذہب بھی تھے۔

### ۱۱۔ امام فضیل بن عیاضؒ کا فرمان:

ابن ماجہ کے علاوہ باقی صحاح خمسہ کے راوی فضیل بن عیاضؒ (م ۱۸۷ھ) فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ ایک فقیہ شخص تھے۔ (پھر کئی سطور پر مشتمل تعریفیں کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ) ان پر اس فقہ میں سے کوئی مسئلہ پیش ہوتا، اگر اس میں کوئی صحیح حدیث ہوتی، تو اس کی اتباع کرتے، اگرچہ وہ کسی صحابیؓ اور تابعیؓ کا اثر کیوں نہ ہوتا۔ اگر اس مسئلہ کے متعلق کوئی حدیث نہ ہوتی، تو قیاس فرماتے اور بہترین قیاس فرماتے۔“ کان ابوحنیفہ رجالا فقیہا..... وکان اذاوردت علیہ مسئلة فیہا حدیث صحیح اتبعہ وان کان عن الصحابة والتابعین والاقاس واحسن القیاس۔ (۱)

## امام ابوحنیفہؒ کا طرز استدلال:

قارئین کرام! فضیل بن عیاضؒ کی اس تصدیق سے معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ پہلے نمبر پر صحیح حدیث کی تتبع اور تلاش فرماتے تھے۔ اگر وہ نہ ملتی تو پھر صحابہؓ و تابعینؓ کے اقوال و آثار لیتے تھے، لیکن اگر وہ بھی نہ ملتا تو قرآن و حدیث کی روشنی میں بہترین قیاس کے ذریعے استنباط مسئلہ فرماتے تھے۔ یہ وہ شخص ہیں جن کی بابت عبد اللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں: ”سب سے زیادہ پرہیزگار اور متقی فضیل بن عیاضؒ ہیں۔“ واما اورع الناس فالفضیل بن عیاض۔“ (۱) اور فرماتے ہیں: میرے نزدیک زمین کی پشت پر فضیل سے افضل نہیں رہا۔“ مابقی علی ظہر الارض عندی افضل من فضیل۔“ (۲)

## ۱۲۔ امام اعظمؒ کے تلمیذ، امام شافعیؒ و احمدؒ کے شیخ

اور صحاح ستہ کے معتمد راوی امام وکیع بن الجراحؒ:

امام وکیعؒ (م ۱۹۷ھ) امامین متبوعین (امام شافعیؒ و امام احمدؒ) کے شیخ ہونے کے علاوہ صحاح ستہ کے معتمد راوی اور فن حدیث کے اہم رکن ہیں۔ امام احمدؒ ان کی شاگرد ہونے پر فخر کیا کرتے تھے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں: ”یہ حدیث مجھ سے اس شخص نے روایت کی، کہ تیری آنکھوں نے اس کا مثل نہ دیکھا ہوگا۔“ حدثنی من لم تر عیناک مثله۔“ (۳) اور فرماتے ہیں: ”میں نے وکیعؒ سے بڑھ کر علم کو یاد رکھنے

والا اور ان سے بڑھ کر حدیث کا کوئی حافظ نہیں دیکھا۔“ (۱)

اکثر ائمہ گرام نے امام وکیع کی بڑے شد و مد سے توثیق کی ہے۔ چنانچہ فن رجال کے عظیم رکن سخی بن معینؒ فرماتے ہیں: کہ ”میں نے وکیع کے علاوہ کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کیلئے احادیث پڑھاتے ہوں اور میں نے کسی ایسے شخص کو بالکل نہیں دیکھا جو امام وکیع سے زیادہ حافظ ہو اور وہ اپنے زمانہ میں ایسے شخص تھے جیسے امام اوزاعیؒ اپنے زمانہ میں تھے۔“ (۲)

**امام وکیعؒ، امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے:**

امام ابن معینؒ فرماتے ہیں: کہ ”میں نے وکیع بن الجراحؒ سے افضل کوئی اور نہیں دیکھا“ آپ سے پوچھا گیا: کہ ”کیا ابن مبارکؒ بھی ان سے افضل نہ تھے؟“ تو فرمانے لگے: ”یقیناً ابن مبارکؒ بڑے رتبہ اور فضیلت کے مالک تھے، لیکن میں نے وکیعؒ سے افضل کوئی اور نہیں دیکھا۔ وہ قبلہ رو ہو جاتے اور حدیث یاد کیا کرتے تھے، قائم اللیل اور صائم الدہر تھے اور امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور ان سے بہت سی چیزیں (یعنی احادیث اور فقہی مسائل) سنی تھیں اور یحییٰ بن سعید القطانؒ بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔“ ویفتی بقول ابی حنیفہ وکان قد سمع منه شیئاً کثیراً۔“ وکان یحییٰ بن سعید القطان یفتی بقوله ایضاً۔“ (۳)

**اصحاب الحدیث صرف چار ہیں:**

امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: کہ ”ثقات الناس“ یا (کہا کہ) ”اصحاب



الحديث صرف چار ہیں؛ جن میں سے ایک امام وکیع کو شمار کیا۔“ (۱) ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا، تو آپ ﷺ سے پوچھنے لگا: کہ ”یا رسول اللہ! (ﷺ) ابدال کون ہوتے ہیں؟“ فرمایا: ”جو لوگ اپنے ہاتھ سے کسی چیز کو نہ ماریں اور وکیع بھی انہی میں سے ہے۔“ (۲)

### امام وکیع کو امام ابوحنیفہؒ کی سب حدیثیں یاد تھیں:

مذکورہ بالا صفات محمودہ کے مالک، جلیل القدر امام نے امام اعظم کی صرف تعریف و توثیق پر اکتفاء نہیں کی، بلکہ ان کے سامنے زانوئے تلمذ بچھاتے ہوئے آپ سے بہت سی احادیث بھی پڑھی ہیں؛ چنانچہ حافظ ابن عبد البر مالکی لکھتے ہیں: کہ ”وکیع کو امام ابوحنیفہؒ کی سب حدیثیں یاد تھیں اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت سی احادیث سنی ہیں۔“ ”وکان یحفظ حدیثہ کلہ وکان قد سمع من ابی حنیفۃ حدیثا کثیرا۔“ (۳) اسی طرح علامہ ذہبیؒ اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی امام ابوحنیفہؒ سے حدیث کے سماع کی تصدیق فرمائی ہے۔ (۴) اور ان پر انتہائی اعتماد کرتے ہوئے کہا ہے: کہ ”احادیث میں جتنی احتیاط اور ورع سے انہوں نے کام لیا ہے کسی اور نے نہیں لیا۔“ چنانچہ علامہ صدر الائمہؒ لکھتے ہیں: ”لقد وجد الورع عن ابی حنیفۃ فی الحدیث مالم یوجد عن غیرہ۔“ (۵)

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۵۰۱ (۲) ایضاً: ۵۱۰ (۳) جامع بیان العلم ۲/ ۱۳۹ (۱) تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۶۸

تہذیب العہدیب: ۱۱/ ۱۱۱ (۲) مناقب موفق: ۱/ ۱۹۷

کھڑے ہو کر ٹھنڈی آہ بھری اور کہا.....:

ایک دن ان کی مجلس میں ایک حدیث پیش ہوئی جس کا مضمون بہت مشکل تھا، کھڑے ہو کر ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا: ”اب ندامت سے کیا فائدہ؟ وہ شیخ یعنی امام ابوحنیفہؒ کہاں ہیں جن سے یہ اشکال حل ہوتا؟“ آپؒ فرمایا کرتے تھے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ حدیث کی روایت کرتے وقت جس تقویٰ پر پائے گئے ان کے سوا کسی اور میں اتنی تقویٰ نہیں پائی گئی۔“ ایک دفعہ کسی نے امام وکیعؒ کے سامنے ”اخطأ ابوحنیفۃ“ کہا، تو امام وکیعؒ ناراض ہو کر فرمانے لگے: ”امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں فقہ کے امام تھے قیاس کے امام تھے اور محدث و صوفی بھی تھے۔ تو ایسا آدمی جب غلطی کرے گا، تو کیا اس کو شاگرد نہیں ٹوکیں گے، تو پھر وہ کیسے غلطی کرے گا؟“

امام وکیع بن الجراح حنفی تھے:

امام وکیعؒ نے امام اعظمؒ کی شاگردی سے سعادت مند ہونے کے بعد امام اعظمؒ کی تقلید بھی شروع کی اور آپؒ کے قول پر فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا۔ امام وکیعؒ کا امام ابوحنیفہؒ کے قول و مذہب پر فتویٰ دینے کے قول میں علامہ خطیب بغدادیؒ کی طرح تقریباً تمام مؤرخینؒ اور اصحاب جرح و تعدیلؒ نے تصریح فرمائی ہے، چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابن عبد البر مالکیؒ (۱) علامہ ذہبیؒ (۲) علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (۳) علامہ القرشیؒ (۴) سب نے ویفتی بقول ابی حنیفۃ لکھا ہے، جبکہ علامہ القرشیؒ مولیٰ طاش کبریٰ زادہؒ (۵)

ماخذ ومصادر: (۱) الانشاء: ۱۳۶ (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۲۸۲/۱ (۳) تہذیب التہذیب: ۱۱/۱۲۷ (۴) الجواہر

المضیۃ: ۲۰۸/۳ (۵) مفتاح السعادة: ۱۱۷/۲

ملا علی قاریؒ (۱) اور علامہ انور شاہؒ (۲) نے آپؒ کو صراحتاً ائمہ حنفیہؒ میں سے شمار کیا ہے۔

قارئین کرام! اگر زمانہ کے معتمد ائمہ بجز و تعدیل، امام و کبج (جو کہ ایک بلند مرتبہ فقیہ، محدث اور امام تھے) کی بابت لکھیں: کہ ”انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے احادیث پڑھیں، آپؒ کی تمام احادیث یاد کیں اور آپؒ کی آراء و اقوال کو اپنا مشعل راہ بناتے ہوئے انہی کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔“ تو کیا امام ابوحنیفہؒ کی بیان کردہ احادیث ضعیف ہو سکتی ہیں؟ اور اگر بالفرض آپؒ کی احادیث ضعیف ہوں، تو کیا ایسے جلیل القدر امام ایسی ضعیف اور کمزور احادیث و اقوال پر عمل کر کے اپنے قیمتی وقت کو ضائع کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ لیکن افسوس! آج کل کے شہرہ چشم تاریخ کے اوراق سے نابلد و نا آشنا، اسلامی شخصیات کی محتاط مجالس سے بے خبر، فن رجال سے ناواقف اور حساب آخرت سے غافل لوگ ان تصریحات سے آنکھیں بند کر کے امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ایسی سوقیانہ زبان استعمال کرتے ہیں کہ پڑھکر سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ ان کی دل آزار عبارات کے نقل کرنے کو تو دل نہیں چاہتا، لیکن چونکہ نقل کفر نہ باشد اس لئے فقیر اظہار حق کی خاطر امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ان کی گندی ذہنیت کا تھوڑا سا جھلک دکھاتا ہے۔

## حکیم فیض عالم وغیرہ غیر مقلدین کے ہدیانات:

لامذہب حکیم فیض عالم لکھتا ہے: ”امام ابوحنیفہؒ کے فرضی اور مزعومہ فضائل کی داستانیں شیعیت کے مزعومہ ائمہ سے بھی کئی گنا زیادہ ہیں۔ مگر اس باب کو اسی پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ فقہ حنفیہ کے اس ناگفتہ بہ پلندہ میں بار بار ان الفاظ کی جو تکرار کی گئی

ہے "عند ابی حنیفہ" "قال ابوحنیفہ" "هذا مذهب ابی حنیفہ"  
 وغیرہ وغیرہ وہ کونسے ابوحنیفہ ہیں۔ (توسنیں)

**ابوحنیفہ مجوسی النسل اور آل عمر سے کینہ رکھنے والوں میں شمار ہے:**

۱: ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، ثابت کوفی کے ہاں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، مجوسی النسل تھے، کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں۔ آپ کے دادا مسلمان ہوئے تھے۔ چچے عجب کہ باقی مجوسی النسل نو مسلموں کی طرح نسلی عصبیت ورثہ میں پائی ہو اور بال عمر کینہ قدیم ست عجم را کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ (۱)

**عمرؓ اور آل عمر سے کینہ رکھنے والے کون؟:**

محترم قارئین کرام! ذرا سوچ کر موازنہ کریں۔ حضرت عمر فاروقؓ سے بغض و عناد رکھنے والے لوگ کون ہیں؟ امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے پیروکار ہیں یا اس فرقہ سے تعلق رکھنے والے لامذہب حضرات؟۔

ایک طرف احناف ہیں، کہ حضرت عمرؓ کو خلیفہ برحق اور خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور آپؓ کی ہر ادا، عمل اور حکم کو امر نبوی ﷺ "علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ الخ۔" (۲) کے مطابق اس کو سنت جانتے ہوئے اپنے لئے مشعل راہ بناتے ہیں۔ امر عمریؓ کو بعینہ شریعت جانتے اور مانتے ہوئے اپنی دنیا و آخرت سنوارنے اور دونوں جہانوں کی کامیابی، کامرانی، سرخروئی کا ذریعہ اور وسیلہ شمار کرتے

ماخذ و مصادر: (۱) اختلاف امت کا الیہ: ۳۷، ۳۸ (۲) مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة فتاویٰ ابن تیمیہ:

ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: ”کہ خلفاء راشدینؓ کی سنت کو اختیار کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے اور اس پر بہت سے شرعی دلائل موجود ہیں۔“ ”فسنة الخلفاء الراشدين هي امر الله به ورسوله وعليه ادلة شرعية كثيرة.“ (۱)

دوسری طرف غیر مقلدین ہیں کہ ان کے نزدیک احناف کے برعکس حضرت عمر فاروقؓ مرتکب بدعت ہیں، یہ لوگ آپؐ کو قرآن و سنت کے خلاف احکامات جاری کرنے والا بتاتے ہیں۔ ان کے عمل کو سنت کی بجائے بدعت سے موسوم کرتے ہوئے ناقابل حجت اور ناقابل استدلال کہتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی بجائے اس سے دور بھاگتے ہیں۔ تو کیا خلفاء راشدینؓ کے متعلق ایسے الفاظ کہنے والا اگر ظاہری طور پر حضرت عمرؓ کو خلیفہ راشد بھی کہیں، تو کیا ان کے اس قول پر اعتبار کیا جائے گا۔؟ ہرگز نہیں۔

### مدینہ منورہ میں بدعت کی شاعت:

قارئین کرام! یہی لوگ سنت عمریؓ اور سنت عثمانیؓ کو بدعت عمری اور بدعت عثمانی کہتے ہوئے آپؐ کو مدینہ منورہ میں بدعتی قرار دے رہے ہیں اور احادیث میں بدعتی، خاص کر مدینہ منورہ کے بدعتی کی بہت شاعت اور برائی بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ احادیث میں بدعتی کی تعظیم ممنوع قرار دی گئی ہے اور مدینہ منورہ میں بدعت اور بدعتی کو پناہ دینے پر لعنت کی وعید سنائی گئی ہے نیز اس کی عبادت قبول نہ ہونے کی سخت دھمکی دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے ”جس نے بدعتی آدمی کی تعظیم کی پس اس نے اسلام کے ڈھانے پر اس کی مدد کی۔“ ”من وقر صاحب بدعة فقد اعان

علی ہدم الاسلام“ (۱) اسی طرح فرمان نبوی ﷺ ہے کہ ”جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی (بدعت یا) بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ نہ اس سے کوئی نفل قبول کی جائے گی اور نہ کوئی فرض۔“ ”فمن احدث فيها حدثا او آوى محدثا فعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين لا يقبل منه صرّف ولا عدل۔“ (۲)

قارئین کرام! ایک جانب امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے متبعین ہیں اور دوسری جانب لامذہب کا ٹولہ ہے۔ پہلی جماعت خلفاء راشدینؓ کی سنت کو اپنا مشعل راہ بناتے ہوئے دونوں جہانوں کی کامیابی کا وسیلہ شمار کرتے ہیں اور دوسری جماعت ان حضرات کی سنت کو بدعت کہتے ہیں تو آپ خود اندازہ لگائیں کہ ”یال عمر کینہ قدیم ست عجم را“ کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔“ کا مصداق کونسی جماعت ہے؟ کیا اس جملہ کا کہنے والا عجمی خود اس کا سو فیصد مصداق نہیں بننا؟ یقیناً یہی حضرات خود اس کے مصداق ہیں اور یہ صرف آج کل کے لامذہب لوگوں کی عادت نہیں ہے بلکہ ان کے بڑوں نے بھی خلفاء راشدینؓ کی مستقل سنت کو دین میں حجت تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ (۳)

**حضرت عمرؓ روزمرہ کے موٹے موٹے مسائل سے بے خبر تھے:**

یہ لوگ خلفاء راشدینؓ بالخصوص حضرت عمر فاروقؓ کی سنت کو کس طرح مشعل راہ بنائیں گے جبکہ ان کے نزدیک ”حضرت عمرؓ روزمرہ کے موٹے موٹے مسائل اور دلائل شرعیہ سے بے خبر تھے اور نصوص کتاب و سنت کے خلاف اپنے اختیار کردہ موقف کو بطور قانون جاری کر دیا تھا۔ (العیدانُ باللہ) وہ نصوص کی خلاف ورزی کے مرتکب تھے۔

ان کو قرآن و سنت سمجھ نہ آسکی؛ بلکہ حضرت عمرؓ قرآن حکیم میں ترمیم کرنے والے تھے۔“

قارئین کرام! ابھی انشاء اللہ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حدیث نبوی ﷺ کے یہ نام نہاد شیدائی اور عشاق برائے نام اہل حدیث آپ ﷺ کے خلفاء راشدینؓ کے بارے کس طرح اور کس قسم کی زہرا فاشانی کرتے ہیں۔ کلیجہ تھام کر لاندہب افراد کی تحریر پڑھیں۔

”برادران: حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ قطعاً اپنی اپنی خلافت کے زمانے میں دونوں معنی کے لحاظ سے اولی الامر تھے؛ لیکن باوجود اس کے نہ تو کسی صحابیؓ نے ان کی تقلید کی نہ ان کی طرف کوئی منسوب ہوا۔ بلکہ ان کے اقوال کی خلاف ورزی کی جبکہ وہ فرمان خدا و فرمان رسول ﷺ کے خلاف نظر آئے۔ ایک جگہ حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں لکھتے ہیں: ”پس آؤ سنو! بہت سے صاف صاف موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ان میں غلطی کی اور ہمارا اور آپ کا اتفاق ہے کہ فی الواقع ان مسائل دلائل سے حضرت عمر فاروقؓ بے خبر تھے۔“ (۱)

**خلفائے راشدینؓ نے خلاف شرع احکام صادر کئے:**

رئیس احمد ندوی سلفی صاحب محقق جامعہ سلفیہ بنارس یوں گویا ہیں: ”اس بناء پر ہم دیکھتے ہیں: کہ ”اپنی ذاتی مصلحت بنی کی بنیاد پر بعض خلفاء راشدین نے بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیال خویش اصلاح و مصلحت کی غرض سے دوسرے احکام صادر کر چکے تھے۔ ان احکام کے سلسلہ میں ان خلفاء کی باتوں کو عام امت نے رد کر دیا۔

ہم آگے چل کر کئی ایسی مثالیں پیش کرنے والے ہیں جن میں احکام شرعیہ و نصوص کے خلاف خلفاء راشدین کے طرز عمل کو پوری امت نے اجماعی طور پر غلط قرار دے کر نصوص و احکام شرعیہ پر عمل کیا ہے (۱) مگر ایک سے زیادہ واضح مثالیں ایسی موجود ہیں جن میں حضرت عمر فاروقؓ یا کسی بھی خلیفہ راشد نے نصوص کتاب و سنت کے خلاف اپنے اختیار کردہ موقف کو بطور قانون جاری کر دیا تھا لیکن پوری امت نے ان معاملات میں بھی حضرت عمر فاروقؓ یا دوسرے خلیفہ راشد کی جاری کردہ قانون کی بجائے نصوص کی پیروی کی ہے۔ (۲)

### حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ نصوص کی خلاف ورزی کے مرتکب تھے:

یہی مؤلف موصوف حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں مزید گوہر افشانی کرتے ہیں: ”اور یہ بھی ظاہر ہے کہ چونکہ بطریق معتبر ثابت ہے کہ ان دونوں جلیل القدر صحابہؓ نے نصوص شرعیہ کے خلاف موقف مذکور اختیار کیا تھا اس لئے صرف ان دونوں صحابہ کو نصوص کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیا جاسکتا ہے۔“ (۳) اور ایک دوسری جگہ یہی محقق صاحب ان دونوں کے بارے میں رقمطراز ہیں: کہ ”حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ کے سامنے یہ آیات و احادیث پیش ہوتی تھیں پھر بھی ان کی سمجھ میں بات نہ آسکی۔“ (۴)

### حضرت عمرؓ نے قرآنی حکم میں ترمیم کی:

یہی موصوف محقق دوران لکھتے ہیں: کہ ”حضرت عمرؓ کی تمنا اور خواہش بھی یہی  
 ماخذ و مصادر: (۱) تنویر الآفاق: ۱۰۷ (۲) ایضاً: ۱۰۸، اماخذ و مصادر: (۳) ایضاً: ۸۸، ۸۷ (۴) ایضاً: ۴۱۸



تھی کہ قرآنی حکم کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی قرار دیں مگر لوگوں کی غلط روی روکنے کی مصلحت کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے (قرآنی حکم میں نعوذ باللہ [مروت]) یہ ترمیم کی کہ تین طلاق قرار پائے۔“ (۱) اور حضرت علیؓ کے فتویٰ جس میں آپؓ نے ایک وقت کی تین طلاق کو تین طلاق قرار دئے تھے کے خلاف اپنی کج روی سے یوں غلط تاویل کرتے ہیں: ”ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ بات محض غصہ میں کہی تھی..... یہی غصہ والی بات ان صحابہ (جیسے حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ [مروت]) کے فتاویٰ میں بھی کارفرما تھی، جنہوں نے ایک وقت میں ایک سے زیادہ دی ہوئی طلاقوں کو واقع بتلاتا۔“ (۲) (مشہور ہے ”دروغ گورا حافظہ نباشد۔“ ادھر حضرت عمرؓ کے بارے مصلحت کے الفاظ لکھتے ہیں اور ادھر فوراً ہی حافظہ سے ذہول ہو کر غصہ کارفرما تھا، لکھ مارا۔ ”فواعجب!“)

محقق موصوف مزید درافشانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”ظاہر ہے کہ زبان سے غصہ کی حالت میں نکلی ہوئی ایسی باتوں کو حجت شرعی نہیں قرار دیا جاسکتا، جبکہ غیر نبی کی یہ باتیں خلاف نصوص بھی ہوں۔“ (۳)

**ہم فاروقی نہیں، ہم محمدی ہیں:**

غیر مقلد عالم ثناء اللہ امرتسری کے فتاویٰ کا مجموعہ بنام فتاویٰ ثنائیہ جس کے مرتب محمد داود راز اور محشی (تعاقب کے نام سے حاشیہ لکھنے والے) شیخ الحدیث ابوسعید شرف الدین ہیں اس کتاب کو بڑے اہتمام کے ساتھ علامہ احسان الہی ظہیر شہید نے چھپوائی ہے اس میں امرتسری کے فتاویٰ کے علاوہ بعض دوسرے غیر مقلد

علماء کے فتوے بھی درج ہیں۔ اس کتاب میں مشہور غیر مقلد عالم محمد جونا گڑھی کا فتویٰ تین طلاق کو ایک قرار دینے کے متعلق بنام ”نکاح محمدی“ منقول ہے۔ جس میں حضرت عمرؓ کی بابت انتہائی گستاخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ”پھر آپ اور ہم اسے کیوں مانیں۔ ہم فاروقی تو نہیں، ہم محمدی ہیں۔ ہم نے ان کا کلمہ تو نہیں پڑھا۔ ہم نے محمد کا کلمہ پڑھا ہے۔“

قارئین کرام! یہ حقیقت ہے کہ ہم نے حضرت عمرؓ کا کلمہ تو نہیں پڑھا لیکن محمدی بننے کے لئے فاروقی بننا بھی ضروری ہے۔ ورنہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ”ان اللہ تعالیٰ جعل الحق علی لسانِ عمرٍ وقلبہ وهو الفاروق فرق اللہ بہ بین الحق و الباطل“ (۱) اور صحیح احادیث ”علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين الخ“ اور ”اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر وعمر واهتدوا بھدی عمار وتمسکوا بعھد ابن مسعود۔“ (۲) چہ معنی دارد۔

### غیر مقلد انکار حدیث کے دہانے پر:

قارئین کرام! یہ وہ لوگ ہیں جو احادیث کی آڑ میں احادیث کے منکر اور سید الکونین ﷺ کے دشمن ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو احادیث کو چھوڑنے اور ناقابل حجت سوچ دلانے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی غیر مقلد اور لامذہب بنتا **ماخذ ومصادر:** (۱) سلسلۃ الضعیفۃ والموضوعۃ: ۶۳/۷ وقال الالبانی: لکن الشطر الاول من الحدیث صحیح مخرج فی ”المشکاة“ (۶۰، ۴۲) (۲) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ از تالیفات علامہ البانی: ۳/۲۳۳

ہے تو ان میں سے کوئی بھی واپس مقلد بننے کی کوشش نہیں کرتا۔ البتہ ایک یا دو درجے ترقی کر کے منکر حدیث یا مرزائی بنتا ہے، الا ماشاء اللہ۔ جیسا کہ چوہدری غلام احمد پرویز، سرسید احمد خان، عبداللہ چکڑا لوی، مولوی محمد اسلم جیراج پوری اور مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ پہلے غیر مقلد اور لامذہب بنے۔ بعدہ احادیث کو خیر باد کہہ کر منکر حدیث یا قادیانی بنے۔

قارئین کرام! اس فتنے کے نئے بانین میں اکثریت ائمہ مجتہدینؒ کی تقلید سے نفرت کرنے والے، مغربی تہذیب کے دلدادہ اور مغرب کی تقلید پر فخر کرنے والے غیر مقلدین حضرات ہیں۔ جنہوں نے اپنی کم فہمی و کم علمی کے باعث پہلے تقلید کا انکار کیا پھر اس میں مزید ترقی کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی تقلید، اتباع اور اطاعت کو بھی ہمیشہ کیلئے (العیاذ باللہ) خیر باد کہا۔ چنانچہ علامہ محمد زاہد کوثریؒ فرماتے ہیں ”تجب کی بات یہ ہے کہ اکثر منکرین حدیث غیر مقلدین تھے۔ ان لوگوں میں بعض رافضی ہو چکے ہیں اور بعض نورالدین جیسے غیر مقلدین قادیانی بن چکے ہیں جو مرزا قادیانی ملعون کا پہلا نائب تھا اور اس کے علاوہ (بعض) دوسرے (غیر مقلدین بھی قادیانی بنے۔ نعوذ باللہ) کیونکہ عدم تقلید لامذہبیت ہے اور لامذہبیت الحاد کا ایک پل ہے۔“

اسی بات کا شکوہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ بلکہ خود ان کے غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خانؒ نے بھی کیا ہے۔ نواب صاحب موصوفؒ اگرچہ خود بھی لامذہبیت کے شہسوار تھے، لیکن جب ان کے تقریباً گیارہ ساتھی عدم تقلید کے جوش میں آ کر اپنے پیغمبر ﷺ کی تقلید و اتباع کو بھی الوداع کہنے لگے اور اس کے برعکس مغرب کے پیدا کردہ مسیلمہ کذاب آنجنہانی مرزا قادیانی کے دست ناحق پرست پر بیعت کرتے

ہوئے مرتد ہو گئے، تو نواب صاحب موصوفؒ نے عدم تقلید کے مضرات پر قلم اٹھایا۔

## غیر مقلد واپس کیوں نہیں آتا؟:

قارئین کرام! یہ ایک اہم سوال ہے جو کہ بعض لوگوں کے ذہنوں میں آتا ہے: کہ ”اکثر غیر مقلدین تقلید چھوڑنے کے بعد واپس نہیں آتے، ایسا تو نہیں کہ لامذہبیت ہی برحق مذہب ہو؟“ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے یہ لوگ حق واضح ہونے کے بعد بھی راہ راست پر نہیں آتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت اس پر جاری ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی پر ہدایت کے دروازے کھولتا ہے، لیکن وہ آدمی اس ہدایت کو چھوڑ کر گمراہ ہو جاتا ہے، تو گمراہی کے بعد اس کو بس دین میں جھگڑے ہی سونپے جاتے ہیں (اور اس کو دوبارہ ہدایت نصیب نہیں ہوتی)۔

فقیر یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا، بلکہ یہ قرآن کی اس آیت ﴿ما ضربوه لك الا جدلا بل هم قوم خصمون﴾ کی تفسیر ہے اور یہ تفسیر کسی امتی کی نہیں ہے بلکہ یہ تفسیر سید المرسلین ﷺ کی ہے۔ جس کی تصحیح غیر مقلدین کے مابین عالم علامہ محمد ناصر الدین البانی نے کی ہے۔ تو سنیں ”عن ابی مامۃ قال قال رسول اللہ ﷺ:

”ماضل قوم بعد ہدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدل ثم قرأ رسول اللہ ﷺ هذه الآية ﴿ما ضربوه لك الا جدلا بل هم قوم خصمون﴾ رواہ

احمد والترمذی وابن ماجہ (وقال الالبانی صحیح) (۱)

قارئین کرام! آپ حضرات نے دیکھا ہوگا کہ غیر مقلدین اکثر اوقات

ماخذ ومصدر: (۱) مشکوٰۃ المصابیح: ۴۰/۱، الناشر المکتب الاسلامی بیروت الطبعة الثالثة ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵م

تحقیق محمد ناصر الدین البانی

اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق سوالات کرتے رہتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کیلئے لفظ یدُ وجہ اور ساق وغیرہ صفات مذکور ہیں۔ حالانکہ یہ مشابہات میں سے ہیں اور مشابہات کے پیچھے لگنے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ٹیڑھے دلوں والے بتائے ہیں۔ جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ ”رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ﴾ یعنی وہ وہی خدا ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری ہے، اس میں محکم آیتیں ہیں اور وہی کتاب کا اصل دار و مدار ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔ سو وہ لوگ جن کے دلوں میں چڑ پن ہے، وہ اس کے اسی حصے کے پیچھے لگ جاتے ہیں، جو متشابہ ہیں فتنے کی تلاش میں اور اس کی غلط تاویل کی تلاش میں، آخر آیت اولوالالباب تک۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کہ ”آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو، جو متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہوں تو یاد رکھو کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے (آیت بالا میں) ذکر فرمایا ہے، اس لئے ان سے بچتے رہو۔ (۱)

**محترم ناظرین!** اب آپ قرآنی آیت اور احادیث رسول اللہ ﷺ کو غور سے پڑھیں کہ آیات مشابہات کے پیچھے کون دوڑتے ہیں اور جھگڑے کس کی قسمت میں آئی ہیں یقینی بات ہے کہ یہ غیر مقلدین کو ورثہ میں ملی ہیں۔ اس لئے ان سے بچنے کی کوشش کریں یہ لوگ مسلمانوں کو اہل اللہ بلکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی احادیث سے متنفر کرنے کے درپے ہیں۔ اگر آپ حضرات ماننے کو تیار نہیں، تو آئیے مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ فرمائیں:

**غیر مقلدین کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی رائے حجت نہیں:**

غیر مقلدین کے معتمد عالم محمد جو ناگڑھی اپنی کتاب طریق محمدی میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے: سنئے جناب! بزرگوں کی، مجتہدوں اور اماموں کی رائے کیا، ان کے اجتہاد اور استنباط کو کہاں، شریعت اسلام نے تو خود پیغمبر ﷺ کی طرف سے بغیر وحی کچھ فرمائیں، تو وہ حجت نہیں۔“ (۱)

**نبی کریم ﷺ کی دینی یا دنیوی حتمی رائے حجت ہے:**

ناظرین کرام! نبی کریم ﷺ اگر اپنی رائے سے کوئی غیر حتمی بات فرمائیں، تو آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق اس کے مطابق عمل نہ کرنے کی گنجائش ہے لیکن اگر کوئی دینی حکم یا دنیوی حتمی امر ارشاد فرمائیں، تو اس میں پس و پیش کرنے کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد لوگوں کے سامنے تاہیر نخل نہ کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی، تو صحابہ کرامؓ نے تاہیر نخل چھوڑ دی۔ پس اس سال کھجور کے پھل کچھ کم نکل آئے، تو لوگوں نے آپ ﷺ کو یہ بات بتائی، پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بے شک میں بشر ہوں (مجھے غیب کی اطلاع نہیں اس لئے) جب میں تم کو تمہارے دین میں سے کسی چیز کے متعلق حکم دوں، تو اس پر عمل کرو (کیونکہ میں اس پر وحی کی وجہ سے بولتا ہوں) اور جب میں تم کو کسی چیز کے متعلق اپنی رائے سے کچھ کہوں (جس کی دین سے ارتباط نہ ہو) تو بے شک میں بشر ہوں (خالص دنیوی غیر حتمی

امور میں مجھ سے خطا بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس پر عمل کرنا تمہارے لئے ضروری نہیں ہے۔) اور ایک دوسری روایت میں ہے: ”پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے دنیوی کام کو خوب جانتے ہو۔“ عن رافع بن خدیج ..... فقال انما انا بشر اذا امرتکم بشئ من دینکم فخذوا به واذا امرتکم بشئ من رای فانما انا بشر وعن انس ..... قال علیہ السلام: ”انتم اعلم بامر دینکم۔“ (۱)

**قارئین کرام!** ارشاد القاری الی افراد المسلم عن البخاری عبد اللہ بن صالح العنبریان کی تالیف ہے اور اس کتاب کے حاشیہ پر غیر مقلدین کے مایہ ناز عالم علامہ محمد ناصر الدین البانی مرحوم کی مراجعت اور تصحیح منقول ہے۔ ان دو حدیثوں کے اوپر مؤلف موصوف نے امام نوویؒ کا باندھا ہوا باب برقرار رکھتے ہوئے لکھا ہے: ”یہ باب ان احادیث کے بارے میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو شرعی حکم دیا اس پر عمل کرنا واجب ہے علاوہ اس کے جس کو نبی کریم ﷺ نے دنیوی معیشت کے متعلق اپنی رائے سے (کوئی غیر حتمی امر) فرمایا ہو۔“ باب وجوب امتثال ما قاله شرعا دون ما ذکره ﷺ من معایش الدنیا علی سبیل الرأی ” جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خالص دنیوی امور جس میں کوئی دینی اور شرعی حکم نہ ہو تو اس کا ماننا واجب نہیں ہے لیکن اگر کوئی دنیوی حکم کسی دینی حکم سے مرتبط ہو تو اس امر کا ماننا اور اس پر عمل کرنا واجب اور فرض ہے۔ جیسا کہ امام نوویؒ نے لکھا ہے: کہ ”علماء کہتے ہیں: ”من رأی“ کا مطلب دنیا اور اس کی معیشت کے متعلق ہو شرعی نہ ہو لیکن وہ بات جس کو آپ ﷺ نے اپنے اجتہاد کی وجہ سے کہی ہو اور آپ ﷺ نے اس کو شرعی سمجھا ہو

تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور تاٰ میر نخل اس نوع سے نہیں تھا بلکہ سابقہ مذکور نوع سے تھا اور لفظ "رأیی" نبی کریم ﷺ سے یقیناً مروی نہیں بلکہ یہ روایت بالمعنی ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ظن کا لفظ فرمایا، چنانچہ ڈاکٹر موسیٰ شاہین صاحب لکھتے ہیں: "قال النووی: قال العلماء: قوله "من رأیی" ای فی امر الدنیا ومعایشها لا علی التشریح فاما ما قاله باجتہاده ﷺ وراه شرعا يجب العمل به وليس ابار النخل من هذ النوع بل من النوع المذكور قبله قال: مع ان لفظة "الرأی" انما اتی بها عکرمة علی المعنی لقوله فی آخر الحدیث قال عکرمة او نحو هذا فلم یخبر بلفظ النبی ﷺ محققا قال العلماء: ولم یکن هذا القول خبرا وانما کان ظنا کما بینه فی هذه الروایات قالوا: ورأیه ﷺ فی امور المعایش وظنه کغیره فلا یمتنع وقوع مثل هذا ولانقص فی ذلك وسببه تعلق همهم بالآخرة ومعارفها۔" (۱) یہی وجہ ہے کہ جب حضرت بریرہؓ کو آزادی ملی تو انہوں نے اپنے آپ کو اختیار کیا۔ حضرت مغیثؓ حضرت بریرہؓ کے پیچھے روتے ہوئے مدینہ منورہ کی گلیوں میں پھرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی۔ جس پر حضور اکرم ﷺ نے بریرہؓ سے فرمایا: "کاش! تم اس کے بارے میں اپنا فیصلہ بدل دیتیں۔" انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اس کا حکم فرما رہے ہیں؟" آں حضرت ﷺ نے فرمایا: "میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔" انہوں نے اس پر کہا: کہ "مجھے مغیثؓ کے پاس رہنے کی خواہش نہیں ہے۔" فقال النبی



ﷺ: "لو راجعتيه قالت: "يارسول الله تأمرني" قال: "انما انا  
أشفعُ" قالت: "لا حاجة لي فيه." (۱)

ناظرین کرام! آپ حضرات کو ابھی احادیث کی روشنی میں معلوم ہو گیا کہ خالص دنیوی غیر حتمی امور میں نبی کریم ﷺ نے اجازت دی ہے کہ کوئی شخص نبی کریم ﷺ کے مشورہ پر عمل کرے یا نہ کرے، لیکن خالص دینی امور یا وہ دنیوی امور جن کا دین سے بھی تعلق ہو تو اس وقت ہر حال میں نبی کریم ﷺ کی رائے حجت ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کی رائے کے متعلق غیر مقلدین کی رائے اس سے مختلف ہے، وہ نبی کریم ﷺ کی رائے حجت ماننے کو تیار نہیں۔

**محترم قارئین!** احادیث کے اوراق گردانیں آپ حضرات کو کہیں بھی یہ نہیں ملے گا کہ نبی کریم ﷺ نے کسی صحابی کو کوئی دینی امر یا دنیوی حتمی امر فرمایا ہو اور اس صحابی نے جواب میں کہا ہو کہ آپ ﷺ یہ حکم اپنی رائے سے دے رہے ہیں یا وحی سے۔ ہاں! آپ کو یہ ضرور ملے گا کہ جب نبی کریم ﷺ نے کسی چیز کا حکم فرمایا تو صحابہ کرام نے بلا چون و چرا اس حکم کی تعمیل کی۔ ہاں حضرت بریرہؓ کیلئے "لو راجعتيه" کا ارشاد خود اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ غیر حتمی دنیوی امر تھا۔ اس لئے انہوں نے "کیا آپ ﷺ مجھے حکم دے رہے ہیں" کہا اور نبی کریم ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ "میں حکم نہیں دے رہا بلکہ صرف سفارش کرتا ہوں۔" "انما انا اشفعُ۔"

نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ دعا فرمائی: "اللہ تعالیٰ اس بندے کو سربسز و شاداب اور تروتازہ رکھے، جس نے میری حدیث سنی، تو اس کو محفوظ اور یاد رکھا اور اس

کو دوسرے لوگوں تک پہنچایا۔ پس بسا اوقات فقہ (اور علم کے حامل) غیر فقیہ ہوتا ہے اور بسا اوقات فقہ کا حامل اس آدمی کو کہ وہ زیادہ فقیہ ہوتا ہے اس سے (پہنچاتا ہے)۔“  
**نَصْرَ اللّٰهِ عِبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَحَفِظَهَا وَوَعَاَهَا وَادَاهَا فَرُبَّ حَامِلٍ فِقْهِ غَيْرُ فِقْهِهِ وَرَبِّ حَامِلٍ اِلَىٰ مِنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ۔** (وقال الالبانی: صحیح) (۱)

**ناظرین کرام!** مذکورہ دعا میں آپ ﷺ نے اپنی حدیث کے سننے، محفوظ، یاد رکھنے اور دوسروں کو پہنچانے پر دعا فرمائی ہے۔ اس میں غیر رائے کی قید نہیں لگائی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی رائے مطلق حجت ہے نیز اگر نبی کریم ﷺ کی رائے حجت نہ ہوتی، تو آپ ﷺ نے ”صلوا کما رأیتمونی اصلی“ خذوا عنی مناسککم لعلی لا اراکم بعد عامی هذا“ واحسن الہدی ہدی محمد علیہ السلام (۲) ”من اطاعنی دخل الجنة و من عصانی فقد ابی“ (۳) ”فاذا نہیتکم عن شیء فاجتنبوه و اذا امرتکم بامر فأتوا منه ما استطعتم“ (۴) کیوں ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِیْ الْاٰیة﴾ میں کیوں اپنی محبت کیلئے نبی کریم ﷺ کی اتباع شرط قرار دی۔

مذکورہ نصوص میں یہ نہیں فرمایا کہ اگر آپ ﷺ کسی شرعی مسئلہ کی بابت اپنی رائے سے کوئی بات کہے، تو اس کو نہ ماننا بلکہ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ ”قرآن پاک کے علاوہ کوئی اور چیز مجھ سے نہ لکھو۔“ لا تکبتوا عنی غیر القرآن الحدیث۔ ”لیکن آپ ﷺ سے منع کے باوجود ”اکتبھا“ (۵) ”ان کو لکھو“ بھی منقول ہے، مگر اس میں یہ ارشاد نہیں فرمایا: کہ ”لکھنے سے منع کرنا میری

رائے تھی۔ اب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: کہ ”تم لکھو“ اس لئے تم اب میرے ارشادات کو لکھا کرو۔“ لہذا معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی مطلق حتمی رائے حجت ہے۔

### حجیت حدیث و سنت:

محترم قارئین کرام! اگر اللہ تعالیٰ نے طبع کرنے کی توفیق بخشی تو مزید تفصیل ”حجیت حدیث و سنت“ نامی فقیر کی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں اختصار کے ساتھ عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا ﴿اطيعوا الرسول﴾ اور ﴿اتبعوني﴾ امر جو کہ وجوب کیلئے آتا ہے کے صیغے سے حکم دیا ہے اور نبی کریم ﷺ کی اتباع آپ ﷺ کے تمام اقوال، افعال، احوال اور طریقوں کو شامل ہے۔ اس کے علاوہ قرآن پاک میں آپ ﷺ کو علی الاطلاق مفسر قرآن، مبین ما نزل الیہ، شارع احکام، مربی و مزکی، قاضی خصومات، نور ہدایت، داعی الی اللہ، سراج منیر، معلم کتاب، معلم حکمت، اقوام عالم کے پیغمبر، اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعویٰ کی کسوٹی، تالی قرآن و سنت، مبلغ ما نزل الیہ اور مؤمنین کیلئے اسوہ حسنہ اور بہترین نمونہ قرار دئے گئے ہیں۔ چنانچہ ﴿لَتُبَيِّنَنَّ لِلنَّاسِ مَا نَزَّلَ إِلَيْهِمْ﴾ ﴿يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ ﴿وَيُرَكِّبُكُمْ﴾ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ﴾ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ ﴿وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ﴾ ﴿سَرَّاجًا مُنِيرًا﴾ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَ لٰكِنَّ أَكْثَرَ

النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١﴾ ﴿تَبْرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ ﴿٢﴾ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ ﴿٣﴾ ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ .....﴾ ﴿٤﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْهِنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ ﴿٥﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٦﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْهِنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ ﴿٧﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٨﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْهِنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ ﴿٩﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿١٠﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿١١﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿١٢﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿١٣﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿١٤﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿١٥﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿١٦﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿١٧﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿١٨﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿١٩﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٢٠﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٢١﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٢٢﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٢٣﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٢٤﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٢٥﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٢٦﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٢٧﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٢٨﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٢٩﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٣٠﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٣١﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٣٢﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٣٣﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٣٤﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٣٥﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٣٦﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٣٧﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٣٨﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٣٩﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٤٠﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٤١﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٤٢﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٤٣﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٤٤﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٤٥﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٤٦﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٤٧﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٤٨﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٤٩﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٥٠﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٥١﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٥٢﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٥٣﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٥٤﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٥٥﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٥٦﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٥٧﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٥٨﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٥٩﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٦٠﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٦١﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٦٢﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٦٣﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٦٤﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٦٥﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٦٦﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٦٧﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٦٨﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٦٩﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٧٠﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٧١﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٧٢﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٧٣﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٧٤﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٧٥﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٧٦﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٧٧﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٧٨﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٧٩﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٨٠﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٨١﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٨٢﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٨٣﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٨٤﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٨٥﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٨٦﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٨٧﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٨٨﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٨٩﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٩٠﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٩١﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٩٢﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٩٣﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٩٤﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٩٥﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٩٦﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٩٧﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٩٨﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿٩٩﴾ ﴿يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا﴾ ﴿١٠٠﴾

فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ﴿١﴾ وغيرہ قرآنی آیات اس بات پر شاہد ہیں۔

الغرض جب بھی ہمیں نبی کریم ﷺ کوئی دینی امر یا دنیوی حتمی امر عنایت

فرمائیں، تو وہ اگرچہ اپنی طرف سے ہی کیوں نہ ہو، اس چیز کا لینا ہم پر واجب ہے۔ غیر مقلدین کی اس بات کہ ”نبی کریم ﷺ کی رائے حجت نہیں“ کے قول سے منکرین حدیث کو یقیناً تقویت پہنچتی ہے بلکہ یہ منکرین حدیث کا بہت بڑا ہتھیار اور ہتھکنڈا ہے، کیونکہ ہر حدیث میں یہ بات پیش کرنا ناممکن ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کا واضح فرمان ہو کہ یہ حکم میں اپنی رائے سے نہیں دیتا بلکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور جب تک اس میں یہ قید ارشاد نہ فرمائیں اس وقت تک یہ حدیث ناقابل حجت ہے۔ کیونکہ جیسا کہ اس حدیث میں وحی کا احتمال ہے اسی طرح اس حدیث میں اپنی طرف سے رائے کا احتمال بھی ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے منکرین حدیث اس پر باطل ہونے کا حکم لگائیں گے۔

غیر مقلدین کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی

قبر مبارک کی زیارت کیلئے سفر کرنا بدعت ہے:

قارئین کرام! نبی کریم ﷺ نے ابتداء میں قبروں کی زیارت سے لوگوں کو منع

فرمایا تھا لیکن بعد میں "فذور وھا" فرما کر عام قبور کی زیارت کی عام اجازت فرمائی جن

میں آپ ﷺ کی قبر کی زیارت بھی شامل ہے۔ لیکن غیر مقلدین کے نزدیک نبی

کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے والے کو قدم قدم پر گناہ ملتی

ہے اور اگر کوئی عورت نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کی نیت سے سفر کرے تو اس پر لعنت

ہوتی ہے۔ (۱) اور علامہ البانی مرحوم بدعاتِ مدینہ منورہ میں سے ایک بدعت

آپ ﷺ کی قبر کی نیت سے سفر کا لکھتے ہیں: "قصد قبرہ علیہ السلام بالسفر۔" (۲)

غیر مقلدین کے نزدیک نبی کریم ﷺ کا روضہ مبارک گرانا واجب ہے:

غیر مقلدین کے نزدیک "وہ قبر جس پر لختا اونچی قبر صادق آئے تو وہ ان

منکرات شرعیہ میں سے ہے جن پر رد کرنا اور گرانا مسلمانوں کا فرض ہے بغیر فرق کئے

کہ یہ نبی کا قبر ہے یا غیر نبی کا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا روضہ پاک ہے وہ ان کے

زردیک منکرات شریعت میں سے یعنی بدعت ہے اور اس کا گرانا واجب (اور فرض)

ہے۔" چنانچہ نواب نور الحسن بن نواب صدیق حسن خان "عرف الجادی من

جنان ہدی الہادی" یعنی "نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے باغات میں سے زعفران

والے باغ کی خوشبو" والی کتاب میں لکھتا ہے: کہ "برہرچہ مرفوع یا مشرف بودن قبر لختا

راست آید از منکرات شریعت باشد و انکار برآں برابر ساختن است و خاک واجب است بر مسلمانان بدون فرق درآں کہ گورے پیغمبر باشد یا غیرے او۔“ (۱) یہی بات نواب صدیق حسن خان نے ”الروضۃ الندیۃ شرح الدرر البہیۃ“ (جو کہ ان کے نصاب کی کتاب ہے اور ان کے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے) میں لکھی ہے: فما صدق علیہ انه قبر مرفوع او مُشرف لغتاً فهو من منکرات الشریعة التي يجب علی المسلمین انکارها وتسویتها من غیر فرق بین نبی وغیر نبی۔“ (۱)

**مسجد نبویؐ میں نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کو باقی رکھنا بدعت ہے:**

**قارئین کرام! ۸۸ھ** میں جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حجرات شریفہ کو مسجد نبوی ﷺ میں شامل کر دیا تو حجرہ عائشہؓ (مسجد کا حصہ نہ ہونے کے باوجود [مروت]) مسجد (کے درمیان [مروت]) میں آ گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسجد کی چھت بنائی تو حجرہ عائشہؓ کے برابر والی بالائی جگہ کو مسجد کی عام چھت سے نصف بلند کر دیا تا کہ چھت پر آنے والے کو اس محترم جگہ کا اندازہ ہو اور اس کے پاؤں حجرہ عائشہؓ پر نہ پڑیں تا آنکہ ۶۷۸ھ میں سلطان قلاون الصالحیؒ نے اسی نصف قامت بلند جگہ کو گنبد کی شکل دے دی۔ بنیادی مقصد وہی تھا کہ حجرہ شریفہ کے موازی جگہ کا تعین رہے اور چھت پر آنے والے کسی شخص کا پاؤں اس جگہ نہ پڑے۔ (۲)

**ناظرین کرام! اس پس منظر کی بناء پر ہمارے دل میں گنبد حضراء کی محبت ہے۔** یہی وجہ ہے کہ ہم گنبد حضراء کے علاوہ کسی اور قبر پر گنبد وغیرہ بنانے کو جائز نہیں سمجھتے، لیکن ماضی قریب میں گزرے ہوئے ایک غیر مقلد علامہ البانی کا دل پر ہاتھ

رکھ کر اسلام دشمنی پڑھیں۔ یہ وہ البانی ہیں جن کو غیر مقلدین علماء ”مجدد الملتہ“ محدث العصر، فقیہ الدہر، اور امام ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب کے بعد عالم اسلام میں فضیلت کے تیسرے درجہ پر فائز امام“ کہتے ہیں۔ یہی علامہ البانی اپنی کتاب ”مناسک الحج والعمرة“ میں ایک عنوان ”بدع الزیارة فی المدینة المنورة“ یعنی ”مدینہ منورہ میں زیارت کی بدعتیں“ کے تحت لکھتے ہیں: کہ ان بدعتوں میں ایک بدعت ”مسجد نبوی میں نبی کریم ﷺ کی قبر کو باقی رکھنا ہے۔“ ”ابقاء القبر النبوی فی مسجدہ۔“ (۱) اور چونکہ ان کے نزدیک بدعت کا ختم کرنا واجب بمعنی فرض ہے اس لئے ان کے قول کا حاصل یہ نکلا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر جہاں آج کل آپ ﷺ آرام فرما ہیں، کو اُکھاڑنا واجب و فرض ہے۔

**محترم قارئین کرام!** حجرہ عائشہؓ اگرچہ مسجد کے درمیان واقع ہے لیکن یہ مسجد کا حصہ نہیں ہے جیسا کہ فقیر نے پہلے اشارہ لکھا ہے لیکن اسلام دشمنی کی محبت نے ان کو اندھا اور بہرہ کر دیا ہے کیونکہ ”حُبُّ الشَّيْءِ يُغْمِي وَيُصِمُّ۔“ لہذا کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

حُبِّ اسلام دشمنی نے ان لوگوں کو اندھا اور بہرا کر کے نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارکہ کو مسجد میں شمار کر کے آپ ﷺ کی قبر مبارک کو مسجد سے نکالنے کی سازش کی۔ کیا اس قول سے قبر نکالنے کے سازشیوں کو سازش کا شرعی جواز نہیں ملا۔ وہ قبر جس کو خلفائے راشدینؓ خاص کر ابو بکر صدیقؓ نے صحابہ کرامؓ کے اجماع اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد ”کوئی نبی فوت نہیں ہوئے مگر اسی جگہ دفن کئے گئے جہاں وہ وفات پا گئے۔“

”مَاقْبُضٌ مِنْهُ إِلَّا ذُنْفِنٌ حَيْثُ يُقْبَضُ“ (۱) کی وجہ سے حجرہ ام المؤمنینؓ میں باقی رکھا ہے۔ لیکن افسوس کہ غیر مقلد عالم نے قبر نبویؐ کو اسی جگہ باقی رکھنا بدعت بتایا ہے۔

**قارئین کرام!** بعض لاندہب علماء کا طریقہ پہلے گزر چکا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو ضعیف ثابت کرنے کیلئے کوفہ کے سارے کے سارے محدثینؒ کو ضعیف قرار دیا ہے، یہاں بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید حجرہ ام المؤمنینؓ میں قبر نبویؐ کو باقی رکھنا بدعت ہے کا فتویٰ بھی حضرت عمرؓ کی قبر کو اُکھاڑنے کے لئے جاری کیا گیا ہے کیونکہ اس جگہ حضرت عمرؓ کی قبر بھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ اور آل عمرؓ سے کینہ رکھنے والوں کے زمرے میں امام اعظمؒ کی بجائے خود یہ حضرات آتے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے قارئین حضرات خوب ٹھنڈے دل سے سوچ کر فیصلہ کریں گے۔

**کیا مجوسی النسل ہونا اسلام کیلئے مضر ہے:**

امام ابوحنیفہؒ کو اللہ تعالیٰ نے جو جلالت شان عطا فرمائی تھی اس کا کچھ تذکرہ سابقہ صفحات میں امام اعظمؒ کے فضائل و تابعیت پر اپنوں اور غیروں کے حوالوں سے مختصر بحث ہو چکا ہے وہ وہاں ملاحظہ کیجئے۔ البتہ یہاں موقعہ کی مناسبت سے اتنا عرض ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو مجوسی النسل کا طعنہ دینے والے امام بخاریؒ کی تاریخ کا بھی مطالعہ فرمائیں کہ امام بخاریؒ کون تھے؟ بلکہ اس سے ذرا آگے چل کر دیکھیں تو سلمان فارسیؓ کے بارے میں بھی تھوڑا سا زحمت فرما کر کتب رجال کا مطالعہ کریں کیا ان دونوں بزرگوں پرچہ عجب کہ باقی مجوسی النسل نو مسلموں کی طرح نسلی عصبیت و رشتہ میں پائی ہو اور بال عمر کینہ قدیم ست عجم را کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان خط کشیدہ الفاظ سے



فتویٰ صادر کریں گے؟ معلوم تو ایسا ہوتا ہے کہ ان کے اس فتویٰ کی زد میں کم از کم امام بخاریؒ تو آئے ہیں جس سے انہوں نے اشارۃً "اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری" کونسی عصیبت کی وجہ سے امت میں اختلافات پیدا کرنے کے لئے ایک سازش قرار دی ہے۔ بلکہ اسی جملہ سے صحیح احادیث کے ایک بڑے ذخیرہ کے ختم کرنے کی منحوس کوشش کی ہے۔

بخاری کے مرکزی راوی ابن شہاب زہریؒ

منافقین اور کذابین کے مستقل ایجنٹ تھے: (العیاذ باللہ)

ناظرین کرام! اگر سچ پوچھیں تو ان کے مذکورہ قول سے ان کا اصل مقصد بخاری شریف کی احادیث سے امت کو ہاتھ دھونے کی دعوت ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے خود بخاری شریف کے بعض راویوں پر خوب جرح و تنقید کی ہے۔ بلکہ اس سے ایک دو قدم آگے بڑھ کر بخاری شریف میں موضوع روایت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ چنانچہ مؤلف مذکور بخاری کے ایک مرکزی راوی کی بابت لکھتا ہے: کہ "ابن شہاب منافقین و کذابین کے دانستہ نہ سہی نادانستہ ہی سہی مستقل ایجنٹ تھے۔ اکثر گمراہ کن خبیث اور مکذوبہ روایتیں انہیں کی طرف منسوب ہیں۔" (۱)

احادیث اور محدثین کا جان بوجھ کر نہ سہی غلط فہمی کا شکار شیعوں کے مستقل ایجنٹ اپنے دل کی بڑاس مزیدیوں نکالتا ہے "ابن شہاب کے متعلق یہ بھی منقول ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے بھی بلا واسطہ روایت کرتا تھا جو اس کی ولادت سے پہلے مر

چکے تھے۔ مشہور شیعہ مؤلف شیخ عباس قمی کہتا ہے: ”ابن شہاب پہلے سنی تھا پھر شیعہ ہو گیا۔“ (۱) ”عین الغزال فی اسماء الرجال میں بھی ابن شہاب زہریؒ کو شیعہ ہی کہا گیا ہے۔“ (۲)

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے:

محترم قارئین کرام! یہ ابن شہاب زہریؒ جلیل القدر تابعی اور حدیث کے مدون اول ہونے کے ساتھ ساتھ بخاری شریف کے مرکزی راوی بھی ہیں۔ ان سے بخاری شریف میں احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ منقول اور مروی ہے۔ بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رفع یدین والی حدیث اور حضرت عبادہ بن صامتؓ کی قرأت خلف الامام والی روایت کی سند میں بھی یہی ابن شہاب زہریؒ ہیں۔ تو گویا کہ ان کے قول کے مطابق (نعوذ باللہ) قرآن کی آیات ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُزَكَّمُونَ﴾ اور ﴿قَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ کی مخالفت میں اس نے یہ دور روایات گھڑی ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کے بقول خود یہ حضرات شیعہ اور منافقین و کذابین کے ایجنٹ اور گمراہ کن و مکذوبہ روایات کے راوی کی روایت پر بڑے شد و مد سے عمل پیرا ہیں، آخر کیا وجہ ہے؟ کہ دوغلی پالیسی اختیار کئے ہوئے ہیں۔

دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا      سراپا موم ہو یا سنگ ہو جا

در اصل بات یہ ہے کہ اکثر لاندہوں نے ائمہ دین اور اولیاء رب العظیمین کی گستاخی کرنے کو اپنا شیوہ اور وطیرہ بنایا ہے۔ اگر وہ یہاں گاجر والے آدمی کا طریقہ اختیار نہ کریں، (جس نے گاجر سے پیٹ بھر کر کھانے کے بعد گاجر پر پیشاب کیا تھا،

لیکن خوب بھوک لگنے کے بعد انہی گاجر میں سے ایک ایک گاجر لیکر مزے سے کھانے لگا اور ساتھ ساتھ کہتا گیا، اوجی! اس گاجر پر میں نے پیشاب نہیں کیا تھا۔) تو پھر مخبر صادق ﷺ کی پیش گوئی کے مصداق جلیل القدر امام کی مخالفت کس طرح ہو سکتی تھی اور اس کے بغیر امام اعظمؒ کے خلاف اپنا منہ کس طرح کھول سکتے تھے؟ ایک طرف امام زہریؒ کو من گھڑت، گمراہ کن خبیث اور ملذوبہ روایات کے راوی، منافقین، کذابین کے مستقل ایجنٹ اور شیعہ کے القاب سے نوازتے ہیں اور دوسری طرف ان سے مروی، اپنے مطلب کی روایات اٹھائے پھرتے ہیں اور ان کو عین سنت قرار دیتے ہوئے ان کی روایات کی صحیح تاویل کرنے والوں پر حدیث کی مخالفت کرنے کا الزام لگاتے پھرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا اصل مقصد امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت کرنا ہے، چاہے امام زہریؒ کی روایت سے ہی سہارا کیوں نہ لینا پڑے۔

مشہور ہے کہ ایک شیعہ ذاکر سے کسی نے پوچھا: کہ ”ہمارا مذہب کیا ہے؟“ اس نے جواب دیا: ”اہل سنت کی مخالفت“۔ لاندہب غیر مقلدین کا شیوہ بھی ائمہ دین کی مخالفت بن چکا ہے۔ تمہی ایسے لوگوں کو ان کے اپنے بعض علماء نے چھوٹے رافضی کا لقب دیا ہے۔ بلکہ خود ان کے بزرگوں نے اپنے آپ کو شیعان علی میں شمار کیا ہے چنانچہ ان کے علامہ وحید الزمان الملقب بنواز وقار جنگ لکھتے ہیں: کہ ”اہل حدیث علیؑ کے شیعہ ہیں۔“ و اهل الحدیث شیعة علی رضی اللہ عنہ۔ (۱)

**امام بخاریؒ اور ان کی جامع غیر مقلدین کی نظر میں:**

امام بخاریؒ کی وہ خاص کتاب، جس کی طرف لاندہب لوگ صبح وشام دعوت

دیتے رہتے ہیں اور ہر وقت اس کتاب کا نام لے لے کر تھکنے کا نام تک نہیں لیتے۔ ان کی اس معتمد کتاب اور اس کے مؤلف کے ساتھ ان کے حسن سلوک کی تھوڑی سی جھلک دکھاتے ہیں، تا کہ آپ پر لامذہب غیر مقلدین کی اسلام دشمنی، حدیث اور محدثین دشمنی واضح اور بصیرت تام حاصل ہو جائے اور لباس خضر میں لوٹنے والے رہزنوں سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ تو آئیے! حکیم صاحب کے اسلام دشمن قلم سے ان کی لکھی ہوئی یہ زہریلی تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

**جامع بخاری میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی والی روایت موضوع ہے:**

**قارئین کرام! ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی رخصتی جو بالاتفاق نویں سال ہوئی ہے، حکیم صاحب کے نزدیک یہ روایت موضوع ہے، چنانچہ حکیم صاحب رقمطراز ہیں:** ”اب ایک طرف بخاری کی نو سال والی روایت ہے اور دوسری طرف اتنے قوی شواہد و حقائق ہیں۔ اس سے صاف نظر آتا ہے کہ نو سال والی روایت ایک موضوع قول ہے، جسے ہم منسوب الی الصحابہؓ کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے۔“ (۱)

**بخاری میں افک کا مذکور واقعہ اللہ تعالیٰ کی**

**الوہیت اور عصمت انبیاء کے خلاف ہے:**

واقعہ افک سے متعلق جو احادیث بخاری شریف میں مذکور ہیں ان کی تردید میں اس نے محدثین، شارحین، حدیث، سیرت نویس اور مفسرین پر جو کیچڑ اچھالا ہے اور امام بخاری کو مرفوع القلم تک کہا ہے اور ان کی روایات کو اللہ کی الوہیت، انبیاء کرام کی

عصمت، ازواج مطہراتؓ کی طہارت کے خلاف بتائی ہیں، ان کی حقیقت اس کی کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

**بخاری لوگوں کی دل آزاری کا سبب**

**ہے، ہم اس کو آگ میں ڈالتے ہیں:**

**محترم قارئین کرام!** لامذہب اور غیر مقلدین حضرات امام بخاریؒ اور جامع بخاری کا نام ایک آلہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں، درحقیقت ان کے نزدیک بخاری اختلافات کی اصل جڑ ہے۔ اگر صرف یہی ایک حکیم صاحب ہوتے، تو ہم اس فرقہ سے سکوت اختیار کرتے، لیکن کیا کریں اس فرقے کا شیوہ ہی ائمہ دین کی گستاخی، ان کی مخالفت اور ان کی کتب سے نفرت دلانا ہے۔ چنانچہ ہم تھوڑی دیر کیلئے ایران کے ایک جلسہ میں چلتے ہیں، جس میں گوجرانوالہ کے ایک غیر مقلد عالم مولوی بشیر الرحمن صاحب مستحسن کے ایک کارنامہ کی کارگزاری سنتے ہیں۔ تو سنیں:

”جلسہ عام ہے، چاروں طرف شیعوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ سینوں کا نام و نشان تک نہیں ملتا مولانا مذکور اٹھتے ہیں اور ان شیعوں کو خوش کرنے کیلئے سٹیج پر چھ و تاب کھاتے، ہاتھ کی صفائی کے کرتب دکھاتے اور خطابت کے جوہر منواتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں: ”اب تک جو کچھ کہا گیا ہے، وہ قابل قدر ضرور ہے، قابل عمل نہیں۔ اصل میں اختلافات ختم کرنا ضروری ہے، مگر اختلاف ختم کرنے کیلئے اسباب اختلاف کو مٹانا ہوگا۔ فریقین کی جو کتب قابل اعتراض ہیں، ان کی موجودگی اختلاف کی بھٹی کو تیز تر کر رہی ہے۔ کیوں نہ ہو، ہم ان اسباب کو ہی ختم کر دیں؟ اگر آپ صدق دل سے اتحاد چاہتے

ہیں تو ان تمام روایات کو جلانا ہوگا جو ایک دوسرے کی دل آزاری کا سبب ہیں۔ آئیے! ہم بخاری کو آگ میں ڈالتے ہیں آپ اصول کافی کو نذر آتش کریں۔ آپ اپنی فقہ کو صاف کریں ہم اپنی فقہ صاف کر دیں گے۔“ (۱) یہ ان کے حکیموں اور خطیبوں کا حال تھا آگے ان کے اکابرین کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

**بخاری نے ابن رسول ﷺ کو چھوڑ کر خوارج سے روایت کی ہے:**

نواب وحید الزمان صاحب امام بخاری پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”امام جعفر صادقؑ ایک مشہور امام ہیں بارہ اماموں میں سے اور بڑے ثقہ فقیہ اور حافظ تھے۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے شیخ ہیں اور امام بخاری کو معلوم نہیں کیا شبہ ہو گیا کہ وہ اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کرتے۔..... ایسی ہی باتوں کی وجہ سے تو اہل سنت بدنام ہوتے ہیں کہ ان کو ائمہ اہل بیت سے محبت اور اعتقاد نہیں اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے مروان اور عمران ابن حطان اور کئی خوارج سے تو انہوں نے روایت کی ہے اور امام جعفرؒ سے جو ابن رسول ﷺ ہیں ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں۔“ (۲)

**جامع بخاری میں چار جگہ سند متصل کے ساتھ مذکور روایت موضوع ہے:**

قارئین کرام! چلتے ہوئے وکیل غیر مقلدین قاضی شوکانی سے بھی تھوڑی دیر کے لئے ملاقات کرتے ہیں کہ وہ کیا درافشانی فرماتے ہیں؟ تو سنیں: ”صحیح بخاری کی ایک روایت کے بارے میں تھی موضوع (۳) حکم لگاتے ہوئے آگے چل کر لکھتے

ماخذ ومصادر: (۱) آتشکدہ ایران: ۱۰۹ (۲) لغات الحدیث: ۶۱/۱ (بعض نسخوں میں ۳۰۶/۱) (۱۳) الفوائد

المجموعہ: ۵۰۸۳۵۳ بحوالہ ہدایہ علماء امت کی عدالت میں: ۱۶۳

ہیں: "قال القزويني موضوع تزويني نے کہا ہے: کہ "یہ حدیث من گھڑت ہے"۔  
 محترم قارئین کرام! ان کے قول کے مطابق وہ موضوع حدیث جس کو امام  
 بخاری نے تقریباً چار جگہ اپنی کتاب صحیح بخاری میں درج کی ہے یہ ہے۔ "ان من  
 عباد اللہ لو اقسام علی اللہ لابره" (۱) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں  
 میں سے بعض ایسے بندے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائیں تو (وہ کام اللہ  
 تعالیٰ پورا کر کے) اس کو (قسم توڑنے کے کفارہ سے) بری کر دے گا۔"

### امام ترمذی نے اپنی جامع میں موضوع روایات گھڑی ہیں:

امام ترمذی کے بارے میں غیر مقلد حکیم صاحب مذکور کا کیا نظریہ ہے؟ وہ بھی  
 ملاحظہ کریں۔ حکیم صاحب لکھتے ہیں: کہ "امام مسلم سے تقریباً دو برس بعد ابو عیسیٰ محمد (بن  
 عیسیٰ) ترمذی نے یہ وضعی روایات اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام  
 مسلم کی وفات کے بعد کسی سبائی ٹیکسٹائل میں انہیں گھڑا گیا ہے۔" (۲) معلوم ہوا کہ  
 ان کے نزدیک امام مسلم اور امام ترمذی دونوں سبائی ٹیکسٹائل کی مرہون منت ہے۔

### مسند احمد غیر مقلدین کی نظر میں:

قارئین کرام! آپ حضرات کے علم میں ہوگا کہ امام احمد نے ساڑھے سات  
 لاکھ احادیث میں سے تیس یا چالیس ہزار احادیث کا انتخاب کر کے ان کی صحت کا خوب  
 خیال رکھتے ہوئے اپنی مسند مسند امام احمد میں جمع کیں اور محدثین نے اس کو امہات  
 الکتب اور دوسرے درجہ کی کتب حدیث میں سے شمار کیا ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ پر اعتراض

کرنے والے انہی معترضین نے امام احمدؒ کی اس مسند کے ایک جامع پر رافضی اور دوسرے پر شیعہ کا حکم لگایا ہے۔ (۱)

قارئین کرام! کیا بال عمر کینہ قدیم است عجم را کے زمرے میں امام ابوحنیفہؒ شمار ہوتے ہیں یا یہ نام نہاد اہل حدیث؟ انصاف آپ پر چھوڑتے ہیں۔  
آئیے چونکا دینے والی ایک اور خبر بھی پڑھیں۔

**حضرت عائشہؓ تغیر مقلدین کے نزدیک مرتد  
اور صحابہؓ کا علم غیر مقلدین کے علم سے کم تھا:**

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے حجرہ مبارکہ میں حضرت عمر فاروقؓ کو رفاقت نبوی ﷺ کے منصب جلیلہ پر فائز کرنے کیلئے اپنے آپ پر ترجیح دی۔ اس قربانی کی پاداش میں اس فرقہ کے جد امجد مولوی عبدالحق بنارس کی طرف سے ان کو ارتداد کا ٹیٹو کلیٹ مل رہا ہے۔ ذرا سینہ تھام کر پڑھیں۔

مولوی موصوف حضرت عائشہؓ کے سلسلہ میں دریدہ وئی کا ثبوت دیتے ہوئے کہتے ہیں: جس کے راوی شاہ محمد اسحاقؒ کے تلمیذ و خلیفہ قاری عبدالرحمن پانی پٹیؒ کہتے ہیں: کہ ”مولوی عبدالحق بنارس نے ہزار ہا آدمیوں کو عمل بالحدیث کے پردے میں قید مذہب سے نکالا..... اور مولوی صاحب نے ہمارے سامنے کہا: کہ ”عائشہؓ حضرت علیؓ سے لڑ کر

مرتد ہوئی۔ اگر بے توبہ مری تو کافر مری۔ (العیاذ باللہ) اور صحابہؓ کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں، ہم کو سب کی حدیثیں یاد ہیں۔ صحابہؓ سے ہمارا علم بڑا ہے صحابہؓ کا علم کم تھا۔“ (۲)

ماخذ: (۱) ایضاً: ۲/۲۱۱ (۲) شریعت مطہرہ میں صحابہ کرامؓ کا مقام اور غیر مقلدین کا موقف: ۳۸۰ بحوالہ کشف الحجاب: ۲۱۰



## حضرت علیؑ ایک لاکھ فرزند ان توحید کے قتل کا مجرم ہے:

قارئین کرام! ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے: کہ ”مولوی موصوف نے ام المؤمنینؓ پر حضرت علیؑ کی خلافت راشدہ سے بغاوت کی وجہ سے یہ فتویٰ صادر کیا ہے۔ اس میں حب حضرت عمرؓ اور بغض عمرؓ کو کچھ دخل نہیں، تو جناب ان کا یہ کہنا تب صحیح ہوتا کہ حضرت علیؑ کی خلافت ان کے نزدیک مسلم ہوتی۔ حالانکہ ان کے نزدیک آپؑ کی حکومت خود ساختہ تھی اور اس کو خلافت راشدہ میں شمار کرنا ان کے نزدیک صریحاً دینی بددیانتی ہے انہوں نے اس عقیدہ کو سبائیت کے خرمن سے برآمد کردہ نظر یہ کہا ہے اور اس کے ماننے والے کو سیدنا علیؑ کی نام نہاد خلافت کی طرح صرف نام نہاد مولوی کہا ہے اور حضرت علیؑ کو ایک لاکھ فرزند ان توحید کے خاک و خون میں تڑپا کر ٹھنڈا کرنے کا مجرم قرار دیا ہے، اور یہ سب کچھ حکیم فیض عالم صدیقی صاحب دست مبارک سے تحریر کردہ مضامین کا کرشمہ ہے۔ (۱)

## غیر مقلدین کے نزدیک امام مہدیؑ ریشخین سے افضل ہیں:

اگر حضرت عمرؓ کی تنقیص کرنے میں صرف حکیم صاحب نڈر ہوتے تو ہم حکیم ہی کو مورد الزام ٹھہراتے، لیکن کیا کریں ان چھوٹوں رافضیوں کا تنقیص صحابہؓ بیان کرنا ایک مشن ہے۔ چنانچہ لامذہب ٹولہ کے ایک بڑے عالم نواب وحید الزمان کے نزدیک امام مہدیؑ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے افضل ہیں۔ (۲)

ماخذ و مصادر: (۱) حوالہ بالا بحوالہ خلافت راشدہ: ۵۱، ۵۵، ۵۶، ۵۷ (۱) ہدیۃ المہدی: ۹۰

## بخاری کی طرف احادیث کا غلط انتساب:

**قارئین کرام!** غیر مقلدین حضرات بخاری شریف کے معاملہ میں انتہائی بے باکی اور غیر محتاط کا مظاہرہ کرتے ہیں اور بسا اوقات دوسری کتب کی احادیث مبارکہ بخاری شریف کی طرف بے دھڑک منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ احادیث یا تو سرے سے بخاری میں نہیں ہوتیں یا ان الفاظ اور معانی کے ساتھ نہیں ہوتیں۔ مثلاً نمونہ از خروارے چند حوالے نظر قارئین کرتے ہیں۔

(۱) غیر مقلدین کے شیخ مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب اپنی کتاب ”رسول اکرمؐ کی نماز: ۴۸“ میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں: ”عن عبد اللہ بن عمر قال رأيت النبي ﷺ افتتح التكبير في الصلوة فرفع يديه حين يكبر حتى يجعلها حذو منكبيه واذكبر للركوع فعل مثله واذقال سمع الله لمن حمده فعل مثله واذقال ربنا ولك الحمد فعل مثله ولا يفعل ذلك حين يسجد ولا حين يرفع رأسه من السجود۔“ اس کے بعد حوالہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”سنن کبریٰ: ۲/۴۸، ابوداؤد: ۱/۱۶۳، صحیح بخاری: ۱/۱۰۲، الخ۔“

**قارئین کرام!** مذکورہ الفاظ کے ساتھ یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں ہے بلکہ یہ حدیث بخاری میں معناً بھی نہیں ہے۔ چنانچہ اس حدیث میں چار جگہ (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت (۲) رکوع میں جاتے وقت (۳) سمع اللہ لمن حمده کے وقت اور (۴) ربنا و لك الحمد کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے جبکہ بخاری میں صرف تین جگہ مذکور ہے۔ یعنی

مذکورہ حدیث میں رکوع سے سر اٹھاتے اور رکوع سے سجدہ میں جاتے وقت دو دفعہ رفع یدین ثابت ہے جبکہ بخاری شریف میں رکوع سے سر اٹھاتے وقت صرف ایک دفعہ ثابت ہے۔ اب آپ خود انصاف کیجئے کہ اس حدیث میں صحیح بخاری کا نام محض دھوکہ دینے کیلئے استعمال نہیں کیا؟

(۲) غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل مفتی ابوالبرکات احمد صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ”صحیح بخاری میں آنحضرت کی حدیث ہے کہ تین رکعت کے ساتھ وتر نہ پڑھو، مغرب کے ساتھ مشابہت ہوگی۔ (۱)

**قارئین کرام!** مذکورہ حدیث بخاری تو دور کی بات ہے پوری صحاح ستہ میں نہیں ہے۔ (۳) حکیم صادق سیالکوٹی ”سبیل الرسول: ۲۴۶“ میں رقمطراز ہیں: ”حالانکہ حضور نے یہ صاف صاف فرمایا ہے: ”افضل الاعمال الصلوٰۃ فی اول وقتها“ (۲) افضل عمل نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا ہے۔“

**ناظرین کرام!** بخاری کو ٹولیں لیکن ماشاء اللہ کہیں بھی آپ کو یہ حدیث ہاتھ نہیں آئے گی۔

” (۴) یہی حکیم سیالکوٹی صاحب اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۱۸ پر ”رکوع کی دعائیں“ کے تحت چوتھی دعا ”سبحان ذی الجبروت والملكوت والكبرياء والعظمة“ درج کرتے ہوئے بخاری اور مسلم کا حوالہ دیتے ہیں لیکن مذکورہ کتب میں خوردبین سے بھی آپ کو نہیں مل سکے گا۔

میرے سامنے صلوٰۃ الرسول (ﷺ) کے بہت سے غلط حوالے موجود ہیں

لیکن فقیر نے کتاب کے اختصار کو مد نظر رکھ کر ان کی انہی دو غلطیوں کو نظر قارئین کیا ہے۔  
 (۵) غیر مقلدین کے مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب تحریر فرماتے ہیں: ”سینہ پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری و مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں۔“ (۱) ناظرین کرام سے درخواست ہے کہ بخاری و مسلم میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کی روایات ”تو بہت دور کی بات ہے آپ حضرات بخاری و مسلم میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کی صرف ایک روایت تلاش کریں لیکن اگر جواب نفی میں ملے تو سمجھیں کہ یہ لوگ بخاری اور مسلم کا نام صرف دھوکہ دہی کیلئے استعمال کرتے ہیں۔

(۶) یہی امرتسری صاحب ایک دوسری جگہ فتویٰ صادر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ بخاری شریف میں رکوع کے بعد ہے الخ۔“ (۲)

### چہ دلا اور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

بخاری شریف میں دو قسم کی قنوت کا ذکر ہے۔ ایک قنوت نبی کریم ﷺ نے کفار پر بددعا کیلئے پڑھی تھی جس کو قنوت نازلہ کہا جاتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ نے صبح یا صبح اور مغرب کی نماز میں بعد از رکوع صرف ایک مہینہ مانگی تھی جبکہ دوسری قنوت وتر ہے جس کو بخاری شریف میں رکوع سے پہلے ذکر کیا گیا ہے اور بخاری ہی میں رکوع کے بعد مانگنے پر رد مذکور ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ ”عن محمد بن سیرین قال سئل انس بن مالک اقلت النبی ﷺ فی الصبح قال نعم فقيل اَوَقنت قبل الركوع قال بعد الركوع يسيرا۔“ ”انس بن مالک سے پوچھا گیا: کہ ”نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھا ہے؟“ آپ نے فرمایا: کہ ”

ہاں“ پھر پوچھا گیا: کہ ”کیا رکوع سے پہلے؟“ تو آپؐ نے فرمایا: ”رکوع کے بعد تھوڑے دنوں تک۔“ (۱)

**قارئین کرام!** یہ حدیث قنوت نازلہ کے متعلق ہے جو کہ نبی کریم ﷺ نے رعل اور ذکوان قبائل کیلئے فجر کی نماز میں صرف ایک مہینہ بعد از رکوع پڑھی تھی اور اسی حضرت انسؓ سے دوسری حدیث بخاری کے اسی باب میں حضرت عاصم نے روایت کی ہے جس میں انہوں نے حضرت انسؓ سے دعائے قنوت کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ قنوت ہے پھر انہوں نے پوچھا کہ یہ رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے ہے۔ اس پر امام عاصمؓ نے کہا کہ فلاں نے مجھے آپ سے خبر دی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ قنوت رکوع کے بعد ہے۔ تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ اس کو غلطی لگی ہے بیشک رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد (صبح کی نماز میں) دعائے قنوت ایک مہینہ پڑھی ہے۔..... جس میں اس قوم پر بددعا فرمائی تھی۔ قال (عاصم) سألت انس بن مالك عن القنوت فقال قد كان القنوت قبل الركوع او بعده قال قبله قال فان فلانا اخبرني عنك قلت بعد الركوع فقال كذب انما قننت رسول الله ﷺ بعد الركوع شهرا..... يدعو عليهم“ (۲) اس حدیث میں جو دعائے قنوت قبل الركوع مذکور ہے وہ وتر کی ہے جیسا کہ اس کی کتاب سے ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ ابن ماجہ میں ابی بن کعبؓ سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر پڑھتے تھے تو رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے۔ ”روی ابن ماجہ باسناد  
**ماخذ:** (۱) صحیح بخاری مترجم ۲/۱۵۴ ترجمہ از غفر مقلد شیخ محمد داود راز (۲) صحیح البخاری: کتاب الوتر/۱۳۶

صحیح عن ابی بن کعبؓ "ان رسول اللہ ﷺ کان یوتر فیقنت قبل الركوع۔" (۱) مزید دلائل کیلئے عمدۃ القاری شرح البخاری کا مذکورہ باب مطالعہ کریں۔

**قارئین کرام!** ابھی آپ حضرات کو یقین آیا ہوگا کہ یہ فرقہ احادیث نبوی ﷺ کو صرف آلہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں؛ ورنہ ان کا اصل مقصد صحابہ کرامؓ وائمہ دینؓ کی بالعموم اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کی بالخصوص گستاخی اور تذلیل کرنا ہے؛ لیکن چونکہ ہمارا مقصد "امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان" بیان کرنا ہے؛ اس لئے ہم آگے اپنے مقصد کی بات شروع کرتے ہیں اور ان کی صفائی میں ائمہ حدیث کے مزید اقوال پیش کرتے ہیں لیکن چونکہ امام بخاریؒ غیر مقلدین کے پُر اعتماد مؤلف حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ عجمی بھی ہیں۔ اس لئے ان کا ضمناً اور پھر ان کی مناسبت سے صحابہ کرامؓ اور دوسرے حضرات کا بھی کچھ تذکرہ کیا گیا۔ تاکہ آپ حضرات کو ان لوگوں کا اپنے محبوب محدث امام بخاریؒ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ ناروا سلوک کا اندازہ بھی لگ جائے۔ یقیناً آپ نے ان کا رویہ اپنے محبوب و معتمد محدث کے ساتھ دیکھ لیا کہ امام بخاریؒ کی بعض روایات کو من گھڑت اور جعلی تک کہنے لگے اور صرف اسی پر اکتفاء نہیں کی؛ بلکہ فقہ محمدی ﷺ کے ساتھ بغض کی وجہ سے فقہ محمد بنع حدیث محمد ﷺ (صحیح بخاری) بھی آگ میں ڈالنے پر تلے ہوئے ہیں۔

لا حول ولا قوة الا بالله

۔ تم صدے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے

نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

## آدم برسر مطلب:

قارئین کرام! آپ حضرات نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں امت مسلمہ کے مسلم ائمہ حدیث کے فرامین ملاحظہ کئے۔ امام وکیعؒ کا ذکر خیر ہوا۔ امام ابوحنیفہؒ کی بابت ان کے ارشاد فرمودہ کچھ توصیفی کلمات سنئے۔ اب مزید کچھ اور ارشادات سننے سے لطف اندوز ہوں۔

## امام ابوحنیفہؒ ابرار میں سے تھے:

امام وکیعؒ فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ کی قسم! امام ابوحنیفہؒ بڑے امانت دار تھے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان کے دل میں بہت بڑی باجلالت تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔ اگر ان پر اللہ تعالیٰ کے بارے میں تلواریں بھی پڑتیں تو انہیں برداشت کر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان سے ایسا راضی ہو جیسے ابرار سے راضی ہوا ہے۔ پس البتہ تحقیق آپؒ بھی ان ہی (ابرار) میں سے تھے۔“ (۱)

## امام ابوحنیفہؒ سراپا عادل اور ثقہ ہیں:

ایک دفعہ احمد بن محمد بغدادیؒ نے اپنے شیخ سید الحفظ حضرت یحییٰ بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق ان کی رائے دریافت کی، تو آپؒ فرمانے لگے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ سراپا عادل ہیں، ثقہ ہیں، ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے، جس کی توثیق ابن مبارکؒ اور وکیعؒ نے فرمائی ہے۔“ ”عدلٌ ثقہٌ ما ظنک بمن عدلہ ابن المبارکٍ و وکیعٌ۔“ (۲)

یاد رہے کہ یحییٰ بن معینؒ نے ان دونوں کی توثیق کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کی "عدل وثقة" کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے جو کہ توثیق کے بہترین الفاظ ہیں۔ لہذا اگر اب بھی کوئی لامذہب امام اعظمؒ کی تضعیف کرے یا ان کو شک کی نظر سے دیکھے اور دوسرے ائمہ دینؒ کی طرح آپؒ کی مخالفت پر بھی اتر آئے تو ہمارا کیا قصور ہے؟ ہم نے آپ کے سامنے حقیقت واضح کی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حق سمجھنے، ضد و عناد کی عینک اتارنے، ائمہ دینؒ کی دشمنی سے بچنے اور ان کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆ امین ☆

### ۱۳۔ فن رجال کے مشہور و معروف امام عبدالرحمن بن مہدیؒ:

امام عبدالرحمنؒ (م جمادی الاخرہ ۱۹۸ھ) کے متعلق علامہ ذہبیؒ اور علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "آپؒ الحافظ الامام العلم یحییٰ بن سعید القطانؒ سے افقہ اور علم الناس بالحدیث تھے۔" (۱) امام ابن مدینیؒ فرماتے ہیں: "آپؒ ہر رات نصف قرآن تلاوت کرتے تھے" اور امام شافعیؒ کا دعویٰ ہے کہ "میں دنیا میں ان کی نظیر نہیں جانتا۔" (۲)

### امام ابوحنیفہؒ قاضی قضاة العلماء ہیں:

یہی امام ابن مہدیؒ فرماتے ہیں: "میں حدیث کا بڑا نقل کرنے والا تھا" سو میں نے دیکھا کہ سفیان ثوریؒ علماء میں امیر المؤمنین، سفیان بن عیینہؒ امیر العلماء، شعبہؒ حدیث کی کسوٹی، عبداللہ بن مبارکؒ حدیث کے صراف، یحییٰ بن سعید قاضی العلماء ہیں اور ابوحنیفہؒ قاضی قضاة العلماء ہیں اور جو شخص تم کو اس کے علاوہ کچھ اور بتائے تو اس کی بات کو بنی سلیم کے گھورے پر پھینک دو۔" "کنت نقالا للحدیث"



فرايْتُ سفيانَ الثوري امير المؤمنين في العلماء وسفيان بن عيينه امير العلماء وشعبة عيار الحديث و عبدالله بن مبارك صراف الحديث ويحيى بن سعيد قاضي العلماء وابو حنيفة قاضي قضاة العلماء ومن قال لك من سواه هذا فارمه في كناسة بنى سليم - (۱) یہ فیصلہ فن رجال میں ایسی شخصیت کا ہے، جن کے متعلق صاحب مذہب امام احمدؒ جیسے عظیم محدث و فقیہ اور مجتہد مطلق فرماتے ہیں: ”امام عبدالرحمن بن مہدیؒ کا کسی راوی سے روایت کرنا اس راوی کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے“ (اور بخاری و مسلم کے متفق علیہ راوی ہیں) (۲) پس جب امام ابوحنیفہؒ صرف محدث اور عالم ہی نہیں بلکہ قاضی قضاة العلماء ہیں تو ان کی حدیث میں کمال اور مہارت سے انکار کرنا دن کے وقت سورج سے انکار کرنے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے۔

### ۱۴۔ امام الجرح والتعديل تبحی بن سعید القطانؒ:

امام الجرح والتعديل تبحی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) وہ ہستی ہیں جن کے متعلق علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: ”فن رجال میں اول جس شخص نے لکھا وہ ایسے شخص ہیں جن کی بابت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ”میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے تبحی بن سعید القطانؒ جیسے شخص کو نہیں دیکھا۔“ ما رأیت بعینی مثل یحیی بن سعید القطان۔ پھر اس فن میں ان کے شاگردوں میں تبحی بن معینؒ، علی بن مدینیؒ، احمد بن حنبلؒ، عمرو بن الفلاسؒ، ابو شیمہ وغیرہ ائمہ نے اور ان کے بعد ان کے شاگردوں جیسے ابو زرہؒ

ماخذ ومصادر: (۱) مناقب موفق: ۲/۴۵ (۲) دقائق السنن شرح اردو جامع السنن (فقیر کی تالیف): ۱/

امام بخاریؒ مسلم وغیرہ نے گفتگو فرمائی۔“ (۱)

امام احمدؒ اور ابن مدینیؒ کا امام یحییٰ کے سامنے

نماز عصر تا مغرب مؤدب کھڑے ہو کر پڑھنا:

آپؒ کا حدیث میں اتنا بلند پایہ اور اعلیٰ مرتبہ تھا کہ جب آپ درس حدیث دیتے، تو آپؒ کی ہیبت کی وجہ سے آپ کے سامنے امام احمدؒ اور علی بن مدینیؒ وغیرہ مؤدب کھڑے ہو کر ان سے حدیث کی تحقیق کرتے اور نماز عصر سے مغرب تک نہ صرف ان کی مجلس میں حاضر باش رہتے، بلکہ اس درس میں مغرب تک بدستور کھڑے رہا کرتے تھے۔ (۲)

جس راوی کو یحییٰ نے چھوڑا.....:

امام یحییٰ بن سعید صحاح ستہ کے راوی ہیں، آپؒ کو رواۃ کی تحقیق اور تنقید میں اتنا کمال حاصل تھا کہ تمام ائمہ کرام حدیث عموماً ان کے اقوال سے احتجاج و استدلال کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: ”جس راوی کو یحییٰ نے چھوڑا ہے، ہم نے بھی اس کو چھوڑا ہے۔“ و احتج بهم الائمة کلهم وقالوا من ترکہ یحیٰ ترکناہ۔ (۳)

عبادت میں امام یحییٰ بن سعیدؒ کا انہماک:

اس علمی شغل کے علاوہ انتہائی زیادہ عبادت گزار بھی تھے۔ ان کے شاگرد امام ابن معینؒ کہتے ہیں: کہ ”بیس سال سے ان کا یہ معمول رہا کہ پوری رات میں عبادت میں مشغول ہوتے ہوئے ایک قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے اور چالیس سال سے کبھی مسجد

میں زوال ان سے فوت نہیں ہوا اور ان کی وفات سے بیس سال قبل ان کو کسی نے خواب میں دیکھا: کہ ”بھئی کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے امان کی خوشخبری اور بشارت دی گئی۔“ علامہ ابن حجرؒ کی زبان قلم سے صادر ہوئی تحریر پڑھیں: وقال ابو داؤد: عن يحيى بن معين اقام يحيى القطان عشرين سنة يختم القرآن في كل ليلة ولم يفته الزوال في المسجد اربعين سنة وقال الدوري: عن ابن معين عن عفان بن مسلم رأى رجل يحيى بن سعيد قبل موته بعشرين سنة بُشِّر يحيى بن سعيد بامان من الله تعالى يوم القيامة. (۱)

**امام الجرح والتعديل تبحر بن سعید القطان بحنفی تھے:**

مذکورہ فضل و کمال اور خوبیوں کے مالک امام یحییٰ امام ابوحنیفہؒ کے حلقہ درس میں نہ صرف شریک ہوتے تھے بلکہ ان سے شاگردی کا شرف اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے تھے جس کو علامہ ابن حجرؒ نے یحییٰ بن معینؒ کے واسطے سے یحییٰ بن سعیدؒ سے نقل کی ہے۔ چنانچہ یحییٰ بن سعیدؒ فرماتے ہیں: کہ ”ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھ سکتے، ہم نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کسی کو اچھا اور صائب الرای نہیں سنا اور تحقیق ہم نے ان کے اکثر اقوال پر عمل کر رکھا ہے۔“ لانكذب الله ما سمعنا احسن من رأى ابى حنيفة وقد اخذنا باكثر اقواله. (۲) یہی قول علامہ ابن حجرؒ کے علاوہ علامہ ذہبیؒ علامہ ابوالحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمن المزنیؒ (م ۲۴۷ھ) اور غیر مقلد عالم علامہ مبارک پوریؒ نے بھی نقل کیا ہے (۳) اور علامہ ابوالحجاج یوسف بن زکی

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۱۰/۴۰۲ (۲) تہذیب التہذیب: ۴/۲۲۹ (۳) سیر اعلام النبلاء رقم ۱۶۳: ۶/۴۰۲

تہذیب الکمال: ۲۹/۴۳۳ مقدمہ تخریج الاحوذی: ۸۶:

عبدالرحمن المزنیؒ صحیح بن معینؒ کا ایک دوسرا فرمان یوں نقل کرتے ہیں: کہ ”صحیح بن سعید اہل کوفہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور اہل کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو پسند کیا کرتے تھے اور اگر ان کا اور ان کے اصحاب کا آپس میں اختلاف آجاتا تو ان کی رائے کو ان کے اصحاب کی رائے کے مقابلہ میں پسند فرماتے تھے۔“ قال یحییٰ ابن معین وکان یحییٰ بن سعید یذهب فی الفتویٰ الی قول الکوفیین ویختار قوله من اقوالهم ویتبع رأیه من بین اصحابہ۔ (۱) یعنی امام ابوحنیفہؒ کی اتباع کو اپنے لئے مشعل راہ بنا دیتے تھے۔

ان حضرات کے علاوہ علامہ خطیب بغدادیؒ (۲) علامہ ابن کثیر شافعیؒ (۳) علامہ ذہبیؒ (۴) علامہ القرشیؒ (۵) مولانا عبدالحی لکھنویؒ (۶) بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیئے کو ذکر کرتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ حضرات ”وقد اخذنا بالکثر اقوالہ“ کی بجائے ”وکان یحییٰ القطان یفتی بقول ابی حنیفہؒ“ کا مطلق قول کرتے ہیں۔ جس سے روز روشن کی طرح واضح معلوم ہوتا ہے کہ امام صحیح بن سعید القطانؒ یعنی المذہب تھے جیسا کہ علامہ ابن خلکانؒ نے بھی وفیات الاعیان میں ان کا حنفی ہونا تسلیم کیا ہے۔ (۷) اس لئے علامہ انور شاہ کشمیریؒ وغیرہ علماء احناف کا یہ دعویٰ صحیح ہے: کہ ”امام صحیح بن سعیدؒ یعنی المذہب تھے“۔ البتہ صاحبینؒ کی طرح مجتہد فی المذہب ہونے کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ سے بعض فروعی مسائل میں بعض اوقات اختلاف بھی کرتے تھے۔ (مروت)

ماخذ و مصادر: (۱) تہذیب الکمال: ۲۹/۳۳۳ (۲) تاریخ بغداد: ۱۳/۲۷۱ (۳) البدلیۃ والنہالیۃ: ۱۰/۱۰۸ (۴) تذکرہ الحفاظ: ۱/۲۸۲ (۵) الجواہر المہدیۃ فی طبقات الحنفیۃ: ۱/۲۱۲ (۶) الفوائد الہدیۃ: ۲۲۳ (۷) طائفہ منصورہ: ۷۰

امام ابوحنیفہؒ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے

اور کتاب و سنت کے سب سے بڑے عالم تھے:

امام توحیدی بن سعیدؒ امام ابوحنیفہؒ کو انتہائی زیادہ متقی اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے اور امت محمدیہ میں سب سے بڑے عالم جانتے اور مانتے تھے چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں: کہ ”میں نے جب امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا تو سمجھا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے شخص ہیں۔ ایک رات صرف اس آیت کریمہ ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَىٰ وَأَمْرٌ﴾ کو پڑھتے رہے اور روتے رہے۔“ (۱) اور فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں بیٹھے اور ان سے سماع (حدیث) کی اور اللہ کی قسم! جب میں ان کی طرف دیکھتا تو ان کو ان کے چہرہ سے پہچانتا کہ آپؒ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔“ جالسنا واللہ اباحنیفة وسمعنا منه وکنت واللہ اذا نظرت الیہ عرفت فی وجہہ انه یتقی اللہ عز و جل۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: کہ ”اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے (قرآن و سنت میں) جو کچھ آیا ہے اس امت میں آپؒ (اس کے) سب سے بڑے عالم ہیں۔“ وانہ واللہ لاعلم هذه الامة بما جاء عن الله ورسوله۔ (۲)

**محترم قارئین!** سوچنے کی بات ہے، اگر امام ابوحنیفہؒ قرآن و حدیث میں کمال درجہ کے ماہر نہ ہوتے، تو سرتاج محدثین، جرح و تعدیل کے سید الطائفہ امام توحیدی ابن سعید القطنؒ جیسی شخصیت اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کیسے کہہ سکتے تھے: کہ ”اس امت

ماخذ ومصادر: (۱) الخیرات الحسان مترجم: ۱۷۵ (۲) مقدمہ کتاب التعلیم بحوالہ مقام ابی حنیفہؒ

میں سب سے زیادہ قرآن و سنت کے جاننے والے امام ابوحنیفہؒ ہیں؟“ یہی راز ہے کہ امام یحییٰ امام اعظمؒ کی اتباع اور تقلید کرنے پر مجبور ہو گئے اور ان کے اقوال اور فتاویٰ کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا۔

**ناظرین کرام!** آپ نے گزشتہ صفحات میں امیر المؤمنین فی الحدیث عبد اللہ ابن مبارکؒ اور امام جرح و تعدیل یحییٰ بن سعیدؒ کی شہادتیں ملاحظہ کیں نیز آپ حضرات نے تاریخی شواہد کے ساتھ ان کا حنفی ہونا بھی ملاحظہ فرمایا۔ تسلی خاطر کیلئے حوالہ جات کے مطابق اصل کتب کی طرف مراجعت فرمائیں۔ تاکہ آپ حضرات کے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے اور آپ پر واضح ہو جائے کہ امام صاحبؒ کے مخالفین اور ناقدین امام ابوحنیفہؒ کے متعلق صرف ضد و عناد کے ڈسے ہوئے ہیں۔ ان کے بلند بانگ دعووں میں کچھ حیثیت اور حقیقت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے اور اہل حق کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ ☆ آمین ☆

## ۱۵۔ امام سفیان بن عیینہؒ:

امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) امام اعظمؒ کے نہ صرف تلمیذ بلکہ راوی مسانید الاعظم اور مشہور محدث بھی تھے۔ آپ امام بخاریؒ کے استاد امام حمیدیؒ کے شیخ تھے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ”اگر مالک اور سفیان (بن عیینہؒ) نہ ہوتے تو یقیناً علم حجاز ختم ہو جاتا۔“ لولا مالک و سفیان لذهب علم الحجاز۔ (۱) علامہ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: ”ثقة ثبت حافظ امام۔“ (۲) علامہ اصہبائی

(م ۴۲۸ھ) فرماتے ہیں: کہ ”امام سفیان بن عیینہؒ نے اپنے بھتیجے سے آخری حج کے دوران فرمایا: کہ ”میں اس جگہ ستر دفعہ آیا اور ہر سال یہ دعا مانگتا رہا ”اے اللہ! اس مکان کو میرا یہ آخری آنا نہ بنا اور بیشک اب مجھے اس دعا کے بہت زیادہ مانگنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے۔“ **اللهم لا تجعله اخر العهد من هذا المكان وانی قد استحييت من الله عزوجل من كثرة ذلك** ”آپ کے بھتیجے کا کہنا ہے: ”پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے آئندہ آنے کا سوال نہیں کیا تو واپس گھر آگئے اور اسی سال وفات پا گئے۔“ (۱)

**امام ابوحنیفہؒ علم حدیث میں اعلم الناس تھے:**

یہی امام سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں: کہ ”میری آنکھوں نے امام ابوحنیفہؒ جیسا (عالم) شخص کوئی نہیں دیکھا۔“ **”مَامَقَلْتُ (۲) عینی مثل ابی حنیفہ۔“** (۳) اور فرماتے ہیں: ”امام ابوحنیفہؒ علم حدیث میں اعلم الناس ہیں۔“ یعنی اپنے معاصرین میں علم حدیث کے اعتبار سے سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اوپر کے قول سے بھی یہی مراد ہے کہ ان کی آنکھوں نے علم حدیث میں ان جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا۔

**۱۶۔ محدث علی بن عاصمؒ:**

محدث علی بن عاصمؒ (م ۲۰۱ھ) بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ امام ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔

**ماخذ ومصادر:** (۱) رجال مسلم: ۱/۲۸۵ (۲) البصرت ولا نظرت لسان العرب: ۱۱/۶۲۷ (۳) الخیرات الحسان مترجم فصل ۱۳ تاریخ بغداد: ۱۳/۳۳۶

## امام ابوحنیفہؒ کے اقوال حدیث کی تفسیر ہے:

آپؒ فرماتے ہیں: کہ ”اگر امام ابوحنیفہؒ کے علم کو ان کے زمانہ کے ساتھ تو لا جائے، تو امام صاحبؒ ہی کا علم بڑھ جائے گا۔“ (۱) ایک دفعہ فرمانے لگے: ”تمہیں علم حاصل کرنا چاہیے۔“ معروف بن عبداللہ کہتے ہیں: ہم نے کہا: ”جو کچھ ہم آپ سے حاصل کرتے ہیں، کیا وہ علم نہیں ہے؟ کہنے لگے: ”علم تو درحقیقت امام ابوحنیفہؒ کا ہی ہے،“ اور فرمایا: کہ ”امام ابوحنیفہؒ کے اقوال علم حدیث کی تفسیر ہے، جو شخص ان کے اقوال پر مطلع نہیں ہوگا، وہ اپنے جہل کی وجہ سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام سمجھ لیگا اور سیدھے راستے سے بھٹک جائیگا۔“ (۲)

## ۷۔ امام المحمد ثین یزید بن ہارونؒ:

امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید، امام احمدؒ کے شیخ، فن حدیث کے جلیل القدر امام، شیخ الاسلام والمسلمین یزید بن ہارونؒ (و ۱۷۱ یا ۱۸۱ھ تا ۲۰۶ھ) کی جلالت شان، ثقاہت، امامت اور حفظ پر اجماع ہے۔ انتہائی زیادہ عبادت گزار تھے اور بقول ابو حاتم ان کی مثل لانے کی بابت نہیں پوچھا جاتا۔“ (۳) علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا بڑا مبسوط تذکرہ لکھا ہے جو ”الحافظ القدوة شیخ الاسلام“ کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے اور علی بن مدینیؒ کا قول ہے: کہ ”میں نے یزید بن ہارون سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا،“ حافظ موصوفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ (۴)

ماخذ ومصادر: (۱) مناقب للموفق: ۲/۴۷ (۳) تہذیب الاسماء رقم ۷۰۰: ۲/۳۵۸ (۴) تلخیص از حاشیہ



**امام ابوحنیفہؒ اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے:**

ناظرین کرام! یہ عظیم الشان امام بھی امام ابوحنیفہؒ کے بہت مداح تھے اور ان کے متعلق کہا کرتے تھے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ پر ہیز گار پائیکیزہ صفات کے مالک، زاہد عالم، زبان کے سچے اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ میں نے ان کے معاصرین میں سے جتنے لوگوں کو بھی پایا، سب کو یہی کہتے ہوئے سنا: کہ ”اس نے ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔“ اور فرماتے ہیں: کہ ”میں ایک ہزار علماء سے ملا ہوں اور ان میں سے اکثر حضرات سے روایات لکھ چکا ہوں، میں نے ان میں سب سے زیادہ فقیہ، زیادہ متقی اور زیادہ عالم (یعنی محدث، کیونکہ ان دنوں عالم کا لفظ محدث کیلئے استعمال ہوتا تھا) پانچ حضرات کے علاوہ کوئی نہیں دیکھا، ان میں امام ابوحنیفہؒ سرفہرست تھے۔“

”کان ابو حنیفۃ تقیاً نقیاً زہداً عالماً صدق اللسان  
احفظ اہل زمانہ سمعت کل من ادركہ من اہل زمانہ یقول انہ مارای  
افقہ عنہ“ وقال ”ادرکت الف رجل وکتبت عن اکثرہم ما رایت فیہم  
افقہ ولا اورع ولا اعلم الاخمسة اولہم ابو حنیفۃ۔“ (۱)

حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن مہدی خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) کے استاد محدث ابو عبد اللہ حسین بن علی بن محمد صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں ایک کتاب بنام ”مناقب الامام ابی حنیفہؒ“ لکھی ہے۔ جس کا قلمی نسخہ مجلس علمی کتب خانہ کراچی میں موجود ہے اس کتاب میں علامہ صمیریؒ نے محدث یزید بن ہارونؒ کا قول نقل کیا ہے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ متقی، پاکیزہ اوصاف، زاہد عالم،

صداقت شعرا اور اپنے معاصرین میں حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ ”کمان

ابوحنیفۃ تقیا نقیبا زاهدا عالما صدوق اللسان احفظ اهل زمانه۔“ (۱)

حدیث کی حقیقت جاننے کیلئے امام ابوحنیفہؒ

کی کتابوں اور اقوال میں غور کرنا ضروری ہے:

قارئین کرام! امام یزید بن ہارونؒ حدیث کا درس دے رہے تھے طلبہ کو خطاب

کر کے فرمانے لگے: ”تمہارا پیش نہاد تو بس حدیث سننا اور جمع کر لینا ہے اگر علم تم لوگوں کا

مقصد ہوتا تو حدیث کی تفسیر اور اس کے معانی کی تلاش کرتے اور امام ابوحنیفہؒ کی تصانیف

اور ان کے اقوال میں غور کرتے تب حدیث کی حقیقت تم پر واضح ہوتی۔“ (۲)

امام یزید بن ہارونؒ امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے:

ایک دفعہ یزید بن ہارونؒ سے پوچھا گیا: کہ ”امام ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ میں

سے کون سے زیادہ فقیہ تھے؟“ فرمانے لگے: کہ ”ابوحنیفہؒ افقہ (یعنی معانی حدیث کو

زیادہ جاننے والے) اور سفیان احفظ للحدیث (یعنی الفاظ حدیث کو زیادہ یاد رکھنے

والے) تھے۔“ اور علامہ مبارک پوریؒ غیر مقلد لکھتے ہیں: کہ یزیدؒ فرمانے لگے: ”میں

نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ متقی، پرہیزگار اور زیادہ عقل مند کسی کو نہیں پایا۔“

”فقال: ابوحنیفۃ افقہ وسفیان احفظ للحدیث۔“ (۳) وقال

یزید: ”مارایت احداً اورع ولا اعقل من ابی حنیفہ۔“ (۴) یہی وجہ ہے

ماخذ ومصادر: (۱) حاشیہ امام ابن ماجہ اور علم حدیث: ۲۱/۲ امام اعظم اور علم حدیث: ۳۶۹ بحوالہ مناقب ملا علی

قاریؒ: ۲/۲۳۵ (۳) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۶۸ تہذیب الکمال رقم ۶۴۳۹/۲۹: ۴۲۹ (۴) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۶۸

مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۱/۱۶۸ اخبار ابوحنیفہؒ واصحابہ: ۳۶

کہ امام یزید بن ہارونؒ امام صاحبؒ کے فقہ کی کتابوں کو بڑی شوق سے دیکھا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ان کے دیکھنے کا مشورہ دیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ابو مسلم المستملیؒ نے ان سے پوچھا: کہ ”اے ابو خالد! ابوحنیفہؒ اور ان کی کتابوں کے دیکھنے کی بابت آپ کیا کہتے ہیں؟ کہنے لگے: ”اگر تم لوگ فقہت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان کی کتابوں کو دیکھا کرو، کیونکہ میں نے کسی فقیہ کو نہیں دیکھا جو ان کے قول اور ان کی کتابوں کے دیکھنے کو ناپسند کرتے ہوں اور البتہ امام سفیان ثوریؒ نے (امام ابوحنیفہؒ کی) کتاب الرہن (کے حاصل کرنے) میں حیلہ سے کام لیا تھا، یہاں تک کہ اس کو لکھ لیا۔“ فقال له ابو مسلم: ”ما تقول يا ابا خالد في ابي حنيفة والنظر في كتبه“ قال: ”انظروا فيها ان كنتم تريدون ان تفقهوا فاني مارأيث احدا من الفقهاء يكره النظر في قوله ولقد احتال الثوري في كتاب الرهن حتى نسخه.“ (۱)

یہاں دو باتیں قابل غور ہیں۔

۱..... اس وقت امام ابوحنیفہؒ کی اپنی کتابیں بھی موجود تھیں، تب ہی تو ان کی کتابوں کے بارے سوال کیا جاتا ہے۔

۲..... امام سفیان جیسے عظیم محدث امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الرہن لکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس میں ایسی احادیث اور ان احادیث سے ایسا استنباط موجود تھا، جس کے ادراک سے سفیان ثوریؒ جیسے امام محروم تھے۔

اس لئے ہم کہتے ہیں: کہ ”خود سفیان ثوریؒ جیسے محدث کا اس طرف رجوع

کرنا اور یزید بن ہارون کا امام ابوحنیفہؒ کی کتب کی طرف رجوع کرنے کا حکم دینا، امام ابوحنیفہؒ کے محدث ہونے اور ان کے معانی کی تہہ تک پہنچنے کی غمازی کرتا ہے۔“

## اہل علم اصحاب ابی حنیفہؒ ہیں:

ایک مرتبہ آپؒ کی مجلس میں بہت سے نامی گرامی محدثین کرامؒ تشریف فرماتھے جن میں خصوصیت کے ساتھ امام یحییٰ بن معینؒ، امام علی بن مدینیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام زہیر بن حربؒ (وغیرہ محدثین) موجود تھے۔ دریں اثناء ایک شخص نے آکر مسئلہ پوچھا تو یزید بن ہارونؒ فرمانے لگے: کہ ”اہل علم کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو۔“ اس پر علی بن مدینیؒ نے کہا: کہ ”کیا آپ کے پاس اہل علم اور ارباب حدیث موجود نہیں ہیں۔“ تو جواباً فرمانے لگے: ”(نہیں بلکہ) اہل علم اصحاب ابی حنیفہؒ ہیں، تم تو عطار (اور پنساری) ہو۔“ علامہ موفقؒ کے الفاظ میں ہدیہ ناظرین ہے۔ تاکہ تسکین صدر اور فرحت جان ہو۔ ”عندہ یحییٰ بن معین و علی بن مدینی و احمد ابن حنبل و زہیر بن حرب اذ جاء مستفت فسأله عن مسألة..... فقال له علی بن المدینی: ایس اهل العلم و الحدیث عندك؟“

قال: ”اهل العلم اصحاب ابی حنیفہ وانتم صیاد لہ۔“ (۱)

**قارئین کرام!** یزید بن ہارونؒ جیسے چوٹی کے حافظ الحدیث اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی، محدثین کرامؒ کی اعلیٰ اور فائق ترین جماعت کے سامنے کس قدر وزنی گواہی دے رہے ہیں: کہ ”اہل علم صرف امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ ہی ہیں، دوسروں کو میں اہل علم نہیں کہہ سکتا، کیونکہ تم لوگ صرف الفاظ لئے پھرتے ہو۔ ان کے معانی

کی تہہ تک تم نہیں پہنچ سکتے، اگر اس کے صحیح مطلب کو جانتے ہیں، تو امام ابوحنیفہؒ کے فیض یافتہ تلامذہ ہی جان سکتے ہیں۔“ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اس جماعت میں سے کسی ایک فرد نے بھی ان کی اس بات پر نکیر نہیں کی، ورنہ وہ بھی ضرور نقل کیا جاتا۔

**جب وہ امام ابوحنیفہؒ جیسے ہو جائے:**

آپؒ سے پوچھا گیا: کہ ”ایک عالم فتویٰ دینے کے قابل کب ہوتا ہے؟“ فرمایا: کہ ”جب وہ امام ابوحنیفہؒ جیسے ہو جائے۔“ ان سے کہا گیا: کہ ”آپ ایسی بات کرتے ہیں۔“ فرمانے لگے: ”ہاں! (میں ایسی بات کرتا ہوں) بلکہ مجھے اس سے بھی زیادہ کہنا چاہئے۔ میں نے ان سے زیادہ کسی عالم کو فقیہ اور متورع نہیں دیکھا۔ ایک روز میں نے ان کو دیکھا: کہ ”ایک شخص کے دروازے کے سامنے دھوپ میں پڑے ہیں۔“ ہمیں نے عرض کیا: کہ ”آپ سایہ میں ہو جائیں۔“ فرمایا: ”میرا اس گھر والے پر کچھ قرض ہے، اس لئے اس کے گھر کے سایہ میں بیٹھنا مجھے ناپسند ہوا۔“ محدث یزیدؒ نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا: ”بتلاؤ! اس سے بڑا درجہ بھی ورع کا ہو سکتا ہے۔“ (۱)

**امام یزیدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیث روایت کی:**

یزید محدثؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیث پڑھی اور ایک مدت تک امام صاحبؒ کی صحبت اختیار کی۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے اپنی بعض کتب میں ان کا نام ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: کہ ”آپؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیثیں روایتیں کیں۔“ (۲) کسی نے سوال کیا کہ ”آپؒ نے جن فقہاء سے ملاقات کی ہے، ان سب

میں سے زیادہ فقیہ (یعنی معانی حدیث کو زیادہ جاننے والا اور علم دین میں سب سے زیادہ سمجھ رکھنے والا) کس کو دیکھا؟“ فرمانے لگے: ”امام ابوحنیفہؒ کو“ (۱) (سب سے زیادہ فقیہ دیکھا) ایک دفعہ فرمایا: ”میں آرزو کرتا ہوں کہ میں امام ابوحنیفہؒ سے اتنا علم لکھ لیتا۔“ (۲)

فائدہ: بقول امام سیوطیؒ امام ابوحنیفہؒ دین متین کے اول مدون تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دور میں دوسرے ائمہؒ کی کتب مدون نہیں ہوئی تھیں اس لئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا یہ استنباط احادیث ہی سے تھا، لیکن اگر بالفرض امام اعظمؒ کے پاس احادیث کا ذخیرہ موجود نہ ہوتا، تو آپؒ ان مسائل کا صرف ذہن سے قیاس کرتے اور ائمہ کرامؒ ایسے قیاس (جو دین کی سمجھ کے بغیر ہو دین میں مذموم ہونے کی وجہ) سے سختی سے منع کرتے تھے۔ باوجود اس کے ان حضرات کا امام ابوحنیفہؒ کو منع نہ کرنا، بلکہ ان کی اور ان کی کتب کی طرف ترغیب دلانا اور ان کو فقہت یعنی دین کی سمجھ میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز ماننا، اس بات کی بین ثبوت ہے کہ آپؒ اپنے دور میں ذخیرہ احادیث کے جمع کرنے اور ان کی سمجھ میں بہترین مرتبہ پر فائز تھے۔ ☆ والعلم عند اللہ ☆

## ۱۸۔ صحاح ستہ کے راوی عبداللہ بن یزید المقرئؒ کی تصدیق:

امام ابوحنیفہؒ کے تلمیذ اور امام مالکؒ کے استاد صحاح ستہ کے بالاتفاق ثقہ راوی عبداللہ بن یزید المقرئؒ (م ۲۱۳ھ) جن کو علامہ ذہبیؒ نے ”الامام المحدث شیخ الاسلام“ (۳) کے نام سے ذکر کیا ہے۔ اس عظیم محدث عبداللہ بن یزیدؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی نہ صرف توثیق کرتے ہیں، بلکہ ان کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے

ہیں اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے احادیث پڑھیں اور اپنے تلامذہ کو امام صاحبؒ کی حدیث سننے کی ترغیب دلاتے تھے۔ آپ امام صاحبؒ سے حدیث روایت کرتے وقت ”حدثنا ابوحنیفہ شاہ مروان“ اور کبھی ”حدثنا شاہنشاہ ابوحنیفہ“ کہتے تھے۔ نیز آپ فرماتے تھے: کہ ”جو لوگ امام ابوحنیفہؒ کے فضل و تقدم کو نہیں جانتے، وہ زندہ نہیں، مردہ ہیں۔“

۱۹۔ امام بخاریؒ کے مایہ ناز شیخ اور امام ابوحنیفہؒ

کے قابل قدر شاگرد محدث کبیر مکی بن ابراہیمؒ :

امام بخاریؒ کو جن بائیس ثلاثیات پر فخر ہے ان کے نصف ثلاثیات کے استاد وہ محدث کبیرؒ ہیں، جن کی حدیث دانی ہر ایک کے ہاں مسلم ہے۔ جن کے بارے علامہ ذہبیؒ نے الحافظ الامام اور خراسان کے شیخ (۱) جیسے القاب لکھے ہیں۔ یہ عظیم شخصیت امام مکی بن ابراہیمؒ (م ۲۱۵ھ) ہیں۔ وقت کے بڑے بڑے ائمہ حدیث نے آپؒ کی شاگردی اختیار کی۔ احمدؒ ابن معینؒ ذہبیؒ اور بخاریؒ جیسے ائمہ نے آپؒ کی شاگردی اختیار کی ہے۔ آپؒ نے ساٹھ حج کئے۔ دس سال حرم محترم کے مجاور رہے اور سترہ تابعینؒ سے حدیثیں لکھیں۔“ (۲)

علامہ مکیؒ کو امام ابوحنیفہؒ کی برکت سے علم کا دروازہ کھولا گیا:

علامہ مکیؒ کو امام ابوحنیفہؒ ہی نے تحصیل علم کی طرف متوجہ کیا تھا۔ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں: ”میں تجارت کیا کرتا تھا۔ ایک بار امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں آنا ہوا تو

فرمانے لگے: کہ مکی! تم تجارت تو کرتے ہو مگر تجارت میں بھی جب تک علم نہ ہو بڑی خرابی رہتی ہے پھر تم علم کیوں نہیں سیکھتے اور حدیثیں کیوں نہیں لکھتے؟“ امام ممدوح مجھے برابر اس طرف توجہ دلاتے رہتے یہاں تک کہ میں نے اس کی تحصیل شروع کر دی اور کتابت علم پر متوجہ ہو گیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں سے بہت کچھ عطا فرمایا۔ اسی لئے میں ہر نماز کے بعد اور جب بھی امام ممدوح کا ذکر کرتا ہوں ان کے حق میں دعائے خیر کیا کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کی برکت سے میرے لئے علم کا دروازہ کھولا۔“ لان اللہ تعالیٰ ببرکتہ فتح لی باب العلم۔“ (۱)

**علامہ مکیؒ امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں:**

آپ امام ابوحنیفہؒ کے بڑے محب بہت زیادہ مداح اور معتقد تھے اور ان سے حدیث و فقہ میں شرف تلمذ حاصل کیا پھر کافی عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہے اور ان سے بہت سی احادیث روایت کیں۔ علامہ ابن حجرؒ نے بھی لکھا ہے: کہ ”انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے احادیث روایت کی ہیں۔“ زوی عن ..... و ابی حنیفہ۔“ (۲)

**امام ابوحنیفہؒ احفظ واعلم اہل زمانہ تھے:**

امام مکی بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔“ ”کان اعلم اہل زمانہ۔“ (۳) اور فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ بڑے پرہیزگار بڑے عالم آخرت میں بڑے رغبت کرنے والے بڑے

ماخذ و مصادر: (۱) مناقب الامام الاعظم: ۲/۱۶۱ بحوالہ امام ابن ماجہ اور علم حدیث: ۱۱۴ (۲) تہذیب  
العہدیب: ۱۰/۲۶۰ (۳) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۲۵، تہذیب الصحیفہ مترجم: ۳۷۳



راست باز اور معاصرین میں سب سے بڑے حافظ تھے۔ ”کان ابوحنیفۃ زاهداً عالماً راغباً فی الآخرة صدوق اللسان احفظ اهل زمانه۔“ (۱)

یاد رہے کہ محدثین کی اصطلاح میں احادیث کے متون اور اسانید دونوں کے زبانی یاد کرنے والے کو حافظ کہا جاتا ہے۔ امام بلخ نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق ”اعلم زمانه و احفظ اهل زمانه“ کی شہادت اور گواہی ایسے وقت میں دی ہے جن دنوں امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارکؒ امام مسعر بن کدائمؒ امام اوزاعیؒ امام سفیان ثوریؒ اور امام مالکؒ جیسے ساتین حدیث بقید حیات تھے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ جیسے فقہ میں امام اعظم تھے اسی طرح احادیث میں بھی امام اعظمؒ کے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

### میری حدیث مت لکھو:

اسماعیل بن بشرؒ فرماتے ہیں: ”ایک دفعہ ہم کئی کئی مجلس میں بیٹھے تھے انہوں نے روایت شروع کی: ”یہ حدیث ہم سے ابوحنیفہؒ نے روایت کی۔“ حدیثنا ابوحنیفۃ اتنا ہی کہا تھا کہ ایک مسافر اجنبی شخص چیخ پڑا: ”ہم سے ابن جریج کی حدیث بیان کرو ابوحنیفہؒ سے روایت مت کرو۔“ حدیثنا عن ابن جریج ولا تحدثنا عن ابی حنیفۃ۔ اس پر امام کئی گواہی کہ چہرہ کارنگ بدل گیا اور فرمانے لگے: ”ہم بیوقوفوں کو حدیثیں بیان نہیں کیا کرتے تیرے لئے مجھ سے حدیثیں لکھنا حرام ہے تو میری مجلس سے اٹھ جا۔“ انا لانحدث السفہاء حرمت علیک ان تکتب عنی قم من مجلسی۔“ چنانچہ جب تک اس شخص کو مجلس سے

اٹھا نہیں دیا گیا، انہوں نے حدیث بیان نہیں کی اور جب اس کو نکال دیا گیا تو پھر ”حدثنا ابوحنیفہ“ کا سلسلہ شروع کیا۔“ ابراہیم بن ابوبکر مرابطیؒ کی روایت میں ہے: کہ ”آپؒ اتنے سخت غصہ ہوئے کہ آپؒ کے چہرے میں اس کے اثرات دیکھے گئے، تو اس شخص نے کہا: کہ ”تبت و اخطأت“ لیکن آپؒ نے اس کو حدیث پڑھانے سے انکار کیا۔ (۱)

**امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ تھے:**

علامہ کوثریؒ نے ان کو طبقات حنفیہ میں شمار کیا ہے (۲) اور علامہ موفقؒ ان کی بابت لکھتے ہیں: کہ ”وہ امام ابوحنیفہؒ سے بڑی محبت کرتے تھے اور امام صاحبؒ کے مذہب میں متعصب تھے۔“ ”وكان يُحِبُّ ابا حنيفة جدا شديدا وَيَتَعَصَّبُ لمذهبه.“ (۳)

**قارئین کرام! جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ صحیح بخاری کے بائیس ثلاثیات کے نصف ثلاثیات کے راوی محدث کبیر امام مکی بن ابراہیمؒ ہیں؛ الحمد للہ ۱۵ شوال ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۲ جنوری ۲۰۰۰م سے آج تک ہر سال بخاری شریف پڑھانے کی توفیق مل رہی ہے؛ بلکہ کچھ عرصہ سے پشاور کے دواور بعض اوقات تین جامعات میں اس نعمت عظمیٰ کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔**

اللہ تعالیٰ نے فقیر پر مذکورہ سعادت کے علاوہ یہ احسان بھی فرمایا ہے کہ پشاور میں فقیر کی دانست کے مطابق بخاری شریف پڑھانے والے حضرات میں سترہ واسطوں سے سب سے عالی سند صرف فقیر کو عطا کی گئی ہے۔ چنانچہ فقیر اس عالی سند کے ساتھ امام

کئی کے واسطے سے بخاری شریف کی ایک حدیث کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

## فقیر کی عالی سند:

”قال الفقير عبد الستار خان بن الحاج اكبر على خان“

مروت اجازنی شیخ التفسیر والحديث محمد شريف الله

المولويانوى رحيم يار خانى برد الله مضجعه قال شيخنا اجازنى

الشيخ الابلج خير محمد بن محمد على فورى ثم البهاولفورى

الباكستانى ثم المكى قال اجازنى العالم المغربى المعروف الشيخ

محمد عبد الحى الكتانى بالمدينة المنورة قال اجازنى الشيخ

الشهاب احمد بن صالح البغدادى بالمكة المكرمة قال اجازنى

الحافظ محمد مرتضى الزبيدى الحسينى قال اجازنى المعمر

محمد بن سنّة الفلانى (١) قال اجازنى احمد بن العجل (٢) عن

القطب اليمنى النهروالى (٣) عن احمد بن ابى الفتوح الطائسى

(٤) عن بابايوسف الهروى الذى يقال انه عاش ثلاث مائة سنة

(٥) عن محمد بن شاذ بخت الفارسى الفرغانى (٦) عن يحيى بن

شاهان الختلانى (٧) عن محمد ابن يوسف الفربرى عن الامام

(وفى سند الشيخ محمد بن ادريس كاندهلوى) (١) محمد بن سنّة العمري

(٢) احمد بن العجل (٣) قطب الدين (٤) احمد بن عبدالله (٥) المعمر الشيخ

يوسف هروى المشهور بسه صد ساله (٦) محمد بن شاذ (٧) يحيى بن عمّار وروى

عن كل راو بالتحديث (خطبات فقير: ٥٥/١٤)

محمد بن اسمعیل البخاری قال حدثنا مکی بن ابراہیم قال حدثنا  
 یزید بن ابی عبید عن سلمة قال سمعت النبی ﷺ يقول: **مَنْ يَقُلْ  
 عَلَى مَالٍ أَقْلٌ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ**۔  
**۲۰۔ امام بخاریؒ کے استاد ابو عاصم النبیلؒ:**

ابو عاصم ضحاک بن مخلد النبیلؒ (م ۲۱۲ یا ۲۱۳ھ) امام ابوحنیفہؒ کے تلمیذ رشید  
 اور امام بخاریؒ کے کبار شیوخ میں سے وہ خوش نصیب محدث ہیں جن سے امام بخاریؒ  
 نے اپنی جامع میں چھ ثلاثیات روایت کی ہیں جس کی وجہ سے صحیح البخاری دوسری  
 خوبیوں کے ساتھ ساتھ صحاح ستہ کی دوسری کتب پر فوقیت لے گئی ہے۔

**امام ابوحنیفہؒ گو ہر روز ایک صدیق کے برابر اعمال.....:**

امام موصوفؒ فرمایا کرتے تھے: ”مجھے امید ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے لئے ہر  
 روز ایک صدیق کے برابر اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچتے ہیں۔“ راوی کہتے ہیں:  
 کہ ”میں نے پوچھا: ”کیوں؟“ تو فرمانے لگے: ”اس لئے کہ لوگ برابراں کے علم ا  
 وراقوال سے منتفع ہوتے رہتے ہیں۔“ (۱) (لہذا ان کا صحیح علم و عمل ان کیلئے صدقہ  
 جاریہ بنے گا۔) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جس علم حدیث سے نوازا تھا اور ان کی روشنی  
 میں جو استنباطات اور ارشادات ان سے منقول ہیں، لوگ ان سے مستفید ہوتے رہتے  
 ہیں اور اس کی وجہ سے آپؐ کا یہ علم (نبی کریم ﷺ) کے اس ارشاد جس میں ”او علم  
 ینتفع بہ الخ“ کے الفاظ ہیں، کے مطابق) صدقہ جاریہ کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ لیکن

چونکہ آپ کا علمی بحر انتہائی وسیع تھا اس وجہ سے اس کا فائدہ بھی یقیناً زیادہ ہوگا۔ اس لئے انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کیلئے ایک صدیق کے برابر اعمال کا ثواب بتایا۔ اب اللہ نہ کرے اگر امام ابوحنیفہؒ حدیث کے خلاف ہوتے یا نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد زندیق ہوتے جیسا کہ بعض بد بخت حاسدین کا قول ہے تو امام صاحب کو یہ ثواب کس طرح ملنے کی امید کی جاسکتی تھی؟ کیا کسی کافر کو اعمال کا ثواب مل سکتا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو یہ بد بخت ایسے ائمہ کرام جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی بہترین الفاظ میں توثیق فرمائی ہے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آئیے امام عاصمؒ کی ایک اور شہادت پڑھیں۔

### غلام ابی حنیفہؒ اور سفیانؒ کی فقہت میں فرق:

حضرت حسنؒ نے امام ابو عاصمؒ سے کہا: کہ ”امام ابوحنیفہؒ زیادہ فقیہ (یعنی معانی حدیث کے جاننے والے) ہیں یا سفیانؒ؟ تو فرمانے لگے کہ (امام ابوحنیفہؒ کا ان کے ساتھ موازنہ بہت بڑی بات ہے) امام ابوحنیفہؒ کا کوئی ایک غلام (بھی لے لیں وہ بھی) امام سفیانؒ سے زیادہ فقیہ اور دین کا سمجھ رکھنے والا ہے۔“ قال الحسن:

ولقد قلت لابی عاصم یعنی النبیل: ”ابوحنیفہ افقہ او سفیان؟“ قال: ”عبد ابی حنیفہ افقہ من سفیان.....“ قال (ضرار بن سرد): ”وسألت ابا عاصم النبیل فقلت: ”ایما افقہ سفیان او ابوحنیفہ؟“ قال: ”غلام من غلمان ابی حنیفہ افقہ من سفیان۔“ (۱) اور نصر بن علیؒ روایت کرتے ہیں کہ امام

ابو عاصمؒ سے کسی نے پوچھا: کہ ”سفیان اور ابوحنیفہؒ میں سے کون زیادہ فقیہ ہیں؟ تو کہنے

لگے: ”بے شک ایک چیز اپنے ہم شکل کے ساتھ قیاس کی جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فقیہ تام الفقہ ہیں اور امام سفیانؒ ایک صاحب فہم شخص ہیں۔“ قال (نصر بن علی) سمعت ابا عاصم النبیل سئل ایما افقہ سفیان او ابوحنیفہ فقال انما یقاس الی شکله ابوحنیفہ فقیہ تام الفقہ و سفیان رجل متفقہ۔ (۱) نیز فرماتے تھے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ زیادہ نماز پڑھنے کی وجہ سے وتد میخ اور کیل کہلائے جاتے تھے۔“

کان ابوحنیفہ یسمی الوتد لکثرت صلاته۔ (۲)

**امام ابو عاصم النبیلؒ حنفی تھے:**

قارئین کرام! امام ابو عاصمؒ کی نظر میں امام ابوحنیفہؒ انتہائی زیادہ عبادت گزار بے مثل صاحب فقہ عالم تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؒ نے حافظ الحدیث اور بڑے فقیہ ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کو اپنے لئے ہارٹھین بنا کر پہنا، چنانچہ محدث صمیریؒ اور علامہ عبدالقارقرشیؒ نے آپؒ کو اصحاب ابی حنیفہؒ میں شمار فرمایا ہے۔ (۳)

**۲۱۔ خلف بن ایوبؒ:**

حضرت خلف بن ایوبؒ (م ۲۰۵ھ یا ۲۱۵ھ یا ۲۲۰ھ) ترمذیؒ کے وہ راوی اور محدث ہیں جن کے متعلق علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ”الامام المحدث الفقیہ مفتی المشرق ابو سعید العامری البلخی الحنفی الزاہد عالم اہل بلخ“ اور آگے لکھتے ہیں: کہ ”انہوں نے قاضی ابو یوسفؒ سے فقہ حاصل کی۔“ (۴)

ماخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۳۲۳: (۲) سیر اعلام النبلاء: ۶/۳۰۰ (۳) احسن البیان فی تعریف العمان بن ثابت: ۲۸، ۳۵، الجواہر: ۱/۲۶۵، طائفہ منصورہ: ۶: (۴) سیر اعلام النبلاء: رقم ۲۱۱/۹: ۵۳۱

## جو چاہے اس تقسیم پر راضی ہو یا ناراض:

مذکورہ محدث فرماتے ہیں: کہ ”میں مختلف محدثین سے حدیثیں سنتا تھا، لیکن بعض اوقات حدیث کا صحیح پتہ نہیں چلتا تھا۔ بڑا افسوس ہوتا تھا آخر امام ابوحنیفہؒ کے پاس آ کر آپ سے پوچھتا تھا، تو آپ تصدیق کرتے۔ اس سے میرا دل ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔“ نیز فرماتے ہیں: کہ ”میں اکثر علماء کی مجالس میں جایا کرتا تھا، تو عام طور پر ایسا ہوتا تھا کہ میں بعض باتوں کے معنی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ پھر امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں جاتا اور ان سے دریافت کرتا۔ وہ مجھ سے ان کی تفسیر فرماتے اور اسی تقریر و تفسیر سے میرے قلب میں ایک نور داخل ہو جاتا تھا“ اور فرماتے ہیں: کہ ”علم اللہ کی طرف سے حضور ﷺ کے پاس آیا اور حضور ﷺ سے صحابہؓ کی طرف آیا اور صحابہؓ سے تابعینؒ کی طرف اور تابعینؒ سے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ساتھیوں کی طرف آیا۔ پس جو چاہے اس تقسیم پر راضی ہو اور جو چاہے ناراض ہو۔“ بحمد اللہ ہم اس بہترین تقسیم پر صرف راضی ہی نہیں، بلکہ ہر آن و ہر لحظہ شکر گزار بھی ہیں۔ ”فالحمد لله حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ کما یحب ربنا ویرضی۔“

## خلف بن ایوب حنفی تھے:

امام خلفؒ ایک عظیم محدث ہونے کے باوجود حنفی تھے جیسا کہ علامہ ذہبیؒ نے صراحت کے ساتھ ان کے نام کے ساتھ ”الحنفی“ لکھا ہے۔ اسی طرح علامہ خلیلؒ نے الارشادؒ میں ان کو رأی کوفیین کے مطابق فقیہ لکھا ہے۔ اور ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکانؒ لکھتے ہیں: خلف بن ایوبؒ امام صاحب ابوحنیفہ

تھے۔“ خلف بن ایوب صاحب الامام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہما۔“  
اور علامہ ابن قطلوبغا ان کو طبقات احناف میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ ”خلف  
بن ایوب امام محمد بن الحسن اور امام زفر کے اصحاب میں سے تھے۔“ خلف بن  
ایوب من اصحاب محمد بن الحسن وزفر۔“ (۱)

## ۲۲۔ یحییٰ بن نصر بن حاجب کی تصدیق:

حافظ ابو نعیم اصفہائی نے مسند ابی حنیفہ میں بسند متصل یحییٰ بن نصر بن حاجب  
(م ۲۱۵ھ) کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں ابوحنیفہ کے اس مکان میں داخل ہوا جو  
کتابوں سے بھرا ہوا تھا، میں نے پوچھا: ”یہ کیا ہیں؟“ فرمایا: ”یہ سب حدیثیں ہیں  
اور میں نے ان سے صرف تھوڑی حدیثیں بیان کی ہیں، جن سے لوگوں کو اتنا انتفاع  
ہوا۔“ ”دخلت علی ابی حنیفہ فی بیت مملوء کتاباً فقلت: ما ہذہ؟“  
قال: ”ہذہ احادیث کلھا و ما حدثت بہ الا یسیر الذی ینتفع بہ۔“  
(۲) اور علامہ صدر الائمہ لکھتے ہیں: ”یحییٰ بن نصر بن حاجب نے کہا: کہ ”میں نے  
امام ابوحنیفہ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: کہ ”میرے پاس احادیث کے کئی صندوق  
ہیں۔ میں نے صرف اتنا حصہ اس میں سے نکالا ہے جس سے نفع حاصل ہو سکے۔“  
”سمعت اباحنیفہ یقول: ”عندی صنایق من الحدیث ما اخرجت منها  
الا یسیر الذی ینتفع بہ۔“ (۳)

ماخذ و مصادر: (۱) تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ ماخذ و مصادر: (۲) عقود الجواہر المہیئہ

(۳) مناقب ابی حنیفہ للموفق: ۶۵



## ۲۳۔ اسماء الرجال کے جانے پہچانے امام یحییٰ بن معینؒ کا اظہار عقیدت:

یحییٰ بن معینؒ (و ۱۵۸ھ، م ۲۳۳ھ) کو کون نہیں جانتا؟ ہر طالب حدیث ان کے تبحر علمی سے واقف ہے۔ موصوفؒ امام ابوحنیفہؒ کی بابت فرماتے ہیں: ”آپؒ حدیث کے بیان کرنے میں ثقہ تھے، آپؒ لوگوں کو صرف وہ حدیث بیان کرتے تھے جو ان کو خوب یاد ہوتی تھی اور جو حدیث ان کو خوب اچھی طرح یاد نہیں ہوتی تھی، وہ بیان نہیں کرتے تھے۔“ قال محمد بن سعد العوفی: سمعت یحییٰ بن معین یقول: ”کان ابوحنیفۃ ثقۃ لا یحدث من الحدیث الا بما یحفظہ ولا یحدث بما لا یحفظ۔“ (۱) نیل المنفعة فی تاریخ الائمۃ الاربعۃ جس پر ان کے غیر مقلد شیخ عبدالسلام رستمی کی تصدیق ہے، میں اس کے مؤلف محترم عبدالمنان صاحب لکھتے ہیں: ”اس میں ان کے کمال احتیاط کو اشارہ ہے (۲)“ وقال صالح بن محمد سمعت یحییٰ بن معین یقول کان ابوحنیفۃ ثقۃ فی الحدیث۔“ (۳) اور ابن معینؒ امام سفیانؒ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”امام ابوحنیفہؒ کہتے تھے کہ میں پہلے قرآن پر عمل کرتا ہوں پس اگر میں قرآن پاک میں اس مسئلہ کو نہ پاؤں، تو رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرتا ہوں اور اگر وہ مسئلہ مجھے سنت میں بھی نہ ملے، تو قول صحابہؓ پر عمل کرتا ہوں لیکن اگر ان میں اختلاف واقع ہو، تو

.....

ماخذ ومصادر: (۱) التذکرۃ بمعرفۃ رجال الکتب العشرۃ: ۱/۱۷۷، سیر اعلام النبلاء: ۶/۳۹۵، تہذیب العہدیب: رقم ۸۱۹: ۱۰/۲۰۱، مقدمۃ تحفہ الاحوذی حصہ اول/ ۱۶۶، نیل المنفعة فی تاریخ الائمۃ الاربعۃ: ۱۷۸: (۲) ۱۷۸: (۳) سیر اعلام النبلاء: ۶/۳۹۵، تہذیب العہدیب: رقم ۸۱۹: ۱۰/۲۰۱، مقدمۃ تحفہ الاحوذی حصہ اول/ ۱۶۶

ان میں سے جس کے قول کو چاہوں، اس کو اختیار کرتا ہوں، لیکن ان کے اقوال کی موجودگی میں دوسرے حضرات کے اقوال کی طرف نہیں نکلتا۔ پس جب بات ابراہیمؑ شععیؒ ابن سیرینؒ اور عطاءؒ کو پہنچتی ہے، تو یہ ایک جماعت ہے جنہوں نے اجتہاد کیا۔ اسی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔“ یقول: ”أخذ بكتاب الله فان لم اجد فبسنة رسول الله فان لم اجد فبقول الصحابة أخذ بقول من شئت منهم ولا اخرج عن قولهم الى قول غيرهم فاما اذ انتهي الامر الى ابراهيم والشعبي وابن سيرين وعطاء فقوم اجتهدوا كما فاجتهد كما اجتهدوا“ (۱) اور کہتے ہیں: ”وہ ثقہ تھے، جھوٹ پر متہم نہیں تھے اور ان کو ابن ہبیرہ نے قاضی بننے پر مارا لیکن انہوں نے قاضی بننے سے انکار کیا۔“ ”هو عندنا من اهل الصدق ولم يكن يتهم بالكذب ولقد ضربه ابن هبيرة على القضاء فابى ان يكون قاضياً.“ (۲) آئیں ان کی زبانی مزید تاکید الی الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کہتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہ ثقہ اور قابل اعتماد تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم وہ جھوٹ سے بالاتر تھے۔“ قال يحيى بن معين ثقة ثقة كان والله اورع من ان يكذب وهو اجل قدرا من ذلك۔“ (۳)

### رائے ابی حنیفہؒ کی قدر و قیمت:

امام یحییٰ بن معینؒ سے پوچھا گیا: ”کیا آپ کسی شخص کیلئے کسی چیز میں رائے پر عمل کرنا جائز سمجھتے ہیں؟ تو فرمانے لگے: ”کوئی رائے؟“ میں نے کہا: امام شافعیؒ اور ماخذ ومصادر: (۱) تہذیب التہذیب: ۱۰/۲۰۲ فضائل ابی حنیفہ و اخبارہ و مناقبہ: ۹۸ (۲) سیر اعلام النبلاء: ۶/۳۹۵ تذکرۃ الحفاظ رقم ۱۶۳: ۱/۱۶۸ (۳) مناقب موفق: ۱/۱۹۲ مناقب کردری: ۱/۲۲۰

امام ابوحنیفہؒ کی رائے۔ ”تو فرمانے لگے: ”میں تو کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں سمجھتا کہ وہ شافعیؒ کی رائے پر عمل کرے۔ وہ شخص ابوحنیفہؒ کی رائے پر عمل کرے یہ مجھے زیادہ محبوب ہے کہ وہ شافعیؒ کی رائے میں نظر کرے اور اس پر عمل کرے۔“ قلت لیحی بن معین: ”تدی ان ينظر الرجل فی شیء من الرأی؟“ فقال: ”ای الرأی؟“ قلت: ”رأی الشافعی وابی حنیفة“ فقال: ”ما رى لمسلم ان ينظر فی رأی الشافعی ينظر فی رأی ابی حنیفة احب الی من ان ينظر فی رأی الشافعی۔“ (۱)

**بہترین قرأت اور بہترین فقہ:**

امام یحییٰ بن معینؒ کے باقی اقوال ”امام ابوحنیفہؒ اعلیٰ درجہ کے حافظ عادل اور ثقہ تھے۔“ کے عنوان کے تحت ملاحظہ کریں۔ چونکہ ان کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اور ان کا فقہ عین شریعت محمدی ﷺ کے مطابق تھا اس لئے فرماتے ہیں: کہ ”میرے نزدیک (بہترین) قرأت قرأت حمزہ ہے اور (بہترین) فقہ فقہ ابی حنیفہؒ ہے اور اسی پر میں نے لوگوں کو عامل پایا ہے۔“ **يقول القراءۃ عندنا قراءۃ حمزة والفقہ فقہ ابی حنیفة علی هذا ادرکت الناس۔“ (۲)**

**۲۴۔ صاحب مذہب امام احمد بن حنبلؒ کی توثیق:**

امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) کی شان سے کون ناواقف ہے۔ ہر مسلمان آپؒ کی علمی و عملی جلالہ شان کا معترف ہے۔ علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: کہ ”جب ابو جعفر بن ابی

موسیٰ امام احمدؒ کے پہلو میں دفن کئے گئے، اس وقت امام احمدؒ کی قبر شریف کھلی۔ تو دوسو تیس سال کے بعد آپؒ کی کفن صحیح سالم (نئی) تھی پُرانی نہیں ہوئی تھی اور آپؒ کے پہلو مبارک میں بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔“ (۱) اس جلیل القدر امامؒ نے بھی امام ابوحنیفہؒ کی بہترین الفاظ میں توثیق فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر دوزیؒ فرماتے ہیں: ”میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ ”ہمارے نزدیک یہ بات ثابت نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔“ لم یصح عندنا ان ابا حنیفة قال: ”القرآن مخلوق۔“ میں نے کہا الحمد للہ! ”اے ابو عبد اللہ! ان کا تو علم میں بڑا مقام ہے۔“ امام احمد بن حنبلؒ فرمانے لگے: ”سبحان اللہ! وہ تو علم (حدیث) ورع، زہد اور عالم آخرت کو اختیار کرنے میں اس مقام پر ہیں جہاں کسی کی رسائی نہیں۔“ ”هو من العلم و الورع و الزهد و ایثار الدار الآخرة بمحل لا یدرکہ فیہ احد۔“ (۲) یہاں ان مخالفین کا رد بھی ہو گیا، جو کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے۔

امام احمدؒ جب قید خانے میں مشقتیں برداشت کر رہے تھے تو جب کبھی امام ابوحنیفہؒ کے احوال کا تذکرہ کرتے تو ان کے لئے دعائے رحمت فرماتے۔ (۳) یہ اس بات کی بین اور واضح دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ آپؒ کی محبت و عقیدت عروج پر تھی کہ قید خانہ جیسے پُر مصیبت جگہ میں آپؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپؒ کیلئے رحمت کی دعائیں فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ ساتھ ہم سب مسلمانوں کو بھی اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے ☆ آمین ☆

## ۲۵۔ جامع مسند ابی حنیفہؒ ابوالقاسم بن ابی العوام السعدیؒ کی شہادت:

امام ابو جعفر طحاویؒ کے تلمیذ قاضی مصر امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن احمد بن یحییٰ ابن الحارث ابن ابی العوام السعدیؒ (م ۳۳۵ھ) نے ایک کتاب بنام "فضائل ابی حنیفہ و اخبارہ و مناقبہ" تحریر فرمائی ہے جس کی نشاندہی علامہ صالحیؒ نے عقود الجمان (۱) اور علامہ زلیحیؒ نے نصب الرایۃ (۲) میں کی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے فضائل میں پوری سند کے ساتھ بہت تفصیلی بحث فرمائی ہے اور اس میں ان کی روایت سے امام ابوحنیفہؒ کی مسند بھی موجود ہے۔ اس کتاب میں امام موصوفؒ نے ایک عنوان "تذکر ما انتھی الینا من العلماء والفقہاء والمحدثین الذین اخذوا عن ابی حنیفہ الحدیث والفقہ" قائم کیا ہے۔ جس میں انہوں نے پہلے ان ائمہ اور مشائخ جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے احادیث یا فقہ میں شرف تلمذ حاصل کی ہے، کے اسماء اور پھر سند کے ساتھ ان کی مرویات نقل فرمائے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کوفہ کے (۱)، مکہ مکرمہ کے (۲)، مدینہ منورہ کے (۳)، یمن کے (۴)، بصرہ کے (۵)، یمامہ کے (۶)، واسط کے (۷)، جزیرہ کے (۸)، شام و مصر کے (۹) اور رری و خراسان کے (۱۰) کے ائمہ اور مشائخ ذکر کئے ہیں۔

ان اساطین امت میں امام حماد بن ابی سلمان، امام سلیمان بن مہران الاعمشؒ، سفیان بن کعب، شعبہ، مکی بن ابراہیم، ابو نعیم فضل بن دکینؒ اور عبد اللہ بن مبارکؒ ائمہ کرامؒ کے اسماء بھی مرقوم ہیں۔

قاضی مصر ابن ابی العوام السعدیؒ کے پوتے ابو العباس احمد بن محمد بن

عبداللہ نے اس کتاب میں تیرہ اسماء کا اضافہ کر کے لکھا ہے: کہ ”میں نے ایک جماعت کو پائی ہے، جس نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے۔ لیکن میرے جد امجد نے اس جماعت کے افراد کا ذکر نہیں کیا ہے۔“ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے اخذ کرنے والے ان تیرہ ائمہ میں امام مالک بن انسؒ کو بھی شمار کیا ہے۔ (۱)

## ۲۶۔ مشہور مؤرخ علامہ ابو الفرج محمد بن اسحاق الندیمؒ کا اعلان حق:

علامہ ابو الفرج محمد بن اسحاق الندیمؒ (م ۳۸۵ھ) امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں لکھتے ہیں: کہ ”کئی صحابہ کرامؓ سے ملاقات فرمائی ہے اور آپؐ تابعین متقین میں سے تھے..... اور خشکی و سمندر، مشرق و مغرب، دور اور قریب میں علم امام ابوحنیفہؒ کا ہی مدون اور مرتب کردہ ہے۔“ ”وکان من التابعین لقی عدة من الصحابة وکان من الورعین الزاہدین..... والعلم برا وبحرا شرقا وغربا بعدا وقربا تدوینہ رضی اللہ عنہ۔“ (۲)

## ۲۷۔ امام حاکمؒ کا ایک بہت بڑا دعویٰ:

امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کے نام سے ہر صاحب علم واقف ہے، انہوں نے اپنی ”معرفة الحدیث“ نامی کتاب کے انچاسویں نوع میں لکھا ہے: ”یہ نوع ان علوم حدیث کی معرفت اور تابعین اور تبع تابعین میں مشہور ثقات ائمہ کی معرفت کے بیان میں ہے، جن کی حدیثیں از شرق تا غرب حفظ و مذاکرہ کیلئے جمع کی جاتی ہیں اور ان کی ذات اور ذکر سے مشرق تا مغرب تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور پھر آگے ان ائمہ ثقات

اور مشہورین میں امام ابوحنیفہؒ کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس نوع میں جب کوفہ کا نام آتا ہے تو امام حاکمؒ اس قسم کے ثقات ائمہ جن کے ذکر سے شرق و غرب میں تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور جن کی احادیث شرق و غرب میں نہ صرف جمع کی جاتی ہیں بلکہ ان کے ذکر سے تبرک بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ ان ائمہ میں دو صد کے قریب ائمہ کا ذکر کیا ہے، لیکن جب اہل مدینہ کا ذکر آتا ہے تو ان میں اس قسم کے ائمہ کی تعداد نصف صد سے بھی کم، جبکہ اہل مکہ سے ربع صد سے بھی کم ائمہ کا ذکر کیا ہے۔ امام حاکمؒ کی اس شہادت سے معترضین کا وہ خالی ڈھول بھی پھٹ کر رہ گیا، جس میں انہوں نے ”اجی! اصحاب ابی حنیفہ کو ابھی رہنے دیجئے“ کل کے کل کوفہ والے ایسی ہی

تھے “کا ڈھول بجایا تھا۔“ ع اندر سے جو کھولا خالی خول نکلا

آئیے! امام حاکمؒ کے الفاظ میں پڑھ کر تبرک حاصل کریں: ”ذکر  
النوع التاسع والاربعين من معرفة علوم الحديث هذا النوع  
من هذه العلوم معرفة الائمة الثقات المشهورين من التابعين و  
اتباعهم ممن يجمع حديثهم للحفظ والمذاكرة والتبرك بهم  
وبذكرهم من المشرق الى الغرب فمنهم من اهل المدينة محمد  
بن مسلم الخ“ و من اهل الكوفة الربيع بن خثعم العابد الخ ابو  
حنيفة النعمان بن ثابت التيمي الخ۔“ (۱)

محترم قارئین! جن ائمہ کی احادیث از شرق تا غرب حفظ و مذاکرہ کیلئے جمع کی جاتی ہیں اور ان کی ذات اور ذکر سے مشرق تا مغرب تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور امام حاکمؒ

ان میں امام ابوحنیفہؒ کو بھی ذکر فرماتے ہیں تو کیا یہ کہنا جائز ہے؟ کہ ”امام ابوحنیفہؒ کے پاس احادیث کا ذخیرہ نہ تھا“ یا ”ان کے پاس احادیث کا ذخیرہ بہت کم اور نہ ہونے کے برابر تھا۔“ یا ایسی ہستی کو معاذ اللہ ”جہمی“ اور ”حضرت عمرؓ کے ساتھ کینہ رکھنے والا“ جیسے نامناسب الفاظ کہے جائیں۔ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب معمولی غور کرنے سے خوب سمجھ میں آسکتا ہے کہ حسد اور بغض تو دین موٹہ ہانے والی ہے اور حسد نیکیوں کو ایسی کھاتی ہے جیسے آگ لکڑیوں کو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بغض و عناد جیسے امراض سے بچائے اور اولیاء اللہ کے ساتھ حقیقی محبت نصیب فرمائے۔ ☆ آمین ☆

## ۲۸۔ امام ابوحنیفہؒ علامہ قزوینیؒ کی نظر میں:

حافظ ابو یعلیٰ الخلیل بن عبد اللہ بن احمد بن الخلیل الخلیلی القزوی (و ۳۶۷ھ ۴۲۶ھ) ایک جلیل القدر حافظ الحدیث گزرے ہیں جن کے متعلق ابن ماکولاً لکھتے ہیں: خلیل بن عبد اللہ ابو یعلیٰ قزوینی بڑے حافظ تھے۔ بسا اوقات حفظ سے احادیث بیان کیا کرتے تھے اصحاب بغویؒ وغیرہ سے احادیث سنی تھیں اور مجھے احادیث کی اجازت لکھ کر بھیجی تھی۔ ”والخلیل بن عبد اللہ ابو یعلیٰ القزوینی حافظ جلیل کان یحدث کثیرا من حفظه سمع اصحاب البغوی وغیرہ کتب الی بالاجازة۔“ (۱) یہی حافظ جلیل امام ابوحنیفہؒ سے ایک حدیث اپنی سند سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”رواه الخلق عن ابی حنیفة“ (۲) اور امام سفیان بن عیینہ کا قول نقل کر کے رقمطراز ہیں کہ سفیانؒ نے کہا: ”میں کوفہ میں داخل ہوا۔ حالانکہ میرے بیس سال پورے نہیں ہوئے تھے تو ابوحنیفہؒ نے اپنے تلامذہ اور



اہل کوفہ سے فرمایا: ”تمہارے پاس عمرو بن دینار کے علم کے حافظ آئے ہیں۔“ انہوں نے کہا: ”پس لوگ آئے اور مجھ سے عمرو بن دینار کی احادیث کے متعلق پوچھنے لگے۔ پس سب سے پہلے جس نے مجھے محدث بنایا وہ ابوحنیفہ تھے۔“ قال سفیان بن عیینة: دخلت الكوفة ولم يتم لي عشرون (سنة) فقال ابوحنيفة لاصحابه ولاهل الكوفة: جاءكم حافظ علم عمرو بن دينار قال: فجاء الناس يسألوني عن عمرو بن دينار فاول من صيرني محدثا ابوحنيفة۔ (۱) علامہ قزوینی نے امام ابوحنیفہؒ کو نہ صرف علماء حدیث میں شمار کیا ہے بلکہ آپؒ کو امام الجرح والتعديل مانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے آپؒ کو علماء حدیث میں ذکر کیا ہے اور کتاب الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث کے محشی ڈاکٹر محمد سعید بن عمر اور یس لکھتے ہیں: ”امام ابوحنیفہؒ بہت بڑے امام حافظ فقیہ نعمان بن ثابت کوفی ہیں۔ صغار صحابہؓ کی حیات میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ علامہ ذہبی نے ان کیلئے تذکرۃ الحفاظ میں ترجمہ ان الفاظ میں باندھا ہے ”کہ آپؒ امام اعظم اور فقیہ العراق ہیں.....“ ”ہو الامام الكبير الحافظ الفقيه النعمان بن ثابت التيمي مولاهم الكوفي ولد في حياة صغار الصحابة سنة ۸۰ھ ترجم له الذهبي في تذكرة الحفاظ بقوله: ”الامام الاعظم فقيه العراق.....“ (۲)

علامہ قزوینی لکھتے ہیں: کہ احمد بن محمد شروٹی کہتے ہیں: کہ ”میں نے امام طحاوی سے کہا ”آپ نے اپنے ماموں کی مخالفت کیوں کی؟ اور مذہب ابوحنیفہؒ کیوں اختیار کی؟“ تو کہنے لگے: ”کیونکہ میں اپنے ماموں کو دیکھتا تھا کہ وہ ہمیشہ ابوحنیفہؒ کی

کتابوں کو دیکھا کرتے تھے تو اس وجہ سے میں ان کے مذہب کی طرف آیا۔“ علامہ خلیلیؒ فرماتے ہیں ”اور طحاوی کی احادیث میں کتب اور مصنفات ہیں اور وہ احادیث کے جاننے والے تھے“ قلت (ای احمد بن محمد الشروطی) للطحاوی: لم خالفک خالك و اخترت مذہب ابی حنیفہ؟“ قال: لانی کنث أری خالی یدیمُ النظرَ فی کتب ابی حنیفہ فلذلك انتقلت الیه“ قال الخلیلی: ”والطحاوی کتب مصنفات فی الحدیث وكان عالماً بالحدیث۔“ (۱)

علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: یحییٰ بن معینؒ نے کہا: کہ ”ہمیں ابو یوسف قاضیؒ نے حدیث بیان کی اور امام ابو یوسفؒ اپنی نماز کے بعد دعا کیا کرتے تھے: ”اللہم اغفر لی ولوالدی ولوالدی ولابی حنیفہ“ اور آپؒ فرمایا کرتے تھے: کہ ”میں نے سلف سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے: کہ ”جو شخص استاد کے حقوق نہیں جانتا وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔“ آپؒ سن ۱۸۹ھ میں وفات پا گئے اور جہمیہ کے بہت سخت مخالف تھے۔ (۲)

علامہ موصوفؒ ابوہل اسماعیل بن توبہ ثقفیؒ کے متعلق ”عالم کبیر مشہور المحلل“ کے الفاظ سے تعارف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ انہوں نے اسماعیل بن جعفر..... سے احادیث سنیں اور ابوحنیفہؒ کے تلمیذ امام محمد بن الحسن شیبائیؒ سے بہت زیادہ احادیث سنیں۔“ ”سمع اسماعیل بن جعفر..... وسمع

الکثیر من محمد ابن الحسن الشیبائی صاحب ابی حنیفہ۔“ (۳)

علامہ موصوفؒ ابو سعید عبد الرحمن بن محمد بن خسر ماہ قزوینیؒ کے بیٹے عبد الصمدؒ (م ۴۱۴ھ) کو علماء حدیث میں شمار کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”ابوحنیفہؒ کے

مذہب پر نقاہت حاصل کی۔ ہمارے ساتھ انہوں نے شیوخ قزوین سے احادیث پڑھیں۔ ”کان یتفقہ علی مذہب ابی حنیفۃ سمع معنا علی شیوخ قزوین۔“ (۱) علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: ”میں نے اپنے جد کے خط سے ان کی کتاب میں احمد بن محمد بن ساکنؒ سے روایت دیکھی۔ انہوں نے کہا: کہ ”میں نے ربیعؒ اور مزنیؒ سے سنا: ”وہ دونوں کہہ رہے تھے کہ ہم نے امام شافعیؒ سے سنا: آپؒ فرما رہے تھے: کہ ”میں کتاب اللہ کو اپنے دائیں ہاتھ پر احادیث رسول اللہ ﷺ کو اپنے بائیں ہاتھ پر اور ائمہ کو ان کے بعد رکھتا ہوں اور میں ان میں عراق اور اصحاب ابی حنیفہؒ کے مسائل پر فیصلہ کرتا ہوں یہاں تک کہ میں اپنی جہد سے حق کو پالیتا ہوں۔“ (۲)

**فوائد: قارئین کرام! علامہ قزوینیؒ کے مذکورہ بالا بیان سے چند فائدے معلوم ہوئے۔**  
 .....: علامہ خلیلیؒ کی تصریح سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ نے کتابیں لکھی تھیں اور ان کتابوں سے مزنیؒ جیسے امام ہمیشہ استفادہ کیا کرتے تھے اور امام طحاویؒ جیسے محدث ان سے متاثر ہو کر حنفی المذہب بنے۔

۲.....: علامہ قزوینیؒ کی تصریح سے معلوم ہوا کہ امام ابو یوسفؒ جہمی لوگوں کے سخت مخالف تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ گو ہر نماز کے بعد دعائیں دیتے تھے۔ جس سے واضح ہوا کہ امام اعظمؒ جہمی نہیں تھے۔ یہ آپؒ پر محض بہتان ہے۔ ورنہ امام ابو یوسفؒ قطعاً ان کو دعائیں یاد نہ کرتے چہ جائیکہ ہر نماز کے بعد یاد کرنا۔

۳.....: علامہ قزوینیؒ کی تصریح کے مطابق امام محمدؒ کے پاس بہت زیادہ احادیث تھیں باوجود اس کے حنفی المذہب تھے جس سے امام ابوحنیفہؒ کی جلالت شان فی

الحدیث عیاں ہوتی ہے۔

۴.....: علامہ قزوینیؒ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ جیسے عظیم امام، امام اعظمؒ اور ان کے تلامذہ کے استنباطات کو محتاج تھے۔

## ۲۹۔ امام حافظ ابو عمر یوسف بن عبدالبر مالکی، اندلسیؒ کی شہادت:

علامہ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) اہل علم کے نزدیک ایک مسلم، بہترین محدث، فقیہ، مؤرخ، ناقد اور ادیب گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب ”جامع العلم وفضله“ میں ”باب ماجاء فی ذم القول فی دین اللہ بالرأی.....“ میں امام ابوحنیفہؒ کی بابت لکھا ہے کہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے ان کی تعریف اور بزرگی وفضیلت بیان کی ہے اور اگر ہم نے کوئی موقع پایا تو ہو سکتا ہے کہ آپ (امام ابوحنیفہؒ) امام مالکؒ، شافعیؒ، ثوریؒ اور امام اوزاعیؒ کے فضائل پر ایک کتاب لکھوں۔“ (۱)

**قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے وہ وقت بھی میسر فرمایا کہ علامہ موصوفؒ نے اول الذکر تین حضرات کے مناقب میں ”الانتقاء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقہاء“ کے نام سے ایک کتاب لکھی؛ جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے فضائل میں بہت کچھ لکھا۔ علامہ موصوفؒ نے اپنی اس کتاب میں ”ذکر ما انتھی الینامن ثناء العلماء علی ابی حنیفة و تفضیلہم لہ“ کے عنوان سے ایک باب باندھا ہے جس کے تحت ۱۶۷ئمہ کرامؒ کے نام ذکر کئے ہیں۔ پھر اس باب میں ۲۶ علماء سے سند کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت اور علم حدیث و فقہ میں ان کے عالی مقام کے متعلق تعریفی و توثیقی کلمات نقل فرمائے ہیں اور بقیہ علماء کے صرف نام ذکر کر کے لکھا ہے:**

”کل هؤلاء اثنوا عليه ومدحوه بالفاظ مختلفة.“

علامہ ابن عبدالبر نے جن حضرات سے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق جو توثیقی و تعریفی کلمات نقل کئے ہیں وہ ان کی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں صرف تبرک کیلئے ان حضرات کے اسماء پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کرنے والے ۶۷ ائمہ کرامؒ:

- ۱۔ امام ابو جعفر الباقر محمد بن الحسن المدنیؒ، ۲۔ امام حماد بن ابی سلیمان الکوئیؒ،
- ۳۔ مسعر بن کد ام الکوئیؒ، ۴۔ ایوب السخنیؒ، ۵۔ سلیمان بن مہران الاعمشؒ، ۶۔ شعبۃ
- ابن الحجاج الواسطی البصریؒ، ۷۔ سفیان الثوری الکوئیؒ، ۸۔ المغیرۃ بن مقسم الضبی
- الکوئیؒ، ۹۔ الحسن بن صالح بن حئی الکوئیؒ، ۱۰۔ سفیان بن عیینہ الکوئیؒ ثم الہکمیؒ، ۱۱۔ سعید بن
- ابی عروبہ البصریؒ، ۱۲۔ حماد بن زید البصریؒ، ۱۳۔ شریک القاضیؒ، ۱۴۔ ابن شبرمۃ عبد
- اللہ الکوئیؒ، ۱۵۔ یحییٰ بن سعید القطان البصریؒ، ۱۶۔ عبد اللہ بن المبارکؒ، ۱۷۔ قاسم بن
- معینؒ، ۱۸۔ جُحْر بن عبد الجبارؒ، ۱۹۔ زہیر بن معاویہؒ، ۲۰۔ ابن جریج عبد الملک بن عبد
- العزیز مکیؒ، ۲۱۔ عبد الرزاق صنعانی یمنیؒ، ۲۲۔ الامام الشافعی المطلبی الہکمی ثم
- المصریؒ، ۲۳۔ وکیع بن الجراحؒ، ۲۴۔ خالد الواسطیؒ، ۲۵۔ الفضل بن موسیٰ السینیانی
- المروزیؒ، ۲۶۔ عیسیٰ بن یونس الکوئیؒ، ۲۷۔ عبد الحمید بن عبد الرحمن ابو یحییٰ الجہانی الکوئیؒ،
- ۲۸۔ مُعمر بن راشد البصریؒ، ۲۹۔ الضر بن محمد العامری المروزیؒ، ۳۰۔ یونس بن ابی
- اسحق الہمدانی السبعی الکوئیؒ، ۳۱۔ اسرائیل بن یونس السبعی الکوئیؒ، ۳۲۔ زفر بن ہذیل
- العنبری البصریؒ، ۳۳۔ عثمان البریؒ، ۳۴۔ جریر بن عبد الحمید الضبی

- الکوئیؒ، ۳۵۔ ابو مقاتل حفص بن سلم الفراری السمرقندیؒ ۳۶۔ ابو یوسف القاضی  
الامام الانصاری الکوئیؒ، ۳۷۔ سلم بن سالم الکلبی الخراسانیؒ، ۳۸۔ یحییٰ بن آدم الکوئیؒ،  
۳۹۔ یزید بن خالد الواسطی العراقیؒ، ۴۰۔ ابن ابی رزمہ عبدالعزیز مروزیؒ، ۴۱۔ سعید  
ابن سالم القدح الخراسانی ثم المکیؒ، ۴۲۔ ہدّاد بن حکیم البلیخیؒ، ۴۳۔ خارجہ بن مصعب  
الخراسانی السرخسیؒ، ۴۴۔ خلف بن ایوب العامری البلیخیؒ، ۴۵۔ ابو عبدالرحمن المقرئ  
العمری العدوی المکیؒ، ۴۶۔ محمد ابن السائب الکلی الکوئیؒ، ۴۷۔ الحسن بن عمارۃ الکوئیؒ،  
۴۸۔ ابو نعیم الفضل ابن ذکین الکوئیؒ، ۴۹۔ الحکم بن ہشام الکوئیؒ، ۵۰۔ یزید بن زریع  
البصریؒ، ۵۱۔ عبداللہ بن داود الخرمی الہمدانیؒ، ۵۲۔ محمد بن فضیل الضبیؒ، ۵۳۔ زکریا  
ابن ابی زائدہ الہمدانیؒ، ۵۴۔ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہؒ، ۵۵۔ زائدہ بن قدامہ  
الثقفی الکوئیؒ، ۵۶۔ یحییٰ بن معین البغدادیؒ، ۵۷۔ مالک بن مغول البیہقیؒ، ۵۸۔ ابوبکر  
ابن عیاش الکوئیؒ، ۵۹۔ ابو خالد الاحمر الکوئیؒ، ۶۰۔ قیس بن الربیعؒ، ۶۱۔ ابو عاصم النبیلؒ،  
۶۲۔ عبید بن موسیٰ العبسیؒ، ۶۳۔ محمد بن جابر الیمامی الاصمعیؒ، ۶۴۔ عبدالملک بن قریبؒ  
۶۵۔ شفیق البلیخی الازدیؒ، ۶۶۔ علی بن عاصمؒ، ۶۷۔ یحییٰ بن نصر القرشیؒ۔

### امام ابوحنیفہؒ محسود تھے:

قارئین کرام! علامہ ابن عبدالبر نے امام ابوحنیفہؒ کی مدح کے علاوہ ان کی ذم  
میں بھی کچھ باتیں لکھیں ہیں لیکن ذم کرنے والوں کے چند وجوہات بیان کرتے  
ہوئے لکھتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ کے ہاں خبر واحد پر عمل کرنے کا اصل یہ ہے: کہ  
”امام موصوفؒ اس خبر واحد کو معانی قرآن اور باقی دوسری احادیث پر پیش کرتے ہیں۔

جب قرآن پاک کے معانی اور باقی دوسری احادیث سے اس حدیث کی تطبیق آتی ہے تو اس کو قبول کرتے ہیں لیکن اگر اس خبر واحد کی ان معانی و احادیث سے موافقت نہیں آتی تو اس خبر واحد کو اگرچہ عدول سے منقول ہو، شاذ کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔ دوسری وجہ امام ابوحنیفہؒ کا کہنا ہے: کہ ”طاعات (نفس) ایمان (میں داخل) نہیں ہیں۔“ تو اہل سنت میں سے جو حضرات ایمان کو قول و عمل کا مجموعہ قرار دیتے ہیں وہ حضرات اس وجہ سے آپؐ پر نکیر کرتے ہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ آپؐ نے ہم اور فطانت کی وجہ سے محسود تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جس فطانت اور فہم و ذکاوت کی دولت سے نوازا تھا اس وجہ سے لوگ آپؐ سے حسد کیا کرتے تھے۔“ **عصمنا اللہ وکفانا شر الحاسدین آمین یارب العلمین۔** (۱)

**ائمہ و علماء الحدیث الثَّقَاد کے ہاں طعن کا اعتبار ::**

**قارئین کرام!** ”ائمہ علماء الحدیث الثَّقَاد“ کے ہاں یہ بات طے شدہ اور

ہے کہ مذکورہ وجوہات یا اس قسم کے دوسرے اسباب و وجوہات کی بناء پر طعن کا اعتبار نہیں ہوتا چنانچہ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: کہ ”اقران میں سے بعض کا بعض کے خلاف کلام کا اعتبار نہیں ہوتا، خاص طور پر آپؐ کو اگر کسی عداوت، مذہب یا حسد کی وجہ سے وہ کلام ظاہر ہو جائے اور اس سے صرف وہ لوگ محفوظ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے اور مجھے علم نہیں کہ کسی زمانہ میں کوئی شخص سوائے انبیاء و صدیقین کے محفوظ ہو اور اگر میں چاہوں تو اس سے بہت سی کا پیاں بھر دوں گا۔“ (۲)

ماخذ و مصادر: (۱) الاثقاء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقهاء (۲) میزان الاعتدال ۱/۱۱۱

### ۳۰۔ امام ابو زکریا یحییٰ بن ابراہیم السلمانی کی تصدیق:

امام ابو زکریا یحییٰ بن ابراہیم السلمانی (م ۵۵۰ھ) نے ائمہ اربعہ کے منازل و مراتب پر ایک کتاب بنام "منازل الائمة الاربعة" لکھی ہے اس کتاب کے مقدمہ میں ڈاکٹر محمود بن عبدالرحمن قدح نے لکھا ہے: کہ "جب بدعات پھیلیں اور وہ فرقے ظاہر ہوئے جن سے نبی کریم ﷺ نے ہمیں ڈرایا تھا اور جن چیزوں پر نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ عمل پیرا تھے ان کو مضبوطی سے پکڑنے کا ہمیں حکم دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ہر زمان و مکان میں اپنے ان نیک بندوں کو مسخر فرمایا جو سنت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے لوگوں کو اس کی وضاحت اور تشریح فرماتے تھے بدعت کی تردید اور اس سے لوگوں کو ڈراتے تھے۔ پھر ان نیک بندوں میں ائمہ اربعہ متبوعین کو شمار کر کے لکھا ہے: کہ "ائمہ اربعہ اور ان کے علاوہ بہت سے دوسرے ائمہ اعلام کے اعتقادات وہ ہیں جب پر کتاب و سنت نے نطق فرمایا اور جن پر صحابہ کرام اور ان کے اچھے تابعین تھے اور اللہ کیلئے حمد و احسان ہے کہ ان حضرات کے درمیان اعتقادات اور اصول دین میں کوئی خلاف نہیں ہے۔ البتہ ان میں بعض فروع شرعیہ اور اس کے جزئیات میں خلاف واقع ہے۔" (اور یہ نقصان دہ نہیں بلکہ "اختلاف العلماء رحمة" کا مصداق ہے۔ مروت) اور پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حوالہ سے امام ابوحنیفہؒ کو دوسرے ائمہ کی طرح صحیح العقیدہ بتایا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ ائمہ ہدیٰ میں سے تھے:

آگے اس کتاب کے مؤلف نے اپنی کتاب میں حج شرعیہ کتاب سنت



اجماع اور قیاس ذکر کرنے کے بعد امت اور ائمہ کا ذکر کیا ہے پھر ائمہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں: ایک قسم "ائمۃ الہدی والدلالة" اور دوسری قسم "ائمۃ الردی والضلالة" پھر دونوں کو قرآن و سنت سے ثابت کرنے کے بعد ان حضرات کی اتباع اور ترک اتباع کا ذکر کیا ہے۔ پھر عقائد کے بیان کے بعد امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے: "بہر حال امام ابوحنیفہؒ کے دین میں مراتب شریفہ اور مناصب منیفہ ہیں۔ آپؒ تاریکی میں چمکنے والے سورج اور حکمتوں کے بھرے ہوئے سمندر ہیں۔ اپنے زمانہ میں فقہاء (یعنی احادیث کے معانی جاننے والوں) کے سردار اور اپنے شہر (کوفہ) کے علماء (یعنی محدثین) کے سر (یعنی چوٹی) کے عالم ہیں۔ علم شرع و دین میں ان کی تشریح اور بیان (پر اعتماد کیا گیا) ہے۔ ان کو مضبوط تقویٰ اور یقین کی حقیقت بیان کرنے میں اشارات دقیقہ کا وافر حصہ ملا ہے۔ انہوں نے اپنی تشریح کے ساتھ اسلام کے قواعد رکھے اور اپنی وضاحت کے ساتھ شریعت کے حلال و حرام کو محکم کیا اور ائمہ اعلام کے قدوہ بنے..... اور آپؒ کی طرف اکابر و اصاغر اشارہ کرنے لگے۔" "اما ابوحنیفۃ فله فی الدین المراتب الشریفۃ والمناصب المنیفۃ سراج فی الظلمۃ وھاج و بحر با لحکم عجاج سید الفقہاء فی عصرہ و رأس العلماء فی مصرہ لہ البیان فی علم الشرع والدین والحظ الوافر من الورع المتین والاشارات الدقیقۃ فی حقیقۃ الیقین۔ مہد ببیانہ قواعد الاسلام واحکم بتبیانہ شرائع الحلال والحرام وصار قدوۃ الائمۃ الاعلام..... ویشیر الیہ الاکابر والاصاغر الخ۔" (۱)

**قارئین کرام!** اس کتاب کے مقدمہ میں ڈاکٹر محمود بن عبدالرحمن قدح نے امام ابوحنیفہؒ کو ان ائمہ میں شمار کیا ہے جو کتاب و سنت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے اور بدعات کی تردید کیا کرتے تھے اور مصنف کتاب امام ابو زکریاؒ نے تو کمال کر دیا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو دین متین میں مراتب شریفہ اور مناصب جلیلہ پر فائز تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ آپؒ کو بے دینی اور بے علمی کی ظلمت میں چمکنے والے سورج اور دینی حکم کے بھرے ہوئے سمندر اپنے زمانہ میں احادیث کے معانی جاننے والوں کے سردار، علم دین و شرع کی تشریح کرنے والے شریعت کے حلال و حرام کو محکم کرنے اور قواعد و قوانین اسلام رکھنے والے ائمہ اعلام کے قدوہ اور مسائل کے حل کرنے میں اکابر و اصاغر کا مرجع قرار دیا ہے۔ اگر امام ابوحنیفہؒ قرآن و سنت کے عظیم ماہر ہوں تو تب مذکورہ خصائل پر فائز ہو سکتے ہیں۔ ورنہ ائمہ دین کا ان کی طرف اتباع کا اشارہ کرنا چہ معنی دارد۔ معلوم ہوا کہ امام ابو زکریاؒ نے ان کو قرآن و سنت کا امام تسلیم کیا ہے۔

**علماء مدینہ کے نزدیک امام اعظمؒ قرآن و سنت کے امام تھے:**

ناظرین کرام! یہ کتاب کسی عام مکتبہ سے چھپی نہ کسی عام آدمی نے اس کی تحقیق یا تصدیق کی ہے بلکہ یہ کتاب "الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة وزارة التعليم العالي المملكة العربية السعودية" (مدینہ یونیورسٹی، سعودی حکومت) کی طرف سے ۱۴۲۲ھ میں شائع ہوئی ہے۔ ڈاکٹر محمود بن عبدالرحمن قدح نے اس کتاب کی تحقیق اور ڈاکٹر سالم بن عبداللہ العبود مدیر جامعہ اسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) مدینہ منورہ

نے مقدمہ کی صورت میں تصدیق کی ہے۔ جس میں اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مدینہ منورہ یونیورسٹی کے اہل علم بھی امام ابوحنیفہؒ کو قرآن و سنت کے امام تسلیم کرتے ہیں۔ اب اگر اہل مدینہ منورہ کو دھوکہ دینے اور ان سے کھجور اور ریال بٹورنے والے لوگ قرآن و سنت میں امام ابوحنیفہؒ کی جلالت شان تسلیم نہ کریں، تو ہمیں کیا۔ الحمد للہ اہل علم مدینہ امام صاحبؒ کو قرآن و سنت کے امام تسلیم کرتے ہیں۔

### ۳۱۔ علامہ ابن اثیرؒ کی تصدیق:

جیسا کہ علامہ ذہبیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو امام اعظم کے لقب سے یاد فرمایا ہے، اسی طرح امام ابو الحسن علی بن ابی کرم محمد بن محمد بن عبد الکریم شیبانی المعروف بابن اثیر جزریؒ (المقب بجزال دین م ۶۳۰ھ) نے بھی امام ابوحنیفہؒ کو امام اعظم سے ملقب فرمایا ہے۔ چنانچہ آپؒ اپنی تاریخ میں "ذکر عدة حوادث" میں لکھتے ہیں: کہ "اور اس سن (۱۵۰ھ) میں امام اعظم ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابت وفات پا گئے۔" "ومات الامام الاعظم ابوحنيفة النعمان بن ثابت" اور اس کے حاشیہ نگار رقمطراز ہیں: اور وہ صاحب مذہب تھے۔ سن اسی ہجری میں وفات پا گئے اور مصنفات میں ان کے بہت زیادہ مناقب منقول ہیں اور ان کی فضیلت میں امام شافعیؒ کا یہ قول کافی ہے: کہ "لوگ امام ابوحنیفہؒ کے (فقہ یعنی حدیث کے معانی جاننے) میں عیال ہیں۔" "وهو صاحب المذهب المولود سنة ثمانين من الهجرة ومناقبه كثيرة في مصنفات ويكفي في فضله ما قاله الشافعي رضى الله عنه: الناس عيال على ابي حنيفة وفي

شہرتہ ما یغنی عن الاطناب فی ذکرہ۔“ (۱)

## ۳۲۔ علامہ ابن خلکان الشافعیؒ کا اعتراف:

علامہ ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان الشافعیؒ (۶۰۸ھ تا ۲۶ رجب ۶۸۱ھ) نے طبقات فقہاء میں امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں طویل بحث فرمائی ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں مشتے نمونہ از خروارے پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ابن خلکانؒ لکھتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ عامل زاہد عابد صاحب ورع، متقی بہت زیادہ خشوع کرنے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو آہ و زاری کرنیوالے تھے اور امام احمدؒ جب ان کا ذکر کرتے تھے تو روتے اور امام ابوحنیفہؒ کیلئے رحمت کی دعا مانگتے تھے۔

“الامام ابوحنیفہ ..... و کان عاملاً زاہداً عابداً ورعاً تقياً کثیر

الخشوع دائم التضرع الی اللہ تعالیٰ“ وکان احمد بن حنبل رضی

اللہ عنہ اذ انکر ذلک بکی وترحم لابی حنیفہ“ نیز لکھتے ہیں: ”امام ابوحنیفہؒ

نے خواب میں دیکھا گویا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر اُکھاڑ رہے ہیں پس کسی کو علامہ

ابن سیرینؒ سے تعبیر پوچھنے کیلئے بھیجا تو ابن سیرینؒ کہنے لگے: کہ ”اس خواب کا دیکھنے

والا ایسے علم کو پھیلانے گا کہ اس سے پہلے کسی نے اس سے سبقت نہیں کی ہوگی۔“ اور

یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا: ”میرے نزدیک قرأت حمزہ کی ہے اور فقہ ابوحنیفہؒ کی ہے۔ اسی

پر میں نے لوگوں کو پایا ہے۔“ ”القرأة عندی قرأة حمزة والفقہ فقہ ابی

حنیفہ علی هذا ادرکت الناس“ اور یزید بن کیتؒ نے کہا: کہ ”ابوحنیفہؒ اللہ تعالیٰ

سے سخت ڈرنے والے تھے۔“ وقال یزید بن الکمیت : ”کان ابوحنیفۃ شدید الخوف من اللہ تعالیٰ۔“ علامہ ابن خلکانؒ مزید لکھتے ہیں: کہ ”جس مکان میں امام ابوحنیفہؒ وفات پا گئے اس میں سات ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا تھا اور امام ابوحنیفہؒ کے مناقب و فضائل کثیر ہیں اور خطیبؒ نے اپنی تاریخ میں ان میں سے بہت سے مناقب ذکر کئے ہیں پھر اس کے بعد ان کا ایسے الفاظ میں تعاقب بھی کیا ہے۔ جو کہ اس کا ترک کرنا اور اس سے اعراض کرنا مناسب تھا پس اس قسم کے امام کے دین، ورع اور تحفظ میں شک نہیں کی جاتی۔“ (۱)

۳۳۔ امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن

عبد البہادی المقدسی الحسنبلی کی تصدیق:

علامہ ابن عبد البہادی المقدسی الحسنبلی (م ۴۴۷ھ) نے ائمہ اربعہ کے مناقب میں ایک مختصر کتاب لکھی ہے جس میں فصل قائم کر کے ایک خطبہ تحریر کیا ہے۔ جس میں آپؐ نے اللہ کی ثناء بیان کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ثناء کے بعد لکھا ہے: کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور آپؐ کی ذریت کو تمام عالم پر فوقیت دی پھر ان میں سے انبیاء و رسل علیہم السلام کو پھر ان میں نبی کریم ﷺ کو سید ولد آدم منتخب فرمایا پھر صحابہ کرام کو تمام مؤمنین پر فضیلت دی پھر ان کے ورثاء اور خلفاء کو بہترین تابعین بنائے اور ان میں سے بعض اقوام کو ان کے علاوہ تمام عالم میں سے بلند فرمایا جن میں ائمتہ الاسلام، سُرُج الاسلام، ائمہ اربعہ (کو منتخب فرمایا یہ وہ حضرات ہیں) جن

کے فتاویٰ اور اقوال نے تمام عالم میں شہرت پائی ہیں اور لوگوں کے ہاں ان کی امامت پر اتفاق ہے اور ان کا ذکر ملکوں اور شہر میں جاری فرمایا اور ان کا علم عالم میں سورج کی مسافت کی طرح سیر کرنے لگا..... کیونکہ ان حضرات کی سیرت کے اطلاع پر بندہ میں ہمت بڑھ جاتی ہے اور ان کی متابعت کا شوق پیدا ہو جاتا ہے تاکہ ان حضرات کو حصول نعمت ہو اور نیک و صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

### امام ابوحنیفہؒ کے حفاظ اور ائمہ تلامذہ:

علامہ مقدسیؒ مزید لکھتے ہیں: کہ ”ائمہ مذکورین میں سب سے پہلے اور سید المرسلین کو زمانہ کے اعتبار سے سب سے قریب الامام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تیمی کوئی ”احد ائمة الاعلام“ اور ”فقیہ اهل العراق“ ہیں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو پایا اور رسول اللہ ﷺ کے خادم (خاص حضرات انسؓ) کو دیکھا اور جب (حضرت انسؓ) اہل کوفہ کے ہاں کوفہ تشریف لائے تو (امام ابوحنیفہؒ نے) کئی مرتبہ آپؐ کی صحبت اختیار فرمائی اور سادات تابعین کی جماعت سے اور ان کے ائمہ جیسے عطاء بن ابی رباح احد اصحاب ابن عباسؓ اور مفتی اہل مکہ اور ان کے محدث عامر بن شراحیل الشعمی الکونی علامۃ التابعین، ابواسحق عمرو بن عبد اللہ السبعی الکونی احد الحفاظ الاعلام، حکم بن عثیبہ الکونی احد الفقہاء الحفاظ، حماد بن ابی سلیمان ابواسامیل الکونی احد ائمہ الفقہاء، ابو الخطاب قتادة بن دعامة السدوسی البصری الحافظ احد ائمہ التفسیر، ابو جعفر الباقر محمد بن علی الحسین بن علی بن ابی طالب البہاشمی العکوی المدنی احد الاعلام وسید بنی ہاشم فی زمانہ، ابو عبد اللہ محمد بن المنکدر القرشی تیمی المثنی احد العلماء العالمین والائمتہ

الصادقین“..... اور تحقیق امام ابوحنیفہؒ نے ان کے علاوہ بہت سی جماعتوں سے احادیث روایت کی ہیں اور ان سے ائمۃ الفقہاء و حفاظ الاثر میں بہت سے حضرات نے احادیث روایت کی ہیں جن میں سے الامام الحافظ العلامة شیخ الاسلام فخر المجاہدین قدوة الزاہدین ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن المبارک الحظلی المروزی الامام الحافظ علامۃ الاسلام ابو محمد سلیمان بن مہران الاسدی الکوئی الاعمش جبکہ یہ حضرت آپؒ سے عمر میں بڑے بھی تھے الامام الربانی القانت للہ شیخ الاسلام ابو علی الفصیل بن عیاض التیمی الیربوعی المروزی شیخ الحرم..... اور پھر بہت سے اعلام ائمہ مجتہدین و محدثین کے اسماء بڑے بڑے القاب سے ذکر کر کے ان کو امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ حدیث میں شمار کرنے کے بعد لکھا ہے: ”تحقیق امام ابوحنیفہؒ سے ان حضرات کے علاوہ بہت سے فقہاء اور حفاظ نے روایت کی ہے۔“ (۱)

علامہ موصوفؒ نے اپنی اس کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کو علم حدیث میں حفاظ کے شیخ تسلیم کئے ہیں اور آپؒ سے حفاظ کا احادیث روایت کرنا تحریر فرمایا ہے اور آپؒ کو اپنے زمانے کا علم سب سے زیادہ تفسیر جاننے والا علماء میں اس حیثیت کے مالک جیسے امراء میں خلیفہ کا مقام ہوتا ہے، تسلیم کیا ہے۔ ان کی کتاب دیکھنے سے ہی امام ابوحنیفہؒ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

علامہ موصوفؒ نے ایک دوسری کتاب بنام ”طبقات علماء الحدیث“ لکھی ہے جس میں ”سنن ترمذی اور سنن نسائی میں امام ابوحنیفہؒ کی روایت کی نشاندہی کی ہے۔

نیز ان کو الامام فقیہ العراق بہت سے ائمہ حدیث سے حدیث روایت کرنے والا

بہت سے ائمہ حدیث کا آپؐ سے حدیث روایت کرنے والے ورع، عالم، عامل، متعبد، کبیر الشان، بادشاہ کے تحائف قبول نہ کرنے والا، خود اپنے ہاتھ سے تجارت اور کسب کرنے والا، سفیان ثوریؒ سے افقہ فقہ میں لوگ امام ابوحنیفہ کے عیال ہیں، سب سے زیادہ متقی اور عقل مند اور ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں، کے الفاظ سے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق فرمائی ہے۔“ (۱) اور پورے ترجمہ میں ایک لفظ بھی تضعیف میں ذکر نہیں کی جس سے معلوم ہوا ہے کہ علامہ ابن عبدالبہادیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ نہ صرف علماء حدیث میں سے تھے بلکہ ایک بااعتماد عادل امام تھے۔

۳۳۔ امام ابوحنیفہؒ کو امام اعظمؒ کا لقب دینے والے

مسلم اور معتمد نقاد رجال علامہ ذہبی شافعیؒ کی تصدیق:

مسلم منصف نقاد رجال علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعیؒ (م ۷۴۸ھ / ۱۳۴۸م) امام ابوحنیفہؒ کے بہت زیادہ مداح تھے۔ آپؐ نے امام صاحبؒ کو تذکرۃ الحفاظ میں ”الامام الاعظم فقیہ العراق“ کے الفاظ سے ذکر کر کے لکھا ہے: کہ ”حضرت انسؓ کو فہ تشریف لائے، تو امام ابوحنیفہؒ نے ان کو متعدد بار دیکھا اور امام صاحبؒ نے عطاء نافع..... اور خلق کثیر سے حدیث پڑھی۔ امام صاحبؒ سے فقہ حاصل کرنے والوں میں امام زفرؒ داؤد طائیؒ، قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمد بن الحسنؒ وغیرہ جیسے اساطین امت کا ذکر فرمایا ہے۔ نیز ان سے حدیث حاصل کرنے والوں میں امام وکیعہؒ، یزید ابن ہارونؒ، سعد بن ابو عاصمؒ، عبدالرزاقؒ، عبداللہ بن موسیٰؒ، ابو نعیمؒ امام ابو

ماخذ و مصدر: (۱) طبقات علماء الحدیث لابن عبدالبہادیؒ تم ۱۵۳/۱: ۲۶۲۳۲۶



عبدالرحمن المقرئ اور ان کے علاوہ بہت سے جبال علم کا تذکرہ کیا ہے۔ ”آپؒ لکھتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ امام زاہد متقی، عالم باعمل، بہت زیادہ عابد اور بڑی عالی شان والے تھے، بادشاہوں کے نذرانے قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ خود تجارت کر کے کسب کیا کرتے تھے۔“ ابوحنیفۃ الامام الاعظم فقیہ العراق ..... رأى انس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة ..... وحدث عن عطاء ونافع ..... وخلق كثير ..... تفقه به زفر بن الهذيل ..... وحدث عنه وكيع ويزيد بن هارون ..... وبشر كثير ..... وكان امام ورعا عالما عاملا متعبدا كبير الشأن لا يقبل جوائز السلطان بل يتجر ويكتسب۔“ (۱)

**امام ابوحنیفہؒ سے ترمذی اور نسائی میں روایت:**

علامہ ذہبیؒ نے اسماء الرجال کی ایک دوسری کتاب ”الکاشف“ میں امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے: کہ ”میں نے امام ابوحنیفہؒ کی سیرت میں ایک جدا کتاب لکھی ہے، آپؒ ستر سال زندہ رہے اور رجب میں رحلت فرما گئے۔ ترمذی اور نسائی میں ان سے روایت کی گئی ہے۔“ (۲)

**امام ابوحنیفہؒ کے چالیس اساتذہ حدیث:**

علامہ ذہبیؒ نے اپنی ایک تیسری کتاب ”سیر اعلام النبلاء“ میں امام ابوحنیفہؒ کی مدح کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے: کہ ”ابوحنیفہؒ ترمذی اور نسائی کے راوی، الامام فقیہ ملت اسلامیہ، عراق کے عالم ابوحنیفہ النعمان الخ۔“ ابوحنیفۃ ت س الامام فقیہ

الملت عالم العراق ابوحنيفة النعمان الخ۔ (۱) آگے امام ابوحنیفہؒ کے محدثین شیوخ و اساتذہ کرام میں (جن سے انہوں نے حدیث پڑھیں) چالیس معتبر و معتمدائمہ کرام کے اسماء گرامی ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے: کہ ”ان کے علاوہ (بھی) بہت سے مشائخ سے احادیث سنیں۔“

### حصول حدیث کیلئے امام اعظمؒ کے اسفار:

**قارئین کرام!** مزے کی بات یہ ہے کہ ”امام صاحبؒ کے مذکورہ چالیس اساتذہ میں امام زہریؒ کا نام بھی ہے جو کہ اہل مدینہ میں سے تھے۔“ اس سے معترضین کا یہ اعتراض بھی دفع ہوتا ہے کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے علم حدیث کیلئے اسفار نہیں کئے، اگر علم حدیث صرف کوفہ ہی میں حاصل کیا ہوتا، تو پھر امام زہریؒ ان کے استاد کیسے بنے؟“ معلوم ہوا کہ آپؒ نے علم حدیث کیلئے اسفار فرمائے ہیں۔

**اجی!** اگر یہ حضرات اس کے ماننے کو تیار نہیں بلکہ تصریح کے طالب ہیں، تو لیجئے! امام ذہبیؒ کی تصریح بھی ملاحظہ فرمائیں چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: کہ ”امام صاحبؒ نے طلب حدیث کی جانب خصوصی توجہ کی اور اس کیلئے اسفار کئے اور فقہ رائے میں تدقیق اور اس کے غوامض میں توان ہی کی طرف منتہی ہے اور لوگ اس میں آپؒ ہی کے عیال ہیں۔“

### ائمہ متبوعینؒ کی تقلید پر امت کا اجماع:

مذکورہ کتاب میں امام مالکؒ کے تذکرہ میں امام ابوحنیفہؒ کو ان حضرات میں شمار کیا ہے، جن کی تقلید کرنی چاہئے۔ بلکہ ان کے شاگرد رشید قاضی ابو یوسفؒ

اور حنفی المذہب امام ابو جعفر الطحاویؒ کو بھی انہی لوگوں میں سے شمار کئے ہیں جن کی تقلید کرنی چاہئے۔ مزید لکھتے ہیں: کہ ”آج کل مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہیں رہا، پھر قاضی عیاضؒ کے حوالہ سے تین دیگر ائمہ امام سفیانؒ امام اوزاعیؒ اور امام داؤدؒ کے ساتھ ائمہ اربعہ کی تقلید کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے اور ان سات مذاہب کے علاوہ دوسرے متقدمین و متاخرین ائمہ کی تقلید کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔“

### علم حدیث کا دس بزرگوں پر انحصار:

امام شافعیؒ کے قول ”علم حدیث تین بزرگوں امام مالکؒ امام لیثؒ اور امام ابن عیینہؒ پر دائر ہے“ کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: ”میں کہتا ہوں ان تینوں ائمہ حدیث کے ساتھ مزید سات بزرگوں یعنی امام اوزاعیؒ امام ثوریؒ امام معمرؒ امام ابوحنیفہؒ امام شعبہؒ امام حمادؒ اور امام حماد بن زیدؒ پر علم دائر اور منحصر ہے۔“

### علامہ ذہبیؒ کا انصاف:

ایک جگہ امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کا آپس میں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی بابت کچھ کلام ذکر کیا ہے، جس سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام محمدؒ نے امام شافعیؒ کے سامنے امام مالکؒ کا قرآن و سنت اور قیاس میں فوقیت تسلیم کیا تھا، لیکن اس کلام کے نقل کرنے کے بعد علامہ ذہبیؒ انصاف کا ایک ایسا جائزہ لیتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکالمہ فرضی ہے۔ آپؒ لکھتے ہیں: ”انصاف یہ ہے کہ اگر کوئی کہہ دے، بلکہ (ایسا ہی ہے کہ) امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ دونوں قرآن کے علوم میں برابر کے عالم ہیں، البتہ امام ابوحنیفہؒ کو (قرآن و حدیث میں) قیاس کرنے اور (ان سے) استنباط

کرنے کا علم زیادہ تھا اور امام مالکؒ کو احادیث و سنت نبوی ﷺ (کے ظاہر) کا علم زیادہ تھا اور ان کے پاس بہت سے صحابہ کرامؓ کے اقوال کا بہت بڑا ذخیرہ موجود تھا، جیسا کہ اول (امام ابوحنیفہؒ) حضرت علیؓ ابن مسعودؓ اور کوفہ میں رہنے والے اصحاب رسول اللہ ﷺ کی ایک جماعت کے اقوال کے زیادہ عالم تھے۔ پس اللہ تعالیٰ دونوں اماموں سے راضی ہو۔ پس تحقیق ہم ایسے وقت میں انصاف کی طرف آئے، جو کہ کوئی شخص انصاف کے ساتھ بولنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے (بے انصافی کرنے سے) سلامت طلب کرتے ہیں۔“

### امام ابوحنیفہؒ کے چھیا نوے تلامذہ حدیث:

علامہ ذہبیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے علم حدیث حاصل کرنے والے چھیا نوے ائمہ کرامؒ کے نام ذکر فرمائے ہیں جن میں امام وکیعؒ، عبداللہ بن مبارکؒ اور امام بخاریؒ کے مابینا قابل فخر استاد امام مکی بن ابراہیمؒ کے نام بھی مذکور ہیں۔

### علامہ ذہبیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ

### آپؒ کے بیٹے اور پوتے کی جلالت شان:

علامہ ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں امام ابوحنیفہؒ کی توثیق اور تعدیل میں بہت سے اقوال نقل کئے ہیں۔ ایک جملہ بھی تضعیف کا نقل نہیں کیا۔ بلکہ طولانی تذکرہ نقل کرنے کے بعد اپنی قابل قدر رائے اظہار یوں فرماتے ہیں: کہ ”میں کہتا ہوں: کہ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ اور اس کی دقائق میں امامت اس امام ہی کو مسلم ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اور جب دن بھی دلیل کو محتاج ہو جاتی

ہے، تو اس وقت ذہنوں میں کوئی بات صحیح نہیں ٹھہرتی۔“ (بالفاظ دیگر امام ابوحنیفہؒ کا احادیث کے مفاہیم سمجھنے اور ان سے استنباط کرنے میں امامت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہونا اتنا بدیہی، اظہر کاشمس اور مسلم امر ہے کہ اس کے بلا دلیل ماننے سے انکار دن کے وقت دن سے انکار ہے۔) اور لکھتے ہیں: ”آپؒ کی سیرت دو جلدوں میں سمیٹی جاسکتی ہے۔ ساتھ ساتھ ان کے امین ہونے اور ان کے بیٹے حمادؒ کے صاحب علم و دین و صلاح اور کامل صاحب ورع ہونے کو بھی ذکر کیا ہے، بلکہ ان کے بیٹے اسماعیلؒ کو ”الامام“ کہہ کر ان دونوں کی ثقاہت کو بھی تسلیم کیا ہے۔ جس سے امام حماد بن ابی حنیفہؒ اور امام اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کی ثقاہت معلوم ہو کر ان کوضعفاء میں شمار کرنے والے معترضین کو جواب بھی ملا: کہ ”ان کے بیٹے اور پوتے ضعیف نہیں، بلکہ ثقہ تھے۔“ اللہ تعالیٰ ہم کو حسد کی بیماری سے محفوظ فرمائے۔ ☆ آمین ☆

### امام شافعیؒ افتخار اہل کوفہ امام ابوحنیفہؒ کے خوشہ چین تھے:

علامہ ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں جگہ جگہ آپؒ کے مذہب کو بیان فرمایا ہے اور آپؒ کو ”الامام“ کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ ایک جگہ ابن ابی لیلیٰ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: کہ ”آپ ثقاہت میں امام ابوحنیفہؒ کے نظیر تھے۔“ اور پھر آخر کار اس اعلان پر مجبور ہوئے: کہ ”اہل کوفہ میں حضرت علیؒ اور ابن مسعودؓ سے زیادہ فقیہ تھے اور ان کے اصحاب میں علقمہؒ اور علقمہؒ کے تلامذہ میں ابراہیمؒ ابراہیمؒ کے تلامذہ میں حمادؒ اور حمادؒ کے تلامذہ میں ابوحنیفہؒ اور ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں ابو یوسف افتخار تھے اور ابو یوسف کے تلامذہ زمین کے اطراف میں پھیل گئے اور ان سب میں

محمد رافقہ تھے اور محمد کے تلامذہ میں ابو عبد اللہ شافعیؒ افقہ تھے۔ ”علامہ ذہبیؒ نے اس اعلان سے یہ ثابت کر دکھایا کہ ان کے امام شافعیؒ امام ابوحنیفہؒ کے خوشہ چین تھے۔ تب ہی تو علامہ ذہبیؒ اور ان کے امام اس اعلان کرنے پر مجبور ہوئے: کہ ”لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں۔“

**قارئین کرام! آئیے علامہ ذہبیؒ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:**

”فالمقلدون صحابة رسول الله ﷺ بشرط ثبوت الاسناد اليهم ثم ائمة التابعين كعلقمة..... ثم كالزهرى..... ثم كابي حنيفة ومالك..... ثم كابن المبارك و مسلم الزنجى و القاضى ابى يوسف..... ابى جعفر الطحاوى الخ“ (۱) ”ولم يبق اليوم الا المذاهب الاربعة الخ و اما القاضى فذكر مايدل على جواز تقليدهم اجماعا فانه سمي مذاهب الاربعة و السفينانية والاوزاعية والداودية..... دون غيرهم ممن تقدمهم او عاصروهم للعلل التى ذكرناها الخ“ (۲) ”وعنى بطلب الأثار و ارتحل فى ذلك و اما الفقه و التدقيق فى الرأى و غوامضه فاليه المنتهى و الناس عليه عيال فى ذلك“ (۳) ”فان الامام اباحنيفة طلب الحديث“ (۴) ”العلم يدور على ثلاثة مالک والليث وابن عيينه“ (۵) ”قلت بل على سبعة معهم وهم الاوزاعى و الثورى و معمر و ابوحنيفة و شعبة و الحمادان“ (۶) ”قلت: وعلى الانصاف لوقال قائل بل هما سواء فى علم الكتاب و الاول اعلم

مأخذ ومصادر: (۱) سير اعلام النبلاء: ۹۱/۸ (۲) (۳) ايضاً: ۳۹۲/۶ (۴) ايضاً: ۳۹۶ (۵) (۶) ايضاً: ۹۳/۸

بالقياس والثاني اعلم بالسنة وعنده علم جم من اقوال كثير من الصحابة كما ان الاول اعلم باقاويل على وابن مسعود وطائفة ممن كان بالكوفة من اصحاب رسول الله ﷺ فرضى الله عن الامامين فقد صرنا في وقت لا يقدر الشخص على النطق بالانصاف نسأل الله السلامة" (١) "حدث عنه خلق كثير ذكر منهم شيخنا ابوالحجاج في تهذيبه هؤلاء على المعجم ابراهيم بن طهمان عالم خراسان ..... وعبد الله ابن المبارك ..... ومكي ابن ابراهيم ..... ووكيع الخ" (٢) قلت: "الامامة في الفقه ودقائقه مسلمة الى هذا الامام وهذا امر لا شك فيه وليس يصح في الازهان شيء اذا احتاج النهار الى دليل وسيرته تحتل ان تفرد في مجلدين رضى الله عنه ورحمه " وابنه حماد بن ابي حنيفة كان ذاعلم ودين وصلاح وورع تام ..... له رواية له عن ابيه وغيره حدث عنه ولده الامام اسماعيل بن حماد قاضي البصرة. " (٣) و كان نظيرا للامام ابي حنيفة في الفقه " (٤) " فافقه اهل الكوفة على وابن مسعود وافقه اصحابها علقمة وافقه اصحابه ابراهيم وافقه اصحاب ابراهيم حماد وافقه اصحاب حماد ابو حنيفة وافقه اصحابه ابويوسف وانتشر اصحاب ابي يوسف في الافاق وافقهم

ماخذ ومصادر: (١) ايضاً: ٨/ ١١٣٦ (٢) ايضاً: ٦/ ٣٩٣-٣٩٤ (٣) ايضاً: ٦/ ٣٣٠ (٤) سير اعلام النبلاء رقم

محمد وافقہ اصحاب محمد ابو عبد اللہ الشافعی رحمہم اللہ تعالیٰ:-  
 (۱) وقال الشافعی: "الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفۃ۔" (۲)  
 امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے کبار اہل علم واجتہاد میں سے تھے:

امام ذہبیؒ یحییٰ بن آدمؒ کے تذکرہ میں محمود بن غیلانؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:  
 کہ "میں نے ابو اسامہؒ گویہ کہتے ہوئے سنا: کہ "حضرت عمرؓ اپنے عہد میں علم واجتہاد کے  
 اعتبار سے لوگوں کے سردار اور فضائل کے جامع تھے اور ان کے بعد اپنے زمانے میں ابن  
 عباسؓ ان کے بعد اپنے زمانے میں امام شعیبؒ امام شعیبؒ کے بعد اپنے زمانے میں  
 سفیان ثوریؒ اور ان کے بعد اپنے زمانے میں یحییٰ بن آدمؒ علم واجتہاد کے امام تھے۔"  
 "سمعت اباسامۃ یقول: کان عمرؓ فی زمانہ رأس الناس وهو جامع  
 وكان بعده ابن عباسؓ فی زمانہ وبعده شعیبؓ فی زمانہ وكان  
 بعده سفیان الثوری فی زمانہ وكان بعد الثوری یحییٰ بن آدم۔" (۳)

آگے علامہ ذہبیؒ اپنی رائے یوں قائم کرتے ہیں: "میں کہتا ہوں: "یقیناً  
 یحییٰ بن آدمؒ کبار ائمہ اجتہاد میں سے تھے اور حضرت عمرؓ بلاشبہ اپنے زمانے میں علم  
 واجتہاد میں سر تاج المسلمین تھے۔ پھر ان کے بعد حضرت علیؓ عبداللہ بن مسعودؓ معاذ بن  
 جبلؓ اور ابوالدرداءؓ کا مرتبہ ہے۔ ان حضرات کے بعد زید بن ثابتؓ عائشہؓ ابو موسیٰ  
 اشعریؓ اور ابو ہریرہؓ کا علم واجتہاد میں مرتبہ تھا۔ ان حضرات کے بعد حضرت عبداللہ بن  
 عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مقام تھا۔ پھر ان حضرات صحابہؓ کے بعد علقمہؓ مسروقؓ  
 ماخذ ومصادر: (۱) سیر اعلام النبلاء رقم ۹۹ حماد بن ابی سلیمان: ۵/۲۳۶ (۲) العبر فی خبر من غمیر: ۱۶۴ (۳)



ابوادریس خولائی اور سعید بن المسیبؒ کا درجہ تھا۔ پھر عروہ بن زبیرؒ امام شعیبؒ، حسن بصریؒ، ابراہیم نخعیؒ، مجاہد اور طاؤسؒ وغیرہ تھے۔ پھر ابن شہاب زہریؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ، قتادہ اور ایوب سختیائیؒ کا مرتبہ تھا۔ پھر امام اعمشؒ، ابن عونؒ، ابن جریجؒ اور عبداللہ بن عمرؒ کا درجہ تھا۔ پھر امام اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ، معمرؒ، امام ابوحنیفہؒ اور شعبہ بن حجانؒ کا مقام اور مرتبہ تھا۔ پھر امام مالکؒ، لیث بن سعدؒ، حماد بن زیدؒ اور سفیان بن عیینہؒ تھے۔ پھر عبداللہ بن مبارکؒ، تکلی بن سعید القطانؒ، وکیع بن جراحؒ، عبدالرحمن بن مہدیؒ اور عبداللہ بن وہبؒ تھے۔ پھر یحییٰ بن آدمؒ، عفان بن مسلمؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ تھے۔ پھر امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، ابو عبیدہؒ، علی بن مدینیؒ اور یحییٰ بن معینؒ تھے۔ پھر ابو محمد الدارمیؒ، امام بخاریؒ اور دیگر ائمہ علم و اجتہاد اپنے زمانہ میں تھے۔ "قلت قد کان یحییٰ ابن آدم من کبار الائمة الاجتہاد وکان عمرہ کما قال فی زمانہ ثم کان علیٰ وابن مسعودؒ ومعاذؒ و ابوالدرداءؒ ثم کان بعدہم فی زمانہ زید بن ثابتؒ وعائشہؒ و ابو موسیٰؒ و ابو ہریرہؒ ثم کان ابن عباسؒ و ابن عمرؒ ثم علقمہ..... ثم الاوزاعی و سفیان الثوری و معمر و ابوحنیفہ و شعبہ ثم مالک و الولیث و حماد بن زید و ابن عیینہ الخ محمد بن اسماعیل البخاری و آخرون من الائمة العلم و الاجتہاد۔" (۱)

**قارئین کرام!** آپ حضرات نے پڑھ لیا کہ امام ذہبیؒ (جو علم اسماء الرجال میں ایک امتیازی شان کے حامل ہیں اور بقول ابن حجر عسقلانیؒ نقدرجال میں استقرء تام کے مالک تھے۔) نے نہ صرف امام صاحبؒ کو اکابر ائمہ حدیثؒ میں شمار کیا ہے بلکہ

آپؒ کو ان ائمہ میں سے شمار کیا ہے۔ جن پر آج کل علوم حدیث کا دار و مدار ہے۔ امام صاحبؒ کے ان ائمہ اور کبار محدثینؒ میں سے شمار کرنے پر علامہ ذہبیؒ کی کتنی بڑی معتبر شہادت ہے۔ اس کا اندازہ اہل علم و اہل انصاف حضرات ہی کر سکتے ہیں۔

### امام ابوحنیفہؒ اذکیاء بنی آدم میں سے تھے:

علامہ ذہبیؒ اپنی چوتھی کتاب ”العِبَرُ فِي خَبَرِ مَنْ غَبَرَ“ میں لکھتے ہیں: ”رجب میں فقیہ العراق ”الامام ابوحنیفہؒ“ وفات پا گئے۔ انہوں نے حضرت انسؓ کو دیکھا اور عطاء بن ابی رباحؒ اور ان کے طبقہ سے احادیث روایت کیں اور حماد بن ابی سلیمانؒ سے فقہت حاصل کی اور آپؒ آدم علیہ السلام کی اولاد میں اذکیاء میں سے تھے۔ فقہ عبادت، ورع اور سخاوت سب کو جمع کیا تھا اور حکومت کے تحفے قبول نہیں کرتے تھے بلکہ خود دوسرے لوگوں پر خرچ کیا کرتے تھے۔“ ”وفی رجب توفی فقیہ العراق الامام ابوحنیفہؒ..... رأى انسا وروى عن عطاء وطبقه وتفقه على حماد بن ابى سليمان وكان من اذكيا بنى آدم جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء وكان لا يقبل جوائز الدولة بل ينفق.....“ (۱)

**قارئین کرام!** علامہ ذہبیؒ نے امام اعظمؒ کو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان اولاد میں سے شمار کیا ہے۔ جن میں ذکاوت اور عقل حد درجہ پائی جاتی ہے اور آپؒ کو فقہت، عبادت، تقویٰ اور سخاوت کا ایک ہی وقت میں جمع کرنے والا ذکر کیا ہے اور اس پر مزید یہ شہادت کہ حکومت کی طرف سے تحفے تحائف قبول نہیں

کیا کرتے تھے۔ بلکہ خود کسب کر کے دوسرے اہل علم وغیرہ کو کھلاتے تھے۔ جبکہ ہمارے لامذہب دوست انگریزوں کی طرف سے عطا کردہ نیم مختار چھوٹی ریاست بھوپال برقرار رکھنے کیلئے انگریز کی حکومت کو رحمت خداوندی ان کی مخالفت کرنا قطعاً ناجائز اور ان کے خلاف لڑنیوالے مجاہدین کو حکم مذہبی سے جاہل بیوفائی کرنے اور اقرار توڑنے والے فتنہ انگیزی اور بغاوت پر آمادہ کرنے والے غدار باغی نادان بے وقوف فساد کے پردہ میں جہاد کا نام اٹھانے والے کہہ رہے ہیں۔“ (۱)

**امام ابوحنیفہؒ حافظ الحدیث تھے:**

جس طرح مطولات میں مناقب امام اعظم للموفق اور علامہ کردریؒ نہایت معتبر مفید اور نایاب تحفہ ہے، اسی طرح مختصرات میں علامہ ابن حجر مکیؒ کی کتاب الخیرات الحسان بھی ایک معتبر کتاب ہے۔ اس کتاب میں علامہ ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں کہ ”علامہ ذہبیؒ وغیرہ نے (اپنی پانچویں کتاب) امام ابوحنیفہؒ کو حفاظ حدیث کے طبقہ میں شمار کیا ہے ان کے بارے میں یہ خیال رکھنا کہ ان کا مرتبہ حدیث میں چھوٹا تھا یا تو غلطی پر مبنی ہے یا حسد پر۔“ ذکرہ الذہبیؒ فی طبقات الحفاظ من المحدثین ومن زعم قلت اعتناہ بالحديث فهو اما لتساھله او حسده۔“

**ترپن جلدوں پر مشتمل اسلامی تاریخ**

**امام ابوحنیفہؒ کے مناقب نہیں اٹھا سکتا:**

اسی طرح انہوں نے ترپن (۵۳) جلدوں پر مشتمل اسلام کی ایک تاریخ

ماخذ و مصدر: (۱) تفصیل کیلئے ترجمان و ہابیہ نتائج التقليد اور طائفہ منصورہ کا مطالعہ کریں۔

لکھی ہے، اس چھٹی کتاب میں بھی امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کیا ہے۔ اور اس میں امام ابوحنیفہؒ کے تعارف کی ابتداء ”الامام العلم“ سے فرمائی ہے اور ان کے بہت سے مناقب ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: ”میں کہتا ہوں:“ اور ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اخبار اور مناقب یہ تاریخ نہیں اٹھا سکتا پس بے شک میں نے ان کے اخبار علیحدہ دو اجزاء میں لکھے ہیں۔“ قلت: واخبار ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ و مناقبہ لایحتملہا ہذا التاریخ فانی قد افردت اخبارہ فی جزئین۔ (۱)

### مناقب ابی حنیفہؒ و صاحبیہؒ:

الغرض امام ابوحنیفہؒ علامہ ذہبیؒ کی نظر میں امام اعظمؒ اور علم حدیث و فقہ کے حافظ و مجتہد اور سرخیل تھے۔ ان سے بہت سے ائمہ حدیث و فقہ نے حدیث و فقہ کا علم حاصل کیا اور اسی تعریف پر آپؒ نے کفایت نہیں فرمائی، بلکہ امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں ایک مستقل کتاب بنام ”مناقب ابی حنیفہؒ اور صاحبیہؒ“ لکھی۔ اس ساتویں کتاب میں انہوں نے امام اعظمؒ کو ”فقیہ العصر“ عالم الوقت ذو الرتبة الشریفة النفس العفیفة“ الدرجة المنیفة رضی اللہ عنہ وارضاه انقد ما اوضحه من الدین الحنیفی و امضاه کان من التابعین لهم ان شاء اللہ باحسان فانہ صح انہ رأى انس بن مالکؓ کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ علامہ موصوفؒ نے مناقب کی یہ خصوصی کتاب لکھ کر امام صاحبؒ کے ساتھ اپنی خوب عقیدت کا اظہار فرماتے ہوئے حاسدین کے منہ پر

زبردست طمانچہ مارا ہے۔ ☆ فجزاه اللہ احسن الجزاء ☆

## آٹھویں کتاب میں بھی صرف توثیق:

قارئین کرام! علامہ ذہبیؒ نے اپنی آٹھویں کتاب ”تذہیب تہذیب الکمال“ کے نام سے لکھی ہے اس میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی تعریف آٹھ صفحات پر مشتمل کی ہے لیکن ان میں توثیقی کلمات سے یاد فرمایا ہے کہیں بھی تضعیف ذکر نہیں فرمائی۔ (۱) لحاصل انہوں نے مذکورہ آٹھ کتابوں میں امام اعظمؒ کی خوب توثیق فرمائی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ موصوفؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ایک بااعتماد مسلم اور ثقہ امام تھے۔

## میزان الاعتدال میں امام ابوحنیفہؒ پر جرح کی حقیقت:

بعض لوگوں کا خیال ہے: کہ ”علامہ ذہبیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ تضعیف تھے جیسا کہ انہوں نے (اپنی نویں کتاب) میزان الاعتدال فی نقد الرجال میں امام ابوحنیفہؒ کو تضعیف کہا ہے۔“ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ علامہ ذہبیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ تضعیف تھے نہ میزان الاعتدال میں تضعیف بتایا ہے۔ بلکہ انہوں نے میزان الاعتدال میں امام موصوفؒ کو نہ صرف قوی مانا ہے بلکہ انہوں نے اسی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کو ان ائمہ میں شمار کیا ہے جن کے متعلق جرح نقل کرنا بے وقعت اور بے حیثیت ہے۔ چنانچہ علامہ موصوفؒ میزان الاعتدال کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: کہ ”جس شخص میں میرے نزدیک ضعف ہے میں نے کسی ضعف کی وجہ سے اس کو ذکر نہیں کیا، مگر صرف اس شخص کو ذکر کیا ہے جو بخاریؒ اور ابن عدیؒ وغیرہما کی کتابوں میں ہے“

لیکن میں نے صحابہ کرامؓ کو ان کی جلالت شان کی وجہ سے ذکر نہیں کیا..... اور اسی طرح میں اپنی کتاب میں ان ائمہ جن کی فروع میں اتباع کی جاتی ہے، میں سے کسی کو اسلام میں ان کی جلالت اور دلوں میں ان کی عظمت کی وجہ سے ذکر نہیں کروں گا جیسے ابوحنیفہؒ شافعیؒ اور بخاریؒ۔ پس اگر میں ان میں سے کسی کا ذکر کروں تو انصاف کے ساتھ کہوں گا اور یہ ان کو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ہاں کوئی ضرر نہیں دیتا۔ ”لا انسی نکرته لضعف فيه عندی الامکان فی کتاب البخاری وابن عدی وغیرہما۔ من الصحابة فانی أسقطهم لجلالة الصحابة ..... وكذا لانكر فی كتابی من الائمة المتبوعین فی الفروع احدا لجلالتهم فی الاسلام وعظمتهم فی النفوس مثل ابی حنیفة والشافعی والبخاری فان نكرت احدا منهم فانكره علی الانصاف وما یضره ذلك عند الله ولا عند الناس۔“ (۱)

**محترم قارئین کرام!** یہاں انہوں نے خود تصریح کی ہے کہ جو لوگ میرے نزدیک ضعیف ہیں میں ان کو ذکر نہیں کروں گا بلکہ صرف دوسروں کے اقوال ذکر کروں گا اور چونکہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق مذکورہ نو کتابوں میں توثیق کی ہے لہذا یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ ان کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ضعیف نہیں تھے اور اگلی عبارت تو بالکل واضح ہے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ کے بارے کسی نے کوئی کلام کی ہو تو ان کو ذکر نہیں کروں گا۔ اگر بالفرض میں ان حضرات میں سے کسی کو ذکر کروں تو انصاف کے ساتھ ذکر کروں گا لیکن پھر بھی میرا یہ ذکر کرنا ان کیلئے عند اللہ

وعند الناس مضر نہیں۔ یہاں اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تکلم صرف امام ابوحنیفہؒ کے متعلق نہیں ہوا ہے بلکہ امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ کو بھی کسی نے نہیں چھوڑا۔ لیکن اگر امام شافعیؒ اور صحابہ کرامؓ کے متعلق اپنے وعدہ کو نبھایا تو امام ابوحنیفہؒ کے متعلق انصاف کے ترازو کو کیوں پس پشت ڈالا جبکہ مذکورہ نو کتابوں میں انصاف کو برقرار رکھا یہ تو امام ذہبیؒ کے انصاف کے جنازہ کو نکالنے کے مترادف ہے۔ معلوم ہے کہ یہ کسی عدو اولیاء اللہ کی کارستانی ہے اور فقیر کے اس دعوے پر کئی دلائل موجود ہیں۔

**میزان الاعتدال میں امام ابوحنیفہؒ پر**

**جرح کے جھوٹ ہونے کے دس دلائل:**

الغرض علامہ ذہبیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ضعیف نہیں تھے بلکہ ان کے نزدیک امام اعظمؒ ایک معتمد عادل امام تھے جیسا کہ ان کی کتب کے حوالہ سے تفصیلی بات ہو چکی۔ میزان الاعتدال میں امام ابوحنیفہؒ پر جرح علامہ موصوفؒ پر افتراء اور بہتان ہے اور اس دعویٰ کے کم از کم دس دلائل ہیں:

۱: معتبر نسخوں میں حرف "نون" اور "من" کنتیہ ابوحنیفہؒ و ابو حوفل" میں امام ابوحنیفہؒ کا نام و نشان تک نہیں ملتا نہ اشارۃً نہ صراحۃً چنانچہ ہمارے محترم دوست پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر صاحب (ر) چیئر مین اسلامک سنٹر پشاور یونیورسٹی کے ذاتی کتب خانہ مکتبہ عمر میں پانچ جلدوں پر مشتمل "میزان الاعتدال" کا ایک ایسا نسخہ میرے سامنے ہے جو "الرسالة العالمية سوریه" سے چھپ چکا ہے۔ اس کے ناقل لکھتے ہیں: کہ "میں نے یہ کتاب اس کے جامع، شیخ الاسلام، حافظ الانام شمس

الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبیؒ پر کئی مجالس میں پڑھی۔ جن میں (پہلی مرتبہ پیش کرنے کا آخری وقت) ہفتہ کا دن اور آخری تاریخ بارہ رمضان ۴۳۷ھ تھی اور اس کی کتابت سعید بن عبد اللہ عفا اللہ عنہ نے کی، اس کے بعد لکھتے ہیں: کہ ”میں نے یہ کتاب اس کے جامع علامہ ذہبیؒ پر (دوسری مرتبہ) پڑھی جس کا آخری دن جمعہ اور آخری تاریخ ۱۲ رجب ۴۵۷ھ تھی اور اس کی کتابت علی بن عبد المؤمن بن علی شافعی بلعسبیؒ نے کی، اور اس کتاب کے اعلیٰ ورق پر تصریح فرمائی ہے: کہ ”میں نے یہ پوری کتاب میزان الاعتدال فی نقد الرجال اپنے حواشی، ملحقات اور تجارت کے ساتھ اپنی حسب طاقت اس کتاب کے جامع علامہ ذہبیؒ پر (تیسری مرتبہ) کافی عرصہ میں پڑھی جس کا آخری دن بدھ اور آخری تاریخ ۲۰ رمضان المعظم ۴۷۷ھ تھی اور اس میں مروی تمام اشیاء کے جامع نے اس کی اجازت بھی دی اور اس کی کتابت کے فرائض محمد بن علی بن عبد اللہ نے سرانجام دیئے اور انہوں نے ان تینوں دفعہ مدرسہ صدریہ دمشق میں پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کو ناقل نے علامہ ذہبیؒ پر تین دفعہ پڑھی ہے، اس کتاب کے اس جلد کی تحقیق جناب محمد رضوان، عمار الجاوی، غیاث الحاج احمد اور فادی المغربی چار حضرات نے کی ہے۔ ”اس میں غلطی سے ایک دفعہ بھی امام ابوحنیفہؒ کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ نعمان بن ثابت کی بجائے نعمان ابن راشد سے اپنی کتاب کی ابتداء فرمائی ہے۔ اسی طرح ابوحنیفہؒ گنیت والے افراد میں سے صرف دو افراد کا ذکر کیا ہے لیکن ان میں نعمان کے علاوہ دوسرے افراد ہیں۔“ (۱)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعد میں آنے والوں کی کارستانی ہے۔



**قارئین کرام! خود ان کی زبانی پڑھ کر تسلی حاصل کریں۔** "قرأت جمیع

هذا الميزان" وهو سفران على جامعہ سیدنا شیخ الاسلام 'حافظ الانام شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذهبی' ابنہ اللہ تعالیٰ فی مجالس آخرہ ایوم السبت ثانی عشر شهر رمضان سنة ثلاث واربعین وسبع مائة بالمدرسة الصدرية بدمشق وكتب سعيد بن عبد الله الاهلي عفا الله عنه .

وجاء أيضاً مانصه قرأت جمیع هذا الكتاب على جامعہ شیخنا شیخ الاسلام بركة الانام ..... الذهبی'..... يوم الجمعة ثانی عشر رجب الفرد سنة خمس واربعین وسبع مائة بمنزله فی الصدرية واقفها بدمشق المحروسة وكتب على بن عبد المؤمن بن على الشافعی البعلبکی.....

وجاء اعلى الورقة مانصه قرأت جمیع كتاب "ميزان الاعتدال فی نقد الرجال" وما على الهوامش من التخارج والحواشی والملحقات بحسب التحرير والطاقة والتؤدة على مصنفه شیخنا الامام ..... الذهبی'..... فی مواعيد طويلة كثيرة يوافق آخر هايوم الاربعاء العشرين من رمضان المعظم فی سنة سبع واربعین وسبع مائة فی الصدرية بدمشق ..... واجاز جمیع ما يرويه وكتب محمد بن على بن عبد الله. (۱)

۲: اس کتاب کے حاشیہ نگار نے لکھا ہے: ”بعض مطبوعہ میزان الاعتدال

میں نعمان بن راشد سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کا ترجمہ بھی درج ہے لیکن وہ کسی کا اپنی طرف

سے داخل کردہ کلام ہے اور مصنف کے نسخہ (أ) میں نہیں ہے اور نہ سبط ابو العجمی (س)

میں ہے اور نہ ”اللسان“ میں ہے اور یہ مصنف کے اس شرط کے مطابق بھی ہے جس میں

انہوں نے مقدمہ میں اپنے اوپر لگائی ہے جو کہ انہوں نے کہا ہے: ”اور اسی طرح میں

اپنی کتاب میں ان ائمہ جو کہ فروع میں ان کی اتباع کی جاتی ہے جن کی اسلام میں جلالت

اور لوگوں کے دلوں میں عظمت ہے کی وجہ سے میں کسی کو ذکر نہیں کروں گا۔ جیسے ابوحنیفہؒ

شافعیؒ اور بخاریؒ۔“ **وقد وقع فی مطبوع المیزان ترجمة امام ابی**

**حنيفة النعمان** وهي مقحمة فليست في نسخة المصنف (أ) ولا في

نسخة السبط ابو العجمی (س) وليست في ”اللسان“ أيضاً وهذا

يتوافق مع ما اشترطه المصنف على نفسه في مقدمة كتابه حيث قال

وكذالاً نكر في كتابي من الائمة المتبوعين..... (۱)

۳: علامہ عبدالفتاح ابوعدہ نے تین نسخوں کا ذکر کیا ہے جن میں ایک نسخہ

مؤلف پر تین دفعہ اور دوسرا نسخہ چھ دفعہ پڑھا گیا ہے۔ (۲) ان نسخوں میں فقیر کے ذکر

کردہ نسخہ کی نشاد ہی بھی فرمائی ہے۔ لیکن ان میں بھی امام ابوحنیفہؒ کا ذکر نہیں ہے۔

۵: علامہ ابن حجر عسقلانی نے ”لسان المیزان“ میں

۶: علامہ حسیبیؒ ابوالمحسن محمد بن علی العلوی الحسیبیؒ (و ۱۵ھ م ۶۵ھ) اور

۷: علامہ حافظ ابو الفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسین عراقیؒ (۸۰۶ھ) نے اپنی

اپنی کتابوں میں علامہ ذہبیؒ کے ذکر کردہ ضعفاء کے علاوہ مزید ضعفاء کے اضافے کئے ہیں لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی اپنی ضعفاء کی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کو ذکر نہیں کیا، بلکہ اس کے برعکس علامہ ابن حجرؒ نے اپنی کتابوں میں اور علامہ حسیبیؒ نے امام موصوفؒ کا ذکر "ثقات" میں کیا ہے۔ اب اگر ہم میزان الاعتدال کا وہ مطبوعہ نسخہ لے لیں، جس کے جلد ۳ صفحہ ۲۳ پر دو سطروں میں دفاع اور ثقاہت کی بجائے جرح اور ضعف بیان کی گئی ہے، تو یہ امام ابوحنیفہؒ کی شان میں مدح کی بجائے قدح ہے اور یہ انصاف کے خلاف ہے، کیونکہ خود انہوں نے اپنی دوسری کتابوں میں ان کی ثقاہت اور عدالت ذکر کی ہے، بلکہ علامہ حسیبیؒ نے تو امام مالکؒ کی مؤطا اور ائمہ ثلاثہ کے مسندات کے تمام روایات صحیح قرار دیئے ہیں۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: فان كتاب المؤطا للامام مالك رضى الله عنه هو مذهبہ الذی یدین اللہ بہ اتباعہ و مقلدوہ مع انه لم یرو فیہ الاالصحيح وكذلك مسند الامام الشافعی موضوعه لادلتہ علی ما صح عنده من مروياته كما هو موجود فی مسنده وغیره وكذلك مسند الامام ابی حنیفة ومسند الامام احمد اعم من ذلك كله واشمل" (۱)

۸: علامہ ابوالفضل عراقیؒ اپنی شرح الفیہ: ۳/۲۶۰ میں لکھتے ہیں: "علامہ ذہبیؒ نے ائمہ متبوعینؒ میں سے کسی کو بھی ذکر نہیں کیا۔" "ولكنه ای ابن عدی ذکر فی کتاب "الکامل" کل من تکلم فیہ وان کان ثقة وتبعه علی ذلك الذہبی فی "المیزان" الا انه لم یذکر احدامن الصحابة والائمة المتبوعین۔" (۲)

۹: علامہ حافظ شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبدالرحمن سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) شرح الفیہ: ۴۷۷ میں فرماتے ہیں: ”علامہ ذہبیؒ نے ہر اس شخص جس کے متعلق تکلم کیا گیا ہے، ابن عدیؒ کی اتباع کی ہے، اگرچہ وہ ثقہ ہوں، کے باوجود یہ التزام کیا ہے کہ صحابہؓ اور ائمہ متبوعینؒ میں سے کسی کو بھی ذکر نہیں کریں گے۔“ مع انه ای الذہبی تبیع ابن عدی فی ایراد کل من تُکَلِّم فیہ ولو کان ثقہ لکنہ التزم ان لا یذکر احدامن الصحابة ولا الائمة المتبوعین۔ (۱) اور

۱۰: تدریب الراوی شرح تقریب النوای: ۵۱۹ میں علامہ جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمن بن الکمال سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کا ارشاد ہے: ”مگر علامہ ذہبیؒ نے کسی صحابیؓ یا ائمہ متبوعینؒ میں سے کسی کو ذکر نہیں کیا“۔ الا انه ای الذہبی لم یذکر احدا من الصحابة ولا الائمة المتبوعین۔ (۲) ”تلك عشرة كاملة“

علاوہ ازیں تہذیب الکمال فی اسماء الرجال کے محشی ڈاکٹر بشار عواد معروف استاد اور رئیس قسم التاریخ بکلیۃ الآداب جامعہ بغداد لکھتے ہیں: ”ابوحنیفۃ النعمان ابن ثابت امام کبیر من الائمة فقیہ عظیم من فقہاء الاسلام وقد تکلم فیہ بعض الناس وتناولوا علیہ بسبب الرأی وزعموا أن الامام الذہبی ترجمہ فی ”المیزان“ ہوی ترجمۃ مدسوسۃ۔ ففی خزانه کتبی نسخه المؤلف التي بخطه مصورة وليس فیہ ترجمته الخ“ (۳) یعنی ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ائمہ میں سے بہت بڑے امام فقہاء اسلام میں سے عظیم فقیہ تھے اور تحقیق بعض لوگوں نے ان کے بارے میں تکلم کیا ہے اور رائے

وقیاس کی وجہ سے ان پر دست داری اور زبان درازی کی ہے اور انہوں نے خیال کیا ہے کہ امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں آپؒ کا ترجمہ ذکر کیا ہے حالانکہ یہ ترجمہ فریب اور چالاک کی کے ساتھ دھنسیا گیا ہے۔ پس میرے کتب خانہ میں مؤلف کے اس نسخہ کا فوٹو سٹیٹ ہے جو کہ ان ہی کے خط کا ہے اور اس میں امام ابوحنیفہؒ کا ترجمہ نہیں ہے۔

**قارئین کرام!** اب ان ٹھوس حوالوں سے انکار کرنے کی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ گوائمہ متبوعین کی صف سے نکالا جائے اور یہ دن کے وقت سورج سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ علامہ ذہبیؒ کے نزدیک ابوحنیفہؒ صرف امام ہی نہیں تھے بلکہ امام اعظم اور ثقہ حافظ الحدیث تھے۔

### علامہ ابن عدیؒ کی تضعیف:

بعض لوگ امام ابوحنیفہؒ کی تضعیف پر علامہ ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی شافعیؒ (م ۳۶۵ھ) کی جرح نقل کرتے ہیں: کہ ”انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو ضعیف قرار دیا ہے۔“ لیکن ابتداء میں انہوں نے احناف کے ساتھ سوء اعتقاد کی وجہ سے انتہائی تعصب سے کام لیا تھا، جیسا کہ انہوں نے امام شافعیؒ کے ساتھ حسن اعتقاد کی وجہ سے ان کے شیخ ابراہیم بن محمد ابن ابی یحییٰ الاسلامی کے متعلق انتہائی حسن عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: کہ ”میں نے ان کی احادیث میں بہت نظر و فکر کی پس میں نے ان سے کوئی منکر حدیث نہیں پائی۔ حالانکہ اس کے متعلق اہل نقد و جرح کے اقوال بہت زیادہ ہیں جیسا کہ امام احمد و ابن حبان اور عجمیؒ فرماتے ہیں: کہ ”وہ مدنی، رافضی، جہمی اور قدری تھے اس کی احادیث نہ لکھی جائے بلکہ بے شمار نقاد نے ان

کی تکذیب کی ہے اور اگر امام شافعیؒ ان سے امام مالکؒ جیسے زیادہ احادیث حاصل نہ کرتے تو ابن عدی اس کی تقویت میں کوشش نہ کرتے۔ انہوں نے ابن عقدہ جیسے لوگوں کے قول کو سند پکڑتے ہوئے تعدیل کی ہے اور میں نہیں جانتا کہ ان کی زبان مثل امام محمد بن الحسنؒ (صاحب ابی حنیفہؒ) کے علم سے استغناء کے ساتھ کیسی چلتی ہے حالانکہ ان کے امام امام محمدؒ کے علم سے مستغنی نہیں ہیں۔ “نظرت الکثیر من حدیثہ فلم اجد له حدیثا منکرا” (۱) مع انک تعلم اقوال اهل النقد فیہ کاحمد وابن جبان قال العجلی مدنی رافضی جہمی قدری لایکتب حدیثہ بل کذبہ غیر واحد من النقد ولولان الشافعی کان یكثر منه قدر اکثاره من مالک لما سعی ابن عدی فی تقویة امره استنادا الی قول مثل ابن عؤدة ولا ادری کیف ینطلق لسان ابن عدی بالاستغناء عن علم مثل (محمد بن الحسن)؟ واماہ لم یستغن عن علمہ۔” (۲)

### علامہ ابن عدی کی ایک عیب:

قارئین کرام! آپ حضرات جانتے ہیں کہ میزان الاعتدال کا اصل ماخذ کامل ابن عدی ہے اور علامہ ابن عدی کے معایب میں سے ایک عیب یہ ہے کہ وہ کسی آدمی میں کسی حدیث کی وجہ سے اس لئے بھی عیب لگاتا ہے کہ وہ اس حدیث کے راوی کی آفت ہوتی ہے خود اس آدمی جس سے یہ حدیث نقل کی جاتی ہے کی آفت نہیں ہوتی۔ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں کئی مقامات پر اس کا اقرار کیا ہے اور اسی قبیل سے ماخذ و مصادر: (۱) کامل ابن عدی: ۱/۲۲۰ (۲) فقہ اہل العراق وحدہ ششم: ۸۳/الرفع والتکمیل: ۱۴۲/۱۴۳

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق علامہ ابن عدی کا کلام ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق تین سو احادیث کا کلام کیا ہے اور یہ احادیث اباہ بن جعفر نجریؒ کی روایت سے ہیں۔ انہوں نے ان احادیث میں جو مواخذات کئے ہیں وہ سب اسی راوی اباہ (جو کہ علامہ موصوف کے شیخ ہیں) کا نقصان ہے نہ کہ امام ابوحنیفہؒ کا ہیں، لیکن ان کو امام ابوحنیفہؒ کے سر توپ رہے ہیں اور یہ کتنا ظلم ہے اور علیٰ ہذا القیاس علامہ ابن عدیؒ کے باقی مواخذات کا حال ہے۔

**ابن عدیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی احادیث میں مسند تالیف کی:**

**ناظرین کرام!** ابن عدیؒ فقہ، نظر اور علوم عربیہ سے دور اور ابتداء میں امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحابؒ میں طویل زبان تھے پھر اس کے بعد انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی صحابہؒ کی صحبت اختیار کی اور ان سے علم حاصل کرنے لگے۔ اس کے بعد ان کا حال کچھ آسان ہو گیا یہاں تک کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی احادیث میں ”مسند“ تالیف کی۔

**میزان الاعتدال کا دیباچہ:**

الغرض علامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب میزان الاعتدال میں امام ابوحنیفہؒ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اگر بالفرض علامہ ذہبیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا ذکر بھی کیا ہو تو یہ بھی قبیح نہیں کیونکہ انہوں نے خود میزان الاعتدال کے دیباچے میں فرمایا ہے: کہ ”اس کتاب میں ان لوگوں کا ذکر ہے جس کی بابت اس کی ثقاہت اور جلالت کے باوجود ادنیٰ لئین اور اقل تخریح کی وجہ سے تکلم کیا گیا ہے۔ پس اگر ابن عدیؒ وغیرہ کتب جرح کے مؤلفین ان حضرات کو ذکر نہ کرتے تو میں ان کی ثقاہت کی وجہ سے ان کو ذکر نہ کرتا اور اس

کتاب میں نے اپنی رائے استعمال نہیں کی کہ میں ائمہ مذکورین کی کتب میں کسی کا نام حذف کروں جو کہ لین کی وجہ سے مذکور ہو اور وجہ خوف اس بات کی کہ کوئی مجھ پر تعقیب کرے اور (یہ بعض حضرات اگرچہ میرے نزدیک ثقہ ہیں لیکن میں نے ان کا اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اور) میں نے ان کو اس وجہ سے ذکر نہیں کیا ہے کہ وہ میرے نزدیک ضعیف ہیں۔ (بلکہ ابن عدیؒ وغیرہ مؤلفین جرح کے ذکر کرنے کی وجہ سے ان کا ذکر کیا ہے۔)“

## میزان الاعتدال کا خاتمہ اور الکامل فی

الضعفاء لابن عدیؒ میں ثقات نشانے پر:

علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال کے آخر میں فرمایا: ”پس اس (کتاب) کا اصل اور موضوع ضعفاء میں ہے اور اس میں بہت سے ثقات کا ذکر ہے۔ میں نے ان کا ذکر ان سے ضعف دور کرنے کی وجہ سے کیا ہے یا اس وجہ سے ذکر کیا ہے کہ ان میں ضعف کے ساتھ کلام کرنا غیر مؤثر ہے۔“

## علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں اپنا وعدہ نبھایا:

علامہ ذہبیؒ نے میزان میں اس وعدے کو پورا کیا ہے۔ چنانچہ ترجمہ ”جعفر ابن ایاس واسطیؒ حماد بن ابی سلیمان الکوئیؒ، محمد بن ہلالؒ ثابت بنائیؒ، احمد بن صالح المصریؒ اشعث بن عبد الملک الحمرائیؒ، اویس قرنیؒ وغیرہ حضرات کی توثیق اور ان مؤلفین کی تعقیب کی ہے۔ جنہوں نے مذکورہ حضرات کی تضعیف بیان کی ہے۔ (۱)

ماخذ و مصدر: (۱) تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں: الرفع والکمال مع حاشیہ: ۱۳۳ تا ۱۳۷



**قارئین کرام! غور طلب امر ہے کہ علامہ ذہبیؒ نے ابتداء میں جن حضرات**

کے ذکر کرنے سے اجتناب کا وعدہ کیا ہے۔ ان حضرات میں امام ابوحنیفہؒ کا نام صراحتاً ذکر کیا تھا، البتہ انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر میں ان میں سے کسی کا ذکر کروں گا تو انصاف کے ساتھ کروں گا۔ اب علامہ ذہبیؒ نے مذکورہ نو اور کل چودہ تصنیفات میں امام ابوحنیفہؒ کی توثیق اور اس ایک کتاب میں تضحیف کی ہے تو اگر امام ابوحنیفہؒ ان کے نزدیک قوی اور عادل ہیں اور دوسرے حضرات کی طرح میزان الاعتدال میں اس قدر کوز کر کے اس پر چھپ چاپ گزرتے ہوئے ابن عدی وغیرہ کی تردید سے اجتناب کرتے ہوں تو یہ علامہ ذہبیؒ کی عدل پر بڑا دھبہ ہے لیکن اگر ان کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ عادل کی بجائے ضعیف ہوں تو کسی ضعیف راوی کا بارہ کتب میں پورے زور سے توثیق کرنا حتیٰ کہ آپ کو تذکرۃ الحفاظ میں امام اعظمؒ کے لقب سے ملقب کرنا بھی علامہ ذہبیؒ کی عدالت پر بڑا داغ ہے۔ اس لئے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کلام کسی کا مدرج ہے اور علامہ ذہبیؒ اس بہتان سے مبرا ہیں۔ واللہ اعلم۔

آئیے فقیر کے دعویٰ کی توثیق کیلئے ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ طبقات کبریٰ کے حاشیہ نگار ڈاکٹر علی محمد عمیر صاحب لکھتے ہیں: ”اور علامہ ذہبیؒ نے اپنی اس کتاب میزان جس کو اپنے خط سے لکھا ہے، میں امام ابوحنیفہؒ کو ذکر نہیں کیا۔“ ولم يذكره

الذہبی فی میزانہ الذی بخطہ۔ (۱)

الغرض علامہ ذہبیؒ نے اپنی چودہ کتابوں میں امام ابوحنیفہؒ کو ثقہ قرار دیا ہے اور

کتاب المغنی فی الضعفاء میں رقم ۶۶۵۱ تا ۶۶۵۲/۲: ۳۵۴، ۳۵۵ تک نعمان کے نام

سے چھ افراد ذکر کئے ہیں اور رقم ۴۲۱: ۷/۲/۴۶۲ پر ابوحنیفہ کے نام سے "لا يعرف" کے ساتھ صرف ایک آدمی کا ذکر کیا ہے، لیکن ان سات افراد میں امام اعظمؒ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ البتہ مقتنیٰ فی سرد الکنیٰ رقم ۱۸۲۴: ۱/۲۰۴ طبع المجلس العلمی الجامعة الاسلامیة بالمدينة المنورة میں صرف ایک ثقہ ابوحنیفہؒ کا ذکر ہے اور اس میں امام ابوحنیفہؒ کے نام کی وضاحت ہے۔ ہاں ان میں سے بعض کتب میں صرف ثقہ ہی نہیں بلکہ آپؒ کو "حافظ الحدیث" بھی تسلیم فرمایا ہے۔ جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ میزان الاعتدال میں علامہ ذہبیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا ترجمہ ذکر نہیں کیا، بلکہ یہ اولیاء اللہ کے کسی دشمن کی کارستانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء اللہ کی عداوت سے بچائے ☆ آمین ☆

### علامہ ذہبیؒ کی چودہ کتابیں:

علامہ ذہبیؒ کی وہ چودہ کتابیں جن میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق فرمائی ہے۔ درج ذیل ہیں۔

- (۱) تذکرۃ الحفاظ (۲) طبقات الحفاظ من المحدثین (۳) سیر اعلام النبلاء
- (۴) العمر فی خبر من غمر (۵) تذهیب تہذیب الکمال (۶) الکاشف (۷) من لہ
- روایۃ فی الکتب الستہ رقم ۵۸۴۵ (۸) لمقتنیٰ فی سرد الکنیٰ (۹) ست رسائل
- للذہبیؒ (رسالہ ذکر من اشہر بکنیۃ من الاعیان رقم: ۱۶۷) (۱۰) تاریخ
- اسلام (۱۱) دول الاسلام: سۃ احدى وخمسين و مائة: ۱/۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲) مناقب ابی حنیفہؒ
- وصاحبہ (۱۳) المنہج اور (۱۴) مقدمۃ میزان الاعتدال۔

## علامہ ابن عدی کے کارنامے:

باقی رہی علامہ ابو احمد عبداللہ بن عدی جرجانی (م ۳۶۵ھ) کا حال تو علامہ ذہبیؒ، علامہ عراقیؒ، علامہ سخاویؒ اور علامہ سیوطیؒ کی تصریح سے معلوم ہوا کہ علامہ ابن عدی نے صرف امام ابوحنیفہؒ کو ضعفاء میں دھکیلنے کی کوشش نہیں کی بلکہ انہوں نے صحابہ کرامؓ اور بہت سے ثقات علماء کے متعلق بھی زبان چلانے کے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ حالانکہ تمام اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک کل صحابہؓ عادل ہیں "الصحابۃ کلہم عدول" پس جو شخص صحابہ کرامؓ کے بارے میں غیر محتاط ہو اگر وہ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق زبان چلائیں تو یہ کیا بعید ہے۔

## علامہ ابن عدی کی تحریر کردہ مسند:

حقیقت یہ ہے کہ علامہ ابن عدیؒ نے ابتداءً امام ابوحنیفہؒ کے متعلق زبان چلائی تھی لیکن آخر میں امام طحاویؒ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے بعد امام ابوحنیفہؒ کے مداح بنے یہاں تک کہ امام ابوحنیفہؒ کی احادیث کی مسند بھی جمع کی۔

## امام ابوحنیفہؒ پر علامہ عقیلیؒ کی جرح:

علامہ ابن مدینیؒ کے علاوہ علامہ ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد عقیلیؒ (م ۳۳۲ھ) نے بھی امام ابوحنیفہؒ پر جرح کی ہے، لیکن علامہ موصوف کی جرح کا بھی اعتبار نہیں کیونکہ وہ جرح میں اکبر المصنئین تھے اور انہوں نے بہت سے ثقہ رواۃ کو تنقید و جرح کا نشانہ بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ذہبیؒ نے میزان میں ان کی انتہائی سخت الفاظ میں تردید کی ہے۔

## اے عقیلی! کیا تمہاری عقل نہیں؟:

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: ”اے عقیلی! کیا تمہاری عقل نہیں؟ کیا تم جانتے ہو تم کس کی بابت بات کرتے ہو؟ گویا کہ تم نہیں جانتے کہ ان میں سے ہر ایک تم سے بہت سے طبقات کے ساتھ اوثق ہے۔ بلکہ ان ثقات سے بھی زیادہ ثقہ ہے جن کو تم نے اپنی کتاب میں ذکر کئے ہیں۔“

## علامہ ابن مدینیؒ علامہ عقیلی کے نشانے پر:

علامہ عقیلیؒ نے علامہ ابن مدینیؒ ان کے شاگرد محمد اور شیخ عبدالرزاق عثمان ابن ابی شیبہ، ابراہیم بن سعد، عفان، ابان، عطار، اسراہیل، ازہرمان، بہر بن اسد، ثابت بنانی، جریر بن عبدالحمید رحمہم اللہ تعالیٰ پر تنقید کی ہے جس کی وجہ سے علامہ ذہبیؒ نے ان پر غصہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے: ”اگر ان حضرات کی احادیث چھوڑ دی جائیں تو البتہ ہم دروازے بند کریں گے اور خطاب کٹ جائے گی اور البتہ آثار ختم ہو جائیں گی۔“ ”افما لك عقل يا عقيلي؟ اتدري فيمن تتكلم؟ كانك لاتدري ان كل واحد من هؤلاء اوثق منك بطبقات بل واوثق من ثقات توردهم في كتابك ونقم عليه ان يتكلم في ابن المديني.....“

وانقطع الخطاب ولمات الآثار۔ (۱)

ماخذ و مصدر: (۱) حاشیہ فقہ اہل العراق وحد شہم: ۸۵۸۴

## امام ابوحنیفہؒ پر علامہ عقیلیؒ کی جرح کی حیثیت:

الحاصل علامہ عقیلیؒ نے جس طرح صحیحین کے قوی رواۃ ثقات سے نکال کر ضعاف میں دھکیل دئے ہیں اسی طرح امام ابوحنیفہؒ بے چارے کے ساتھ بھی معاملہ کیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص صحیحین کے رواۃ کی بابت علامہ عقیلیؒ کی بات حجت نہیں جانتا تو ہم پر کیا مصیب آپڑی ہے کہ ہم امام الحدیث رئیس الحفاظ اور قدوۃ المجتہدین کی بابت ایک متعصب کی بات حجت تسلیم کریں، جبکہ علماء حدیث متعصب شخص کی جرح کو ردی ٹوکری میں ڈالتے ہیں۔

## امام بخاریؒ کا امام ابوحنیفہؒ کے متعلق کلام:

**قارئین کرام!** امام بخاریؒ کی محدثانہ جلالت شان روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ ان کی محدثانہ عظمت تمام علماء جانتے اور مانتے ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان سے باقی کتب کا ثبوت ان کی "الجامع الصحیح" کی طرح نہیں ہے اس کے علاوہ اسانید میں ان کی نظر ایک جدا طرز کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق نعیم بن حماد یا محمدی جیسے اشخاص سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ نعیم بن حماد اگرچہ حافظ الحدیث تھے اور بعض علماء نے ان کی توثیق بھی کی ہے، لیکن وہ امام ابوحنیفہؒ کی قدح میں جھوٹی حکایات بنایا کرتے تھے اور امام اعظمؒ کے متعلق بہت بڑے متعصب تھے۔ چنانچہ علامہ حافظ ابوہریرہؒ دلابیؒ حافظ نعیمؒ کی بابت کہتے ہیں: "امام نسائی نے کہا: "نعیم ضعیف تھے اور ان کے علاوہ دوسروں نے کہا: کہ "وہ سنت کی تقویت میں احادیث گھاڑتے تھے اور امام ابوحنیفہؒ پر عیب لگانے میں حکایات بناتے

تھے جو کہ تمام کے تمام حکایات جھوٹی ہوتی تھیں۔“ اور یہی بات ابو الفتح ازدیؒ نے بھی کہی ہے۔ ”قال النسائی: ضعيف وقال غيره كان يضع الحديث في تقوية السنة وحكايات في ثلب ابى حنيفة كذا كذب۔“ (۱) وقال ابو الفتح ازدي: قالوا كان يضع الحديث في تقوية السنة وحكايات مؤرزة في ثلب ابى حنيفة كذا كذب۔“ (۲)

### امام حمیدیؒ اور امام نسائیؒ کی جرح کی حیثیت:

اسی طرح امام حمیدی اور امام نسائی کا حال ہے یہ دونوں بھی امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ انتہائی زیادہ مذہبی تعصب رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی جرح میں کئی جگہوں میں بے جا سختی کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب میں افضل التابعین اولیس قرنیؒ کو بھی ضعف کا نشانہ بنایا ہے۔ پس جو شخص صحابہ کرامؓ یا افضل التابعینؒ جیسی ہستیوں پر جرح نقل کرتا ہے تو اس کی جرح کی کیا حیثیت ہوگی۔ آپ حضرات خود فیصلہ کریں۔

### ۳۵۔ علامہ ابن ایبک الصفدیؒ:

علامہ ذہبیؒ کے شیخ اور تلمیذ رشید علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدیؒ (۶۹۶ یا ۶۹۷ھ تا ۷۶۷ھ یا ۷۶۸ھ) جن کو علامہ ذہبیؒ ”الامام العالم البلیغ“ کے الفاظ سے یاد فرماتے ہیں۔ امام ابن کثیرؒ علامہ سبکیؒ اور حسینیؒ وغیرہ نے ان کی توصیف و تعریف اور توثیق کی ہے۔ (۳) صاحب تہذیب الکمال ان کے متعلق ”امام المحدثین“ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور لکھتے ہیں: ”اگر امام دارقطنیؒ

ماخذ ومصادر: (۱) تہذیب التہذیب: ۴/۲۳۵ (۲) ایضاً: ۴/۲۳۶ (۳) دیکھئے: الدرر الکامہ فی اعیان الملئ

زندہ ہوتے تو ان کی جگہ درس دینے سے حیا کرتے۔“ (۱)

امام ابوحنیفہؒ نبی کریم ﷺ کی حدیث کو علی الرأس والعین قبول

کرنے والے اور آثار صحابہؓ کو اپنی رائے پر ترجیح دینے والے تھے:

علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: ”الامام ابوحنیفہؒ الامام اور العلم تھے۔ عطاء بن

ابی رباحؒ ابو جعفر باقرؒ وعدد کثیر سے احادیث روایت کیں اور امام حمادؒ سے فقہ حاصل کیا

اور اپنے زمانہ کے فقہ اور تفریح و تخریج مسائل اور قیاس میں رئیس بن گئے اور امام زفرؒ

و بہت سے لوگوں کے شیخ، ریشم کے بیچنے والے تھے۔ اپنے کسب سے کھاتے تھے اور

زہد و تقویٰ کی وجہ سے بادشاہ کے تحفے تحائف قبول نہیں کرتے تھے۔ سب سے زیادہ

سخی، جواد، عقلمند اور ذکی تھے۔ دین، عبادت، تہجد، کثرت تلاوت اور قیام اللیل والوں میں

شمار ہوتے تھے۔ جائے وفات میں سات ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا تھا۔ ابن معینؒ

وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ بعض قیاس کے مخالف تھے بلکہ ان کو بول فی المسجد سے بھی برا

جانتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث کو علی الرأس والعین قبول کرنے والے اور آثار

صحابہؓ کو اپنی رائے پر ترجیح دینے والے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ضعیف حدیث

قیاس اور رائے سے اولیٰ و بہتر ہے:

علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: علامہ ابن حزمؒ نے کہا: ”تمام حنفی اس بات پر متفق

ہیں کہ بے شک مذہب ابی حنیفہؒ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس

اور رائے سے اولیٰ و بہتر ہے۔“ نیز علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: یحییٰ بن سعیدؒ نے کہا: کہ ”ہم اللہ تعالیٰ کی تکذیب نہیں کر سکتے ہم نے ابوحنیفہؒ کی رائے سے بہتر رائے نہیں سنی اور ہم نے ان کے اکثر اقوال پر عمل کیا ہے۔ امام عبداللہ بن مبارکؒ سے بہت سے اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ علاوہ ازیں آپؒ کی مدح میں کئی اوراق پر مشتمل بحث کی ہے۔ (۱)

### ۳۶۔ امام ابوحنیفہؒ علامہ یافعیؒ کی نظر میں:

امام ابو محمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان یافعی یمینی کئی (م ۶۸۷ھ) نے اپنی تاریخ میں امام ابوحنیفہؒ کا ترجمہ قائم کیا ہے اور اس میں علامہ خطیب بغدادیؒ سے بھی چند اقوال نقل کئے ہیں لیکن اس کتاب میں انہوں نے امام اعظمؒ کے متعلق ضعف کا ایک حرف تک نہیں لکھا۔ البتہ آپؒ کو ”فقیہ العراق الامام کان من الانکباء جامعاً بین الفقه والعبادة والورع والسخاء اورع اعقل چار صحابہؓ کی ملاقات کی سعادت حاصل کرنے والے عالم عامل زاہد تقی“ کثیر الخشوع، دائم التضرع الی اللہ تعالیٰ وغیرہ جیسی صفات سے یاد فرمایا ہے۔“ اور اس زمانہ میں عالم کا لفظ حدیث کے جاننے والے کیلئے بولا جاتا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ علامہ یافعیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ صرف فقیہ نہیں تھے بلکہ محدث بھی تھے۔“

### ۳۷۔ حافظ ابن کثیرؒ کی گواہی:

حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر قرظی دمشقیؒ (م ۷۷۴ھ)“

ماخذ ومصادر: (۱) تلخیص از الوانی بالوفیات: ۲۷/۸۹ تا ۹۳ (۲): ”مرآة الجنان وعبرة اليقظان: السنة ۱۵۰:



امام اعظم کو "الامام فقیہ العراق احد ائمة الاسلام السادة الاعلام احد اركان العلماء" احد الائمة الاربعة اصحاب المذاهب المتبعة اور "ادرك عصر الصحابة" کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت انسؓ کی زیارت سے مشرف ہونے کے قائل، بلکہ سات صحابہ کرامؓ سے ملاقات کو بھی ذکر کرتے ہیں، البتہ صحابہ کرامؓ سے بلا واسطہ ایک ایک روایت کو ذکر کرنے کے باوجود ان پر ضعف کا قول کرتے ہیں، لیکن یہ ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ فضائل اعمال اور مناقب رجال میں ضعیف روایات بھی مقبول اور معمول بہا ہوتی ہیں بلکہ طرق کے کثیر ہونے کی وجہ سے یہ روایات حسن اور صحیح کے درجہ تک پہنچتی ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ امام ابوحنیفہؒ کے فقہ و حدیث میں تبحر علمی کے قائل تھے۔ امام سحلی بن معینؒ سے آپؒ کی ثقاہت نقل کی ہے اور یحییٰ بن سعید قطانؒ سے آپؒ کے قول پر فتویٰ دینے کو اختیار کرنے کا ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں کئی ائمہ کرامؒ سے امام ابوحنیفہؒ کی تبحر علمی نقل کی ہے، جن میں فقیر صرف چار ائمہ کرامؒ کے اقوال ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔ چنانچہ آپؒ تحریر فرماتے ہیں: عبد اللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں: "اگر اللہ تعالیٰ میری مدد ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ سے نہ فرماتے تو میں باقی (عام) لوگوں کی طرح ہوتا۔" اور سفیان ثوریؒ اور عبد اللہ بن المبارکؒ نے فرمایا: کہ "امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ میں تمام روئے زمین میں سب سے زیادہ فقہ (حدیث کے معانی و مطالب) کے جاننے والے تھے۔" "كان ابوحنيفة افقه اهل الارض في زمانه."

عبد اللہ بن داود خزیمیؒ فرماتے ہیں: "لوگوں کیلئے مناسب ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو اپنی نمازوں میں دعا کیا کریں، کیونکہ انہوں نے لوگوں کیلئے فقہ اور سنن کو

محفوظ کیا۔ ”ینبغی للناس ان يدعوا فی صلاتهم لابی حنیفۃ لحفظه  
الفقه والسنن علیہم۔“

امام مکی بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ تمام روئے زمین کے لوگوں  
میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ ”کان اعلم اهل الارض۔“ (۱) یاد رہے کہ ان دنوں  
عالم کا لفظ قرآن و سنت کے جاننے والے کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ  
امام بخاریؒ کے ثلاثیات کے مایہ ناز شیخ امام اعظمؒ کو روئے زمین میں قرآن و سنت کے  
سب سے بڑے عالم جانتے ہیں، لیکن افسوس صد افسوس! بخاری کے نام لیواؤ! مذہب  
لوگ امام ابوحنیفہؒ کو احادیث سے بے خبر اور اپنی رائے مسلط کرنے والے بتاتے ہیں۔

### ۳۸۔ علامہ عبدالقادر قرشیؒ کی گواہی:

علامہ محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابوالوفاء  
قرشی حنفیؒ (۶۹۶ھ م ۷۷۵ھ) نے پانچ جلدوں پر مشتمل امام ابوحنیفہؒ کے مقلدین  
و تبعین حضرات کے مناقب و فضائل میں ایک کتاب بنام ”الجواهر المضية فی  
طبقات الحنفیة“ لکھ کر یہ واضح فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ایک ایسے امام تھے کہ  
محدثین اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت نے نہ صرف یہ کہ ان کی مہارت فی الحدیث  
والفقه تسلیم کی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپؒ کی تقلید کو اپنا ہار بنا کر ان کو اپنا مقتدا  
بنایا ہے۔ علامہ قرشیؒ نے اپنی اس کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کو ”الامام الاعظم“ کہتے  
ہوئے ان کا نسب نامہ حضرت آدم علیہ السلام تک ذکر کیا ہے جن میں کئی نام سید  
الکوین ﷺ کے اعلیٰ اجداد کے ذکر کئے ہیں اور بہت سے تابعینؒ سے احادیث

پڑھنے اور چار ہزار تلامذہ کی جمع غفیر کا احادیث میں شیخ بننے کی سعادت کا شرف ملنے کا لکھا ہے اور پھر امام مسعر بن کدّامؒ، شعبہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، یحییٰ بن معینؒ، یزید بن ہارونؒ، علی بن مدینیؒ، ابوداؤد سجستانیؒ، طحاویؒ، یحییٰ بن آدمؒ، حسن بن صالحؒ، ابو یوسفؒ، یونس بن عبدالاعلیٰؒ، ابن عبدالبرؒ، قباہ بن سوارؒ جیسے ائمہ سے ”امام ابوحنیفہؒ کی جلالت شان فی الحدیث والفقہ“ نقل کی ہے اور پھر آپؒ کو جدا ایک فصل میں ”امام الجرح والتعدیل“ بتایا ہے اور امام ترمذیؒ کی کتاب العیال، امام بیہقیؒ کی کتاب ”المدخل لمعرفة دلائل النبوة“ وغیرہ حضرات سے مختلف روایات جرح وتعدیل نقل کی ہیں۔

### ☆ فجزاه اللہ احسن الجزاء ☆

## ۳۹۔ مؤرخ شہیر علامہ ابن خلدونؒ:

مؤرخ شہیر محقق کبیر نادرۃ العصر علامہ عبدالرحمن بن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ صرف ایک محدث ہی نہیں تھے، بلکہ آپؒ امام اعظمؒ کو ”علم حدیث میں کبار مجتہدین“ میں سے شمار کرتے تھے۔ چنانچہ آپؒ اپنی بے نظیر اور لاجواب کتاب تاریخ ابن خلدون کی پہلی جلد مقدمہ ابن خلدون میں لکھتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ کے علم حدیث میں بڑے مجتہدین میں سے ہونے کی یہ دلیل ہے کہ ان کے مذہب پر ردّ اذقبولاً اعتماد اور بھروسہ کیا گیا ہے۔“ ویذلل علیٰ انہ من کبار المجتہدین فی علم الحدیث اعتماداً مذہبہ بینہم والتعویل علیہ واعتبارہ رداً وقبولاً۔ (۱)

## ۴۰۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر العسقلانیؒ:

علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) امام ابوحنیفہؒ کے مداح تھے اور ان کی تضعیف سے دور بھاگتے تھے۔ بعض نادانوں کا خیال ہے: کہ ”علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی تضعیف کی ہے۔“ حالانکہ ان کے متعلق یہ قول کرنا ان پر محض افتراء اور صریح بہتان ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ کی ”تقریب التہذیب“ وہ کتاب ہے جس میں انہوں نے اعدل قول نقل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، لیکن اس کتاب میں اعدل قول کے وعدہ کے باوجود امام کی تضعیف پر تصریح تو درکنار ضعف کی صرف اشارہ تک نہیں کرنا، بلکہ اس کے بالمقابل امام ابوحنیفہؒ کے تذکرہ میں ”الامام“ کے توثیقی الفاظ ذکر کرنا، اور ان کو ترمذی، نسائی، کاراوی شمار کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ثقہ اور قوی تھے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ”اور اسی سبب سے جارحین کی جرح امام ابوحنیفہؒ کے حق میں مقبول نہیں ہے۔ مثلاً بعض نے کثرت قیاس کی وجہ سے اور بعض نے قلت عربیت کی وجہ سے اور بعض نے قلت روایت کی وجہ سے ان پر جرح کی ہے، لیکن یہ ایسی جرح ہے۔ جس سے راوی میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوتا، لہذا یہ جرح مقبول نہیں، بلکہ مردود ہے۔“ ومن ثم لم يقبل جرح الجارحين في الامام ابى حنيفة حيث جرحه بعضهم بكثرة القياس وبعضهم بقلة معرفة العربية وبعضهم بقلة رواية الحديث فان هذا كله جرح بما لا يجرح الراوى۔

حافظ شمس الدین سخاویؒ ”الجواهر الدرر فی ترجمہ شیخ الاسلام

ابن حجرؒ میں لکھتے ہیں: کہ ”شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ سے اس مسئلہ کی بابت دریافت کیا گیا جو کہ امام نسائیؒ نے اپنی کتاب ”الضعفاء والمتروکین“ میں امام ابوحنیفہؒ کے متعلق لکھا ہے: کہ وہ ”حدیث میں قوی نہیں تھے اور بہت زیادہ غلطی اور خطا کرنے والے تھے۔ اس کے باوجود بھی اس کے کم روایات منقول ہیں، کیا یہ درست ہے؟ اور کیا ائمہ محدثینؒ میں سے کسی نے اس قول میں ان کی موافقت کی ہے؟“

**ہر شخص کی ہر بات قابل قبول نہیں ہوتی، امام صاحب کثیر الروایۃ تھے:**

تو شیخ الاسلامؒ نے جواب دیا: ”امام نسائیؒ حدیث میں سے ہیں اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں جو بات کہی ہے، وہ اپنے علم واجتہاد کے مطابق کہی ہے اور ہر شخص کی ہر بات قبول کرنے کے لائق نہیں ہوتی۔ محدثینؒ کی جماعت میں سے کچھ لوگوں نے اس بات میں امام نسائیؒ کی موافقت کی ہے اور خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ میں امام صاحبؒ کے تذکرے میں ان لوگوں کے اقوال کو جمع کر دئے ہیں، جن میں لائق قبول اور قابل رد دونوں طرح کے اقوال ہیں اور امام صاحبؒ کی قلت روایت کے بارے میں یہ جواب دیا گیا ہے: کہ ”روایت حدیث کے سلسلے میں چونکہ ان کا مسلک یہ تھا کہ اس حدیث کا نقل کرنا درست ہے، جو سننے کے وقت سے بیان کرنے کے وقت تک یاد ہو۔ باب روایت میں اس کڑی شرط کی بنیاد پر ان سے منقول روایتیں کم ہو گئیں۔ ورنہ وہ فی نفسہ کثیر الروایۃ ہیں۔“

**امام ابوحنیفہؒ کے متعلق کسی کی جرح مؤثر نہیں:**

بہر حال امام اعظمؒ کے متعلق اس طرح کی باتوں میں نہ پڑنا ہی بہتر ہے

کیونکہ امام ابوحنیفہؒ اور ان جیسے ائمہ دین ان لوگوں میں ہیں جو اس پل کو پار کر چکے ہیں (یعنی باب جرح میں ہماری بحث و تحقیق سے بالاتر ہیں۔) لہذا ان (کے بارے) میں کسی کی جرح مؤثر نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو امامت اور مقتداہیت کی جو رفعت و بلندی عطاء فرمائی ہے۔ آپؒ (یعنی امام ابوحنیفہؒ) بھی اسی مقام بلند پر فائز ہیں۔ ان ائمہ حدیث کے متعلق اسی تحقیق پر اعتماد کرو۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق کے مالک ہیں۔“ علامہ سخاویؒ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں: ”وسئل ابن حجرؒ ما ذکرہ النسائی فی الضعفاء والمتروکین عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ انہ لیس بقوی فی الحدیث وهو کثیر الغلط والخطاء علی قلۃ روایتہ هل هو صحیح؟ وهل وافقہ علی هذا احد من ائمة المحدثین ام لا؟ فاجاب: ”النسائی من ائمة الحدیث والذی قالہ انما هو حسب ما ظهر له واداه الیہ اجتهاده و لیس کل احد یؤخذ بجمیع قوله وقد وافق النسائی علی مطلق القول فی جماعۃ المحدثین واستوعب الخطیب فی ترجمتہ من تاریخہ اقاویلہم و فیہا ما یقبل وما یرد وقد اعتذر عن الامام بانہ کان یری انہ لا یحدث الا بما حفظہ منذ سمعہ الی ان اداه فلہذا قلت الروایۃ عنہ وصارت روایتہ قليلة بالنسبة لذلك والافہو فی نفس الامر کثیر الروایۃ وفی الجملة ترک الخوض فی مثل هذا اولی فان الامام وامثالہ ممن قفزوا القنطرة فما صار یؤثر فی احد منهم قول احدہم فی الدرجۃ التی رفعہم اللہ تعالیٰ الیہا من کونہم

متبوعین یقتدی بہم فلیتعمد هذا واللہ ولی التوفیق۔ (۱)

حافظ فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ کے مناقب بہت زیادہ ہیں؛ پس اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کو جنت الفردوس میں سکونت نصیب فرمادے۔  
 امین۔“ فمناقب الامام ابی حنیفۃ کثیرۃ جدا فرضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 واسکنہ الفردوس۔ آمین۔ (۲)

**۴۱۔ امام سخاویؒ کا اعلان حق:**

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن السخاویؒ (۸۳۱ھ تا ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں: کہ ”امام ماوردیؒ نے امام شافعیؒ کو منسوب کیا ہے کہ ان کا قول جدید یہ ہے: کہ ”حدیث مرسل کے ساتھ احتجاج کیا جاسکتا ہے جبکہ اس کے علاوہ اور کوئی دلیل نہ ملے“ اور علامہ ابن حزمؒ کہتے ہیں: کہ ”تمام احناف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کے امامؒ کا مذہب بھی یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف روایت رائج اور قیاس سے اولیٰ ہے۔ (۳) اور لکھتے ہیں: کہ ”ابن عربیؒ نے ”القبس“ میں کہا ہے: کہ ”جب کوئی صحابیؒ کوئی ایسی بات کہے جس کا قیاس تقاضا نہیں کرتا تو وہ مسند الی النبی ﷺ ہوتی ہے اور مذہب مالک و ابوحنیفہؒ بھی مسند کی طرح ہے۔ (یعنی صحابیؒ کا مخالف قیاس قول حکماً مرفوع حدیث ہوتی ہے) اور امام شافعیؒ کے قول جدید یعنی حدیث مرسل کے احتجاج سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ (۴)

علامہ عراقیؒ نے ”الفیۃ“ میں مرسل کی حجیت کے متعلق لکھتے ہیں:

**ماخذ و مصادر:** (۱) اثر الحدیث الشریف فی اختلاف الائمة: ۱۱۶، ۱۱۷، بحوالہ علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کا

مقام و مرتبہ: ۱۸ (۲) تہذیب التہذیب: ۴۰۲/۱۰ (۳) فتح المغنیث: ۱/۹۷ (۴) ایضاً: ۱/۱۳۹

## واحتج مالک كذا النعمان وتابعوهما به ودانوا

علامہ سخاویؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ ”امام مالکؒ..... اور اسی طرح امام ابوحنیفہؒ..... اور ان دونوں کے تابعین یعنی مقلدین اور اس سے مراد ان دونوں جماعتوں کے جمہور علماء ہیں بلکہ محدثین میں سے ایک جماعت..... مرسل کے ساتھ احکام ثابت کرتے ہیں۔“ (۱) اور جرح کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: ”پس جب تابعین کا آخری زمانہ ہوا اور یہ ایک سو پچاس کے حدود تھے تو ائمہ میں سے ایک جماعت نے توثیق و تضعیف میں کلام کیا۔ پس ابوحنیفہؒ نے کہا: ”میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا۔“ (۲)

## ۴۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعیؒ کی گواہی:

امام جلال الدین ابو بکر عبدالرحمن سیوطیؒ (۹۱۱ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کو ان ائمہ حضرات میں شمار کیا ہے، جن کی سرکار دو عالم ﷺ نے بشارت فرمائی ہے اور ان کو کبار حفاظ حدیث کے ساتھ ساتھ ان خوش نصیبوں میں ذکر کیا ہے جن کو نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ سے روایت کو بھی اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور فرماتے ہیں: کہ ”سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ نے علم شریعت مدون فرمایا اس کے بعد امام مالکؒ نے ترتیب موطا میں ان کی اتباع کی ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے پہلے تدوین علم شریعت میں کسی نے سبقت نہیں کی کیونکہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے علوم شریعت میں اس ترتیب سے ابواب اور کتب نہیں لکھے تھے اور بے شک ان حضرات نے اپنی قوت حفظ پر اعتماد کیا تھا، لیکن جب امام ابوحنیفہؒ نے علم



شریعت کو منتشر دیکھا اور اس پر ضائع ہونے سے ڈرا تو اس علم شریعت کو ابواب پر مرتب کرتے ہوئے مدون فرمایا۔“ (۱)

علامہ موصوفؒ نے ”طبقات الحفاظ“ میں امام ابوحنیفہؒ کا ترجمہ ذکر کر کے ثابت کیا کہ امام موصوفؒ نہ صرف محدث تھے بلکہ حافظ الحدیث بھی تھے۔ اس کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کو فقیہ اہل العراق، امام اصحاب الرأی، حضرت انسؓ سے زیارت کرنے والے احادیث میں امام عطاء زہریؒ وغیرہ بہت سے ائمہ کے شاگرد اور امام وکیعؒ، زفرؒ وغیرہ بہت سے ائمہ کے شیخ، علم اہل زمانہ، افقہ اور ع راتوں کو نماز دعا اور تضرع میں گزارنے والے ذکر کئے ہیں۔“ ابوحنیفہ..... فقیہ العراق و امام اصحاب الرأی..... رأی انسا وروی..... عطاء..... والزهري..... وخلق وعنه..... وکیع..... وزفر و خلائق..... قال مکی بن ابراهیم: کان اعلم اهل زمانه و مارأیت فی الکوفیین اورع منه..... قال یزید بن هارون: ابوحنیفه افقه..... وکان یحی اللیل صلاة و دعاء و تضرعاً. (۲)

### ۴۳۔ حافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعیؒ:

امام جلال الدین سیوطیؒ کے شاگرد رشید امام ابو عبد اللہ حافظ محمد بن یوسف دمشقی صالحیؒ (۹۴۲ھ) نے بھی اپنے استاد کی اتباع کرتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ کو ان ائمہ حضرات میں شمار کیا ہے جن کی سرکار دو عالم ﷺ نے بشارت فرمائی ہے اور ان کو کبار حفاظ حدیث کے ساتھ ساتھ اعیان تابعین میں سے شمار کرتے ہوئے قرآنی

بشارت کا مصداق قرار دیا ہے چنانچہ آپؑ اپنی کتاب 'عقودالجمان' میں لکھتے ہیں: "ہمارے شیخ حافظ ابوالفضل سیوطیؒ نے اپنی کتاب 'تبیيض الصحیفة' میں فرمایا ہے: "تحقیق علماء نے ذکر کیا ہے: کہ "بیشک نبی کریم ﷺ نے امام مالکؒ کی بابت بشارت دیتے ہوئے فرمایا: "یوشک ان یضرب اکباد الابل الخ" (قریبی زمانہ میں لوگ علم حاصل کرنے کیلئے بڑے بڑے سفر کریں گے مگر عالم مدینہ سے بڑا عالم نہیں پائیں گے۔) اور امام شافعیؒ کی بابت بشارت دیتے ہوئے فرمایا: "لا تسبوا قریشا الخ" (قریش کو برا مت کہو، اس لئے کہ اس کا ایک عالم ساری زمین کو علم سے بھر دے گا۔)

### امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بشارتیں:

شیخ نے فرمایا: "اور امام ابوحنیفہؒ کی بابت بھی بشارت دیتے ہوئے فرمایا: "لوکان العلم عند الثریا الخ" (آپ ﷺ نے ایمان یا علم ذکر کرتے ہوئے فرمایا: کہ "اگر ثریا ستارے کے پاس بھی ہو اور عرب اس کو نہ پاسکتے ہوں، تو بھی اس کو ایک فارسی آدمی پالے گا۔") جس کو ابو نعیمؒ نے حلیہ میں ابو ہریرہؓ سے اور شیخینؒ نے دوسرے طریق سے نقل کیا ہے۔ شیخ نے فرمایا: "پس امام ابوحنیفہؒ کی بشارت اور فضیلت کی بابت یہ بنیادی اور صحیح حدیث ہے اور اس پر اعتماد کیا جاتا ہے اور یہ ایسا صحیح ہے جیسا کہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی بشارتیں۔ لہذا امام ابوحنیفہؒ کی تعریف و منقبت میں ان موضوع روایتوں کی کوئی ضرورت نہیں جن کو اصحاب مناقب نے ذکر کی ہیں..... اور نبی کریم ﷺ کی حدیث (دنیا کی زینت ۱۵۰ھ میں اٹھالی جائے گی)

سے امام کردریٰ نے امام ابوحنیفہؒ کو مراد لیا ہے اس لئے کہ تمام مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ اسی طرح میرے شیخ جلال الدین سیوطیؒ گذشتہ حدیث سے قطعی طور پر امام ابوحنیفہؒ ہی کو مراد لیتے ہیں؛ کیونکہ بلاشک اہل فارس میں سے کوئی بھی ان کے اور ان کے شاگردوں کے برابر علم والا نہیں اور یہ نبی کریم ﷺ کا ظاہر معجزہ ہے کہ آپ ﷺ نے آنے والی بات کی خبر پہلے ہی دے دی۔ ‘امام ابوحنیفہؒ مخصوص تابعین میں سے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (مہاجرین اور انصار میں سے پہلے سبقت لے جانے والے اور وہ لوگ جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ وہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔) میں یقیناً داخل ہیں۔‘

**امام ابوحنیفہؒ کبار حفاظ میں سے تھے اور چار ہزار شیوخ کے تلمیذ رشید تھے:**

شیخ الاسلام الحافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے اپنے فتاویٰ میں تحریر کیا ہے: کہ ‘امام ابوحنیفہؒ نے صحابہؓ کی ایک جماعت کو پایا تھا الخ۔‘ نیز لکھتے ہیں: ‘جان لے! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے‘ کہ امام ابوحنیفہؒ کبار حفاظ حدیث سے ہیں اور اگلے صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے چار ہزار شیوخ تابعین وغیرہ سے تحصیل علم کیا ہے اور ناقد و حافظ ابو عبد اللہ ذہبیؒ نے اپنی مفید ترین کتاب ‘تذکرۃ

الحفاظ، میں حفاظ محدثین میں امام صاحب کا بھی ذکر کیا ہے۔ (جو امام صاحب کے بہت بڑے حافظ الحدیث ہونے کی بڑی دلیل ہے) ان کا یہ انتخاب بہت خوب اور نہایت درست ہے، کیونکہ اگر امام صاحب تکثیر حدیث کا مکمل اہتمام نہ فرماتے، توفیقہ کے مسائل میں استنباط کا ملکہ ان کو حاصل نہ ہوتا۔ پس بے شک سب سے پہلے دلائل سے مسائل کا استنباط انہوں نے ہی کیا ہے۔“ قال شیخنا الحافظ ابو الفضل السيوطي رحمه الله في كتابه تبلييض الصحيفة: قد ذكر العلماء (الائمة) ان النبي ﷺ بشر بالامام مالك رضى الله تعالى عنه في حديث (يو شك ان يضرب الناس اكباد الابل يطلبون العلم فلا يجدون (احدا) اعلم من عالم المدينة) وبشر بالامام الشافعي رضى الله عنه في حديث: (لاتسبوا قريشا فان عالمها يملأ الارض علما) قال الشيخ رحمه الله: وبشر (عليه السلام) بالامام ابى حنيفة رضى الله عنه فروى ابونعيم في الحلية عن ابى هريرة رضى الله عنه والشيخان عنه من طريق آخر..... ان رسول الله ﷺ قال: (لو كان الايمان عند الثريا) (ولفظ الشيرازى و ابن نعيم: لو كان العلم معلقا بالثريا وزاد الطبرانى في حديث قيس رضى الله عنه لاتناله العرب) لناله رجال (ولفظ مسلم لتناوله رجل من ابناء فارس) وقال الشيخ رحمه الله: فهذا اصل صحيح يعتمد عليه في البشارة والفضيلة نظير الحديثين في الامامين ويستغنى به عن الخبر الموضوع ..... وحمل الكردري في رده على صاحب المنحول (زينة الدنيا) في قوله (ترفع

زینۃ الدنیا سنۃ خمسین ومائۃ) علی الامام ابی حنیفۃؒ فانہ مات تک السنۃ کما جزم بہ شیخنا من ان الامام ابا حنیفۃؒ ہو المراد من ہذا الحدیث السابق ظاہر لا شک فیہ لانہ لم یبلغ من ابناء فارس احد فی العلم مبلغہ ولا مبلغ اصحابہ وفیہ معجزۃ ظاہرۃ للنبی ﷺ حیث اخبر بما سیق۔ (۱) "قلت فابوحنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من اعیان التابعین وداخل فی قوله ﴿وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ ..... ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (۲) وقال شیخ الاسلام الحافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر فی فتاویہ: "ادرك الامام ابوحنيفة رحمه الله جماعة من الصحابة الخ" (۳) "اعلم رحمك الله ان الامام ابا حنيفة رحمه الله تعالى من كبار حفاظ الحديث وقد تقدم انه اخذ عن اربعة الاف شيخ من التابعين وغيرهم وذكره الحافظ الناقد ابو عبد الله الذهبي في كتابه الممتع طبقات الحفاظ من المحدثين منهم ولقد اصاب واجاد ولولا كثرة اعتنائه بالحديث ما تهيأ له استنباط مسائل الفقه فانه اول من استنبطه من الادلة۔" (۴)

### ۴۴۔ امام عبدالوہاب شعرائی کی رائے:

امام عبدالوہاب شعرائی (م ۹۷۳ھ) وہ مبارک شخصیت ہیں جن کے متعلق غیر مقلدین بھی اچھی رائے رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے متعلق میر سیا کوٹی غیر مقلد لکھتے

ماخذ ومصادر: (۱) ملخصۃ عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم العمان ۲۷۵ تا ۲۷۷، تمییز الصحیفة: ۲۱۸ تا ۲۱۹

(۲) عقود الجمان: ۵۱: (۳) ایضاً: ۵۰: (۴) ایضاً: ۲۵۵

ہیں: ”آپ شافعی لیکن بہت متادب تھے۔“ (۱)

امام ابوحنیفہؒ پر طعن بکو اس کے مشابہ ہے:

اس مبارک ہستی امام شعرائی کا فرمان ہے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بعض متعصبین کے کلام کا کچھ اعتبار نہیں اور نہ ان کے اس قول کی کوئی قیمت ہے کہ وہ اہل الرائے میں سے تھے۔ بلکہ جو لوگ امام صاحبؒ پر طعن کرتے ہیں، محققین کے نزدیک ان کے اقوال ہدیانات (بکو اس) سے مشابہ سمجھے جاتے ہیں۔“

امام ابوحنیفہؒ ائمہ متبوعینؒ میں سب سے بڑے مرتبہ پر فائز اور سند کے لحاظ سے نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھے:

امام شعرائی فرماتے ہیں: کہ ”امام صاحبؒ کی کثرت علم و ورع، عبادت، دقت اور ادارک و استنباط پر سلف و خلف نے اجماع کیا ہے۔“ اور فرماتے ہیں: کہ ”ہمارے لئے کسی طرح موزوں نہیں کہ ایسے امام عظیم پر اعتراض کریں، جسکی جلالت قدر اور علم و ورع پر اجماع و اتفاق ہو چکا ہے۔“ نیز فرماتے ہیں: کہ ”امام صاحبؒ پر اعتراض کرنا مناسب نہیں کیونکہ وہ ائمہ متبوعینؒ میں سے سب سے بڑے مرتبہ کے تھے۔ ان کا مذہب سب سے پہلے مدون ہوا اور ان کی سند حدیث بھی دوسرے ائمہ کے لحاظ سے رسول کریم ﷺ کی طرف زیادہ قریب ہے۔“

امام ابوحنیفہؒ کے مسانید ثلاثہ پر حفاظ حدیث کی تصدیقات:

امام عبدالوہاب شعرائیؒ مزید لکھتے ہیں: کہ ”میں نے امام ابوحنیفہؒ کے مسانید

”ثلاثہ کے نسخوں کا مطالعہ کیا، جن پر حفاظ حدیث کی تصدیقات تھیں۔ میں نے دیکھا: کہ“  
 ہر حدیث بہترین عدول وثقات تابعین مثل اسود علقمہ، عطاء عکرمہ، مجاہد مکحول اور حسن  
 بصری وغیرہ سے مروی ہے۔ پس امام صاحب اور رسالت مآب ﷺ کے درمیان تمام  
 راوی عادل، ثقہ عالم اور بہترین بزرگ ہیں جن میں کوئی کاذب اور مہتمم بالکذب نہیں۔“

### امام ابوحنیفہؒ کے ہاں حدیث پر عمل کرنے کیلئے کڑی شرط:

امام شعرانی لکھتے ہیں: کہ ”جو حدیث نبی کریم ﷺ سے منقول ہو، اس میں  
 امام ابوحنیفہؒ یہ شرط لگاتے ہیں: کہ ”عمل سے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ (اگر) راوی  
 حدیث سے صحابی تک پر ہیزگاروں کی ایک خاص جماعت اُسے نقل کرتی ہو (تب وہ  
 حدیث قابل عمل ہوگی۔“ (وقد كان الامام ابوحنيفه يشترط في  
 الحديث المنقول عن رسول الله ﷺ قبل العمل به ان يرويه عن  
 ذلك الصحابي جمع اتقياء عن مثلهم (۱) امام شعرانی کے اس قول سے  
 جہاں امام اعظمؒ کی توثیق ہوتی ہے وہاں ان لوگوں کا اعتراض ”کہ امام ابوحنیفہؒ نقل  
 الحدیث تھے“ خود بخود مندرج ہوتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی احادیث میں اس احتیاط  
 اور شرط کے ساتھ زیادہ احادیث روایت کرنا یقیناً مشکل امر ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے  
 پاس عام احادیث کی اگرچہ کمی نہیں تھی، لیکن اس شرط پر پورے اترنے والی احادیث  
 کی کمی ضرور تھی۔ امام شعرانی کے کچھ مزید فرمودات آئندہ آنے والے صفحات  
 میں انشاء اللہ ذکر کئے جائیں گے، فی الحال انہی چند جملوں پر اکتفاء فرماویں۔ علامہ  
 شعرانیؒ فرماتے ہیں: کہ ”آپ کے مناقب بہت زیادہ مشہور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے

راضی ہو۔“ و مناقبہ کثیرہ مشہورہ رضی اللہ عنہ۔ (۱)

## ۴۵۔ علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ کی گواہی:

علامہ ابن حجر شافعیؒ (م ۹۷۳ھ) نے امام اعظمؒ کے مناقب میں ایک مستقل کتاب بنام ”الخیرات الحسان فی مناقب النعمان“ لکھی ہے۔ یہ کتاب امام ابوحنیفہؒ کے متعلق اختصار کے باوجود معلومات کا ایک بہترین علمی خزانہ ہے۔ اس میں امام صاحبؒ کے علمی و عملی کمالات کے ہر قسم کے نمونے یک جا ملتے ہیں۔ تھوڑے وقت میں امام صاحبؒ کے تعارف میں یہ مختصر کتاب بے نظیر اور لاجواب ہے۔ گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ اب اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ مولانا عبدالغنی طارق صاحب نے ”سرتاج محدثین“ کے نام سے ”الخیرات الحسان“ کے ساتھ ساتھ ”تبیض الصحیفۃ“ اور ”مواہب الشریفۃ“ بھی مترجم شامل کی ہیں۔ باقی دو کتب بھی مختصر مگر امام ابوحنیفہؒ کی سیرت میں جامع ہیں۔ ”مشتے نمونہ از خروارے“ کے طور پر علامہ ابن حجرؒ کی اس کتاب سے چند حوالے پیش خدمت ہیں۔ امید واثق ہے ناظرین محظوظ و مسرور ہوں گے۔

## امام ابوحنیفہؒ کو نبی کریم ﷺ کا اشارہ منامی:

علامہ ابن حجر شافعیؒ لکھتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے کبھی بھی اپنے مسلک کی طرف جناب رسول اللہ ﷺ کے اشارہ منامی کے بغیر دعوت نہیں دی۔“



## امام ابوحنیفہؒ کا علمی مقام:

علامہ مکیؒ فرماتے ہیں: ”یہ وہم بھی نہ کرنا چاہئے کہ امام ابوحنیفہؒ علم وفقہ کے ماسوا، دوسرے علوم سے نا آشنا تھے۔ ماشاء اللہ! وہ علوم شرعیہ تفسیر، حدیث اور علوم عالیہ ادبیہ قاس اور علوم حکمیہ کا ایک سمندر تھے۔ ان کے بعض مخالفین کا قول اس کے خلاف ہے، مگر ان کا منشاء محض حسد اور اپنی برتری کی خواہش ہے۔ ہمیشہ علماء اور اہل حاجات امام ابوحنیفہؒ کی قبر کی زیارت کرتے اور امام ابوحنیفہؒ کے مزار کو اپنی حاجتوں کی تکمیل کیلئے وسیلہ سمجھتے تھے۔ جن میں امام شافعیؒ بھی تھے۔“

## امام ابوحنیفہؒ کے چار ہزار اساتذہ حدیث:

علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: ”سابقہ صفحات میں گزرا کہ امام ابوحنیفہؒ نے چار ہزار مشائخ جو کہ ائمہ تابعین وغیرہ میں سے تھے، سے علم حدیث حاصل کی اور اسی وجہ سے علامہ ذہبیؒ وغیرہ حضرات نے آپؒ کو ”طبقات الحفاظ من المحدثین“ میں ذکر کیا ہے اور جس نے امام ابوحنیفہؒ کو احادیث سے کم شغف رکھنے والا کہا ہے، تو وہ اپنی تساہل یا حسد کی وجہ سے اس غلطی کا شکار ہوا ہے کیونکہ ایسی شخصیت کیلئے اس قسم کے مسائل کا استنباط کس طرح ہو سکتا ہے، جن کا گننا شمار سے باہر ہے۔ خاص کر ایسی ہستی کی بابت، جو کہ سب سے پہلے آپؒ وہ شخص ہیں جس نے اس مخصوص طریقہ سے جو کہ ان کے تلامذہ کی کتابوں میں معروف ہے، اولہ سے استنباط فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ اس استنباط جیسے اہم کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے خارج میں ان کی احادیث سامنے نہیں آئیں۔ جیسا کہ جب عام مسلمانوں کے مصالح میں حضرات شیخین ابو بکر و

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مشغول ہوئے، تو ان دو کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے جس طرح علوم نبوی ﷺ پھیلے، ان دو حضرات سے اس طرح ظاہر نہیں ہو سکے اور جیسا کہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سے احادیث کی ظاہری خدمت کا اتنا چرچا نہیں ہوا، جتنا ان حضرات سے جو روایت کی خدمت کرنے کیلئے فارغ تھے، جیسے ابو زرہؓ اور ابن معینؒ۔ کیونکہ وہ دونوں حضرات (امام مالکؒ اور امام شافعیؒ) بھی اسی استنباط میں مصروف تھے۔“

### درایت کے بغیر کثرت روایت قابل مدح نہیں:

علامہ مکی شافعیؒ مزید لکھتے ہیں: ”علاوہ ازیں درایت کے بغیر کثرت روایت میں اتنی مدح نہیں ہے، بلکہ علامہ ابن عبدالبرؒ نے اس کی مذمت میں ایک باب قائم کیا ہے اور پھر فرمایا ہے: ”کہ جس پر مسلمانوں کے فقہاء اور علماء کی جماعت کا اتفاق ہے، قابل مذمت وہ اکثر حدیث ہے، جو بغیر تفقہ اور تدبر کے ہو۔“ (۱)

### ۴۶۔ امام شہاب الدین عبدالحی بن احمد حنبلی دمشقیؒ کی تصدیق:

امام ابن العماد شہاب الدین ابوالفلاح عبدالحی بن احمد بن محمد بن عکری حنبلی دمشقیؒ (۱۰۳۲ھ تا ۱۰۸۹ھ) اپنی کتاب میں ’امام ابوحنیفہؒ کیلئے‘ ’الامام رأی انسا وغیرہ‘ امام عطاءؒ اور اس طبقہ سے احادیث روایت کرنے، امام حمادؒ سے فقہ حاصل کرنے والے اذکیاء بنی آدم میں سے شمار فقہ، عبادت، ورع اور سخاء کے جامع، حکومت کے تحفے قبول نہ کرنے والے بلکہ اپنے کسب سے خرچ کرنے والے تھے، لکھا ہے۔

موصوف نے امام ابوحنیفہؒ کی چھ صحابہؓ سے ملاقات مانتے ہوئے اس کی بابت اشعار ذکر کئے ہیں اور حضرت امام شافعیؒ، یزید بن ہارونؒ وغیرہ حضرات سے آپ کے تبحر علمی اور فہم وغیرہ ذکر کی ہے۔ مزید برآں حضرت عبداللہ بن جزء صحابیؒ کی ایک روایت کے متعلق لکھا ہے: کہ ”حافظ عامریؒ نے اپنی کتاب ”الریاض المستطابہ“ میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اس کے ملخص صالح بن صلاح علائی نے بھی ذکر کیا ہے، میں نے انہی کے خط سے یہ روایت نقل کی ہے: کہ ”بے شک ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن الحارث صحابیؒ کو دیکھا اور ان سے نبی کریم ﷺ کا یہ قول سنا: ”من تفقه فی دین اللہ کفاه اللہ ہمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب۔“ (۱)

## ۴۷۔ علامہ ابن فارس الزرکلی الدمشقی کی تصدیق:

علامہ خیر الدین بن محمود بن علی بن فارس الزرکلی الدمشقی (و ۹ ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۳م المتوفی ۳۱ ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۷۶م) نے ”الاعلام قاموس تراجم لاشہر الرجال والنساء من العرب والمستعربین والمستشرقین“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ کے مختصر احوال بھی لکھے ہیں۔ اس میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ مطابق ۶۹۹م اور وفات ۱۵۰ھ مطابق ۷۶۷ھ لکھی ہے اور اس کتاب میں امام صاحبؒ کو ”امام الحنفیۃ الفقیہ المجتہد المحقق“ احد الائمة الاربعة عند اهل السنة لکھا ہے اور لکھتے ہیں: ”پہلے ریشم کو بیچتے تھے اور صبح کو علم طلب کرتے تھے پھر تدریس و افتاء کیلئے تجارت سے کٹ گئے۔ عمر بن ہمیرہ نے قضاء پر مامور کرنے کا ارادہ کیا لیکن ورع و

تقویٰ کی وجہ سے قضاء سے انکار کیا۔ آپؒ قوی حجت والے تھے اور سب لوگوں سے اچھے بولنے والے تھے۔ جب کوئی بات شروع کرتے تو بولتے جاتے۔ آپؒ کا حدیث میں ایک ”مسند“ ہے۔ ان کے تلامذہ نے اس کو جمع کیا ہے اور فقہ میں ”صغیر“ ہے جس کو امام ابو یوسفؒ نے روایت کی ہے۔ مؤلف موصوفؒ نے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سے امام ابوحنیفہؒ کی جلالت شان فی الفقہ والفہم نقل کی ہے۔“ (۱)

### توشیقاتِ بعض ائمہ جرح و تعدیل:

قارئین کرام! مذکورہ ائمہ کرامؒ کی شہادتوں کے علاوہ بہت سے ائمہ جرح و تعدیل نے امام صاحبؒ کی توشیح کی ہے مثلاً (۴۸) امام فن اسماء الرجال حافظ ابوالحجاجؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ثقہ تھے تب ہی تو سند کے طور پر فرماتے ہیں: کہ ”یحییٰ ابن معینؒ امام ابوحنیفہؒ کو حدیث میں ثقہ مانتے تھے۔“ (۲)

(۴۹) محدث خارجہ بن مصعبؒ سرخس کے بڑے امام حدیث و فقہ گزرے ہیں امام صاحبؒ سے بکثرت روایت حدیث کرتے تھے اور امام صاحبؒ کا علم خراسان میں انہوں نے پھیلایا، آپؒ کہا کرتے تھے: کہ ”میں کم و بیش ایک ہزار علماء سے ملا ہوں، جن میں صاحب عقل صرف تین چار دیکھے۔“ آپؒ ان میں سے سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کا نام لیتے تھے اور کہتے تھے: کہ ”امام صاحبؒ کی طرف جو بھی دیکھتا تھا وہ اپنے علم کو حقیر سمجھنے لگتا تھا اور ان کے فقہ (احادیث کے معانی جاننے) صیانت نفس زہد اور ورع کے باعث ان کے سامنے جھک جاتا تھا۔“

(۵۰) یاسین الزیاتؒ ایک بڑے محدث گزرے ہیں امام ابن ماجہؒ نے اپنی

حدیث کی مشہور کتاب ابن ماجہ میں آپؐ سے روایت کی ہے۔ آپؐ جب امام صاحبؒ کا ذکر شروع کرتے، تو خاموش ہونا اور ان کا ذکر ختم کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ ایک روز مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً میں ان کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے، سب کو باواز بلند خطاب کیا: کہ ”تم لوگوں کو چاہئے کہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس کثرت سے جاؤ اور ان کی مجالس کو غنیمت سمجھو، ان کے علم سے استفادہ کرو کیونکہ تم ان جیسا پھر نہ پاؤ گے اور نہ کسی کو ان سے زیادہ حلال و حرام کا عالم پاؤ گے۔ اگر تم ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے، تو علم کثیر سے محروم رہو گے۔“

الغرض کتب سلف میں امام صاحبؒ کی حدیث دانی، مہارت فی الحدیث اور حافظ الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی ثقاہت پر ائمہ حدیث کے ان گنت آراء موجود ہیں۔ فقیر نے اختصار سے کام لیتے ہوئے امام صاحبؒ کی حدیث دانی پر صرف پچاس اکابر محدثین اور اصحاب تاریخ و جرح و نقد کی آراء پیش کیں ہیں۔ جنہوں نے امام صاحبؒ کو نہ صرف ماہر الحدیث مانا ہے، بلکہ آپؐ کو کبار محدثین کا معتمد شیخ، اپنے زمانہ کا علم و احفظ بھی قرار دیا ہے اور آپؐ کو ورع کے لحاظ سے بہت بلند مقام پر فائز دیکھا اور جانا ہے۔

**امام اعظمؒ کے متعلق مبشرات:**

قارئین کرام! فقیر نے آپؐ حضرات کی خدمت میں امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان کے متعلق مختلف مکاتب فکر کے اکابر سلف و خلف کی آراء، تصدیقات، توثیقات اور شہادتوں میں سے مشتے نمونہ از خروارے پیش کیں۔ انشاء اللہ طالبان حق

کیلئے یہی کافی و شافی ہیں لیکن مزید تسلی خاطر اور اطمینان قلب کیلئے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق کچھ مبشرات بھی ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ بعض محدثین نے آپ کے بارے میں بہت اچھے خواب بھی دیکھے اور ذکر کئے ہیں اور ان کے بعد آنے والے محدثین نے ان خوابوں کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں امام صاحبؒ کے بارے میں خوابوں کا جدا فصل قائم کیا ہے جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ”الخیرات الحسان“ فصل ۳۶، انہی خوابوں کیلئے وقف کی ہے۔

### اعتراض:

بعض معترضین کہتے ہیں: کہ ”احناف“ امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت خوابوں سے ثابت کرتے ہیں، حالانکہ خوابوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

### جواب:

ہم احناف کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم، امام اعظمؒ کی فضیلت خوابوں کی بجائے احادیث صحیحہ مرفوعہ اور ایسے ائمہ جرح و تعدیل کے ارشادات سے ثابت کرتے ہیں جن کا نقد و جرح میں اعتبار کیا گیا ہے اور ان کا قول نقد و جرح میں استدلال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، لیکن اگر بالفرض احادیث صحیحہ مرفوعہ اور اقوال ائمہ نہ بھی ہوتے، تو معتبر اور معتمد حضرات کے خواب بھی استدلال میں پیش کرنے کے لائق ہیں اور فقیر کا یہ دعویٰ قرآن و حدیث سے مدلل ہے۔

### مبشرات کی حیثیت:

ناظرین کرام! کیا آپ حضرات نے بخاری شریف کے پہلے ورق کا مطالعہ

نہیں کیا، جس میں ابتدائی (چھ ماہ) وحی منامی کے مذکور ہیں؟ اور کیا حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ کو خواب میں نہیں دکھائی گئی تھیں کہ یہ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہے؟ اور کیا ایام جنگ احد میں نبی کریم ﷺ نے خواب میں مسلمانوں کی شہادت اور پھر نصرت الہی کو گائے کی ذبح، تلوار کے سرے کے ٹوٹنے اور پھر صحیح سالم بننے کی صورت میں نہیں دیکھا تھا؟ اور کیا عمرہ کیلئے جانے کا سبب نبی کریم ﷺ کا خواب مبارک نہیں تھا؟ جس پر صلح حدیبیہ کا عظیم واقعہ پیش آیا۔ کیا قرآن مجید کی تلاوت کے وقت آپ کے مطالعہ میں نہیں آیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب کی وجہ سے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا عزم بالجزوم اور اسماعیل علیہ السلام نے ﴿يَا بَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ کہہ کر جواب نہیں دیا تھا۔ اور کیا آپ نے قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب دیکھنے کا ذکر نہیں پڑھا جو کہ سو فی صد صحیح اور سچ ثابت ہوا؟۔

**قارئین کرام!** ہو سکتا ہے، کوئی کہے کہ ”یہ تو انبیاء علیہم السلام کی باتیں ہیں ان کے خواب یقیناً وحی الہی ہوا کرتے ہیں لیکن ہم تو امتی ہیں ہمیں کسی امتی کا خواب استدلال میں پیش کریں تو آئیے! مسلمانوں کے خواب نہیں، کافروں کے خواب بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔ کیا حضرت یوسف علیہ السلام کے قیدخانہ کے دو ساتھیوں نے خواب نہیں دیکھا تھا؟ ہاں جی! شاہ مصر کو کونسی وحی آئی تھی، جس میں گایوں اور بالیوں کا ذکر تھا اور جس کا جواب ظاہر بین لوگوں نے اپنی لاعلمی کی وجہ سے ﴿أَضْفَاكَ أَخْلَامٌ﴾ سے دیا تھا، حالانکہ اس میں بہت بڑی حقیقت پنہاں تھی اور کیا ﴿وَإِذْ أَوْحَيْنَا إِلَى الْحَوَارِيِّينَ﴾ اسی طرح ﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ﴾ کی ایک تفسیر ”وَحَىٰ مَنَامٌ“ سے نہیں کی گئی ہے؟ اگر امت محمدیہ کے

علاوہ دوسرے مسلمان امتی بلکہ کفار کے خواب سچے ہو سکتے ہیں، تو امام ابوحنیفہؒ کے متعلق معتمد اولیاء کرام اور ائمہ عظامؒ کے خوابوں کے تسلیم کرنے سے کوئی چیز مانع ہے؟ ہاں ضد و عناد اور حسد کی عینک آدمی کے تمام کمالات کو چھپا دیتی ہیں۔

قارئین کرام! نبی کریم ﷺ نے بھی احادیث میں خواب کی وقعت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ امام ترمذیؒ نے خوابوں کے متعلق نبی کریم ﷺ کی احادیث سے ایک کتاب "ابواب الرؤیا عن رسول اللہ ﷺ" مرتب کی ہے۔ جس میں قرآن پاک کی آیت ﴿لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ کی تفسیر نبی کریم ﷺ سے یوں نقل کی ہے: کہ "یہ نیک خواب ہیں، جن کو مسلم دیکھے یا اس کے متعلق کسی دوسرے مسلمان کو دکھائی

دے۔" "ہی الرؤیا الصالحة یراہا المسلم او تری له۔" وقال الترمذی هذا حدیث حسن۔" (۱) اور فرماتے ہیں: "بے شک رسالت اور نبوت تحقیق منقطع

ہوگئی پس میرے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں آئے گا۔" حضرت انسؓ فرماتے ہیں: کہ "یہ بات لوگوں پر باعث مشقت ہوئی پس آپ ﷺ نے فرمایا: "لیکن مبشرات (کا سلسلہ باقی رہے گا) صحابہ کرامؓ کہنے لگے: "یا رسول اللہ! (ﷺ) مبشرات کیا ہیں؟" فرمانے

لگے: "مسلمان کا خواب اور یہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔" "ان

الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی و لانبی قال فشق ذلك على الناس فقال لكن المبشرات قالوا یا رسول اللہ وما المبشرات قال رؤیا المسلم وہی جزء من اجزاء النبوة۔" (۲) نیز

ماخذ ومصادر: (۱) جامع الترمذی: باب قوله لم البشرى فی الحیوة الدنیا: ۲/..... (۲) ایضاً: باب ذہبت النبوة وبقیت المبشرات: ۲/.....



فرماتے ہیں: ”اور ان میں سب سے زیادہ سچے خواب والا سب سے سچے حدیث (اور قول) والا ہوتا ہے اور مسلمان کا خواب نبوت کے چھیا لیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے اور خواب تین قسم کے ہیں۔ پس نیک خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ہے۔“

”واصدقہم رؤیا اصدقہم حدیث اور رؤیا المسلم جزءٌ من ستة و اربعین جزءاً من النبوة والرؤیا ثلاث فالرؤیا الصالحة بُشری اللہ .....“ (۱)

اب اگر خواب فضائل اور مناقب میں حجت نہ ہوتے تو نبی کریم ﷺ نے ”یراھا المسلم او تُدیٰ له“ کیوں ارشاد فرمایا؟ اور قرآن پاک کی آیت کی تفسیر کے طور پر ارشاد مذکورہ کیوں پیش فرمایا؟ معلوم ہوا کہ کسی دین دار مسلمان کے متعلق اولیاء کرام اور علمائے عظام کے خواب فضائل اور مناقب میں پیش کئے جاسکتے ہیں۔ البتہ احکام میں کسی امتی کا خواب حجت نہیں ہوا کرتا۔ فقیر امام اعظمؒ کی جلالت شان خوابوں سے ثابت نہیں کرتا۔ بجز اللہ فقیر کے پاس ان کی جلالت کے دلائل کے انبار پڑے ہیں۔ ہاں امام ابوحنیفہؒ کے متعلق اکابر کے رؤیا صالحہ صرف تائیداً پیش کئے ہیں۔

قارئین کرام! اچھے خوابوں کے علاوہ اولیاء کرام کا کشف بھی برحق ہے، بعض علماء نے امام ابوحنیفہؒ کی حقانیت امام شعرانیؒ جیسے اولیاء کرامؒ و اہل کشف کے کشف سے ثابت کی ہے جیسا کہ امام شعرانیؒ نے امام صاحبؒ کے مذہب کو کشف کے ذریعے حق بتایا ہے۔ یہاں امام صاحبؒ کے متعلق پہلے چند خواب بیان کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اہل کشف حضرات کے بعض کشف ذکر کئے جائیں گے۔ (انشاء اللہ)

## امام صاحبؒ کے متعلق اچھے خواب:

ابوحنیفہؒ کا علم حضرتؒ کے علم سے مستفاد ہے:

ازہر بن کیسانؒ نے فرمایا: کہ ”میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور آپ ﷺ کے پیچھے دو آدمی جا رہے تھے اور میں ابوحنیفہؒ کے علم سے احتراز کرتا تھا، تو مجھے کہا گیا: کہ ”یہ آگے جانے والے رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کے پیچھے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں۔“ میں نے ان دونوں حضرات سے کہا: کہ ”میں نبی کریم ﷺ سے کچھ پوچھ لوں؟“ انہوں نے فرمایا: ”پوچھ لو، لیکن آواز بلند نہ کرنا۔“ پس میں نے آپ ﷺ سے امام ابوحنیفہؒ کے علم کے بارے میں سوال کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ ”یہ (ایسا) علم ہے (جو کہ) حضرتؒ کے علم سے نکلا ہوا ہے۔“ یعنی امام ابوحنیفہؒ کا علم ایسا علم لدنی ہے جو حضرت خضر علیہ السلام کے علم سے مستفاد اور نکلا ہے۔ ”ہذا علم انتسخ من علم الخضر۔“ (۱)

علماء زمین کے ستارے ہیں:

ابو یعقوب یوسف بن احمد کلبیؒ حمائیؒ سے روایت کرتے ہیں: کہ ”میں نے خواب میں دیکھا: کہ ”تین ستارے آسمان سے گرے، تو ابوحنیفہؒ وفات پا گئے پھر مسعرؒ اور پھر سفیانؒ۔“ اور ایک روایت میں ہے: ”میں نے ایک ستارہ دیکھا کہ آسمان سے گرا، تو کہا گیا: کہ یہ ابوحنیفہؒ ہیں پھر ایک اور ستارہ گرا، تو کہا گیا: کہ مسعرؒ ہیں پھر ایک اور ستارہ گرا، تو کہا گیا: کہ سفیان (ثورمیؒ) ہیں، تو میں نے یہ خواب محمد بن مقاتلؒ کو

بیان کیا، تو وہ رو کر فرمانے لگے: ”علماء زمین کے ستارے ہیں۔“ (۱)  
**اس کے علم میں سے لے لو اور اس کے علم پر عمل کرو.....:**

ابوالقاسم یونس بن طاہر نصریؒ ابن عبدالرحمن نصریؒ کے مناقب میں فرماتے ہیں: کہ ”آپ مکہ مکرمہ میں رکن اور مقام ابراہیمؑ کے ہاں سوئے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے، تو عرض کیا: کہ ”اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ (ﷺ) اس شخص جو کوفہ میں ہے اور جس کا نام نعمان بن ثابت ہے، کے بارے کیا فرماتے ہیں؟ کیا میں اس سے علم حاصل کروں؟“ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اس کے علم میں سے لے لو اور اس کے علم پر عمل کرو، کیونکہ وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔“

آپ فرماتے ہیں: ”میں نیند سے بیدار ہوا اور اس وقت مؤذن نے نماز صبح کی آذان دی اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ کی قسم! لوگوں کو زبردستی امام صاحبؒ کی طرف متوجہ کرنے لگا اور اپنے سابقہ خیالات پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنے لگا۔“ (۲)

**لوگ ان کے علم کے محتاج ہیں:**

ابومعاذ فضل بن خالد فرماتے ہیں: کہ ”میں نے حضور ﷺ کی خواب میں زیارت کی، تو میں نے عرض کیا: کہ ”یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ (ﷺ) امام ابوحنیفہؒ کے علم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟“ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ان کے پاس ایسا علم ہے، جس کے لوگ محتاج ہیں۔“ (۳)

نبی کریم ﷺ نے مذاہب کے بیان میں امام ابوحنیفہؒ سے ابتداء فرمائی:

ایک حنبلی امام نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ کہتے ہیں: ”میں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے مذاہب کے بارے ارشاد فرمائیں۔ آپ فرمانے لگے: ”مذاہب تین ہیں۔“ میرے دل میں آیا: کہ ”نبی کریم ﷺ مذاہب ابی حنیفہؒ کو نکال لیں گے۔ کیونکہ وہ رائے سے استدلال پکڑتے ہیں۔“ پس آپ ﷺ نے ابتداء کی، تو فرمایا: ابوحنیفہؒ شافعی، احمد اور مالک چوتھا ہے۔ (۱) علاوہ ازیں علامہ ابن حجرؒ وغیرہ نے بعض صالحین کے ایسے خواب نقل کئے ہیں جن میں انہوں نے امام صاحبؒ کو اعلیٰ علیین میں دیکھا ہے۔

قارئین کرام! امام اعظمؒ کے متعلق بعض حاسدین نے اس کے متضاد خواب بھی نقل کئے ہیں، لیکن علامہ ابن حجرؒ ان کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ ”یہ حسد کا پیش خیمہ ہیں۔“ اسی طرح علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ نے کچھ متضاد خواب ذکر کر کے ان کی تردید فرمائی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بعض اہل کشف کے مکشوفات:

جنت میں نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ قریب:

اہل کشف نے امام صاحبؒ کو بہت اعلیٰ مقام پر دیکھا ہے، جیسا کہ امام شعرائی لکھتے ہیں: کہ ”انہوں نے اپنے کشف کے ذریعہ مذاہب اربعہ کے مراتب کو رسول اللہ ﷺ کے مقام کے پاس اماموں کے مرتبہ کی ترتیب سے جنت میں دیکھے۔“

پس امام ابوحنیفہؒ رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ امام مالکؒ اس کے بعد تھے۔ امام شافعیؒ امام مالکؒ کے بعد اور امام احمدؒ امام شافعیؒ کے بعد (دیکھے)۔“  
 ”انہ رای بکشفہ مراتب المذہب الاربعۃ فی الجنتۃ حول مقام رسول اللہ ﷺ مرتبین علی مراتب امامہم فابوحنیفہؒ اقرب الی رسول اللہ ﷺ و مالکؒ بعدہ والشافعیؒ بعد الامام مالکؒ واحمدؒ بعد الشافعیؒ۔“ (۱) شاید اسی وجہ سے امام شعرائیؒ ائمہ اربعہؒ گوزمین کے میخ (کیل) اور دین کی بنیادیں کہا کرتے تھے۔

**ناظرین کرام!** قرآن و حدیث کے بغیر اپنی رائے سے دین متین کی تشریح کرنے والا شخص نبی کریم ﷺ سے دور دین کی بنیاد ڈھانے، منہدم و تباہ کرنے اور دنیا میں فساد برپا کرنے والا تو ہو سکتا ہے لیکن نبی کریم ﷺ کا سب ائمہ سے زیادہ مقرب اور دین کی بنیاد نہیں بن سکتا اور نہ زمین کے برقرار رہنے کیلئے کیل اور میخ کی حیثیت رکھ سکتا ہے۔ اب اگر بالفرض امام ابوحنیفہؒ قرآن و حدیث کے علوم سے عاری ہوتے، تو علامہ شعرائیؒ جیسی عظیم شخصیت ان کی اتنی زیادہ تعریف نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ایسے ذمہ دار فرد اتنی بڑی بات بلا تحقیق نہیں کہہ سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ نہ صرف حدیث کے جاننے والے تھے بلکہ آپؒ احادیث کی تہ تک پہنچنے والے اور تمام ائمہ سے زیادہ متبع سنت تھے۔

**قارئین کرام!** امام شعرائیؒ کے استاد علی مرتضیٰؒ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے:  
 کہ ”ائمہ مذہب اربعہؒ ایک ہی وقت میں رسول اللہ ﷺ کے علم احوال اور علم اقوال

دونوں کے وارث تھے۔ ”کان ائمة المذاهب“ وارثین لرسول اللہ ﷺ علم الاحوال و علم الاقوال معاً۔ امام شعرانی کے استاد کے اس فرمان سے امام شعرانی کے مذکورہ بالا کشف کی تائید و تصدیق بھی ہوتی ہے۔

**مذہب حنفی سنت نبویہ معروفہ کے سب سے زیادہ موافق ہے:**

امام شاولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) نے بعض کتب میں کچھ ایسی باتیں فرمائی ہیں جن سے تقلید و حنفیت کے خلاف لوگوں نے غلط فائدہ اٹھایا، مگر آخر میں انہوں نے ”فیوض الحرمین“ نامی کتاب میں صاف طور سے فرمادیا: کہ ”مجھ کو آنحضرت ﷺ نے (بذریعہ کشف) بتلایا: کہ ”مذہب حنفی میں ہی وہ طریقہ اہیقہ ہے جو دوسرے سب طریقوں سے زیادہ اس سنت نبویہ ﷺ معروفہ کے موافق ہے جو بخاری اور دیگر اصحاب صحاح کے دور میں مرتب و منقح ہو کر مدون ہو گئی ہیں۔“

شاہ صاحب گو مذکورہ کشف کے ذریعے ”مذہب حنفی“ کے متعلق جو شرح صدر حاصل ہوئی، وہ بڑی اہم دستاویز ہے۔ اس کشف سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب سنت نبویہ ﷺ کے عین مطابق ہے، وہاں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جامع بخاری اور اس دور کی دوسری کتب صحاح مدونہ کے مجموعہ سے مذہب حنفی کو تقویت ملتی ہے۔ ان کشفی اشارات سے احناف کو مستفید ہونا چاہئے۔

حضرت شاہ صاحب نے اپنی شرح صدر اور اس آخری تحقیق کی روشنی میں اپنے آپ کو صاف طور سے ”حنفی“ لکھا ہے اور اس تحریر کی نقل حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری نے ”مقدمہ خیر کثیر“ میں درج کی ہے، جو مجلس علمی ڈاھیل سے شائع ہو چکی ہے۔

## مذہب حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی مانند ہے:

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کو مجرد الف ثانی نے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں دریائے عظیم کی شکل میں دیکھا ہے چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: ”بے شائبہ تکلف و تعصب کہا جاتا ہے کہ نظر کشفی میں مذہب حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی طرح معلوم ہوتی ہے اور دوسرے مذاہب چھوٹی چھوٹی نہروں اور حوضوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور ظاہر نظر سے بھی دیکھا جائے تو سواد اعظم اہل اسلام امام اعظم کا متبع ہے۔“ (۱)

## مجرد الف ثانی کا مقام غیر مقلدین کی نظر میں:

یہ کشفی بیان ایک ایسی ہستی کا ہے جن کے بارے میں نواب صدیق حسن خان صاحبؒ غیر مقلد لکھتے ہیں: کہ ”حضرت مجرد الف ثانی سرہندیؒ کے کشف کبھی بھی شریعت کے خلاف نہیں ہوئے، بلکہ اکثر کی شریعت نے تائید کی ہے۔ اس لئے ان کے کشف کے مراتب بہت بلند و برتر ہیں۔“ (۲)

الغرض امام شعرانیؒ، شاولی اللہ محدث دہلویؒ اور مجرد الف ثانی تینوں ایسی شخصیات ہیں جن کی قدر و منزلت لامذہب غیر مقلدین کے ہاں بھی مسلم ہے۔ انہوں نے اپنے کشف میں امام اعظمؒ کا علمی کمال اور مذہب کی بلندی دیکھی ہے۔ مذکورہ الصدر نے امام صاحبؒ کو تمام ائمہ متبوعینؒ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس جنت میں سب سے زیادہ نزدیک دیکھا۔ حضرت شاولی اللہ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی تمام دوسرے طریقوں سے جو کہ صحاح ستہ کے دور میں مدون ہو گئی تھیں، سنت نبوی ﷺ

کے زیادہ موافق طریقہ مذہبی حنفی بتایا ہے اور آخر الذکر نے مذہب حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی طرح دیکھی ہے۔

## امام محمدؒ کی شان:

مذکورہ اولیاء و اکابر امت کے علاوہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ نے حضرت خواجہ فرید گنج شکرؒ کا قول نقل فرمایا ہے: ”امام اعظمؒ کی شان کا تو کیا کہنا! ان کے ایک شاگرد امام محمدؒ کا وہ درجہ تھا کہ جب آپؒ سوار ہو کر کہیں جاتے تھے تو امام شافعیؒ ان کی رکاب کے ساتھ پیدل چلتے تھے۔“ انہوں نے یہ بھی فرمایا: کہ ”اسی سے دونوں کے مذاہب کا فرق بھی معلوم ہو سکتا ہے۔“ (۱)

خلاصہ یہ کہ کبار محدثینؒ عظیم اولیاء کرامؒ اور صوفیاء کرامؒ نے امام اعظمؒ کی علمی مدح بڑے اچھے انداز میں فرمائی ہے، لیکن کتاب کی ضخامت بڑھنے سے بچنے کی وجہ سے صرف چند اکابر کی آراء روئے صالحہ اور کثوف ”مشتے نمونہ از خروارے“ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ فقیر کے سامنے محدثینؒ جیسے امام جعفر صادقؒ عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ) یکے از کبار محدثین و تابعین و اعلیٰ رواة صحاح ستہ، حفص بن عبدالرحمن بلخیؒ (م ۱۹۹ھ) محدث شہیر جو کہ ائمہ صحاحؒ کے اعلیٰ شیوخ میں سے شمار ہوتے ہیں (ابن جریجؒ (م ۱۵۰ھ) محمد بن میمونؒ (م ۱۶۷ھ) یہ بھی ائمہ صحاحؒ کے اعلیٰ شیوخ میں سے شمار ہیں) محدث اسماعیل بن ابی سلیمانؒ محمد بن طلحہؒ امام اعظمؒ کے ہم عصر معروف و مشہور حافظ الحدیث فضل بن موسیٰ سینائیؒ امام اعظمؒ کے دوسرے ہم عصر محدث عمر بن ذرؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام شمس الدین شافعیؒ علامہ مزنیؒ علامہ ابن الاثیر جزریؒ



محدث شفیق بلخی، ابوبکر بن عیاش، سعدان بن سعید حلیمی، امام اوزاعی، عفان بن یسار، یحییٰ ابن آدم، مطلب بن زیاد، یوسف بن خالد ابوسفیان جمیری، قیس بن ربیع، حسن بن عمارہ، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود، علامہ ابن تیمیہ اور بعض مشہور غیر مقلدین حضرات وغیرہ اکابر اور مشاہیر امت کی آراء کی بہت سی آراء ہیں۔ چونکہ امام اعظمؒ سے غیر مقلدین کو یہ بغض سبائی خاندان سے ورثہ میں ملا ہے، بلکہ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ حسد کرنا ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔ اس لئے ان کے امام علامہ ابن تیمیہؒ اور ان کے چند دوسرے اکابر کی آراء بھی پیش کرتا ہے، تاکہ ان حضرات کو خود ان ہی کی زبانی امام اعظمؒ کا دینی مرتبہ معلوم ہو جائے۔

**امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں غیر مقلدین کے اکابر کی تو شیقی کلمات:**

**امام ابوحنیفہؒ کا فقہ، فہم اور علم شک سے بالاتر تھا:**

قارئین کرام! علامہ ابن تیمیہؒ اگرچہ حنبلی ہیں، لیکن غیر مقلدین نے بعض مسائل میں ان کے تفردات کو اپنایا ہے، بالفاظ دیگر غیر مقلدین چند مسائل میں ان کے مقلد ہیں، اس لئے علامہ موصوفؒ کو غیر مقلدین کے اکابر میں شمار کیا ہے، اگرچہ حقیقت میں وہ غیر مقلد نہیں، بلکہ مقلد ہیں۔ علامہ موصوفؒ فرماتے ہیں: ”امام ابوحنیفہؒ سے اگرچہ کچھ لوگوں کو بعض مسائل میں اختلاف رہا ہے، لیکن ان کے فقہ، فہم اور علم میں کوئی ایک آدمی بھی شک و شبہ نہیں کر سکتا۔ کچھ لوگوں نے ان کی تذلیل و تحقیر کیلئے ان کی طرف ایسی باتیں بھی منسوب

کی ہیں جو قطعاً جھوٹ ہیں، جیسے خنزیر بری کا مسئلہ اور اس جیسے دوسرے مسائل۔“ (۱)

امام ابوحنیفہؒ کو برا کہنے والا چھوٹا رافضی، چاند پر تھوکنے والے کے مترادف اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے: محمد حسین بٹالوی کا اظہار حق:

مولوی بٹالوی غیر مقلد کی یہ تحریر اسی کتاب کے صفحہ..... تا..... پر ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابوحنیفہؒ کا گستاخ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا:

مولوی عبدالجبار غزنوی کی کرامت:

حضرت مفتی محمد حسنؒ نے ایک بار مولانا عبدالجبار غزنویؒ کی ولایت کا ایک واقعہ سنایا: کہ ”امر تسر میں ایک محلّہ تیلیاں تھا، جس میں اہل حدیث حضرات کی اکثریت تھی۔ وہاں عبدالعلی نامی ایک مولوی امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبدالجبار غزنوی سے پڑھا کرتا تھا۔ ایک بار مولوی عبدالعلی نے کہا: کہ ”ابوحنیفہ سے میں اچھا اور بڑا ہوں کیونکہ انہیں سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔“ اس بات کی اطلاع مولانا عبدالجبار کو پہنچی۔ وہ بزرگوں کا نہایت ادب و احترام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا۔ انہوں نے حکم دیا: کہ ”اس نالائق (عبدالعلی) کو مدرسہ سے نکال دو۔“ وہ طالب علم جب مدرسہ سے نکالا گیا، تو مولانا عبدالجبار غزنوی نے فرمایا: ”مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص مرتد ہو جائیگا۔“ مفتی محمد حسن راوی ہیں: کہ ”ایک ہفتہ نہ گزرا تھا، کہ وہ شخص مرزائی ہو گیا اور لوگوں نے اسے ذلیل کر کے مسجد سے نکال دیا۔“

اس واقعہ کے بعد کسی نے مولانا عبدالجبار غزنوی سے سوال کیا: ”حضرت! آپ کو یہ کیسے علم ہو گیا تھا کہ وہ عنقریب کافر ہو جائیگا؟“ فرمانے لگے: ”جس وقت مجھے اس کی گستاخی کی اطلاع ملی، اس وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آگئی: ”من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب“ (حدیث قدسی) یعنی جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی، تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔ میری نظر میں امام ابوحنیفہؒ ولی اللہ تھے۔ جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہو گیا، تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز کو چھینتا ہے۔ اس لئے ایسے شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا تھا۔“ (۱)

**گستاخ ابی حنیفہؒ کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا:**

**حافظ عبدالمنان غیر مقلد کی گواہی:**

مولانا محمد ابراہیم صاحب (غیر مقلد) حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی (غیر مقلد) کے متعلق لکھتے ہیں: ”آپ ائمہ دین کا بہت ادب کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے: ”جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کی بے ادبی کرتا ہے۔ اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔“ (۲)

**امام اعظمؒ کا معزز لقب: میرسیالکوٹی غیر مقلد کی تصدیق:**

قارئین کرام! نسیم بن حماد خزاعی امام بخاریؒ کے استاد ہیں۔ انہوں نے اپنے استاد سے (اگرچہ اصل وبالذات) ان کی حدیث (نہیں لی ہیں لیکن بالتحج)

مقروراً بغیرہ لی ہیں۔ (۱) نعیم، امام صاحبؒ کی عیب گوئی میں جھوٹی حکایتیں گھڑ لیا کرتا تھا جو سب کے سب جھوٹ ہوتے تھے۔ (۲)

مشہور غیر مقلد ابراہیم سیالکوٹی نے مذکورہ نعیم بن حماد پر کڑی جرح نقل کی ہے اور طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں: ”خلاصۃ الکلام یہ کہ نعیم کی شخصیت ایسی نہیں کہ اس کی روایت کی بناء پر حضرت امام ابوحنیفہؒ جیسے بزرگ امام کے حق میں بدگوئی کریں جن کو حافظ الشمس ذہبیؒ جیسے ناقد الرجال امام اعظمؒ کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔“ حافظ ابن کثیر البدایۃ (ص ۱۰۷) میں آپ کی نہایت تعریف کرتے ہیں اور آپ کے حق میں لکھتے ہیں: ”احد ائمة الاسلام والسادۃ الاعلام واحد ارکان العلماء و احد الائمة الاربعة اصحاب المذاهب الاربعة الخ“ نیز امام تکی بن معینؒ سے نقل کرتے ہیں: ”انہوں نے کہا: کہ ”آپ ثقہ تھے اہل الصدق سے تھے، کذب سے متہم نہ تھے۔“ نیز عبد اللہ بن داؤد الخرمیؒ سے نقل کرتے ہیں: انہوں نے کہا: ”لوگوں کو مناسب ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہؒ کے لئے دعا کیا کریں، کیونکہ انہوں نے ان پر فقہ اور سنن نبویہ کو محفوظ رکھا۔“ (۳)

**گستاخِ امام ابوحنیفہؒ نماز جنازہ اور کفن و دفن سے محروم رہا:**

اسی نعیم بن حماد کو اللہ تعالیٰ نے اس کا بدلہ دیا اور خوب دیا کہ مسئلہ خلق قرآن اس کیلئے بہانہ بنایا گیا اور اس کو گرفتار کر کے لوگوں کے سامنے ہتھکڑیوں سمیت کھینچا گیا اور بغیر کفن و دفن اور بغیر جنازہ کے ایک گڑھے میں ڈالا گیا، چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ

ماخذ ومصادر: (۱) میزان الاعتدال: ۴۱/۷، تہذیب التہذیب: ۴۱۲/۱۰، داؤد غزنوی: ۳۷۸ (۲) میزان

الاعتدال: ۴۳/۷ (۳) تاریخ اہل حدیث: ۶۴

لکھتے ہیں: کہ ”فَجَزَّ بِأَقْيَادِهِ فَالْقَى فِي حَفْرَةٍ وَلَمْ يُكْفَنَ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ  
فَعَلَ ذَلِكَ بِهِ صَاحِبُ ابْنِ أَبِي دَاوُدَ۔“ (۱)

امام اعظمؒ کے قدموں پر گر کر قصور معاف کرایا:

مولانا محمد ابراہیم صاحب (غیر مقلد) کا بیان:

”امام اعظمؒ غیروں کی نظر میں“ نامی رسالہ میں مصنف نے کمالات ۷۱ کے  
حوالہ سے ایک خواب کا تذکرہ کیا ہے: کہ ”عالم باعمل فاضل اکمل حضرت مولانا سید تجل  
حسین بہاریؒ لکھتے ہیں: ”ایک غیر مقلد مولوی محمد ابراہیم صاحب آروی مکہ مکرمہ گئے  
اور حضرت قبلہ عالم مولانا سید شاہ محمد علی صاحبؒ مونگیری بھی وہیں تھے۔ مولانا محمد  
ابراہیم صاحب (غیر مقلد) نے کہا: کہ ”جناب رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں میری  
حاضری ہوئی اور مجلس مبارک میں حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی تشریف فرما تھے۔ جناب  
رسالت مآب ﷺ نے مجھے فرمایا: ”تم ان یعنی امام اعظم ابوحنیفہؒ سے بدظن ہو، قصور  
معاف کروائیں۔“ میں نے امام اعظمؒ کے قدموں پر گر کر (قصور) معاف کرایا۔“

”ظلمات بعضها فوق بعض“ کا نظارہ:

مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں: کہ ”میں نے امام  
ابوحنیفہؒ کے متعلق تحقیقات شروع کیں، تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل  
پر کچھ غبار آ گیا۔ جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری  
طرح روشن تھا۔ یکا یک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا۔ گویا ”ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا

فَوْقَ بَغْضٍ“ کا نظارہ ہو گیا۔ معا خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام صاحبؒ سے بدظنی کا نتیجہ ہے۔ اس سے استغفار کرو۔ میں نے کلمات دہرانے شروع کئے، وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور اس کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی مات کر دی۔ اس وقت سے میری امام صاحبؒ سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو امام صاحبؒ سے حسن عقیدت نہیں ہے، کہا کرتا ہوں: کہ ”میری اور آپ کی مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرین معارن قدسیہ آنحضرت ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے: ﴿أَفْتَمَارُونَہٗ عَلٰی مَا یُرٰی﴾ میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا۔ اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے الخ“ اور پھر لکھتے ہیں: کہ ”اب میں اس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگان دین سے خصوصاً ائمہ متبوعین سے حسن ظن رکھیں اور گستاخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں۔ کیونکہ اس کا نتیجہ ہردو جہاں میں موجب خسران اور نقصان ہے۔“ نسئل اللہ الکریم حسن الظن والتأدب مع الصالحین ونعوذ باللہ العظیم من سوء الظن بهم فانہ عرق الرفض والخروج وعلامة المعاقین ما قیل۔“

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم شد از فضل رب (۱)

ائمہ دین کا گستاخ چھوٹا رافضی ہے:

سیدنذیر حسین صاحبؒ (غیر مقلد) کا فرمان:

مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی، سید نذیر حسینؒ کا ایک فرمان نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ ”ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے، چھوٹا رافضی جانتے ہیں۔“

### امام ابوحنیفہؒ متبع سنت مجتہد تھے: صاحب معیار الحق کا اقرار حق:

میاں صاحب معیار الحق میں امام ابوحنیفہؒ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”امانا وسیدنا ابوحنیفۃ النعمان افاض اللہ علیہ شایب العفو والغفران۔“ نیز فرماتے ہیں: ”ان (امام ابوحنیفہؒ) کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی و پرہیزگار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں اور آیت کریمہ ﴿ان اکرمکم عند اللہ اتقکم﴾ زینت بخش مراتب ان کیلئے ہیں۔“ (۱)

الغرض غیر مقلدین کے اکثر اکابر کے ہاں امام ابوحنیفہؒ کا فہم، علم، ثقاہت اور آپؒ کا سنن نبویہ کا محافظ، متبع سنت اور ولی اللہ ہونا اتنا مسلم ہے کہ ان کی بابت بدزبان استعمال کرنے والے کو چھوٹا رافضی اور خاتمہ بالخیر سے محروم لکھتے ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے اہل سنت والجماعت کے اکابر محدثین، ائمہ کرام، اولیاء عظام اور صوفیائے کرام کی آراء کے ساتھ ساتھ غیر مقلدین کے اسلاف و اکابر کی آراء بھی پڑھیں۔ جن سے آپ نے ضرور یہ نتیجہ نکالا ہوگا کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی ہونے کے ساتھ ساتھ محدث کبیر، حافظ الحدیث، اعلیٰ درجہ کے ثقہ، جید الفہم والحفظ اور امام و مجتہد تھے۔ اب فقیر بحث کو سمیٹتے ہوئے عبد اللہ بن داؤد کے چند کلمات پر اکابر کی آراء کا موضوع ختم کرتا ہے، لیکن آپ کے فرمان تحریر کرنے سے پہلے ان کا تھوڑا

تعارف کرایا جاتا ہے تاکہ قارئین کرام ان کی رائے کی اہمیت جان سکیں۔

## امام خرمیؒ کا مقام:

محترم قارئین کرام! امام ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن داؤد الخرمیؒ (۱۲۱ھ/۲۱۳ھ) چوٹی پائے کے حافظ الحدیث، امام، عابد اور زاہد گزرے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ”بخاری اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ امام بخاریؒ نے ان کے تلامذہ سے ان کی روایت لی ہے اور ان سے براہ راست کوئی روایت نہیں لی کیونکہ عمر کے آخری ایام میں انہوں نے روایت کرنا ترک کر لیا تھا۔ ابن سعدؒ نے ان کو بڑا عابد ثقہ اور دارقطنیؒ نے زاہد اور ثقہ قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں امام ابن معینؒ، ابوزرعہ نسیؒ اور ابن قانعؒ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (۱) امام وکیعؒ نے ان کے چہرے کو دیکھنے پر عبادت کا حکم لگایا ہے اور علامہ ذہبیؒ نے الحافظ الامام القدوة سے ان کا تعارف شروع کیا ہے۔ (۲) اور اس سے کئی صفحے پہلے لکھا ہے کہ اس کتاب میں علم نبوی ﷺ کے حفاظ میں ساتواں طبقہ کا ذکر ہے اور اس کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ میں نے ان میں سے اعلام پر اکتفاء کیا ہے اور وہ سونفوس ہیں۔ (۳) جس سے معلوم ہوا کہ امام خرمیؒ نہ صرف حافظ الحدیث تھے بلکہ کبار حفاظ محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی ان کو حفاظ حدیث کے طبقہ سابعہ میں شمار کیا ہے۔ (۴)

ماخذ و مصادر: (۱) ملخصہ تہذیب التہذیب: رقم ۳۳۶/۵: ۱۷۵ (۲) تذکرہ الحفاظ: رقم ۳۳۸/۱: ۳۲۰

(۳) ایضاً: ۳۲۹/۱: طبقات الحفاظ: ۲۶/۱:



## اہل اسلام پر واجب ہے.....:

امام حافظ عبداللہ بن داؤد دمشقیؒ فرماتے ہیں: ”اہل اسلام پر واجب ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہؒ کے لئے دعا کریں اور یہ اس لئے کہ انہوں نے مسلمانوں کیلئے سنت و فقہ کو محفوظ کیا ہے۔“ **”يجب على اهل الاسلام ان يدعوا الله لابي حنيفة في صلاتهم قال وذكر حفظه عليهم السنن والفقہ۔“** (۱) نیز فرماتے ہیں: کہ ”جب تم آثار یا کہا حدیث (کے الفاظ) کا قصد کریں اور میرا گمان یہ ہے کہ انہوں نے ورع کو بھی ذکر کیا، تو اس کیلئے سفیان ہیں اور جب تم آثار یا احادیث کی باریکیوں کو معلوم کرنا چاہیں، تو اس کیلئے امام ابوحنیفہ ہیں۔“ **”اذا اردت الاثار او قال الحديث واحسبه قال الورع فسفيان واذا اردت تلك الدقائق فابوحنيفة۔“** (۲) اور فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ کی برائی صرف دو قسم کے آدمی بیان کرتے ہیں یا تو ان کے علم کی وجہ سے ان کے ساتھ حسد کرتے ہیں یا ان کے (کمال درجہ کے) علم سے جاہل ہیں۔“ **”لا يتكلم في ابي حنيفة الا رجلا ن اما احاسد لعلمه واما جاهل بالعلم۔“** (۳)

ناظرین کرام! مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ امام عبداللہ بن داؤدؒ امام ابوحنیفہؒ کو دقائق احادیث کے نہ صرف ماہر بتاتے تھے بلکہ امت کیلئے سنن و فقہ کے محافظ قرار دیتے ہوئے اہل اسلام پر نماز میں آپؒ کیلئے دعا کرنا ضروری جانتے تھے اور

**ماخذ و مصادر:** (۱) تاریخ بغداد: ۳۴۴/۱۳، الطبقات السنیة فی تراجم الحنفیة: ۱/۲۹، المناقب للموفق: ۲/۳۰، البدایہ والنہایہ: ۱۳/۴۱۹ (۲) المناقب للموفق: ۲/۳۰، حدائق حنیفہ سیر الاحناف (۳) تمییز الصحیفة: ۱۱۳، تاریخ بغداد: ۳۴۴/۱۳، تہذیب الکمال: رقم ۶۴۳۹: ۲۹/۴۴۱

آپؒ پر تشبیح کرنے والوں کو جاہل اور حاسد کے الفاظ سے نوازتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ سنت نبوی ﷺ کے بہت بڑے عالم تھے اور سنت و فقہ کو امت کیلئے محفوظ کر کے انہوں نے امت پر احسان عظیم فرمایا ہے، لیکن افسوس بعض لوگ جہل کے شکار ہونے اور حسد کی آگ میں جلنے کی وجہ سے امام اعظمؒ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو راہ حق پر لائے اور ہم سب کو ہمیشہ راہ راست پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

### امام ابوحنیفہؒ اعلیٰ درجہ کے حافظ عادل اور ثقہ تھے:

بعض لوگ امام اعظمؒ کو مجروح اور ضعیف کہتے ہیں، لیکن امام صاحبؒ کا ضعیف ہونا تو درکنار آپؒ ایک متوسط درجہ کے ثقہ بھی نہیں تھے بلکہ آپؒ اعلیٰ درجہ کے ثقہ اور عادل تھے۔ کیونکہ جب کسی راوی کی تعدیل میں لفظ "ثقة" اور "متقن استعمال کی جائے" تو عند الاصولین والحدیثین اس کی حدیث حجت ہوتی ہے اور جب بعینہ یہی الفاظ مکرر کئے جائیں، یا اس کے ہم معنی لفظ کے ساتھ تکرار کیا جائے جیسے "ثقة ثقة" یا "ثقة ثبت" "ثقة حجة" اور "ثقة حافظ" وغیرہ تو اس راوی کی حدیث صرف "ثقة" اور "متقن" والے کی حدیث سے بھی اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اور بعض علماء کہتے ہیں: "کہ تعدیل کا اس سے ایک دوسرا اعلیٰ درجہ بھی ہے وہ "حفظ" جیسے اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کرنا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا امام ابوحنیفہؒ کے بارے الفاظ بالا میں سے کوئی لفظ استعمال ہوا ہے یا نہیں؟ تو کتب رجال کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی شان میں یہ سب الفاظ محدثین اور نقادین سے منقول ہیں۔ آپؒ نے چند ائمہ جرح

وتعدیل کی آراء سابقہ صفحات میں پڑھیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی توثیق و تعدیل میں مختصر انداز میں سابقہ اور مزید کچھ دوسرے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

امام یحییٰ بن معینؒ جو کہ فن جرح و تعدیل میں بہت اعلیٰ درجہ کے امام مانے جاتے ہیں۔ علامہ ذہبیؒ، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ مبارک پوریؒ کے حوالہ سے امام یحییٰ بن معینؒ کی توثیق پہلے گزر چکی ہے، وہ وہاں دیکھ لیں۔ اب اس عنوان کی مناسبت سے دوسرے ائمہ کرامؒ کے ساتھ ان کے بھی کچھ مزید ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔ امام احمدؒ، احمد بن عطیہؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ امام یحییٰ بن معینؒ سے سوال کیا گیا: کہ ”امام ابوحنیفہؒ سے سفیانؒ کی کوئی روایت ہے؟ فرمایا: ہاں!“ ”امام ابوحنیفہؒ“ حدیث و فقہ میں ثقہ اور سچے تھے اور اللہ کے دین پر قابل اعتماد تھے۔“ ”ثقة صدوق“

فی الحدیث والفقہ مامونا علی دین اللہ“ (۱) اور فرمایا: کہ ”ہمارے دوست (یعنی بعض محدثینؒ) امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہؒ کی بابت کمی اور تقصیر سے کام لیتے ہیں (اور ان) کی مجالس سے فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے ان کو ضائع کرتے ہیں)“ تو انہیں کہا گیا: کہ ”کیا وہ جھوٹ بولتے تھے؟“ فرمانے لگے: ”وہ جھوٹ سے بالاتر تھے۔“

”وقال: اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفة واصحابہ“ (۲) فقیل لہ: ”اكان یكذب“ قال: ”انبل من ذالك الخ۔“ (۳) ایک دفعہ کسی نے امام یحییٰ بن معینؒ سے پوچھا: کہ ”کیا ابوحنیفہؒ ثقہ تھے؟ کہا: ”ہاں!“ ”ثقة تھے“، ”ثقة تھے“ اللہ کی

ماخذ ومصادر: (۱) الخیرات الحسان، تاریخ بغداد: ۱۳/۴۱۹، ۴۲۰، ترجمان السنۃ (۲) فرط فی الامر قصر فیہ وضعہ حتی فات وفرط فیہ مثله“ مختار الصحاح: ۱/۲۰۹، لسان العرب:

قسم! ان کا رتبہ اس سے زیادہ بلند تھا کہ جھوٹ کہتے۔ ورع میں وہ سب سے زیادہ تھے۔“ اور کہا: کہ ”جس کو ابن مبارکؒ اور کبیجؒ نے عدل کہا ہو اس کو تم کیا کہتے ہو؟“ (۱) اس روایت میں امام یحییٰ بن معینؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق میں دو دفعہ ”ثقة کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

ایک دفعہ امام موصوفؒ سے امام صاحبؒ کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمانے لگے: ”وہ ثقہ تھے، میں نے کسی کو ان کی تضعیف کرتے ہوئے نہیں سنا۔“ ”سئل ابن معین عنہ فقال ثقة ما سمعت احدا ضعفه۔“ (۲) امام ابن معینؒ کی ان الفاظ سے تعدیل و توثیق کرنا ”ثقة ما سمعت احدا ضعفه“ اعلیٰ درجہ کی تعدیل اور توثیق ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ حدیث میں ثقہ تھے اور فرمایا..... ہمارے ہاں امام ابوحنیفہؒ اہل صدق میں سے تھے اور کذب سے متم نہیں تھے۔“ ”کان ابوحنیفۃ ثقة فی الحدیث وقال..... کان ابوحنیفۃ عندنا من اهل الصدق ولم يتهم بالكذب الخ۔“ (۳)

**فوائد: فائدہ.....:** امام یحییٰ بن معینؒ کا ”عندنا“ ضمیر جمع استعمال کرنے سے صاف طور پر بتاتا ہے کہ ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک امام صاحبؒ اعلیٰ درجہ کے ثقہ اور صدوق تھے ورنہ امام یحییٰ بن معینؒ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق ”عندنا“ اور ”ما سمعت احدا ضعفه“ کے الفاظ ذکر نہ کرتے۔

ماخذ و مصادر: (۱) انوار الباری: ۱/۲۲ مناقب موفق، الانتصار مناقب کردری (۲) عمدة القاری: ۳/۶۶

(۳) تہذیب الکمال: رقم ۶۴۳۹: ۲۹/۴۲۴

**فائدہ ۲.....:** امام یحییٰ بن معینؒ کبھی کبھار کسی ثقہ کیلئے "لا بأس بہ" کا لفظ بھی استعمال کرتے تھے جیسا کہ بعض مقامات پر امام ابوحنیفہؒ کیلئے اس قسم کے الفاظ فرمائے ہیں۔

## امام ابوحنیفہؒ کی ثقاہت ائمہ جرح و تعدیل کی نظر میں:

الغرض امام یحییٰ بن معینؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ایک اعلیٰ درجہ کے عادل اور ثقہ راوی حدیث تھے۔ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ میں سے ایک راوی امام شعبہ بن الحجاجؒ بھی ہیں۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی نہ صرف توثیق کی ہے بلکہ انہوں نے باقاعدہ طور پر امام ابوحنیفہؒ کو احادیث روایت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا۔ علاوہ ازیں آپؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو بہترین حافظہ کے مالک اور بہترین سمجھ دار کہا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! ابوحنیفہؒ بہترین سمجھ اور جید حافظہ والے تھے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے آپؒ پر اس چیز کی وجہ سے تشبیح کی جس چیز پر آپؒ ان لوگوں سے زیادہ عالم تھے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے اور امام شعبہؒ آپؒ پر بہت کثرت سے ترحم کہتے تھے یعنی آپؒ کیلئے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی دعا مانگتے تھے۔ "کان (امام ابوحنیفہؒ) واللہ حسن الفہم جید الحفظ حتیٰ شنعوا علیہ بما هو اعلم بہ منهم واللہ سیلقون عند اللہ وکان کثیر الترحم۔" (۱)

علامہ ابن عبدالبرؒ بطریق امام عبداللہ بن احمد دورقؒ نقل کرتے ہیں: کہ "امام

یحییٰ بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں سوال کیا گیا اور میں سن رہا تھا تو انہوں نے

جواب میں فرمایا: کہ ”وہ ثقہ تھے ہمیں نے کسی سے نہیں سنا: کہ کسی نے ان کی تضعیف کی ہو اور یہ شعبہ بن حجاج ہیں جو ان کی طرف لکھ رہے ہیں: کہ ”وہ (ان کی اجازت سے) حدیث بیان کریں اور ان کو (صرف اجازت نہیں دے رہے ہیں، بلکہ ان کو) حکم دے رہے ہیں اور شعبہ تو آخر شعبہ ہیں۔“ سئل یحییٰ بن معین و اناسم عن ابی حنیفۃ فقال ثقہ ما سمعت احدا ضعّفه وهذا شعبۃ بن الحجاج یکتب الیہ ان یحدث ویأمرہ وشعبۃ شعبۃ۔“ (۱)

**نوٹ:** امام شعبہؒ کی بقیہ توثیقات و تعدیلات ان کی رائے میں دیکھ لیں۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ کو کون نہیں جانتا؟ امام بخاریؒ نے سب سے پہلے ان کی کتابیں یاد کی تھیں۔ امیر المؤمنین فی الحدیث، فن حدیث کے رکن اعظم، صحیح بخاری و مسلم کے سینکڑوں احادیث کے راوی اور امام ابوحنیفہؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔

امام بخاریؒ نے اپنے رسالہ رفع الیدین میں لکھا ہے: کہ ”ابن مبارکؒ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔“ اس علم اہل زمانہ نے امام ابوحنیفہؒ کی بہترین انداز میں توثیق فرمائی ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں یحییٰ بن معین نے فرمایا: کہ ”وہ سچے اور ثقہ تھے۔ اس شخص کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ جن کی تعدیل ابن مبارکؒ اور کبیجؒ نے کی ہو؟“ ”عدل ثقہ ما ظنک من عدلہ ابن مبارکؒ و کبیجؒ۔“ (۲) اور فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ کے بارے امام و کبیجؒ کے رائے بہت عمدہ تھی۔“ نیز ابن مبارکؒ نے فرمایا: کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے اپنے حفظ فقہ، علم، احتیاط، دیانت اور اعلیٰ درجہ کے تقویٰ کی وجہ سے سب پر غلبہ پالیا ہے۔“

”کان وکیع جيد الرأی فیہ (ای فی ابی حنیفہ)“ وایضاً فیہ عن ابن المبارک قال غلب علی الناس بالحفظ والفقہ والعلم والصیانة والدیانة وشدة الورع الخ۔ (۱)

فن حدیث میں امام علی بن المدینیؒ (م ذوالقعدہ ۲۳۴ھ) کی امامت مسلم ہے۔ امام ذہلیؒ امام بخاریؒ امام نسائیؒ اور امام ابوداؤدؒ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ بچھاتے ہوئے آپ سے احادیث پڑھیں۔ آپ نون حدیث اور علل حدیث میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ امام احمدؒ نے کبھی ان کا نام نہیں لیا بلکہ تعظیماً آپ کی کنیت لے کر آپ کو یاد کیا کرتے تھے۔ امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں: ”میں نے علی بن مدینیؒ کے سوا کسی کے سامنے اپنے آپ کو کمتر نہیں جانا۔“ (۲) اس عظیم ہستی نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبرؒ آپ کا ارشاد نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”امام ثوریؒ ابن المبارکؒ حماد ابن زیدؒ اور جعفر بن عونؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے احادیث روایت کیں اور آپ ثقہ تھے ان میں کوئی عیب نہیں۔“ قال ابن المدینی: ”ابوحنیفہ روی عنہ الثوری وابن المبارک وحمادبن زید وجعفر بن عون وهو ثقة لا بأس به۔“ (۳)

امام سفیان ثوریؒ کی شان سے کون ناواقف ہے؟ ان کی توثیق میں امام شعبہؒ ”هوافظ منی“ خطیب ائمة المسلمین اور دین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، کے الفاظ استعمال کر رہے ہیں اور ان کی امامت ضبط و پختگی حفظ و معرفت اور زہد و تقویٰ پر علماء کا اتفاق نقل کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص امام ابوحنیفہؒ کے

ہاں سے امام سفیانؒ کے پاس آکر کہتا: کہ ”میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس سے آیا ہوں۔“  
 تو آپؒ فرماتے: کہ ”تم افقہ اہل الارض سے آئے ہو۔“ یعنی تم ایسے شخص کے پاس  
 سے آئے ہو کہ روئے زمین پر معانی اور مطالب حدیث کا ان جیسا فقیہ و عالم  
 نہیں ہے۔“ **لقد جئت من عند افقہ اہل الارض۔** (۱) انہوں نے امام  
 ابوحنیفہؒ کی توثیق میں ان کلمات سے بھی بہترین کلمات ادا فرمائے ہیں۔ جن کو ان کی  
 رائے کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا اکابر صحاح ستہ کے معتمد رواۃ میں سے ہیں۔ انہوں  
 نے امام ابوحنیفہؒ کی بہترین الفاظ میں توثیق فرمائی ہے، لیکن ان اعترافات کے باوجود  
 ان مقتدایانِ محدثینؒ کا امام ابوحنیفہؒ کے سامنے زانوئے طے کر کے ان سے احادیث  
 پڑھنا، اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اعلیٰ درجہ کے عادل، ثقہ، امام ائمۃ  
 الحدیث اور محدثینؒ میں عظیم شان کے مالک تھے۔

امام یزید بن ہارونؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو حافظ الحدیث، اعظم الناس، اپنے زمانہ  
 کے بے نظیر عالم، اپنے ایک ہزار شیوخ و اساتذہ میں ورع، حافظ اور عقل کے لحاظ سے  
 سب سے فائق بتایا ہے۔ آپؒ نے محدثین کی ایک مجلس میں محدثینؒ کو عطار اور صرف  
 اصحاب ابی حنیفہؒ کو اہل علم فرمایا ہے۔ امام اسرائیل بن یونسؒ نے بھی امام اعظمؒ کی بہترین  
 الفاظ میں توثیق فرمائی ہے، جو کہ ان کی رائے کے تحت دیکھی جاسکتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق فرمانے کے بعد آپؒ کے  
 مناقب کے آخر میں لکھا ہے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ کے مناقب بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان



سے راضی ہو اور جنت الفردوس میں ان کو جگہ عطا فرمائے۔ آمین“ و مناقب  
الامام ابی حنیفہؒ کثیرہ۔ ج ۱، ص ۱۰۰، اللہ تعالیٰ عنہ واسکنہ  
الفردوس ☆ آمین ☆۔ (۱)

فن رجال کے امام حافظ ابوالحجاجؒ، مسلم منصف مزاج نفاذ علامہ ذہبیؒ حافظ  
ابن حجر کئی اور علامہ صفی الدین خزاعیؒ وغیرہم نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کی ہے۔ علامہ  
ابن حجر شافعیؒ نے اپنی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کی بڑے زور سے تعدیل کی ہے اور اس میں  
ایک مستقل فصل "فی رد ما قیل له فیہ من الجرح" قائم کی ہے۔ اس فصل میں  
حافظ ابن عبدالبرؒ علی بن مدینیؒ شعبہؒ یحییٰ بن معین اور شیخ الاسلام تاج الدین سبکیؒ جیسے  
محدثین وائمہ جرح و تعدیل کے اقوال سے امام ابوحنیفہؒ کی بسط کے ساتھ تعدیل فرمائی  
ہے اور معترضین کے اعتراضات کا نہایت معقول جواب دیا ہے۔ (۲) علامہ  
موصوفؒ فرماتے ہیں: کہ "یہ وہم بھی نہ کرنا چاہئے، کہ امام ابوحنیفہؒ علم وفقہ کے سوا  
دوسرے علوم نہیں جانتے تھے۔ ماشاء اللہ وہ علوم شرعیہ، تفسیر، حدیث اور علوم عالیہ ادیبہ  
قیاس اور علوم حکمیہ کا ایک سمندر تھے۔ ان کے بعض مخالفین کا قول اس کے خلاف ہے  
مگر ان کا منشاء محض حسد اور اپنی برتری کی خواہش ہے۔"

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوریؒ رقمطراز ہیں: کہ "امام ابن  
معینؒ امام شعبہؒ اور امام سفیان ثوریؒ سب امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کرتے ہیں۔" (۳)

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ بخاری کی شرح میں کتاب العلم کے ایک

ماخذ و مصادر: (۱) تہذیب التہذیب: ۱۰/۲۰۲، مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۱/۱۲۸ (۲) الخیرات الحسان: ۷۷

(۳) تحقیق الکلام: ۴۰

عنوان ”باب ماکان النبی ﷺ یتخولہم بالموعظۃ“ کے تحت فرماتے ہیں:

”یحییٰ سے مراد یحییٰ بن سعید القطانؒ ہیں، جو جرح و تعدیل کے امام ہیں اور وہ اولین شخصیت ہیں جنہوں نے اس فن میں تصنیف کی ہے۔ اس بات کو امام ذہبیؒ نے بھی کہا ہے اور وہ امام ابوحنیفہؒ کی مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور ان کے شاگرد و کبیج بن جراحؒ، جو کہ حضرت سفیان ثوریؒ کے شاگرد بھی ہیں، وہ بھی حنفی تھے۔ یحییٰ بن معینؒ نے نقل کیا ہے: کہ ”بے شک یحییٰ بن سعید القطانؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پوچھا گیا: تو فرمانے لگے: ”ہم نے ان سے اچھی رائے والا نہیں دیکھا اور وہ ثقہ ہیں“ اور ابن معینؒ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے، کہ آپؒ نے فرمایا: کہ ”میں نے کسی سے نہیں سنا: کہ ”امام ابوحنیفہؒ پر جرح کرتا ہو۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ حضرت یحییٰ بن معینؒ کے زمانہ تک مجروح نہیں تھے۔ پھر امام احمدؒ کا مسئلہ خلق قرآن شروع ہوا، جس سے شہرت حاصل ہوئی اور محدثین کی جماعت میں تفرقہ پڑ گیا۔ ورنہ اس واقعہ سے قبل سلف میں ایک جماعت ایسی تھی جو امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر فتویٰ دیتی تھی اور امام یحییٰ بن معینؒ بھی حنفی تھے اور میرے پاس امام ذہبیؒ کا ایک رسالہ ہے اور وہ بھی حنبلی اعتقاد اور شافعی مذہب رکھتے تھے اور اس رسالہ میں لکھا ہے کہ وہ متعصب حنفی تھے اور ہو سکتا ہے کہ بے شک ابن معینؒ نے ابن ادریسؒ پر جو کہ امام شافعیؒ سے مشہور ہیں، پر جرح کی ہو۔“ (۱)

امام بخاریؒ کے شیخ امام اسحاق بن راہویہ حنفی تھے:

علامہ کشمیریؒ لکھتے ہیں: ”جان لے کہ بیشک امام بخاریؒ مجتہد تھے اس میں کوئی

شک نہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ آپؒ شافعی المسلمک تھے، پس یہ امام بخاریؒ کا امام شافعیؒ

کے مشہور مسائل میں موافقت کرنے کی وجہ سے ہے۔ ورنہ امام اعظمؒ کی موافقت امام شافعیؒ کی موافقت سے کم نہیں ہے اور ان کا امام حمیدیؒ کے تلامذہ سے ہونا سو مند نہیں ہے کیونکہ آپؒ امام اسحاق بن راہویہؒ کے تلمیذ بھی تھے۔ حالانکہ امام اسحاق بن راہویہؒ معنی تھے۔ تو ان کو اس موافقت کی وجہ سے شافعیؒ کہنا، حنفیؒ کہلانے سے اولیٰ نہیں ہے۔“ (۱)

مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ کے علم حدیث میں بڑے مجتہدین میں سے ہونے پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ ان کے مذہب پر رُداً و قبولاً بھروسہ کیا گیا ہے۔“ ”ویدل علی انہ (ای اباحنیفہؒ) من کبار المجتہدین فی علم الحدیث اعتماداً مذہبہ بینہم والتعویلُ علیہ واعتبارہ رداً و قبولاً۔“ (۲)

قارئین کرام! آپ حضرات کی سہولت کی خاطر امام ابوحنیفہؒ کی شان میں کہے گئے الفاظِ توثیق دوبارہ مختصر اذکر کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

امام عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں: ”لوم الق اباحنیفہ لکنت من المفالیس فی العلم وفی روایۃ لکنت کبعض الناقلین لاتقولوا رأی ابی حنیفہ ولكن قولوا تفسیر الحدیث لیس للعلماء غنیۃ عن ابی حنیفہ ولو فی تفسیر الحدیث اغلب علی الناس بالحفظ والفقہ وادل صیانة وديانة وشدة الورع هاتوا فی العلماء مثل ابی حنیفہ والادعونا لاتعذبونا علیکم بالاثر ولا بد للاثر من ابی حنیفہ يتعرف به تأویل الاحادیث ومعناه اذا اجتمع سفیان وابوحنیفة فمن يقوم لهما علی

فتیا واما افقه الناس فابوحنيفة 'مارأيت في الفقه مثله كان ابوحنيفة شديد الاخذ للعلم ذابا عن حرم الله ان تستحل يأخذ بما صح من الاحاديث التي كانت يحملها الثقات وبالأخر من فعل رسول الله ﷺ وبما ادرك عليه علماء الكوفة ثم شنع عليه قوم يغفر الله لنا ولهم دخلت الكوفة فسألت علماء هاوقلت من اعلم الناس في بلادكم هذه فقالواكلهم الامام ابوحنيفة."

امام يحيى بن معينؒ فرماتے ہیں: "ثقة ثقة ثقة صدوق ثقة لا بأس به لم يتهم بالكذب عدل ثقة ما ظنك بمن عدله ابن المبارك ووكيع ما سمعت احدا ضعفه هذا شعبة بن الحجاج يكتب اليه ان يحدث ويأمره وشعبة شعبة مارأيت احدا أقدمه على وكيع وكان يفتى برأى ابي حنيفة وكان يحفظ حديثه كله وكان قد سمع من ابي حنيفة حديثاً كثيراً" حافظ وحجة."

امام علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں: "كان ابوحنيفة ثقة لا يحدث الا بما يحفظه ولا يحدث بما لا يحفظ (ايضاً) ثقة لا بأس به."

امام شعبہؒ فرماتے ہیں: "كان والله حسن الفهم جيد الحفظ."  
امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: "كان والله شديد الاخذ للعلم لا يأخذ الا ما صح عنه ﷺ شديد المعرفة بالناسخ والمنسوخ وكان يطلب احاديث الثقات والأخر من فعله ﷺ."

حافظ ابن الاثير الجوزيؒ فرماتے ہیں: "كان اماما في علوم

## الشریعة مرضیة۔

امام عیسیٰ بن موسیٰ فرماتے ہیں: "هَذَا عَالَمُ الدُّنْيَا الْيَوْمِ۔"

امام مکی بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں: "كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ زَاهِدًا عَالِمًا رَاغِبًا

فِي الْآخِرَةِ صَدُوقُ اللِّسَانِ أَحْفَظُ أَهْلِ زَمَانِهِ كَانَ أَعْلَمَ أَهْلِ زَمَانِهِ"

امام ابو یوسفؒ یعقوبؒ فرماتے ہیں: "مَا رَأَيْتُ أَعْلَمَ بِتَفْسِيرِ

الْحَدِيثِ مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ۔"

امام یزید بن ہارونؒ فرماتے ہیں: "أَهْلُ الْعِلْمِ أَصْحَابُ أَبِي حَنِيفَةَ"

كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ تَقِيَانِيًّا زَاهِدًا عَالِمًا صَدُوقُ اللِّسَانِ أَحْفَظُ أَهْلِ

زَمَانِهِ سَمِعْتُ كُلَّ مَنْ أَدْرَكَهُ مِنْ أَهْلِ زَمَانِهِ يَقُولُ مَا رَأَى أَفْقَهُ عَنْهُ"

وَقَالَ أَدْرَكَتُ الْفَرْجَ وَكُتِبَتْ عَنْ أَكْثَرِهِمْ مَا رَأَيْتُ فِيهِمْ أَفْقَهُ

وَلَا أَوْرَعُ وَلَا أَعْلَمُ مِنْ خَمْسَةِ أَوْلَادِهِمْ أَبُو حَنِيفَةَ۔"

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: "هُوَ مِنْ الْعِلْمِ وَالْوَرَعِ وَالزُّهْدِ

وَإِيثارُ دَارِ الْآخِرَةِ بِمَحَلِّ لَا يَدْرِكُهُ أَحَدٌ۔"

امام شہداءؒ فرماتے ہیں: "مَا رَأَيْتُ أَعْلَمَ مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ۔"

امام عبداللہ بن داؤد الحُرَیْمِيُّؒ فرماتے ہیں: "يَجِبُ عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ

أَنْ يَدْعُوا اللَّهَ تَعَالَى لِأَبِي حَنِيفَةَ فِي صَلَاتِهِمْ وَذَكَرَ حَفْظَهُ عَلَيْهِمُ

السُّنَنِ وَالْفِقَةِ۔"

امام شقیق بلخیؒ فرماتے ہیں: "كَانَ الْإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ مِنْ أَوْرَعِ

النَّاسِ وَأَعْلَمِ النَّاسِ وَأَعْبَدِ النَّاسِ۔"

امام ابراہیم بن عکرمہ المحزومیؒ فرماتے ہیں: "ما رأیت عالما اورع ولا

ازهد ولا اعلم من ابی حنیفة۔"

امام خلف بن ایوبؒ فرماتے ہیں: "صار العلم من اللہ تعالیٰ الی

محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثم الی اصحابه ثم الی التابعین ثم الی ابی حنیفة  
واصحابه۔"

امام القاسم بن معن بن عبدالرحمن المسعودیؒ فرماتے ہیں: "ما جلس

الناس الی احد انفع مجالسةً من ابی حنیفة۔"

امام یحییٰ بن سعید القطانؒ فرماتے ہیں: "لانکذب اللہ ما سمعنا

احسن رأیا من رأی ابی حنیفة وقد اخذنا باکثر اقواله وانه واللہ  
لاعلم هذه الامة بما جاء عن اللہ ورسوله۔"

امام محمد بن ادریس (امام شافعیؒ) فرماتے ہیں: "الناس عیال فی

الفقه علی ابی حنیفة۔"

امام معمرؒ فرماتے ہیں: "ما عرف احدا بعد الحسن (البصری)

یتکلم فی الفقه احسن منه۔"

علامہ ابو حیان التوحیدیؒ فرماتے ہیں: "الملوک عیالٌ عمرٌ اذا

ساسوا والفقهاء عیال ابی حنیفة اذا قاسوا۔"

امام نضر بن شُمیلؒ فرماتے ہیں: "کان الناس نیاما فی الفقه حتی

ایقظهم ابوحنیفة بما فتَّقه (ای شقَّقه۔ مروت) وبینہ۔"

علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں: "ویدل علی انه (ای اباحنیفةؒ) من

کبار المجتہدین فی علم الحدیث اعتماداً مذہبہ بینہم والتعویلاً  
علیہ واعتبارہ رداً و قبولاً۔“

امام اسرائیل بن یونسؒ فرماتے ہیں: ”نعم الرجل النعمان ماکان  
احفظہ لکل حدیث فیہ فقہ واشدہ فصاحۃ واعلمہ بما فیہ  
من الفقہ۔“

امام یحییٰ بن آدمؒ فرماتے ہیں: ”کان نعمان جمع حدیث بلادہ کلہ  
فنظر الی آخر ما قبض علیہ النبی ﷺ۔“

امام سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں: ”اول من اقعذنی للحدیث واول  
من صیرنی محدثاً ابوحنیفۃ۔“

امام محمد بن سماعہؒ فرماتے ہیں: ”ان الامام نکر فی تصانیفہ (ای فی  
ملائتہ التی املأها علی اصحابہ) نیفا تسعین الف حدیث انتخب الآثار  
من اربعین الف حدیث۔“

امام ابو داؤد سجستانیؒ فرماتے ہیں: ”رحم اللہ اباحنیفۃ کان اماماً۔“  
علامہ کردریؒ مناقب امام اعظمؒ میں امام عبداللہ بن اسحاقؒ کا قول نقل کرتے  
ہیں: ”کان سید الفقہاء لم یغمرہ فی دینہ الاحاسدا اوباغ۔“ مذکورہ علماء  
کے علاوہ بعض دوسرے ائمہؒ فرماتے ہیں: ”عدل ثقة ثقة لابأس بہ جید  
الحفظ ثقة فی الحدیث احسن الضبط حافظ وثقوہ احفظ  
ابصر بالحدیث الصحیح وثقہ ابن معین عدلہ ابن مبارک ووکیع  
انبل من الکذب عندنا من اهل صدوق۔“

قارئین کرام! میرے سامنے مندرجہ بالا توثیقی کلمات کے علاوہ بھی ائمہ کے بہت سی توثیقات موجود ہیں، لیکن فقیر کو امید واثق ہے کہ اوراق بالا کے مطالعہ سے آپ یہ جان گئے ہوں گے کہ بڑے بڑے ائمہ حدیث و نقادین کی زبان و قلم نے امام صاحبؒ کے متعلق تعدیل کے مختلف الفاظ مختلف انداز میں فرمائے ہیں۔ کہیں تعدیل کا ایک لفظ، کبھی دو یا اس سے زیادہ اور کبھی اسم تفضیل کے صیغہ سے توثیق نقل کی ہے۔ منصف مزاج دوستوں کیلئے یہی کافی و شافی ہے اور حاسدین کیلئے ہزاروں صفحات پر مشتمل کتب کا انبار بھی بے معنی ہے۔

### ایک غلط فہمی کا ازالہ:

البتہ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا توثیقی کلمات میں بعض کلمات تفقہ ابی حنیفہؒ کی بابت ہیں، حالانکہ یہاں محدثانہ جلالت شان کی بات ہو رہی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حفظ احادیث و آثار احوال صحابہؓ و تابعینؒ اور ان حضرات کے اختلاف اور سنن وغیرہ میں معرفت ناسخ، منسوخ کے بغیر تفقہ فی الدین مشکل بلکہ ناممکن ہے اور جب علماء کا امام ابوحنیفہؒ کے افقہ الناس پر اتفاق ہے، تو اس کے ضمن میں اس بات کا اعتراف بھی موجود ہے کہ آپؒ حافظ الحدیث اور ماہر فن حدیث تھے۔ لہذا اگر اب بھی اتنی کثیر توثیق و تعدیل کے باوجود کوئی ہٹ دھرمی سے امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان میں شک کرتا ہو ان کو مجروح اور ضعیف جانے یا ان کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے ان کی روایات کو ناقابل احتجاج سمجھے، تو اس سے زیادہ متعصب، نفس پرست اور حق پوش اور کون ہوگا؟ اب تو ان کی بابت صرف تالی اللہ



المشتکی" کہا جاسکتا ہے۔

محترم قارئین کرام! آپ حضرات نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے تعدیلی و توشیحی کلمات اور علم حدیث میں امامت اور حفظ کی بلند چوٹی پر فائز ہونا پڑھا۔ شاید آپ کے ذہن میں یہ سوال آتا ہو کہ جب آپ امامت کے اتنے بلند ترین مقام پر ہیں تو آخر کیوں ان کے ساتھ حسد و عناد کیا جا رہا ہے کہ بعض لوگوں آپ کو صرف تین یا تیرہ احادیث کا عالم بتاتے ہیں؟ تو محترم آپ حضرات خود سوچ لیں کہ جس شخص نے چار ہزار مشائخ سے حدیث پڑھی ہو اور جن کے بارے خود ان کے عظیم شیخ امام اعمشؒ فرماتے ہوں: کہ ”بس بس جو احادیث میں نے آپ کو سونوں میں پڑھائے تھے وہ آپ ایک ساعت میں بیان کرو گے۔ مجھے خبر نہیں تھی کہ تم ان حدیثوں پر عمل کرتے ہو۔“ وہ کس طرح صرف تین یا سترہ احادیث کے عالم ہو سکتے ہیں۔ آپ حضرات تقریباً ہر متقی کو دیکھتے ہیں: کہ وہ چالیس احادیث کا حافظ ہوتا ہے تو پھر کیا اتنے بڑے متقی عالم جن کی دنیا کے گوشہ گوشہ میں اتباع کی جاتی ہے، وہ علم دین سے اتنے بڑے کورے ہونگے، جن کو چالیس احادیث کا حفظ کرنا بھی نصیب نہیں ہوگا؟ فوا عجباً!

ناظرین کرام! اصل وجہ حسد کا ہے کیا سید الکونین ﷺ کو دعوی نبوت سے پہلے ”الصادق“ اور ”الامین“ کے نام سے نہیں پکارا جاتا تھا؟ ہاں پکارا جاتا تھا، لیکن بعثت کے بعد آپ ﷺ کے ساتھ کیا معاملہ برتا گیا؟ وہ آپ حضرات کے سامنے ہے۔ کہیں سردار دو جہاں ﷺ کو مجنون کہا گیا، تو کہیں ساحر اور کذاب کے الفاظ سے آپ کا استقبال کیا گیا۔ کہیں پتھروں سے آپ کو رخصت کیا گیا، تو کہیں تالیوں اور گالیوں کے ساتھ آپ ﷺ کو الوداع کہا گیا۔ کہیں اونٹوں کی اوڑھیاں اور دوسری

نجاستیں آپ ﷺ پر ڈالے گئے، تو کہیں آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ مجبوراً آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنی پڑی، لیکن پھر بھی انہوں نے آپ ﷺ کو چین اور آرام سے نہیں بیٹھنے دیا۔ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو زخمی اور دندان مبارک کو شہید کیا گیا۔ آپ پر قاتلانہ حملے کئے گئے اور آپ ﷺ کو زہر دیا گیا، لیکن آپ ﷺ ﴿ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ کے وعدے کی بناء پر قتل سے بچ جاتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کے چہیتوں کو کفار نہ صرف قتل کرنے لگے، بلکہ ان کو مشلہ کر کے اس پر فخر کرنے لگے۔ یہ اس شخصیت کے ساتھ کفار مکہ کا عمل تھا، جن کو یہی کفار دعویٰ نبوت سے پہلے "الصادق" اور "الامین" کے لقب سے پکارتے تھے۔

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ پر حاسدوں نے جو مظالم ڈھائے، وہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ کتنی بے دردی اور بے جگری سے شہید کئے گئے، کیا یہ قاتل مسلمان ہونے کے داعی نہیں تھے؟

عبداللہ بن زبیرؓ کو مکہ مکرمہ ہی میں شہید کر لیا گیا اور قاتلوں نے اپنے آپ کو پکا مسلمان جانا تھا۔ ان آسمان علم و تقویٰ اور عدل و ثقاہت کو حسد کی بھٹیوں نے جلایا۔ لہذا امام ابوحنیفہؒ کے علمی کمالات جو ثریا تک پہنچے ہوئے تھے، بھی اس لائق تھے کہ ان کمالات کی وجہ سے نالائق ان سے حسد کریں چنانچہ یہی حسد آپؒ کے اعلیٰ مقام کے ملنے کا باعث بنی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

الغرض امام ابوحنیفہؒ صرف جلیل القدر حافظ الحدیث ہی نہیں تھے، بلکہ آپ

لاکھوں احادیث کے حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ ہر حدیث کے ایک ایک لفظ اس کے معنی و روح سے آشنا اور اس کی حفاظت کرنے والے تھے۔ جس سے شارع علیہ السلام کی مراد کا نکتہ بھی ان کے منور دل و دماغ سے اوجھل نہ ہوتا تھا اور شاید اس وجہ سے حفاظ حدیث و ائمہ مجتہدین میں آپ کو سب سے اونچا منصب و مقام حاصل ہوا اور بڑے بڑے حفاظ حدیث کو کہنا پڑا: کہ ”ہم لوگ صرف دو فروش ہیں اور آپ لوگ طبیب ہیں۔“

”نحن الصيادلة وانتم الاطباء“ بلکہ اس سے بڑھ کر آپ کو نقادان حدیث کا پیشوا مانا گیا۔ اسی وجہ سے ائمہ حدیث نے امام ابوحنیفہؒ کے قول کو رواۃ کی تنقید میں بطور استدلال پیش کیا ہے۔ چنانچہ ایک عنوان کے بعد امام ابوحنیفہؒ کی جرح و تعدیل کے متعلق چند سطور انشاء اللہ لکھے جائیں گے۔ زیب نظر فرمائیں۔

## آخریہ ظلم کب تک؟:

قارئین کرام! آپ حضرات نے مختصر ملاحظہ فرمایا کہ کتب اسماء الرجال میں امام ابوحنیفہؒ پر بہت زیادہ اعتماد کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ ان کتب میں آپ کو صرف ایک محدث نہیں مانا گیا ہے بلکہ آپ کو الامام الاعظم الحافظ من ائمة الحديث من ائمة الثقات المشهورين من كبار المجتهدين في علم الحديث من ائمة الحديث والفقہ کے نام سے یاد فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح جرح و تعدیل کے لحاظ سے بھی آپ کی امامت کو تسلیم کیا گیا ہے چنانچہ ائمہ حدیث نے آپ کی جرح و تعدیل پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے نقل کیا ہے۔ امام ترمذیؒ علامہ بیہقیؒ علامہ ابن جوزیؒ اور امام حاکمؒ وغیرہ نے آپ کے قول کو جرح و تعدیل میں قبول فرمایا ہے۔ لیکن ظلم بالائے

ظلم ہے کہ غیر مقلدین کے بعض مصنفین نے انصاف اور شرم و حیاء کو بالائے طاق رکھ کر لکھا ہے: ”کیونکہ یہ مسلمہ امر اور آخری اور قطعی حقیقت ہے کہ امام ابوحنیفہ صاحب کے نام کے ساتھ محدث یا امام فن حدیث کا لفظ برائے نام بھی کتب تاریخ اسلام اور اسماء الرجال و طبقات میں موجود نہیں ارنح۔“ (۱)

قارئین کرام! یہ جھوٹ اگر صرف ایک غیر مقلد کا ہوتا تو کہا جاتا کہ یہ اس کی بے وقوفی ہے۔ باقی لامذہب یہ نہیں کہتے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حسد کی آگ تقریباً تمام لامذہبوں کو کھا گئی ہے۔ چنانچہ اس کتاب پر کئی غیر مقلدین مصدقین نے اس افتراء اور بہتان میں اس بد بخت کے ساتھ شریک ہو کر شہادت زور پر صادر کہا ہے۔ حالانکہ آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا کہ کتب تاریخ اسلام، اسماء الرجال اور کتب طبقات میں امام ابوحنیفہؒ کو صرف محدث نہیں کہا گیا بلکہ بحمد اللہ ”احفظ اهل زمانه اعلم اهل زمانه من كبار المجتہدین فی علم الحدیث الامام الاعظم الحافظ وغیرہ“ کے الفاظ سے آپؒ کو نمایاں ذکر فرمایا گیا ہے۔

اگرچہ فقیر نے مختلف کتب سے ائمہ دین کے مختلف اقوال نقل کر کے آپؒ کی محدثانہ حیثیت واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، لیکن مزید برائے تشفی خاطر فن جرح و تعدیل کے ائمہ کے ہاں فن جرح و تعدیل میں امام ابوحنیفہؒ کی جلالت شان کی ایک جھلک ملاحظہ کریں۔

**فن جرح و تعدیل میں امام ابوحنیفہؒ کی رفعت شان:**

مقدمہ تبیض الصحیفۃ میں ”کان ابوحنیفۃ من ائمة الجرح“

والتعدیل کے ایک عنوان کے تحت مرقوم ہے: ”امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: کہ ”عہد صحابہؓ کے بعد سب سے پہلے شخص جنہوں نے بعض کا تزکیہ اور بعض پر جرح کی ہے، وہ امام شعیبؒ، امام ابن سیرینؒ تھے اور پھر عہد عام تابعینؒ کے انقراض کے وقت ۱۵۰ھ کے حدود میں جن حضرات ائمہؒ نے تزکیہ اور نقد و جرح پر کام کیا۔ ان میں امام ابوحنیفہؒ کو سرفہرست ذکر کیا ہے، جبکہ امام اعمشؒ، امام شعبہؒ وغیرہ کو ان کے بعد ذکر کئے ہیں۔“ (۱) اور اس مقدمہ میں امام ابوحنیفہؒ کا جابر پر جرح اور امام عطاءؒ کی تعدیل میں فرمایا گیا ایک قول بھی منقول ہے۔

علامہ عبدالرشید نعمانیؒ مقدمہ مذکورہ میں مزید لکھتے ہیں: کہ ”ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ اپنے زمانے کے ان کبار ائمہ جرح و تعدیل میں سے تھے کہ جب بات کہیں، تو شرف قبولیت سے نوازا جائے اور جب جرح یا تعدیل کرے، تو ان سے سنی جائے۔ آپ مثبت تھے شعبہؒ و مالکؒ جیسے صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے“ اور فرماتے ہیں: کہ ”ملک الحدیث امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معینؒ نے چار علماء بتائے ہیں۔ جن میں ایک امام ابوحنیفہؒ ہیں اور ان کو انہوں نے ”حافظ و حجة“ فرمایا ہے۔“ (۲) بہر حال آپ کے اقوال کو ائمہ جرح و تعدیل نے جس قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، فقیران میں سے چند اقوال نمونہ کے طور پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

## ترمذی میں امام ابوحنیفہؒ کی روایت:

۱.....: امام ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) نے جامع ترمذی کے کتاب العلل میں امام

ماخذ و مصادر: (۱) ملخصہ از مقدمہ مذکورہ: ۳۲۰، ۳۳۰ ملخصہ ذکر من یعمد قولہ فی الجرح والتعدیل: ۱۵۲، ۱۵۱

(۲) ملخصہ تمییز الصحیفہ: ۲۱، البدایہ والنہایہ: ۱۰/۱۱۶

ابوحنیفہؒ کا قول فضیلت عطاء بن ابی رباحؒ اور جرح جابر جعفی میں پیش کیا ہے؛ چنانچہ علامہ عبدالرحمن مبارکپوریؒ غیر مقلد خود دونوں کی تصریح کرتے ہیں: "فان الترمذی قد صرح باسمه الشریف فی آخر جامعہ حیث قال: حدثنا محمود بن غیلان قال حدثنا ابو یحیٰ الحمانی قال: سمعت ابا حنیفۃ یقول: ما رایت اکذب من جابر جعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح۔" (۱)

**پاک و ہند کے جامع الترمذی کے نسخوں میں امام ابوحنیفہؒ ندرت:**

قارئین کرام! اگر آپ پاک و ہند کے موجودہ نسخوں کو ٹولیں، تو آپ کو امام ترمذیؒ کی یہ تصریح نظر نہیں آئے گی۔ علامہ مبارک پوریؒ نے اس خلجان کو خود ختم کر کے لکھا ہے: "امام ترمذیؒ کا یہ قول اگرچہ ہندوستانی نسخوں میں نہیں ہے، لیکن مصری نسخوں میں موجود ہے۔" "وقول الترمذی هذا وان لم یقع فی نسخ الترمذی المطبوعۃ فی الہند لکنہ وقع فی النسخۃ المصریۃ۔" پھر آگے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے تہذیب التہذیب کے حوالہ سے اس روایت کی تصریح بھی نقل کی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ مصری نسخوں میں یہ موجود ہے، صرف دعویٰ نہیں، بلکہ حقیقت ہے۔

**جامع الترمذی کے بہت سے نسخوں میں امام ابوحنیفہؒ کی روایت:**

چنانچہ فقیر کے سامنے (۱) دار احیاء التراث بیروت کا ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸م میں چھاپ شدہ کتاب العلل پڑی ہے۔ اس میں امام ابوحنیفہؒ کی یہ روایت

.....: کتاب العلل: ۲۲۲/۱، مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۱/۲۲۲، کتاب العلل: .....: اکال فی ضعفاء الرجال: ۲/۲۱۳

ص ۷۳۹ پر مرقوم ہے۔ اس کے علاوہ (ب) الجامع الصحیح بتحقیق علامہ احمد محمد شاہ کرمکتبہ مصطفیٰ الحلی میں ۷/۵۴۱ پر، (ج) عارضۃ الاحوذی میں ۱۳/۳۰۹ پر، (د) الجامع الکبیر بتحقیق دکتور بشار عواد معروف مکتبہ دارالغرب الاسلامی بیروت الطبعة الاولیٰ ۱۹۹۶م میں ۶/۲۳۳ پر اور (ه) سنن الترمذی بتحقیق الالبانی مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع الریاض الطبعة الاولیٰ میں صفحہ ۸۸۸ پر یہ روایت موجود ہے۔ قارئین کرام امام ابوحنیفہؒ کی روایت مذکورہ بالا پانچ نسخوں میں موجود پائیں گے۔

### امام ابوحنیفہؒ بحیثیت امام جرح و تعدیل دوسرے ائمہ کی نظر میں:

۲.....: علامہ ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی (م ۳۶۵ھ) نے الکامل فی ضعفاء الرجال میں امام عطاء بن ابی رباحؒ کی توثیق اور جابر جعفیؒ کی تضعیف میں امام ابوحنیفہؒ کا قول پیش کیا ہے۔

۳.....: علامہ ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی (م ۳۶۵ھ) فرماتے ہیں: کہ ”ابوسعبد صغائی کہتے ہیں: کہ ایک آدمی امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا: کہ ”امام ثوریؒ سے حدیث لینے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟“ تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: ”(وہ ثقہ ہیں) ان سے احادیث لکھو، بجز احادیث ابی اسحاق عن الحارث عن علی اور احادیث جابر جعفیؒ کے۔“ (۱)

مزے کی بات یہ ہے کہ علامہ جرجانی نے احمد بن ابی الحواریؒ، محمود بن غیلانؒ، عبداللہ اور عبدالحمید بن بشمیںؒ کے واسطوں سے چار سندوں کے ساتھ ابوسعبد صغائیؒ کے توسط سے امام ابوحنیفہؒ سے جابر جعفیؒ کی تضعیف ثابت کی ہے۔ جس سے

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ جرجائی اور اصحاب جرح و تعدیل کے ہاں امام ابوحنیفہؒ کی بات بڑی وزنی ہے۔ تمہی تو اتنے ائمہ جرح و تعدیل سے آپؒ کی جرح نقل کی ہے۔

۴.....: علامہ عمر بن احمد (م ۳۸۵ھ) لکھتے ہیں: ”اس کتاب میں علماء اور نقاد حدیث کا (رواۃ کے بارے) اختلاف ذکر کیا جاتا ہے۔ پس ان میں سے بعض وہ حضرات ہیں جنہوں نے ان (رواۃ) کی توثیق کی ہے اور بعض وہ حضرات ہیں جنہوں نے (ان رواۃ کی) تضعیف کی ہے۔ الخ اور پھر چند صفحات کے بعد جابر کی تضعیف اور عطاءؒ کی توثیق امام ابوحنیفہؒ سے نقل کی ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے یحییٰ بن معینؒ سے بھی جابر کی تضعیف نقل کی ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے ذکر کرنے کے بعد۔ (۱) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرح و تعدیل میں امام اعظمؒ یحییٰ ابن معینؒ سے بھی بڑھ کر مانے جاتے تھے۔

۵.....: صاحب خلاصہ رواۃ کی جرح و تعدیل میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو پیش کرتے ہیں۔  
۶.....: امام حاکمؒ نے تاریخ نیسا بور میں ترجمہ احمد بن عباس بن حمزہ الواعظ میں ایک مقام پر امام ابوحنیفہؒ کے قول کو پیش کیا ہے: ”کان ابوحنیفۃ یقول اول من اسلم من الرجال ابوبکر ومن النساء خدیجۃ ومن الصبیان علی۔“ (۲) اس سے امام ابوحنیفہؒ کی فن حدیث میں مہارت و کمال معلوم ہوتا ہے۔

۷.....: امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے بھی علامہ جرجائی والی روایت نقل کی ہے اور قابل تعجب بات یہ ہے کہ اسی صفحہ پر امام شعبہؒ سے جابر جعفی کی توثیق نقل کی ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کی جرح زور دار انداز میں ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”اگر جابر جعفی کی جرح



میں ابوحنیفہؒ کے قول کے علاوہ کوئی اور قول نہ بھی ہوتا، تو اس کے شریکینے امام ابوحنیفہؒ کا قول بھی کافی تھا، کیونکہ امام صاحبؒ نے اس کو دیکھا اور اس کا تجربہ کیا اور اس سے ایسی باتیں سنیں جو اس کی تکذیب کو لازم قرار دیتی ہیں۔ پس امام صاحبؒ نے اس کی ان باتوں کی وجہ سے اس کی تکذیب کی خبر دے دی۔ "ولو لم یکن فی جرح جابر الجعفی الا قول ابی حنیفۃ لکفاه بہ شرافانہ راہ وجر بہ وسمع منہ ما یوجب تکذیبہ فاخبر بہ۔" (۱)

۸.....: حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام ابوحنیفہؒ کو طبقہ خامسہ کے حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے اور اصطلاح حدیث میں حافظ حدیث وہ ہوتا ہے جس کو کم از کم ایک لاکھ احادیث متناً و سنداً یاد ہوں اور تذکرۃ الحفاظ میں امام ابوحنیفہؒ کی سند سے دو روایتیں بھی موجود ہیں نیز تذکرۃ الحفاظ میں عطاء بن ابی رباحؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے: "قال ابوحنیفۃ ما رأیت احدا افضل من عطیہ۔" (۲) اور فقیہ المدینہ ابو الزنادؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: "قال ابوحنیفۃ رأیت ربیعۃ و ابا الزناد و ابو الزناد افقہ الرجلین۔" (۳) جبکہ ترجمہ امام جعفر الصادقؒ میں لکھتے ہیں: "قال ما رأیت افقہ من جعفر بن محمد۔" (۴)

۹.....: علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد بن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے بھی امام ابوحنیفہؒ سے جابر جعفیؒ کی تضعیف نقل کی ہے۔ (۵)

۱۰.....: امام عبداللہ بن عدیؒ نے جابر جعفیؒ کی تضعیف میں امام ابوحنیفہؒ کا قول صرف

ماخذ و مصادر: (۱) القراءۃ خلف الامام: ۱۵۷ (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۹۸ (۳) ایضاً: ۱/۱۳۵ (۴) ایضاً: ۱/

ایک دفعہ نقل نہیں کیا بلکہ ایک ہی صفحہ میں تین دفعہ نقل فرمایا ہے: چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں:

”ثنا الحسين بن عبد الله القطان ثنا احمد بن ابي الحواري سمعت ابا يحيى الحماني يقول سمعت ابا حنيفة يقول ما رأيت فيمن رأيت افضل من عطاه ولا لقيت فيمن لقيت اكذب من جابر الجعفي ما تيته قط بشيء من رأيه الا جاءني فيه بحديث وزعم ان عنده كذا وكذا الف حديث رسول الله ﷺ لم يظهرها“ اور ایک دوسری سند سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”کہ ایک شخص امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں آیا اور پوچھنے لگا: کہ ”سفیان ثوریؒ سے احادیث روایت کرنے کے متعلق آپؒ کیا کہتے ہیں؟“ تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: ”ان سے احادیث لکھا کرو علاوہ حدیث ابواسحاق کے، جس کو وہ (ابواسحاق) حارث سے اور وہ (حارث) حضرت علیؑ سے روایت کرتا ہے اور حدیث جابر الجعفی بھی ان سے روایت نہ کرو الخ۔“ ثنا عبد الله بن محمد بن عبد العزيز ثنا محمود بن غيلان ثنا عبد الحميد الحماني سمعت ابا سعد الصاغاني يقول جاء رجل الى ابي حنيفة فقال ما ترى في الاخذ عن الثوري فقال اكتب عنه ما خلا حديث ابي اسحق عن الحارث عن علي وحديث جابر الجعفي سمعت عبد الله يقول قال عبد الحميد الحماني عن ابي حنيفة قال ما رأيت اكذب من جابر“ اور ایک تیسری سند کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں قال ما رأيت احد الكذب من جابر الجعفي۔“ (۱)

۱۱.....: امام ابن حبانؒ اپنی صحیح میں امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کرتے ہیں: کہ ”میں نے جن

حضرات سے ملاقات کی ہے ان میں امام عطاءؒ سے کسی کو افضل نہیں دیکھا اور جس کسی سے بھی ملاقات کی ہے ان میں جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں دیکھا۔“ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں: کہ ”پس یہ ابوحنیفہؒ ہیں کہ جابر جعفی پر جرح کرتے ہیں اور اس کی تکذیب کرتے ہیں“ قال عبد الحمید الحماني عن ابى حنيفة قال

ما رأيت فيمن لقيت افضل من عطاء ولا لقيت فيمن لقيت اكذب من جابر الجعفي فهذا ابوحنيفة يجرح جابر الجعفي ويكذبه۔ (۱)

۱۲.....: علامہ حافظ عبدالقادر قریشیؒ (م ۷۵۵ھ) فرماتے ہیں: ”جان لیں! کہ فن جرح و تعدیل کے علماء نے امام ابوحنیفہؒ کی جرح و تعدیل کے اقوال کی اسی طرح تلقی بالقبول کرتے ہوئے عمل کیا ہے، جس طرح اس فن کے شیوخ امام احمدؒ بخاریؒ ابن معینؒ اور ابن مدینیؒ وغیرہم ائمہ کے اقوال کی تلقی بالقبول کی ہے۔ اور یہ آپؒ کی عظمت شان اور آپؒ کی سیادت اور (علم جرح و تعدیل میں) وسعت پر دلیل ہے۔ اسی وجہ سے امام ترمذیؒ نے کتاب العلل میں جامع کبیر سے نقل کی ہے اور آگے جابر جعفی کی تکذیب اور عطاءؒ کی توثیق ذکر کی ہے۔“ اعلم ان الامام اباحنيفة لقد قبل قوله في الجرح والتعديل وتلقوه عنه علمه هذا الفن و عملوا به كتلقيه عن الامام احمد والبخارى وابن معين و ابن المدينى وغيرهم من شيوخ الصنعة وهذا يدل على عظمة شانہ وسعة علمه وسيادته الخ۔ (۲) آگے المدخل لمعرفة دلائل النبوة للبيهقي کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

۱۳.....: امام صاحبؒ نے فرمایا: کہ ”طلق بن حبيب قدرى عقيدته ركها تھا۔“ (۳)

۱۴.....: فرمایا: کہ زید بن عیاش ضعیف ہے۔“ (۱)

۱۵.....: امام سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا: کہ ”سب سے پہلے جس نے مجھے حدیث پڑھا نے بٹھایا، وہ امام ابوحنیفہؒ تھے۔ میں کوفہ آیا، تو امام ابوحنیفہؒ نے میرا تعارف کرایا اور کہنے لگا: کہ ”عمر بن دینارؒ کی احادیث کے تمام لوگوں میں سے یہ سب سے زیادہ عالم ہیں۔ تو لوگ میرے ہاں جمع ہو گئے اور میں نے ان کو احادیث پڑھائیں۔“ (۲)

۱۶.....: محدث جلیل حافظ حماد بن زیدؒ کہتے ہیں: کہ ”ہم حافظ عمرو بن دینارؒ کی کنیت ابو محمد نہیں جانتے تھے، ہم نے امام ابوحنیفہؒ سے سنی، ورنہ ہم صرف ان کو ان کے نام سے جانتے تھے۔“ (۳)

۱۷.....: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ جہم بن صفوان اور مقاتل بن سلیمان کو ہلاک کرے۔ ایک نے نفی میں افراط کی، دوسرا تشبیہ میں حد سے بڑھ گیا۔“ (۴)

اہم تشبیہ: یہاں امام ابوحنیفہؒ کی بابت یہ بھی معلوم ہوا کہ آپؒ پر جہمی کا حکم لگانا آپؒ پر بہتان کے سوا کچھ نہیں۔ ورنہ جہم بن صفوان کو بددعا نہ دیتے اور اس کی تغلیط نہ کرتے۔

۱۸.....: فرمایا: کہ ”کسی سے اس وقت حدیث کی روایت درست ہے کہ جس وقت سے

حدیث سنی ہو اسی وقت سے روایت کے وقت تک برابر اس کو وہ حدیث یاد ہو۔“ (۵)

امام اعظمؒ کی یہ شرط دوسرے محدثینؒ کے مقابلے میں بہت سخت تھی اس لئے اس وجہ سے، نیز دوسری احتیاطوں کے باعث خود امام صاحبؒ نے کم روایات نقل کی گئی ہیں۔

۱۹.....: ابو عاصمؒ فرماتے ہیں: کہ ”میں نے ابوحنیفہؒ سے سنا آپؒ فرما رہے تھے:

”القرآءة جائزة یعنی عرض الكتب“ اور فرماتے ہیں: کہ ”ابن جریجؒ ابن ابی ذئبؒ ابوحنیفہؒ مالکؒ اوزاعیؒ اور ثوریؒ نے مجھے خبر دی۔ ان میں سے ہر ایک کہتا تھا: ”جب تم (تخل کے وقت) کسی عالم پر (حدیث کی) قرأت کرو اور (پھر دوسرے کو ادا کے وقت) ”اخبِرنا“ کہو تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔“ (۱) (جیسا کہ آج کل محدثین کا طریقہ ہے۔)

۲۰.....: محدث جلیل ابوقطنؒ نے امام صاحبؒ کا قول بطور سند پیش کیا کہ ”شیخ کو حدیث سنا کر بھی ”حدثنی“ سے روایت کر سکتے ہیں۔“ (۲)

ان دونوں اقوال سے معلوم ہوا کہ بوقت تخل (یعنی استاد سے پڑھتے وقت) ”القرآءة علی الشیخ“ (یعنی شاگرد حدیث پڑھے اور شیخ اس کو سنے) جائز ہے اور اس کو بوقت ادا (یعنی شاگرد کو پڑھاتے وقت) ”اخبِرنی“ اور ”حدثنی“ دونوں قسم کے الفاظ سے پڑھا سکتے ہیں۔

۲۱.....: امام صاحبؒ نے فرمایا: کہ ”میرے نزدیک رسول ﷺ سے سراویل پہننے کی روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔“ (۳)

کتب جرح و تعدیل کے مطالعہ سے امام ابوحنیفہؒ کی جرح و تعدیل میں اقوال کی وقعت معلوم ہوتی ہے، لیکن ہمارے پاس مطالعہ کی فرصت کہاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لامذہب افراد کی بلند بانگ دعوؤں سے مرعوب ہو کر ہمارے بعض احباب کہنے لگتے ہیں: کہ ”ہمارے مذہب میں دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں ضعیف احادیث زیادہ ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کو فقہت میں بہت اونچا مقام اگرچہ ملا تھا، لیکن احادیث میں ان کا مقام

دوسرے ائمہ سے بہت کم تھا۔“ لیکن ان کا یہ کہنا صحیح نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح امام ابوحنیفہؒ کو نقاہت میں تمام ائمہ پر فوقیت نصیب فرمائی تھی اسی طرح احادیث میں بھی آپؒ کو بہت بلند مقام عطا فرمایا تھا۔ جیسا کہ باحوالہ آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا۔

**کتب حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی روایات:**

**جامع ترمذی اور نسائی میں امام اعظمؒ کی روایات:**

روایات حدیث میں تقریباً تمام اصحاب کتب حدیث امام ابوحنیفہؒ کے بالواسطہ شاگرد ہیں؛ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ علامہ ذہبیؒ اور علامہ مزنیؒ نے امام صاحبؒ کے تراجم لکھے ہیں ان میں نسائی اور ترمذی کی علامت لگائی ہے کہ امام نسائی اور ترمذی نے امام ابوحنیفہؒ کی روایات کی تخریج کی ہے۔ (۱) علامہ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں اور علامہ مزنیؒ نے تہذیب الکمال میں وہ روایات بھی ذکر کیں ہیں۔ صاحب مجمع البحار نے بھی ترمذی، نسائی کا حوالہ دیا ہے۔ اسی طرح علامہ مبارکپوریؒ بھی ترمذی اور نسائی کا حوالہ دیتے ہیں۔ "عن ابن معین لہ فی کتاب الترمذی من روایة عبد الحمید الحماني عنه وفی کتاب النسائی حدیثه عن ابن ابی ذر عن ابن عباس الخ۔" (۲)

امام صاحبؒ سے مندرجہ بالا کتب میں روایات حدیث موجود تھیں، لیکن پاک و ہند کے متداول و مطبوعہ نسخوں سے غائب ہیں۔ اس کی وجہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

ماخذ و مصادر: (۱) تذکرۃ الحفاظ رقم ۱۶۳/۱: ۱۶۸، سیر اعلام النبلاء رقم ۱۶۳/۶: ۳۹۰، تہذیب التہذیب رقم ۸۱۹/۱۰: ۴۰۲، تقریب التہذیب رقم ۱۵۳/۱: ۵۶۳ (۲) تحفۃ الاحوذی حصہ اول: ۱۶۸

## امام ترمذیؒ اور تائید مذہب حنفی:

امام ترمذیؒ مذہب شافعی تھے، لیکن اس کے باوجود بہت سی جگہ مذہب حنفی کو راجح اور امام شافعیؒ کے مذہب کو مرجوح قرار دیا ہے۔ جیسا کہ نماز ظہر میں "ابرداد" کے مسئلہ میں تو بہت ہی صاف الفاظ میں امام شافعیؒ کے مذہب کی مخالفت کی ہے۔ البتہ باقی مقامات پر مذہب حنفی کی تائید اور مذہب شافعی کی تردید اتنی صراحت کے ساتھ موجود نہیں ہے۔

امام ترمذیؒ نے نماز ظہر میں "ابرداد" کے مسئلہ میں ایک حدیث "اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوة الحدیث" ("وفی رواية الصحیحین" فابردوا بالصلوة") روایت کر کے اس پر "حدیث حسن صحیح" کا حکم لگایا ہے اور پھر فرمایا ہے: "امام شافعیؒ نے "ابرداد" کے دوسرے معنی لئے ہیں۔ وہ یہ کہ نماز ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم اس وقت ہے جبکہ مسجد میں نماز پڑھنے والے دور سے آتے ہوں، لیکن جب آدمی تنہا نماز پڑھے یا جو آدمی اپنی قوم اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھتا ہو تو اس کے واسطے بہتر یہ ہے کہ وہ گرمی کے وقت بھی نماز کو مؤخر نہ کرے۔"

اس کے بعد امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: "شدت حر کے وقت تاخیر ظہر جس کی اہل علم کی ایک جماعت (حنفیہ وغیرہ) قائل ہیں۔ انہوں نے حدیث کی جو مراد سمجھی ہے اور بیان کی ہے وہی بہتر اور لائق اتباع ہے اور جو کچھ امام شافعیؒ نے مراد بیان کی ہے کہ وہ دور سے آنے والوں کے واسطے اور مشقت و تکلیف کی وجہ سے ہے۔ وہ مراد صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوذرؓ کی حدیث حالت سفر والی بھی موجود ہے کہ جب

سب لوگ ایک جگہ جمع تھے پھر بھی نبی کریم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو یہ مضبوط حکم دیا ”اے بلال! ٹھنڈا وقت ہونے دو۔ اے بلال! پھر (مزید) ٹھنڈا وقت ہونے دو۔“ پس اگر امام شافعیؒ کے ذکر کردہ حدیث کا مطلب صحیح ہوتا تو اس موقع پر ”ابراہیمؒ“ کا حکم فرمانے کا کیا مقصد تھا؟ حالانکہ سب لوگ سفر میں ایک جگہ موجود تھے اور کہیں دور سے آنے کی ضرورت و تکلیف بھی ان کو نہ تھی۔“ وقد اختار قوم من اهل العلم تأخير صلاة الظهر في شدة الحر وهو قول ابن المبارك واحمد واسحق وقال الشافعي انما الابراد بصلاة الظهر اذا كان مسجدا ينتاب اهله من البعد فاما المصلي وحده والذى يصلى في مسجد قومه فالذى اجب له ان لا يؤخر الصلاة في شدة الحر ومعنى من ذهب الى تأخير الظهر في شدة الحر هو اولى واشبه بالاتباع واماما ذهب اليه الشافعي ان الرخصة لمن ينتاب من البعد والمشقة على الناس فان في حديث ابي ذر ما يدل على خلاف ما قال الشافعي قال ابو ذر كنا مع النبي ﷺ في سفر فاذن بلال بصلاة الظهر فقال النبي ﷺ يا بلال ابرد ثم ابرد فلو كان الامر على ما ذهب اليه الشافعي لم يكن للابراد في ذلك الوقت معنى لاجتماعهم في السفر وكانوا لا يحتاجون ان ينتابوا من البعد۔“ (۱)

امام ترمذیؒ نے مذکورہ بالا عبارت سے امام شافعیؒ کے فہم معنی حدیث کو مرجوح اور امام ابوحنیفہؒ کے فہم حنفیہ کو راجح قرار دیتے ہوئے مسلک حنفیہ کی نہ

ماخذ ومصدر: (۱) ترمذی رقم ۱۵۷۷ باب ماجاء في تأخير الظهر في شدة الحر: ۱/۲۰۴ دار الغرب الاسلامی بیروت



صرف تائید کی، بلکہ ان کو اہل علم کہا ہے اور یہ ثابت شدہ مسلم امر ہے کہ اس زمانے میں اہل علم محدث ہی کو کہا جاتا تھا۔

اسی طرح امام موصوفؒ نے ایک اور مقام پر مذہب حنفی کو ترجیح دی ہے۔ وہ یہ کہ حنفیہ کے یہاں صبح کی نماز میں اسفار افضل ہے اور امام شافعی تغلیس کو افضل بتاتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے وقت پر نماز پڑھنے کو "احب الاعمال" فرمایا، لیکن اس سے ان کا استدلال اس لئے صحیح نہیں کہ اسفار میں پڑھنا بھی اپنے وقت ہی پر پڑھنا ہے اور اول وقت کی فضیلت کی حدیثیں درجہ صحت سے کم ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ عورتیں صبح کی نماز میں شرکت کیلئے چادروں میں لپٹی ہوئی جاتی تھیں اور ایسے وقت میں واپس آ جاتیں تھیں کہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔ اس سے اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھنے کا (صرف) جواز نکلتا ہے اور ممکن ہے کہ عورتوں کی رعایت سے بھی کچھ اندھیرے میں پڑھی جاتی ہو، بلکہ مدینہ کے انصار کھیتی باڑی کیلئے جلدی جاتے تھے تو ان کی رعایت کیلئے بھی ممکن ہے کہ اندھیرے میں پڑھی جاتی ہو۔ اس لئے اس کی افضلیت مصرح نہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ صبح کی سنتیں اس وقت پڑھتے تھے کہ ہم میں سے ایک دوسرے کو پہچان سکتا تھا، لیکن اس میں ان سے زیادہ ہماری دلیل حجت ہے۔ کما لایخفی علی اللیبیب۔

قارئین کرام! اب ملاحظہ فرمائیے کہ حنفیہ کی دلیل حدیث ترمذی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "صبح کی نماز خوب صبح کر کے پڑھو، کیونکہ وہ تمہارے اجر کو اجر عظیم بنانے والی ہے۔" امام ترمذی نے اس کو ذکر کر کے فرمایا کہ "یہ حدیث حسن صحیح

ہے“ اور چونکہ اس میں صراحت کے ساتھ اسفار کی افضلیت مذکور ہے اس لئے اس پر عمل ہوگا۔ امام ترمذیؒ نے بھی اسی کو ترجیح دیتے ہوئے امام شافعیؒ کے اس قول کو مرجوح قرار دیا ہے چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: کہ ”امام شافعیؒ امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ نے کہا ہے: کہ ”اسفار کا معنی یہ ہے کہ صبح خوب واضح ہو جائے اور اس میں شک کی گنجائش نہ رہے اور انہوں نے اس کو نہیں دیکھا کہ اسفار کا معنی تاخیر الصلاة ہے“۔ **وقال الشافعی واحمد واسحق معنى الاسفار ان يَضَحَ الفجر فلا يُشكُ فيه ولم يَزُوا ان معنى الاسفار تأخير الصلاة۔ (۱)**

تشہد کے بارے میں احناف و شوافع کا اختلاف ہے۔ حنفیہ تشہد ابن مسعودؓ کو اور شوافع تشہد ابن عباسؓ کو افضل قرار دیتے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے تشہد ابن عباسؓ نقل کر کے فرمایا: کہ ”یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے“ اور فرماتے ہیں: کہ ”ابن مسعودؓ کی حدیث تحقیق ان سے بہت سی طرق سے روایت کی گئی ہے اور تشہد کے بارے میں ابن مسعودؓ والی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے“ (جو کہ صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ میں مروی ہے) اور وہی اکثر اہل علم صحابہؓ اور تابعینؒ کا مختار ہے۔“ **حدیث ابن مسعود قد روى عنه من غير وجه وهو اصح حديث عن النبي ﷺ في التشهد والعمل عليه عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبي ﷺ ومن بعدهم من التابعين۔ (۲)**

الغرض امام ترمذیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے جامع ترمذیؒ میں نہ صرف روایت **ماخذ ومصادر: (۱) باب ماجاء في الاسفار بالفجر: ۱/ ۲۰۱ دار الغرب الاسلامی بیروت: (۲) باب ماجاء في التشهد: ۱/ ۳۲۰، ۳۲۱**

کی ہے؛ بلکہ آپؒ کے مسلک کو بار بار ترجیح بھی دی ہے۔

**جزء البخاری، ابوداؤد طیالسی اور معجم طبرانی میں امام اعظمؒ کی روایات:**

صاحب خلاصہ نے امام صاحبؒ کے ترجمہ میں شمائل ترمذی، نسائی اور جزء البخاری کی علامت لگائی ہے، مسند ابی داؤد طیالسی میں امام صاحبؒ کی روایت موجود ہے اور معجم طبرانی میں بھی امام اعظمؒ کی دو روایتیں موجود ہیں۔ "عن زفر بن الہذیل عن ابی حنیفۃ عن الہیثم بن حبیب الصیرفی عن عامر..... عن عائشۃ ان رسول اللہ ﷺ یصیب من وجہا و هو صائم ترید القبۃ لم یروہن ..... الا ابوحنیفۃ۔" (۱) "عن داؤد الطائی عن النعمان بن ثابت عن عطاء بن ابی رباح عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال اذا ارتفع النجم ..... عن کل بلد۔" (۲)

**مستدرک حاکم میں دو اور سنن الدار قطنی میں امام ابوحنیفہؒ کی ۳۳ روایات:**

امام حاکمؒ نے اپنی مستدرک جلد دوم اور جلد تین میں امام صاحبؒ کی ایک ایک حدیث روایت کی ہے۔

امام دارقطنیؒ (باوجودیکہ امام صاحبؒ سے تعصب رکھتے تھے) نے اپنی سنن میں ۳۳ جگہ امام صاحبؒ کے طریق سے احادیث روایت کیں۔

الحمد للہ امام صاحبؒ کا علم حدیث میں علوشان پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔ امام صاحبؒ کا حدیث میں مزید مقام رفیع ثابت کرنے کیلئے آپؒ کے سندات

اور آپؑ کے کبار شیوخ و تلامذہ کا کچھ معمولی سا ذکر ہوگا۔ نیز فقہ کا بھی کسی قدر تذکرہ ہوگا کہ وہ بھی احادیث کے معانی اور مقاصد جاننے کا بہترین ذریعہ ہے اور پھر انشاء اللہ امام صاحبؒ پر کئے گئے چند تنقیصی اعتراضات کا جائزہ لیا جائے گا کہ امام الحدیثؒ پر معترضین کے اعتراضات کہاں تک صحیح ہیں؟ اور ان اعتراض کی کیا وقعت ہے؟ وما توفیقی الا باللہ۔

### امام ابوحنیفہؒ کے کبار اساتذہ کرامؒ:

امام ابوحنیفہؒ نے بقول حافظ المزنی ۷۲ صحابہؓ کا زمانہ پایا تھا۔ (۱) علامہ ابن حجرؒ نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے امام صاحبؒ کی ملاقات نقل کی ہے اور بقول علامہ خوارزمیؒ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام صاحبؒ نے صحابہؓ سے روایات نقل کی ہیں، لیکن ان کی تعداد میں اختلاف ہے کہ کتنے صحابہؓ سے روایت حدیث کی ہے۔ امام صاحبؒ کی سات صحابہؓ سے حدیث روایت کرنے پر ابن مبارکؒ کے ایک شعر اور علامہ عبدالکریم طبری شافعیؒ کی ایک کتاب کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

الغرض امام صاحبؒ کے اساتذہ میں کم از کم سات صحابہ کرامؓ بلا واسطہ ہیں، جن کا تذکرہ ”تابعیت امام اعظمؒ“ کے تحت ہوا ہے۔ یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ پھر امام اعظمؒ کے شیوخ میں وہ حضرات شامل ہیں، جن کو تابعینؒ کے دور میں علم حدیث کے اساتذہ شمار کئے جاتے تھے۔ ان میں سے چند حضرات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

امام ابراہیم نخعیؒ (م ۹۶ھ) جو کہ چند صحابہؓ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔

بصرہ، کوفہ، حجاز اور شام میں ان سے زیادہ کوئی عالم نہیں تھا۔ حدیث کے بہت بڑے

امام تھے۔ حضرت علقمہؒ کے افضل ترین شاگردان کے علوم کا نمونہ تھے اور ان کی جگہ ان ہی کی مسند پر علم دیتے تھے۔ امام صاحبؒ نے ان سے احادیث روایت کیں۔

عمر بن شراحیل شعمیؒ (م ۱۰۳ھ) یہ احد اعلام التابعین، مشہور فقیہ، تیسرے طبقہ کے محدث اور صحاح ستہ کے راوی تھے۔ پانچ سو صحابہؓ کی زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے اور بہت سے صحابہ کرامؓ سے احادیث کا سماع بھی کیا تھا۔ آپؓ صحابہؓ کے زمانہ میں نہ صرف درس دیتے تھے بلکہ صحابہؓ آپؓ کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ جیسے عظیم شخص آپؓ سے بہت زیادہ متاثر ہوئے تھے چنانچہ ایک مرتبہ آپؓ درس مغازی دے رہے تھے کہ ابن عمرؓ وہاں سے گزرے۔ ابن عمرؓ نے ان کا درس سنا تو فرمایا: کہ ”میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوات میں شامل رہا ہوں، لیکن شعمیؒ کو غزوات میں مجھ سے زیادہ علم ہے۔“ ان کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ کہیں ایک حدیث بھی لکھ کر یاد نہیں کی، بلکہ ان کو تحریر میں لانے اور بیان کرنے سے پہلے یاد کر لیا کرتے تھے۔ اپنے زمانہ کے ابن عباسؓ تھے۔ (۱) آپؓ فرمایا کرتے تھے: کہ ”بیس سال سے آج تک کوئی روایت کسی محدث سے ایسی نہیں سنی، جس کا مجھے علم نہ ہو۔“ نیز فرمایا کرتے تھے: کہ ”مجھے شعر سے زیادہ مناسبت نہیں، لیکن اگر میں چاہوں تو پورا مہینہ اشعار کہوں گا اور کسی ایک شعر کو بھی نہیں لوٹاؤنگا۔“ خطیب بغدادیؒ نے علی بن مدینیؒ کا قول نقل کیا ہے: کہ ”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علوم علقمہؓ، اسود بن حارثؓ، عمروؓ

ماخذ و مصادر: (۱) دقائق السنن شرح اردو جامع السنن للامام الترمذی: ۱/۳۸۷ (یہ فقیر کی تالیف ہے جس کی ایک جلد چھپ چکی ہے۔ google پر بھی دستیاب ہے۔ الحمد للہ اندرون و بیرون ملک کے بڑے بڑے شیوخ نے اس کو بہت پسند فرمایا ہے مزید جلدوں کے لکھنے کی دعا کی درخواست ہے۔ مروت غفر لہ ولا بویہ)

اور عبیدہ بن قیسؒ پر ختم ہیں اور ان سب کے علوم دو آدمیوں میں جمع ہوئے۔ ایک ابراہیم نخعیؒ اور دوسرا عامر شعمیؒ۔ اور الحمد للہ یہ دونوں امام صاحبؒ کے اساتذہ ہیں بلکہ بقول حافظ ذہبیؒ ”اکبر شیوخ ابی حنیفہ ہیں۔“

ابوالمحسن شافعیؒ نے امام صاحبؒ کے شیوخ شمار کئے ہیں جن میں سے ۹۳ کوفہ کے ساکن یا نزیل کوفہ تھے۔ جن میں سے امام شعمیؒ کا ذکر بھی ہے۔

حماد بن ابی سلیمان (م ۱۲۰) یہ بالاتفاق حدیث و فقہ کے امام تھے۔ آپؒ عبداللہ ابن مسعودؓ کے علوم کے محافظ سمجھے جاتے تھے۔ وہ اس طرح سے کہ ابراہیم نخعیؒ کی حدیثوں کا امام حمادؒ سے زیادہ کوئی واقف نہیں اور ابراہیم نخعیؒ کے بارے تہذیب التہذیب میں ابوالمثنیٰ سے نقل کیا گیا ہے: کہ ”علقمہ ابن مسعودؓ کے فضل و کمال کے نمونہ تھے اور ابراہیم نخعیؒ تمام علوم میں علقمہ کا نمونہ ہیں۔“ تو نتیجہ یہ نکلا کہ ابراہیم نخعیؒ تمام علوم میں ابن مسعودؓ کے نمونہ تھے یا بالفاظ دیگر علوم ابن مسعودؓ کے امین تھے اور چونکہ امین علوم ابن مسعودؓ حضرت ابراہیمؒ کے علوم کے سب سے زیادہ جاننے اور حفظ کرنے والے امام حمادؒ تھے۔ اس لئے ابن مسعودؓ کے علوم کے امین آپؒ بھی ٹھہرے۔

امام حمادؒ سے شیخینؒ کے علاوہ صواحب سنن اربعہؒ نے بھی روایات لی ہیں۔ امام ابراہیم نخعیؒ کے بعد ان کی مسند تعلیم پر آپؒ کو بٹھایا گیا اور فقیہ العراق مشہور ہو گئے۔ امام حمادؒ نے ابن مسعودؓ کے علاوہ حضرت انسؓ اور دوسرے کبار محدثینؒ جیسے زید بن وہبؒ سعید بن المسیبؒ عکرمہ ابووائلؒ حسن بصریؒ عبدالرحمن بن سعیدؒ اور امام شعمیؒ سے علوم حاصل کئے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ دس سال تک آپؒ کی خدمت میں رہے۔ امام ابوحنیفہؒ امام حمادؒ سے دو ہزار حدیثیں روایت کرتے تھے۔ امام صاحبؒ آپؒ کا بہت

زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کبھی غلطی سے بھی آپؐ کے مکان کی طرف پاؤں پھیلا کر نہیں لیٹے۔

### تمام صحابہؓ کے علوم کا سرچشمہ:

الغرض امام اعظمؒ کے چار ہزار شیوخ حدیث میں سے صحابہؓ کے علاوہ وہ عظیم و جلیل محدثینؒ بھی تھے، جنکی مثال اس گئے گزرے دور میں ملنی تو درکنار اسی مشہود لہذا بالخیر زمانہ میں ملنی بھی دشوار تھی کیونکہ دربار نبوی ﷺ کے خادم خاص عبداللہ بن مسعودؓ (جن کو بقول شاہ ولی اللہ صاحبؒ نبی کریم ﷺ نے آپؐ کو بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں اور اپنی امت کیلئے اپنے بعد قرآن اور فقہ و تذکیر میں انہیں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے آپؐ کو مجسم علم فرمایا اور حضرت علیؓ نے آپؐ کی بابت فرمایا: کہ ”ابن مسعودؓ نے تمام قرآن پڑھا اور احادیث رسول اللہ ﷺ کو جانا ہے۔“ قرآن و حدیث کے نہ صرف سپیشلسٹ اور ماہر تھے بلکہ اپنے زمانہ میں تمام صحابہ کرامؓ کے علوم کا سرچشمہ تھے۔ اس ہستی کے تلامذہ کی ایک جم غفیر تھی، لیکن جو مرتبہ ان کے تلمیذ خاص حضرت علقمہؓ کو ملا تھا، وہ کسی اور کو نہیں ملا تھا۔ حضرت علقمہؓ کو حضرت ابن مسعودؓ سے ان الفاظ میں توثیقی سرٹیفیکیٹ ملی تھی: ”میں نے جو کچھ پڑھا ہے اور جو کچھ مجھ کو آتا ہے، وہ سب علقمہؓ پڑھ چکا اور ان کو جانتا ہے۔“ اسی طرح ابراہیم نخعیؒ بھی اپنے استاد علقمہؓ کے نمونہ تھے، جبکہ حماد بن ابی سلیمان تابعیؒ پر تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ابراہیم نخعیؒ کی حدیثوں کا حمادؓ سے زیادہ کوئی واقف نہ تھا۔

الحاصل جب تمام صحابہؓ کے تمام علوم کا سرچشمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے

امام علقمہ گواہ بنا سیکھا ہو اسب کچھ پڑھایا، اور امام علقمہؒ نے اپنے استاد محترم کے تمام علوم کو جانا اور ان کے نمونہ ان کے شاگرد رشید حضرت نخعیؒ تھے اور امام نخعیؒ کی حدیثوں کے سب سے زیادہ واقف امام حمادؒ تھے، تو نتیجہ نکلا کہ ”امام حمادؒ تمام صحابہؓ کے علوم کا سرچشمہ نکلے۔“ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے انہی سے دس سال شرف تلمذ حاصل کیا اور ایسا شرف حاصل کیا کہ اپنے استاد کے ہم مثل ہوئے اور اسی استاد پر بھی اکتفاء نہیں فرمایا، بلکہ اپنی تربیت کیلئے ایسی ہستی کا برسوں تک انتخاب فرمایا، جو بقول ابو جابرؒ مفتی مدینہ سعید بن المسیبؒ محدث مکہ حسن بصریؒ اور محدث بصرہ حضرت ابن سیرینؒ سے زیادہ افقہ تھے اور وہ شخصیت حضرت شعبیؒ تھے۔ جن کے بارے امام ابن عیینہؒ فرماتے ہیں: کہ ”ابن عباسؒ شعبیؒ اور سفیان ثوریؒ اپنے وقت میں بے مثل تھے۔“ امام شعبیؒ کے بے مثل اور بے نظیر ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیزؒ نے آپؒ کو قاضی کے عہدے کیلئے منتخب فرمایا تھا۔

امام اعظمؒ نے ۹۳ ساکنان کوفہ یا نزیلان کوفہ شیوخ حدیث سے علم حدیث حاصل کی، جن میں امام شعبیؒ کے علاوہ مشہور محدث و تابعی صحاح ستہ کے راوی سلمہ بن کہیلؒ اور کوفہ کے جلیل القدر محدث و فقیہ تابعی اور صحاح ستہ کے راوی سلیمان بن مہران الاعمشؒ بھی تھے۔

## امام ابوحنیفہؒ کے مختلف بلاد میں علمی اسفار اور اساتذہ:

امام ابوحنیفہؒ نے علم حدیث کے حصول کیلئے مختلف بلاد کی طرف اسفار فرمائے، جن میں وقت کے اہم ترین اور عظیم ترین محدثینؒ سے احادیث پڑھیں۔



چنانچہ کوفہ سے تحصیل علم حدیث سے فراغت کے بعد بصرہ تشریف لے گئے۔ وہاں بہت بڑے جلیل القدر محدث امام قتادہؒ تابعی، شعبہؒ عبدالکریمؒ، ابوامیہؒ اور عاصم بن سلیمان احوال وغیرہ سے احادیث حاصل کیں۔

امام صاحبؒ نے تکمیل علم حدیث کیلئے بصرہ کے بعد مکہ معظمہ کے شیوخ سے مراجعت فرمائی۔ جہاں امام عطاء بن ابی رباحؒ اور عکرمہؒ وغیرہ سے علم حدیث کا استفادہ کیا۔ مکہ معظمہ کے بعد مدینہ منورہ کا رخ فرمایا اور وہاں ام المؤمنینؓ کے غلام حضرت سلیمانؒ اور حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے حضرت سالمؒ سے علم حدیث کا استفادہ کیا۔ ان میں سے اول الذکر مدینہ طیبہ کے مشہور فقہائے سبعہؒ میں سے تھے۔

ان کے علاوہ امام محمد باقرؒ بن علی زین العابدینؒ حضرت زین العابدینؒ (جو قرأت کے عالم، علوم القرآن سے آشنا عالم، فقیہ اور ماہر علم العقائد تھے۔) جعفر صادقؒ ابن امام باقرؒ ابو عبداللہ بن حسن بن حسنؒ (جو کہ ثقہ، صدوق اور امام مالکؒ و سفیان ثوریؒ کے استاد تھے۔) قتادہؒ نافعؒ طاؤس بن کیسانؒ عمرو بن دینارؒ عبداللہ بن دینارؒ حسن بصریؒ اور بقول ابوداؤد طیالسیؒ اعلم الناس بحديث مسعود وعلیٰ ابو اسحاق السبئیؒ (جنہوں نے ۳۸ صحابہ کرامؓ سے علم حاصل کیا تھا) جیسے جلیل القدر تابعین اور اساطین امت سے علم حدیث حاصل کیا تھا۔ امام صاحبؒ کے یہ چند شیوخ بطور تبرک لکھے۔ ورنہ آپؒ کے شیوخ حدیث کم از کم چار ہزار تھے، جیسا کہ امام محمدؒ کے تلمیذ رشید اور امام بخاریؒ کے شیخ ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ صرف امام حمادؒ ہی سے دو ہزار احادیث روایت کرتے ہیں۔ ایک خاص بات قابل ذکر یہ بھی ہے کہ امام صاحبؒ کے اکثر اساتذہ تابعینؒ یا وہ لوگ ہیں جو

کافی مدت تک بڑے بڑے تابعینؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے تھے اور علم، فضل، دیانت اور پرہیزگاری کے اعلیٰ نمونہ خیال کئے جاتے تھے۔ آپؒ کے اکثر و بیشتر اساتذہ ان ہی دو قسموں پر مشتمل تھے ان کے علاوہ اساتذہ کی تعداد بہت کم ہے۔ آپؒ کے بہت سے اساتذہ کی روایتیں بخاری و مسلم میں موجود ہیں اور صحیح صحیحی جاتی ہیں، لیکن افسوس! جب امام صاحبؒ ان ہی رواۃ میں سے کسی ایک راوی سے ایک روایت براہ راست اپنی مسند میں ذکر فرماتے ہیں، تو وہ روایت ضعیف قرار دی جاتی ہے۔ حالانکہ انصاف یہ ہے کہ جس طرح جامع بخاری اور اس سے قبل مؤطا کا شمار اصح الکتب میں تھا۔ اسی طرح مسند امام اعظمؒ بھی اصح الکتب میں سے شمار ہے۔ ہاں اگر بالفرض کسی حدیث پر اعتراض ہو سکتا ہے، تو بخاری اور مسلم کی احادیث پر ہو سکے گا کیونکہ ان میں واسطوں کی کثرت ہے۔ جبکہ مسند امام اعظمؒ کو مورد الزام ٹھہرانا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں حضرات صحابہؓ اور مندرجہ بالا رواۃ کے درمیان صرف ایک یا دو واسطے ہیں۔

**امام ابوحنیفہؒ کے بہت سے شیوخ، رواۃ بخاری و مسلم ہیں:**

قارئین کرام! نمونہ کے طور پر امام صاحبؒ کے بعض ان ثقہ محدثین اساتذہؒ کو ذکر کیا جاتا ہے جو کہ صحیحین دونوں یا صرف بخاری یا صرف مسلم کے راوی ہیں۔

(۱) ابراہیم بن محمد المنثثر بن الاجدعؒ (۲) ابراہیم نخعیؒ (۳) ابن یسارؒ (۴)

اسماعیل بن ابی خالدؒ (۵) ابو حصینؒ (۶) ابو یعفرؒ (۷) ابو بردہؒ (۸) طاؤسؒ (م ۱۰۶ھ)

(۹) حسن بصریؒ امام ابو سعیدؒ (م ۱۱۰ھ) (۱۰) حکم بن عتیبہؒ حافظ ابو عمرؒ (م ۱۱۳ھ یا ۱۱۵ھ)

(۱۱) حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) (۱۲) ایوب ابن تمیمہؒ کیسانؒ السخنیانی ابو بکرؒ (م ۱۳۱ھ)

- (۱۳) عاصم بن کلیبؒ (م ۱۳۷ھ) (۱۴) زیادہ بن علاقہؒ (۱۵) سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطابؒ (م ۱۰۵ھ) (۱۶) سعید بن المسر وقتؒ (۱۷) سلمہ بن کہیلؒ (۱۸) سلیمان بن یسارؒ (م ۱۰۳ھ یا ۱۰۹ھ) (۱۹) شبیان بن عبدالرحمنؒ (۲۰) ربیعہ بن عبدالرحمنؒ (۲۱) زربن عبداللہؒ (۲۲) عامر بن شراحیل شععیؒ (۲۳) عبدالرحمن بن ہرمز الاعرنؒ (۲۴) عبد العزیز بن رفیعؒ (۲۵) عبداللہ بن دینارؒ (۲۶) عبدالملک بن عمیرؒ (۲۷) عثمان بن العاصمؒ (۲۸) عطاء بن ابی رباح المکی ابو محمدؒ (م ۱۱۴ھ) (۲۹) عطاء بن السائبؒ (۳۰) عکرمہ بن عبداللہ مولیٰ بن عباسؒ ابو عبداللہ (م ۱۰۵ یا ۱۰۸ھ) (۳۱) حافظ عمر بن عبداللہ الہمدانی الکوئی ابو اسحاق السبعیؒ (م ۱۲۷ھ یا ۱۲۸ھ) (۳۲) علی بن الاقرمؒ (۳۳) عمرو بن دینارؒ (۳۴) قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق ابو محمدؒ (م ۱۰۶ھ یا ۱۰۹ھ) (۳۵) قتادہ بن دعامہؒ ابو الخطاب (م ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ) (۳۶) قیس بن مسلمؒ (۳۷) ابوالحجاج مجاہد بن جبرؒ (م ۱۳۲ھ) (۳۸) محارب بن دثارؒ (۳۹) محمد بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب (المعروف بامام باقرؒ) ابو جعفرؒ (م ۱۱۴ھ یا ۱۱۸ھ) (۴۰) محمد بن مسلم بن تدرسؒ (المعروف بہ ابو زبیر مکی) (م ۱۲۶ھ) (۴۱) محمد بن مسلم بن شہاب امام ابو بکر زہریؒ (م ۱۲۳ھ یا ۱۲۵ھ) (۴۲) محمد بن المنکدرؒ (۴۳) مخل بن راشدؒ (۴۴) مقسم مولیٰ ابن عباسؒ (۴۵) مکحول شامی دمشقی امام ابو عبداللہؒ (م ۱۱۲ھ یا ۱۱۸ھ) (۴۶) منصور بن المعتمرؒ (م ۱۳۲ھ) (۴۷) موسیٰ بن ابی عائشہ ابو الحسن (۴۸) نافعؒ (م ۱۱۶ یا ۱۲۰ھ) (۴۹) ہشام ابن عروہ بن زبیر بن العوام ابو المنذرؒ (م ۱۲۵ھ یا ۱۲۶ھ) (۵۰) یحییٰ بن سعید بن قیس الانصاری ابو سعیدؒ (م ۱۲۳ھ یا ۱۲۶ھ) (۵۱) یحییٰ بن سعید اور (۵۲) یزید بن الصہیب الفقیر وغیرہ۔

## امام اعظمؒ کے محدثین تلامذہ:

شاگرد کا رتبہ و اعزاز استاد کیلئے باعثِ فخر خیال کیا جاتا ہے اور اسلام کی تاریخ میں امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی شخص اس فخر کا مستحق نہیں بن سکا۔ اللہ تعالیٰ نے امام موصوفؒ کے تلامذہ کو بہت بلند و بالا مرتبہ عطا فرمایا تھا حتیٰ کہ بڑے بڑے ائمہ و مجتہدین امام اعظمؒ کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ خود امام شافعیؒ جیسے علم کے سمندر اکثر فرمایا کرتے تھے: کہ ”میں نے امام محمدؒ سے ایک بار شتر علم حاصل کیا۔“ **قال** حملت عن محمد بن الحسن و قدری بختی کتباً۔ (۱) یہ وہی امام محمدؒ ہیں جو امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد رشید ہیں اور جنہوں نے اپنی پوری زندگی امام ابوحنیفہؒ کی حمایت میں صرف فرمائی۔

علماء نے لکھا ہے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے۔“ ان کو تفصیل سے ذکر کرنا فقیر جیسے بے بضاعہ افراد کے بس کی بات نہیں ہے۔ بعض ائمہؒ کا کہنا ہے: کہ ”تمام مشہور محدثین و علماء میں سے کسی کے اتنے شاگرد نہیں ہوئے، جس قدر امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد۔“ اہل علم اور عوام نے اتنا زیادہ نفع کسی اور کے تلامذہ سے نہیں اٹھایا، جتنا امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ سے، خاص کر مشکل ترین احادیث کی تفسیر اور مسائل اجتہادیہ، نوازل، قضایا اور احکام میں۔ **جزاهم اللہ خیرا** اور بعض متاخرین محدثین نے امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں آٹھ سو (اور بعض نے نو سو) ٹھارہ افراد کو ان کے اسماء اور نسب کے ساتھ ذکر کئے ہیں۔ (۲) چنانچہ علامہ موفقؒ نے آپؒ کے تلامذہ کی ایک فہرست بحساب حروف تہجی مع اوطان کے لکھی ہے، جن میں

سات سو مشائخ کی نشاندہی فرمائی ہے جبکہ علامہ ذہبیؒ نے آٹھ سو اور حافظ ابوالحسن شافعیؒ نے نو سو اٹھارہ شخصیتوں کے نام بقید نام و نسب لکھے ہیں۔ بعض محدثین نے آپؐ کی مسند کے روایت کرنے والوں کی تعداد پانچ سو تحریر کی ہے جبکہ صاحب جواہر المصنوعہ نے امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ کی تعداد چار ہزار بتائی ہے۔ (۱)

### قبرستان اصحاب ابی حنیفہؒ:

قارئین کرام! یہ ساری تعداد دل کو نہ صرف لگتی ہے بلکہ ان میں تطبیق کی صورت بھی آسکتی ہے۔ وہ یہ کہ جو حضرات علامہ موفیؒ کی تتبع میں نام کے ساتھ ساتھ اوطان تک معلوم ہو سکے وہ سات سو تھے لیکن علامہ ذہبیؒ کی جستجو کے مطابق آٹھ سو تک پہنچے۔ جبکہ صاحب الجواہر نے مزید تتبع اور تلاش کی تو ان کو چار ہزار شاگرد میسر ہوئے اور یہ بات تو آج کل کے ناگفتہ بہ دور میں جبکہ لوگ دین اسلام سے بے بہرہ ہیں اور دینی علوم سے بے توجہی و بے رخی لوگوں کی عادت ثانیہ بن چکی ہے اور فقیر کے خیال میں دینی علوم کے حاصل کرنے والے آج کل بمشکل پانچ فیصد بھی نہیں ہونگے۔ پھر بھی بعض دینی مدارس میں چھ سات سو بلکہ ہزار سے بھی متجاوز طلباء ایک ہی مدرسہ سے ہر سال حدیث سے سند فراغت حاصل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ تو خیر القرون کے مدرس ہیں۔ ان دنوں علم کی تشنگی کو تشفی دینے کا معاملہ اسی یا نوے فیصد تھا تو قرین قیاس یہی ہے کہ چار ہزار تعداد بہت کم بتلائی گئی ہے۔

صاحب الجواہر نے سمرقند میں ایسے قبرستان کی نشان دہی کی ہے، جن میں چار سو سے زیادہ محمدؐ نامی فقہاء مدفون ہیں اور ایک قبرستان ایسا بتایا ہے جس کو

”قبرستانِ اصحابِ ابی حنیفہ“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جس کے مدفونین کی تعداد شمار سے باہر ہے۔

## امام صاحبؒ کے چند محدثین تلامذہ:

قارئین کرام! یوں تو امام صاحبؒ کے محدثین تلامذہ بے شمار ہیں مگر فقیران میں سے صرف چند مشہور محدثین تلامذہ کے نام لکھتا ہے۔

(۱) امام مسعر بن کدامؒ (۲) امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبد اللہ بن المبارکؒ (۳) امام وکیع بن الجراحؒ (۴) امام مقرئؒ (۵) امام ابراہیم بن طہمانؒ (۶) یزید بن ہارونؒ (یہ انتہائی عابد تھے۔ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نماز صبح ادا کی۔ ان کے حلقہٴ درس میں ایک ہی وقت میں ستر ہزار تلامذہ ہوتے تھے۔ ان کے تلامذہ کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ خطیب بغدادیؒ علامہ ذہبیؒ اور علامہ جلال الدین عبد الرحمن سیوطیؒ نے یزید بن ہارونؒ کو امام صاحبؒ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے اور امام صاحبؒ کو باقی تمام اساتذہ پر ترجیح دینے والا بتایا ہے۔) چنانچہ لکھتے ہیں: کہ ”یزید بن ہارونؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے احادیث پڑھیں اور آپؒ فرماتے تھے: کہ ”میں نے تمام لوگوں سے زیادہ عقلمند افضل ترین نہایت پرہیزگار سوائے امام ابوحنیفہؒ کے کسی کو نہیں دیکھا۔“ - ”وحدث عنه ..... ادركت الناس فما رأيت احدا اعقل ولا افضل ولا اروع من ابی حنیفہ۔“ (۱) انہوں نے اگرچہ امام صاحبؒ سے بہت کچھ حاصل کیا تھا، لیکن پھر بھی ان کے مکمل علوم سے بہرور نہ ہونے کی وجہ سے دست افسوس ملتے تھے۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں: کہ ”حضرت یزید بن ہارونؒ فرماتے

تھے: ”میں آرزو کرتا ہوں کہ میں امام ابوحنیفہؒ سے اتنے اتنے مسائل لکھ لیتا۔“

”وددت انی کتبت عن ابی حنیفۃ کذا وکذا مسئلۃ۔“ (۱)

(۷) خطیب بغدادیؒ نے امام حفص بن غیاثؒ کو امام اعظمؒ کے مشہور شاگردوں میں شمار کیا ہے۔

(۸) امام بخاریؒ کے چھ ثلاثیات کے شیخ الحافظ ابو عاصم الضحاک بن مخلد النبیؒ (و ۱۲۲ھ)

(۹) تکی بن زکریا بن ابی زائدہ جن کے ذمہ لکھنے کا کام سپرد تھا، آپؒ موت تک امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ رہے، تذکرۃ الحفاظ میں صاحب ابی حنیفہؒ کے لقب سے یاد کئے گئے ہیں۔

(۱۰) سید الحفاظ تکی بن سعید القطانؒ یہ حنفی تھے اور امام صاحبؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

(۱۱) الحافظ الکبیر عبدالرزاق بن ہمامؒ یہ صحاح ستہ کے راوی تھے۔

(۱۲) اسحاق بن یوسف ازرقؒ یہ بھی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ ان کے علاوہ امام صاحبؒ کے درج ذیل تلامذہ بھی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

(۱۳) عبادہ بن العوامؒ (۱۴) عبید اللہ بن عمرو الرقیؒ (۱۵) عبید اللہ بن موسیٰؒ (۱۶) علی ابن مسہرؒ (۱۷) ابو نعیم الفضل بن دکینؒ (۱۸) الفضل بن موسیٰؒ جن کے بارے امام

اسحاق بن راہویہؒ فرماتے ہیں: کہ ”میرے اساتذہ میں کوئی ان سے اوثق نہیں۔“

(۱۹) عبدالوارث بن سعیدؒ (۲۰) محمد بن بشر العبیدیؒ (۲۱) مکی بن ابراہیم الخلیؒ جو کہ امام

بخاریؒ امام احمدؒ اور امام ابن معینؒ کے استاد ہونے کے ساتھ ساتھ امام بخاریؒ کیلئے عزت کا سبب بنے ہوئے ہیں کیونکہ بخاری شریف کو دوسری خوبیوں کے علاوہ ایک

خوبی یہ نصیب ہوئی ہے کہ ان کو بائیس ثلاثیات کی وجہ سے دوسری صحاح کی کتابوں پر

فوقیت حاصل ہے۔ ان ثلاثیات میں سے گیارہ ان سے مروی ہیں کما مر۔ (۲۲) ہریم  
ابن سفیانؒ (۲۳) یزید بن زریجؒ (۲۴) ابوالسخت الفزازیؒ (۲۵) حماد بن زید جن کے  
سامنے سفیان ثوریؒ دوزانو بیٹھا کرتے تھے۔ (۲۶) امام حدیث ہشام بن عروہؒ (۲۷)  
ابومعاویہ الضریؒ المعروف بہ محمد بن حازمؒ (۲۸) حکام بن مسلم الرازیؒ (۲۹) صخرہ بن  
حبیب الزیات القاریؒ (۳۰) عبد الحمید بن عبدالرحمن الحمائیؒ (۳۱) زید بن حباب عکلیؒ  
(۳۲) شعیب بن اسحاق بن عبدالرحمن الدمشقیؒ (۳۳) صلت بن الحجاج الکوفیؒ  
(۳۴) عبد العزیز بن ابی داؤدؒ (۳۵) مصعب بن مقدمؒ (۳۶) یحییٰ بن یمانؒ  
(۳۷) یونس بن بکرؒ (۳۸) موسیٰ بن نافع ابوالشہابؒ (۳۹) ابراہیم بن میمون ابوالسخت  
الخراسانیؒ اور (۴۰) محمد بن جعفر ابو عبد اللہ البصری (غندر)۔

علاوہ ازیں امام ابوحنیفہؒ کے کچھ ایسے مخصوص تلامذہ بھی تھے جن کو امام  
صاحبؒ نے تدوین فقہ میں اپنے ساتھ بٹھائے رکھا۔ ذیل میں ان کے نام اور طریقہ  
تدوین فقہ لکھا جاتا ہے، لیکن اس سے قبل بطور تمہید ضرورت تدوین فقہ حوالہ قرطاس  
کیا جاتا ہے تاکہ فقہ کی اہمیت بھی ملحوظ خاطر رہے۔

### ضرورت تدوین فقہ: سیاسی اور مذہبی فرقہ بندیاں:

حضرات پیشین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور میں مسلمان متحد تھے۔ ان میں  
مذہبی اختلافات نہیں تھے البتہ حضرت عثمان غنیؓ کے آخری دور میں سیاسی فتنے رونما  
ہوئے۔ جو آگے چل کر مذہبی صورت اختیار کر کے دور حضرت علیؓ میں خونی شکل تبدیل  
کر گئے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں میں سیاسی اور



مذہبی فرقہ بندیوں اور منافرت پیدا ہوئی۔ خارجیت اور شیعیت کا وجود آشکارا ہوا، بنو امیہ کے وسطی دور حکومت میں علماء اسلام دو جماعتوں میں تقسیم ہوئے۔

### اہل حدیث اور اہل رائے کی دو جماعتیں:

۱.....: اہل حدیث یعنی محدثین اور اہل الروایۃ: یہ حضرات صرف ظاہر احادیث اور روایات کو جمع کیا کرتے تھے اور حدیث سے صرف من حیث الروایۃ بحث کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو نسخ اور منسوخ سے بھی سروکار نہیں ہوتا تھا۔ لیکن یاد رہے اہل حدیث سے دور حاضر کے لاندہب اور غیر مقلدین مراد نہیں، یہ تو ملکہ و کٹورہ کے دور کی پیداوار ہے، جیسا کہ تاریخ شاہد ہے۔

۲.....: اہل الرأی یعنی فقہاء اور اہل الدرایۃ: یہ حضرات احادیث کو صرف ظاہر پر محمول نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ان کو استنباط احکام اور استخراج مسائل کے لحاظ سے دیکھتے تھے اور اگر ان کو کوئی صریح نص نہ ملتی، تو احادیث کا صحیح اور مناسب مجمل بذریعہ قیاس تلاش کیا کرتے تھے۔ امام مالکؒ، اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ کو محدث ہونے کے ساتھ ساتھ اجتہاد کا بلند و بالا مرتبہ بھی ملا تھا، اس وجہ سے یہ حضرات اہل الرأی کہلائے، لیکن کبھی کبھار ان میں سے بعض کو معلومات حدیث اور قوت اجتہاد کے مختلف مراتب کی بناء پر اضافی طور پر اہل الرأی اور دوسرے کو اہل حدیث بھی کہا گیا جیسا کہ امام مالکؒ بنسبت امام ابوحنیفہؒ کے اہل حدیث کہلائے۔ یہ دونوں جماعتیں اہل حق کی جماعتیں تھیں۔

## سب سے پہلے منکر قیاس فرقہ:

اسی طرح معتزلہ کا ایک تیسرا فرقہ وجود میں آیا۔ وہ سب سے پہلے قیاس کے انکار کرنے والے تھے۔ امامیہ شیعہ اور ظاہری بھی قیاس کے منکر تھے۔ البتہ مذکورہ بالا تمام علماء کرام قیاس کو دلیل شرعی مانتے تھے۔ (کیونکہ دو صحابہ ضعیف بھی قیاس پر عمل تھا) اور اس پر انہوں نے اس کے کچھ اصول بھی مقرر کئے تھے۔ اس باب میں عراق کے امام ابراہیم نخعیؒ حجاز مقدس میں امام مالکؒ کے استاد ربیعۃ الرائیؒ اس زمانہ کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ امام ابراہیم نخعیؒ کے بعد امام حمادؒ کو بعدہ امام ابوحنیفہؒ کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ ان حضرات نے روایت و درایت کو یکجا کر کے امت کے سامنے مسائل پیش کئے۔

## موضوع روایات کی کثرت:

علاوہ ازیں پہلی صدی کے آخر میں روایت حدیث کی کثرت اور وضعین کے پُر آشوب فتنوں نے بھی مسائل میں اختلافات پیدا کر دیئے تھے۔ اس فتنے سے احادیث کے ضیاع کا بہت زیادہ اندیشہ پیدا ہوا۔ جس کے فوراً سدباب کیلئے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تدوین حدیث کا کام شروع کر کے تحفظ حدیث کا بندوبست فرمایا۔

## اہل حدیث (محدثینؒ) اور اہل رائے (فقہاء) کے درمیان نزاع:

دوسری صدی ہجری کے اوائل میں اہل حدیث اور اہل الرائے کے درمیان ایک سخت نزاع پیدا ہوا کہ ”حدیث“ فقہ اسلامی کی اصل اور قرآن کی متمم ہے یا نہیں پھر کثرت احادیث کی وجہ سے احادیث کی نوعیت میں اختلاف پیدا ہوا۔

اسی طرح قیاس اور استحسان کے ذریعہ استخراج مسائل میں اجماع کے اصل شرعی ہونے میں، نہی اور امر کے صیغوں سے استنباط احکام میں، بلکہ یوں کہتے کہ دوسری صدی کے ربع الاول میں علم کے ہر گوشہ میں اختلاف موجود تھا۔

## عدالتوں میں بد نظمی:

مختلف قاضیوں کے مختلف فیصلوں کی وجہ سے عام مسلمان سخت پریشان تھے، چنانچہ ابن المقفع نے خلیفہ ابو جعفر منصور کو اپنے خط میں لکھا: ”عدالتوں میں بد نظمی چھائی ہوئی ہے۔ ان میں کسی مشہور قانون کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا، بلکہ ان فیصلوں کا دار و مدار قاضیوں کے اپنے اجتہاد پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک ہی شہر میں متضاد احکام صادر ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک قاضی کے حکم کے مطابق اگر ایک علاقہ میں بعض لوگوں کی جان و مال اور عصمت کے خلاف فیصلہ دیا جاتا ہے، تو دوسرے علاقے میں دوسرے قاضی کے فیصلہ کے مطابق اس کی حمایت میں فیصلہ صادر ہوتا ہے۔“ (۱)

## مستقل اسلامی قانون:

یہ ایک سو تیس (۱۳۰) ہجری کے احوال ہیں۔ ان دنوں کوئی مستقل قانون مدون نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان بہت پریشان تھے، جس کو امام ابوحنیفہؒ نے بھانپ لیا۔ اس لئے امام اعظمؒ نے ان ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مستقل قانون اسلامی مدون کرنا شروع کیا جسکی ابتداء ایک سو تیس (۱۳۰) ہجری میں فرمائی، لیکن بعض وجوہات کی بناء پر درمیان میں کچھ عرصہ کیلئے بند کرنا پڑا اور پھر ایک بتیس (۱۳۲)

ہجری سے مستقل پابندی کے ساتھ اس کام کو ایک سو پچاس (۱۵۰) ہجری تک جاری رکھتے ہوئے پورا فرمایا۔

امام ابوحنیفہؒ نے اس قانون کی تدوین سے صرف امت مسلمہ پر نہیں بلکہ پوری دنیا پر احسان عظیم فرمایا۔ اس وجہ سے قانون سازی کی تاریخ میں امام صاحبؒ کا نام سرفہرست ہے اور قانون ساز اسمبلیوں کیلئے اس فرزندِ جلیل کی ہدایات منارہ نور ہیں۔

### اراکین تدوین فقہ میں امام اعظمؒ کے محدثین تلامذہ:

امام ابوحنیفہؒ چار ہزار شیوخ سے علم فقہ و حدیث حاصل کرنے کے بعد جب مسند درس پر تشریف فرما ہوئے تو ایک ہزار تلامذہ کی جم غفیر جمع ہو گئی۔ امام صاحبؒ نے ان میں سے چالیس (۴۰) حضرات کو تدوین فقہ کیلئے منتخب فرما کر ایک دستوری کمیٹی تشکیل دی۔ یہ اہل شوریٰ سب کے سب مجتہد تھے۔ یہ چالیس حضرات باقاعدہ طور پر تدوین فقہ کے کام میں ذمہ دارانہ حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ امام طحاویؒ نے بسند متصل اس مجلس کے اراکین کی تعداد چالیس جو سب کے سب درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے بتائی ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے محدثین و فقہاءؒ بھی اکثر اوقات حدیثی و فقہی بحثوں کو سنتے اور ان میں اپنے اپنے علم و صوابدید کے موافق کہنے سننے کا برابر حق رکھتے تھے۔ اس مجلس کے افراد میں سے دس بارہ افراد کی ایک اور خصوصی مجلس تھی۔ امام صاحبؒ نے اس کمیٹی کے ارکان مذکورہ چالیس حضرات کی کمیٹی میں سے چنے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ فرمانے لگے: ”تم سب میں سے چالیس آدمی ایسے مرتبہ پر فائز ہیں کہ تم میں سے ہر ایک عہدہ قضا کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی پوری

صلاحیت رکھتا ہے اور ان میں سے دس آدمی ایسے ہیں جو صرف قاضی نہیں بلکہ ان کے معلم بھی بن سکتے ہیں۔“ (۱) ان کمیٹیوں کے ارکان قاضی ابو یوسفؒ، حفص بن غیاثؒ، داود طائیؒ، یحییٰ بن زائدہؒ اور ابن المبارکؒ تھے اور روایات احادیث آثار میں یہ پانچوں حضرات انتہائی امتیازی شان رکھتے تھے۔ اسی طرح استخراج و استنباط مسائل میں کمال درجہ مہارت رکھنے والے امام زفرؒ، عربیت اور علم ادب کے ماہر امام محمدؒ، علم ادب کے ماہر قاسم بن معینؒ اور ہر فن مولا امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ امام احمد بن عمرؒ، یوسف ابن خالدؒ بھی تھے۔ یہ تمام مذکورہ افراد خصوصی کمیٹی کے ارکان تھے۔“ (۲)

### شورائی مجلس فقہ میں مسائل کے استنباط کا طریقہ کار:

امام ابوحنیفہؒ کی اس شورائی مجلس کے بارے علامہ موقف فرماتے ہیں: کہ ”امام صاحبؒ نے اپنے مسلک کو مشورہ پر رکھا اور مجلس سے کٹ کر فقہ کو صرف اپنی ذات پر موقوف نہیں رکھا۔“ فوضع ابوحنیفۃ مذهب شوریٰ بینہم لم یستبد فیہ بنفسہ دونہم۔“ (۳) امام طحاویؒ نے اسد بن فراتؒ سے سند متصل کے ساتھ اس مجلس کے اراکین کی تعداد چالیس بتائی ہے جو سب کے سب درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔

امام صاحبؒ نے خدمت کتابت اسد بن عمرؒ، یحییٰ بن زکریا بن زائدہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے سپرد کی تھی۔ امام صاحبؒ نے مسائل کے استنباط کا یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا: کہ ”ایک مسئلہ زیر بحث لایا جاتا تھا، پھر وہ مسئلہ پہلے کتاب اللہ میں دیکھا جاتا تھا۔ اگر یہاں مسئلہ کا حل نہ ملتا، تو دوسرے نمبر پر سنت نبویہؐ سے مسئلہ اخذ کیا جاتا تھا اور اگر یہاں بھی حل نہ پایا جاتا تھا، تو تیسرے نمبر پر ائثار صحابہؓ کو دیکھا جاتا تھا اور اگر ائثار صحابہؓ

میں حل تلاش کرنے کے باوجود نہ ملتا، تو چوتھے نمبر پر قیاس کی باری آتی تھی۔ امام صاحبؒ اپنی دور رس نظر کی وجہ سے حدیث کے قوی و ضعیف اور مشہور و احاد مد نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے تھے: کہ ”آخری امر نبوی ﷺ جس پر آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا، کیا ہے۔“ نیز آپؒ حجازی و عراقی صحابہؓ کی احادیث میں اختلاف کے وقت اس امر کا خیال بھی رکھتے تھے کہ ان میں سے افقہ کون ہیں؟ آپؒ بر بناء فقہ افقہ کی روایت کو ترجیح دیتے تھے۔ آپؒ ان تمام مسائل پر بحث فرماتے تھے، جن مسائل کے وقوع کا امکان ہو سکتا تھا۔ آپؒ کے گرویدہ تلامذہ تشریف فرما ہوتے اور آپؒ جزئیات پیش کرتے تھے۔ ان میں ایسے جزئیات بھی ہوتے تھے، جن کا ابھی تک کوئی وجود نہیں ہوتا تھا۔

الغرض آپؒ جزئیات پیش فرماتے اور جوابات حاصل کرتے تھے۔ جب اس مسئلہ کے جواب پر سب ساتھیوں کا اتفاق آتا، تو وہ مسئلہ قلم بند کر لیا جاتا تھا، ورنہ پھر بحث کا سلسلہ جاری رہتا۔ امام صاحبؒ خاموش رہتے اور تقریریں سنا کرتے تھے، البتہ کبھی کبھی بیچ میں یہ آیت پڑھ دیا کرتے تھے: ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِيَ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ﴾ یعنی آپؒ میرے ان بندوں کو بشارت دیدیں، جو بات سنتے ہیں اور احسن قول کا اتباع کرتے ہیں۔ جب کلام بہت طویل ہو جاتا، تو امام صاحبؒ اپنی تقریر شروع کرتے اور ایسا محکم فیصلہ فرماتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا۔ بعض دفعہ ایک ایک مسئلہ پر مہینے بھی گزر جاتے تھے۔

بعض اوقات بعض اراکین اپنی رائے پر قائم ہوتے، تو اس صورت میں سب کے اقوال قلم بند کئے جاتے تھے۔ نیز اس بات کا التزام رکھا گیا تھا کہ جب تک شوریٰ کے خصوصی ارکان جمع نہ ہوتے، کوئی مسئلہ طے نہ کیا جاتا تھا۔

## فقہ حنفی کے مسائل کی تعداد:

۲۲ سال کی طویل مدت میں اسلامی قانون مدون کر لیا گیا۔ یہ کتابیں کتب ابی حنیفہؒ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ یہ مجموعہ ساٹھ ہزار مسائل پر مشتمل تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پانچ لاکھ مسائل تھے جبکہ خطیب خوارزمیؒ کہتے ہیں: کہ ”آپؐ کا یہ مجموعہ ۸۳ ہزار دفعات پر مشتمل تھا، جن میں ۳۸ ہزار مسائل کا تعلق عبادات سے اور ۲۵ ہزار مسائل کا تعلق معاملات و عقوبات سے تھا اگر یہ نہ ہوتے تو لوگ گمراہی میں پڑے ہوتے۔“ ”انہ وضع ثلاثة الاف وثمانين الف مسألة ثمانية وثلاثين الفا في العبادات والباقي في المعاملات لولا هذا لبقى الناس في الضلالة۔“ (۱) انہی مسائل کے ضمن میں دقائق نحو اور حساب بھی مذکور تھے، جن کے سمجھنے کیلئے عربیت اور حساب کے ماہر کی ضرورت تھی۔ (۲) آج کل کتب مروّجہ کی ترتیب وہی پرانی ترتیب ہے۔ یہ مجموعہ اگرچہ ۱۴۳ھ سے پہلے مرتب ہو چکا تھا، مگر بعد میں اس میں اضافے ہوتے رہے۔ اضافہ کے بعد اس مجموعہ کی تعداد ۵۰ لاکھ مسائل ہو گئی تھی۔ (۳)

## عدالتوں میں کتب امام اعظمؒ:

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: کہ ”میں نے امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو متعدد بار لکھا ہے۔ ان میں اضافے ہوتے رہے، میں ان اضافوں کو بھی لکھتا

رہا۔“ ”کتبت کتب ابی حنیفہؒ غیر مرّة کان يقع فیہا زیادات

ماخذ ومصادر: (۱) المناقب للکردری: ۱/۱۳۳، طبقات الحنفیہ: ۱/۲۷۲ (۲) جامع المسانید: ۲۵ (۳) ایضاً: ۳۵

فلاکتہا۔“ (۱) اس مجموعے کو امام صاحبؒ کے زمانے ہی میں بہت زیادہ شہرت حاصل ہو گئی۔ جس قدر اجزاء تیار ہوتے ہاتھوں ہاتھ نکل جاتے تھے۔ عدالتوں میں قضاة نے سرکاری طور پر ان کتابوں کو رکھ لیا تھا۔ امام صاحبؒ کا یہ مدون قانون وقت کے تمام علماء اور والیان کے کام آیا، چنانچہ یحییٰ بن آدمؒ فرماتے ہیں: کہ ”اس پر خلفاء ائمہ اور حکام فیصلہ کرتے تھے اور بالآخر اس پر عمل ہونے لگا۔“ **قضى به الخلفاء والائمة والحكام واستقر عليه الامر۔“ (۲)**

**امام ابوحنیفہؒ کے فقہ کو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ بھی محتاج تھے:**

الغرض نبی کریم ﷺ کے ارشاد ”يَدَالُّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ“ کے مطابق امام صاحبؒ کا یہ شورائی فقہ تائید خداوندی سے مقبول خواص و عوام ہو رہا اور انشاء اللہ تاقیامت اسی طرح مقبول ہو کر رہیگا۔ مشہور دلہا بالخیر زمانہ میں خواص میں مقبول ہونے کی مثال یکے از ائمہ متبوعین امام مالکؒ ہیں۔ جن کے بارے امام ابوداؤدؒ اور امام نسائیؒ کے شیخ اسحاق بن ابی اسرائیلؒ اور امام مالکؒ کے شاگرد محمد بن عمر واقدیؒ فرماتے ہیں: کہ ”امام مالکؒ اکثر امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق حکم دیتے تھے اور ان کے فیصلوں کو تلاش کیا کرتے تھے۔“ **كان مالك بن انس كثيرا ما كان يقول بقول ابي حنيفة ويتفقدہ۔“ (۳)**

فقہی نقطہ نظر سے امام اعظمؒ کے بعد ائمہ متبوعینؒ میں امام شافعیؒ کا درجہ مانا گیا ہے۔ جن کا فرمان ہے: کہ ”تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں، میں نے کوئی شخص بھی امام ابوحنیفہؒ سے افتخار نہیں دیکھا۔“ اور فرماتے ہیں: کہ ”جس شخص نے



ابوحنیفہؒ کی کتابوں میں نظر نہیں کی اس نے علم میں تبحر حاصل نہیں کیا اور نہ اس نے فقہ حاصل کیا۔ ”ما رأیت ای علمت احداً ففقه منه من لم ينظر فی کتبه لم يتبحر فی العلم ولا تفقه۔“ (۱) نیز فرماتے ہیں: ”جو شخص فقہ میں تبحر ہونا چاہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا نمک خوار بنے۔ کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو فقہ میں کامل توفیق ملی تھی۔“ اسی طرح فرماتے ہیں: ”جو شخص فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب و تلامذہ کی صحبت کو لازم سمجھے، کیونکہ فقہ میں تمام انسان امام ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں۔“ ”من اراد ان يعرف الفقه فليلزم اباحنيفة واصحابه فان الناس كلهم عيال عليه في الفقه۔“ (۲) کیونکہ احادیث کے معانی ان کو ہی میسر ہوئے ہیں۔ واللہ! میں امام محمدؒ کی کتابیں پڑھ کر ہی فقیہ بنا ہوں۔“ (۳) آپؒ ایک جگہ امام اعظمؒ کے دو شاگردوں کے بارے رقمطراز ہیں: کہ ”اللہ تعالیٰ نے علم میں دو شخصوں کے ذریعے میری مدد فرمائی۔ حدیث میں ابن عیینہؒ سے اور فقہ میں امام محمدؒ سے۔“ نیز فرماتے ہیں: کہ ”میں امام محمدؒ کی خدمت میں دس سال رہا۔ ان کی تصانیف اس قدر پڑھیں جس کو اونٹ اٹھا سکے۔ اگر امام محمدؒ اپنی عقل و فہم کے مطابق ہم سے کلام کرتے تو ہم ان کا کلام کبھی نہ سمجھ سکتے۔ لیکن وہ ہم سے ہماری عقل و فہم کے مطابق کلام کرتے تھے۔“ (۴) اور امام تاج الدین سبکی شافعیؒ فرماتے ہیں: ”ابوحنیفہؒ کی فقہ دقیق ہے۔“ ”فقه ابی حنيفة دقيق۔“ (۵) ابوہاشم الکوئی الہمدانیؒ فرماتے ہیں: کہ ”جب امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب امام صاحبؒ کی خدمت میں جمع

ماخذ و مصادر: (۱) ایضاً: ۲/۳۱ الخیرات الحسان: ۳۲ (۲) تاریخ بغداد: ۱۵/۴۷۵، درمختار (۳) درمختار

(۴) مناقب کردری: ۲/۱۵۵ (۵) طبقات الشافعی: ۲/۱۷۴

ہوتے تھے تو پوری طرح مستعد ہو کر شاگردوں کے طریق پر بیٹھتے تھے اور جب آپ تقریر فرماتے تو ان کی تقریر صرف قوی استعداد کے لوگ سمجھ سکتے تھے۔“ (۱)

عبارات بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے سامنے پوری ذی استعداد حضرات (جن کی عقل و فہم کو امام شافعیؒ جیسی ہستی کا پہنچنا بھی مشکل تھا) زانوئے تلمذتہہ کرتے تھے اور امام صاحبؒ ان سے مشورہ کرنے کے بعد ایک ایک مسئلہ لکھا کرتے تھے۔

### بے نظیر اسلامی و تاریخی کارنامہ:

امام ابوحنیفہؒ کا یہ طرز تدوین فقہ ایسا عظیم الشان تاریخی کارنامہ ہے، جس کی نظیر کسی اسلامی و غیر اسلامی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ امام صاحبؒ نے جس انوکھے طرز تدوین کی ابتداء کی تھی، بحمد اللہ اسی طرز کو پایہ تکمیل تک بھی پہنچائی تھی۔ یہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی تعمیل تھی جو امام طبرانیؒ نے اوسط میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: کہ ”میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! (ﷺ) اگر کوئی ایسا امر پیش آئے، جس میں امر وہی (منصوص) نہ ملے، تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟“ فرمایا: ”فقہاء و عابدین سے معلوم کرو اور کسی ایک خاص شخص کی رائے پر نہ چلو۔“ قال قلت یا رسول اللہ ان ینزل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا نہی فما تأمرنی؟ قال تشاور الفقہاء و العابدین ولا تمضوا فیہ رای خاصہ۔“

ناظرین کرام! اس تصریح کے باوجود اگر کوئی کم فہم اور علم و استعداد سے کورا شخص امام صاحبؒ کی شورائی فقہ کی حقیقت کو نہیں جان سکتا، تو وہ اپنی عقل و فہم پر روئے۔ اس کو امام اعظمؒ کی شان میں گستاخی کی بجائے اپنی عقل نارسا پر رونا چاہئے اور

ان سے بے جا حسد کر کے اپنی آخرت کی تباہی کی بجائے ان سے محبت کر کے اپنی آخرت کو سنوارنا چاہئے۔

## خیر القرون میں فقہ حنفی کی شہرت و قبولیت:

یاد رہے کہ یہ مذہب اگرچہ شوارکی تھی لیکن چونکہ اس شورائی جماعت فقہ کے سرخیل امام ابوحنیفہؒ ہی تھے اس لئے یہ شورائی مذہب، مذہب حنفی کے نام سے مشہور ہونے لگی۔ الحمد للہ یہ مذہب حنفی خیر القرون میں بلاد کثیرہ تک پہنچا تھا اور خیر القرون ہی سے اس مذہب کو تلقی بالقبول کا سہرا پہنایا گیا تھا اور تا حال خوب ترقی پر ہے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ نے خلیفہ واثق باللہ عباسی کے دور میں ۲۲۸ھ کا واقعہ لکھا ہے: کہ ”انہوں نے سلام نامی شخص جو چند زبانوں کا واقف تھا، سد سکندری کا حال معلوم کرنے کیلئے بھیجا، جو کہ بلاد ارمینہ، سامرہ اور ترخان سے گزر کر دو روز چل کر پھر ۲۷ منزل وہاں سے آگے گزرا۔ وہاں سد یا جوج و ما جوج پایا اور اس کے محافظ جو اس جگہ کے تھے وہ سب مسلمان عربی و فارسی بولنے والے حنفی المذہب تھے۔

الغرض امام صاحبؒ کے شورائی فقہ کے اراکین تلامذہ عظیم فقہاء ہونے کے ساتھ ساتھ محدثین بھی تھے۔ لہذا بعض غیر مقلدین کا یہ کہنا: کہ ”حنفیہ کے پاس نہ حدیث ہے نہ محدثین۔“ یہاں تک کہ بعض حضرات نے حضرت سفیان بن عیینہؒ کے بارے میں بھی کہہ دیا ہے: کہ ”وہ امام اعظمؒ کے فن حدیث میں شاگرد نہ تھے۔“ جس پر علامہ کوثریؒ کو تانیب الخطیب میں (جس کا اب اردو ترجمہ ہمارے استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب قارن بن امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہما نے ”امام ابوحنیفہؒ کا عادلانہ دفاع“ کے نام سے شائع کیا ہے۔ (میں لکھنا پڑا کہ جامع المسانید امام اعظمؒ کی طرف مراجعت کی جائے۔ اس سے معلوم ہو جائیگا کہ سفیان بن عیینہؒ نے امام اعظمؒ سے کتنی کثرت سے روایت احادیث کی ہے۔ فقیر کے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ امام اعظمؒ جیسا کہ امام الفقہاء تھے اس طرح امام الحدیث بھی تھے اور آپؒ کے اراکین شوریٰ جیسا کہ فقہ میں مجتہد تھے ایسا ہی احادیث میں بھی بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔

## تدوین فقہ میں شرکاء و محدثین مجتہدین کے اسماء:

قارئین کرام! چند محدثین تلامذہ جن کو شرکاء و تدوین فقہ بھی کہہ سکتے ہیں اور جو خود اعلیٰ اور بلند پایہ درجہ کے محدث ہونے کے ساتھ ساتھ اجتہاد کے منصب جلیلہ پر فائز ہونے کے باوجود امام اعظمؒ کی نہ صرف شاگردی اختیار کی بلکہ آپؒ پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے آپؒ کے مذہب کا قیمتی ہار گلے میں پہننا کے نام لکھے جاتے ہیں۔ ان کے ناموں کو پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھی ان کبار محدثین کے ساتھ امام اعظمؒ کے متبعین میں شمار کیا ہے۔ اب ان بابرکت شرکاء و تدوین کے اسماء اور ان میں سے بعض کا مختصر تذکرہ پڑھنے کی سعادت حاصل کریں۔

## (۱) حافظ الحدیث امام ابو یوسفؒ کی محدثانہ جلالت شان:

الامام الحجۃ حافظ الحدیث ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد (م ۱۸۲ھ) وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ کا علم زمین کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا۔ ان کے متعلق علامہ ابن عبد البر مالکیؒ لکھتے ہیں: کہ ”امام ابو یوسفؒ بڑے

فقہ عالم اور حافظ حدیث تھے۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ آپؒ حفظ حدیث سے پہچانے جاتے تھے۔ ملکہ حفظ ایسا تھا کہ کسی محدث کی ملاقات کو جاتے۔ دوران گفتگو ۵۰، ۶۰ حدیثیں سنتے، باہر آ کر ان سب کو پورے حفظ و ضبط کے ساتھ بلا کم و کاست بیان کر دیتے تھے اور آپؒ بہت زیادہ حدیث والے تھے۔“ (۱)

علامہ ابن الجوزیؒ نے اپنی شدت و عصبيت خاصہ کے باوجود امام ابو یوسفؒ کو قوت حفظ کے اعتبار سے ان سوا افراد میں شمار کیا ہے، جو اس امت کے مخصوص و بے نظیر صاحب حفظ ہوئے ہیں۔ (۲)

حسن بن ابی مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے: کہ ”ہم لوگ محدث ابو معاویہؒ کے پاس جاتے تھے، تاکہ ان سے حجاج بن ارطاةؒ کی احادیث میں احادیث احکام فقہ حاصل کریں۔ تو وہ ہم سے فرماتے تھے: ”کیا تمہارے پاس قاضی ابو یوسفؒ نہیں ہیں؟“ ہم کہتے: کہ ”ہیں۔“ تو آپؒ فرماتے: ”تم لوگ بھی عجیب ہو، کہ ابو یوسفؒ کو چھوڑ کر میرے پاس آتے ہو، اور کہتے تھے: کہ ”ہم لوگ جب حجاج بن ارطاةؒ کے پاس جاتے تھے، تو جس وقت وہ اطاء حدیث کراتے تھے، تو ابو یوسفؒ سب حدیثیں یاد رکھتے تھے۔ پھر جب ان کی مجلس سے نکل آتے تھے، تو ہم ابو یوسفؒ کے حافظہ سے ہی وہ سب احادیث لکھ لیا کرتے تھے۔“ (۳)

امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں: کہ ”امام ابو یوسفؒ صاحب حدیث اور صاحب سنت تھے۔“ اور کہتے ہیں: کہ ”اصحاب الرأی میں ان سے زیادہ حدیث جاننے اور ان کو محفوظ کرنے والا کوئی نہیں تھا۔“ قال (یحییٰ بن معین)

ابویوسف صاحب حدیث وصاحب سنہ وقال لیس فی اصحاب  
الرأی اکثر حدیثا ولا اثبت من ابی یوسف۔“ (۱)

امام ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ المزنی الشافعیؒ (م ۲۶۴ھ) فرماتے ہیں:  
کہ ”امام ابو یوسفؒ قوم (حضرات فقہاء کرامؒ) میں سب سے زیادہ حدیث کی اتباع  
کرتے تھے۔“ اتبع القوم للحدیث۔“ (۲)

امام ابو یوسفؒ کے دور میں زمانہ کے بڑے بڑے شیوخ موجود تھے، جن  
میں امام مالک بن انسؒ، لیث بن سعدؒ، قیس بن الربیعؒ، محمد بن ابی لیلیٰؒ، عمر بن نافعؒ،  
عمشؒ، ابواسحق الشیبانیؒ، عطاء بن عجلانؒ، ابن جریجؒ، یحییٰ بن سعید الانصاریؒ، احوص بن  
حکیمؒ، ابان ابن عیاشؒ اور ہشام ابن عروہؒ جیسے ائمہ وقت قابل ذکر ہیں۔ ان سب کی  
صحبت سے انہوں نے شرف حاصل کیا تھا، لیکن اس کے باوجود انہوں نے حضرت  
امام اعظم ابوحنیفہؒ کے درس میں ۲۹ سال تک شمولیت اختیار کی۔ یہاں تک کہ حضرت  
امام اعظمؒ دارالفناء سے دارالبقاء تشریف لے گئے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے: کہ ”مجھے  
دنیا کی کوئی مجلس امام اعظمؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ کی مجلس علمی سے زیادہ محبوب نہ تھی۔“ بلکہ  
آپؒ تمنا کیا کرتے تھے: کہ ”کاش! امام صاحبؒ کی ایک علمی صحبت مجھے پھر مل جاتی اور  
میں ان سے اپنے علمی اشکالات حل کر لیتا، خواہ مجھے اس ایک مجلس پر اپنی آدھی دولت  
کی قربانی کرنی پڑتی۔“ یاد رہے ان دنوں آپؒ ۲۰ لاکھ روپے کے مالک تھے۔ گویا امام  
صاحبؒ کی صرف ایک مجلس پر ۱۰ لاکھ روپے قربان کرنے کو تیار تھے، جیسا کہ ان کی  
رائے کے تحت گزر چکا۔

حضرت امام ابو یوسفؒ کے بہت سے تلامذہ وقت کے شیوخ اور ائمہ فقہ وحدیث تھے۔ جن میں سے چند ائمہ کے اسماء ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) امام احمد بن حنبلؒ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں: کہ ”میرے سب سے پہلے استاد حدیث امام ابو یوسفؒ ہیں اور ان کے پاس تین سال رہ کر تین الماریاں علم کی لکھی ہیں۔“ (۲) احمد بن منبجؒ جو امام بخاریؒ کے شیخ ہیں۔ (۳) امام مالکؒ کے مذہب کے مدون امام اسد بن فراتؒ (۴) امام اعظمؒ کے پوتے اسماعیل بن حمادؒ (۵) امام بخاریؒ کے شیخ علی بن مدینیؒ (۶) امام شافعیؒ کے شیخ و کعب بن الجراحؒ (۷) امام محمدؒ (۸) یحییٰ بن آدمؒ (۹) یحییٰ بن معینؒ اور (۱۰) امام شافعیؒ نے اپنے کتاب الام اور اپنی مسند میں امام ابو یوسفؒ سے بواسطہ امام محمدؒ روایت کی ہے۔ گویا کہ امام شافعیؒ امام محمدؒ کے واسطہ سے امام ابو یوسفؒ کے تلمیذ رشید ہیں۔ (تلك عشرة كاملة)

ان کے علاوہ کتب اسماء الرجال میں امام ابو یوسفؒ کے اور بھی بہت سے تلامذہ کے اسماء مرقوم ہیں۔ اختصار کی غرض سے انہی دس پر اکتفاء کیا گیا۔

الغرض امام ابو یوسفؒ جیسا کہ شیوخ حدیث کے شاگرد تھے اسی طرح کبار محدثین کے استاد بھی تھے۔ حالانکہ ان دنوں بڑے بڑے جبال علم امام مالکؒ ثوریؒ اور شعبہ جیسے ائمہ کرامؒ موجود تھے۔ یہ حضرات ائمہ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ مجتہدین بھی تھے۔ مذکورہ اکابرؒ کی موجودگی میں ایسی عظیم ہستیوں کا آپؒ کے سامنے زانوئے تلمذتہہ کرنا، آپ کے کمال علمی فی الحدیث والفقہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ علی بن الجعد نے ایک دن دوران درس حدیث آخبرنا ابو یوسفؒ کہا اور جب معترض نے اعتراض کیا، تو اس معترض کے جواب میں فرمانے لگے: کہ ”جب تم

ابو یوسفؒ کا ذکر مبارک کرنا چاہو تو پہلے اپنے منہ کو اشنان اور گرم پانی سے اچھی طرح پاک و صاف کر لینا۔“ پھر فرمایا: کہ ”واللہ! میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔“ اسی طرح علامہ ذہبیؒ جیسے نقاد کو امام ابو یوسفؒ کی محدثانہ جلالت شان کا اعتراف کرنا پڑا اور آپؒ کو اپنی مایہ ناز کتاب تذکرۃ الحفاظ میں حافظ الحدیث شمار کرتے ہوئے ”الامام العلامة فقیہ العراقیین الخ“ سے تعارف فرمایا ہے۔ (۱)

قارئین کرام! جب امام اعظمؒ کے ایک تلمیذ و مقلد کا یہ حال ہے کہ ان کے پاس محدثینؒ کی ایک بڑی جماعت پڑھتی تھی اور ان کے دور کے ائمہ حدیثؒ کو ان کا مثل نہیں ملا تو پھر ان کے شیخ امام اعظمؒ کے بارے میں کس طرح کس کو حق حاصل ہے کہ وہ کہتا پھرے: ”ابوحنیفہ کے پاس نہ حدیث تھے اور نہ محدثین۔“ حقیقت تو یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے تلامذہ و متبعین کے پاس محدثین کی کثیر جماعت تھی اور انہوں نے ان سے بہت علمی ذخیرہ حاصل کیا ہے۔ یہی حال امام صاحبؒ کا بھی تھا۔ امام ابو یوسفؒ نے کتاب الاثار کا اکثر حصہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے جو کہ ادلہ فقہ میں نہایت قیمتی ذخیرہ حدیث تسلیم کیا گیا ہے۔

## (۲) امام العصر مجتہد فی المذہب محمد بن الحسن شیبانی کی علمی تبحر:

امام العصر مجتہد فی المذہب محمد بن الحسن شیبانیؒ (۱۳۲ھ م ۱۸۹ھ عمر ۵۷ سال) یہ فقہ حنفی کے دوسرے بازو ہیں۔ آپؒ باتفاق اہل فقہ بلند پایہ امام تفسیر و حدیث کے ماہر و حاذق اور لغت و ادب کے صاحب اجتہاد مسلم استاد تھے۔ آپؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ کے واسطے سے امام بخاریؒ مسلمؒ ابوداؤدؒ ابوزرعہؒ اور محدث بن ابی الدنیا کے استاد تھے۔



”آپ کے نواسے کا بیان ہے: کہ ”آپ گھر میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھ کر لکھا کرتے تھے اور گھر کے لوگوں سے فرما دیا تھا: کہ ”مجھ سے کبھی کسی ضرورت کا سوال نہ کرنا۔ جو کام ہو میرے وکیل سے کہو وہ پورا کرے گا۔ تاکہ میں فراغ قلب سے کام کرتا رہوں۔“ فرماتے ہیں: کہ ”میں نے ان کو گھر والوں سے بات کرتے کبھی نہیں دیکھا، البتہ کبھی ابروئے مبارک یا انگلی کے اشارہ سے کچھ فرمادیتے۔“

آپ کی تصنیفات عموماً فقہ میں ہیں۔ اس لئے آپ کی شہرت زیادہ ترقی میں ہے اور تاریخ فقہ شاہد ہے کہ کتب مشہورہ مؤلفہ مذاہب ائمہ متبوعین مدونہ وغیرہ سب امام محمدؒ کی کتابوں کی روشنی میں لکھی گئیں اور عرصہ دراز تک ان کی کتابیں تمام مذاہب کے فقہاء کے ہاتھوں میں متداول رہیں اور بے تکلف سب ان سے مستفید ہوتے رہے۔

امام محمدؒ احادیث میں بھی درجہ اجتهاد پر فائز تھے اور اس میں بھی آپ کو تصنیفات کا موقع ملا۔ ان میں موطا امام محمدؒ بہت مشہور ہے۔ امام مالکؒ کی ۲۲ روایات و نسخ میں سے یہ کتاب ممتاز ترین روایت و نسخہ شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نسخہ میں امام محمدؒ نے یہ التزام کیا ہے کہ ہر بات کی احادیث ذکر کرنے کے بعد یہ بھی بتا دیا کہ کن احادیث کو فقہائے عراق نے اخذ کیا اور کن کو دوسری احادیث کی وجہ سے ترک کیا اور ہر جگہ ان دوسری احادیث کو بھی ذکر فرمایا۔ اسی گرانقدر علمی امتیاز کی وجہ سے موطا امام محمدؒ موطا کے تمام دوسرے نسخوں سے بڑھ جاتی ہے۔ جس طرح امام یحییٰ التیمیؒ کی موطا اس امتیاز کی وجہ سے موطا کے دوسرے نسخوں سے بڑھ کر ہے کہ انہوں نے ہر باب کی احادیث کے بعد حضرت امام مالکؒ کی رائے بھی ذکر کی ہے۔

علامہ ذہبیؒ امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ آپؒ نے فرمایا: ”امام محمدؒ جب

کوفہ میں امام مالکؒ سے روایت کرتے تھے (یعنی موطا امام محمدؒ کا درس دیتے تھے) تو آپ کا مکان بھر جاتا تھا اور اس کثرت سے لوگ جمع ہوتے کہ جگہ تنگ ہو جاتی تھی۔“  
(۱) اور امام اسد بن فراتؒ فرماتے ہیں: کہ ”آپ کے ہاں آنے کے راستے بند ہو جاتے تھے۔“ (۲)

## امام مالکؒ کی رد میں کتاب الحجہ:

امام محمدؒ نے موطا امام محمدؒ کے علاوہ ایک کتاب ”کتاب الحجہ“ جو امام مالکؒ کی رد میں لکھی ہے اس میں اکثر حدیثیں روایت کی ہیں اور متعدد مسائل میں جوش ادعاء کے ساتھ کہا ہے: کہ ”مدینہ والوں کو دعویٰ ہے کہ وہ حدیث کے پیرو ہیں حالانکہ ان مسائل میں ان کے خلاف صریح حدیث موجود ہے۔“

## میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا تھا جو آج ہٹ گیا:

پہلے پہل حافظ الحدیث امام عیسیٰ بن ابانؒ امام محمدؒ کے بارے میں یہ خیال کرتے تھے کہ یہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں لیکن بعد میں آپ کے دلدادہ ہو گئے۔ چنانچہ محدث حمیریؒ محمد بن ساعدہؒ سے روایت کرتے ہیں: کہ ”محدث عیسیٰ بن ابانؒ ہمارے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، لیکن ہمارے ساتھ امام محمدؒ کی مجلس میں نہیں بیٹھتے تھے۔ میں ان کو بلاتا تو کہہ دیتے: کہ ”یہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔“ درحقیقت عیسیٰؒ بہت اچھے حافظ الحدیث تھے۔ ایک دن ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی اور وہ دن امام محمدؒ کی مجلس کا بھی تھا، میں عیسیٰؒ کے سر ہو گیا کہ آج تو ضرور ہمارے ساتھ بیٹھنا پڑے گا۔ جب

امام محمدؒ درس سے فارغ ہو گئے، تو میں عیسیٰؑ کو ان کے قریب لے گیا اور کہا: ”یہ آپؑ کے بھائی ابانؑ کے بیٹھے ہیں۔ یہ اچھے ذہین اور عالم حدیث ہیں۔ میں ان کو آپؑ کے پاس بلاتا ہوں، تو انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ”تم حدیث کی مخالفت کرتے ہو۔“ امام محمدؒ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”برخوردار! تمہارے خیال میں ہم کن احادیث کی مخالفت کرتے ہیں؟ ہمارے خلاف تمہیں ہمارے جواب کے بغیر فیصلہ نہ کرنا چاہئے۔“ عیسیٰؑ نے اس وقت ۲۵ ابواب حدیث میں سوالات کئے اور امام محمدؒ برابر جوابات دیتے رہے اور جو احادیث منسوخ تھیں، ان کے نسخ پر دلائل و شواہد بتاتے رہے۔

عیسیٰؑ اس مجلس سے اٹھ کر باہر نکلے، تو مجھ سے کہنے لگے: ”میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا تھا، جو آج ہٹ گیا۔ مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ خدا کی خدائی میں اس جیسا شخص بھی لوگوں میں موجود ہوگا اور اس کے بعد امام محمدؒ کی مجلس کے ایسے دلدادہ ہو گئے کہ پھر جدا ہونا گوارا نہ کیا حتیٰ کہ بڑے فقیہ بن گئے۔“

## عیسیٰ بن ابانؑ کی علمی جلالۃ شان:

موصوف عیسیٰؑ علم کے پہاڑوں میں سے ایک بڑے پہاڑ تھے اور آخر کار عیسیٰ ابن ہارون ہاشمی (نے جو ایک کتاب لکھی تھی۔ جس میں دعویٰ کیا تھا کہ امام ابوحنیفہؒ نے احادیث صحیحہ کی مخالفت کی ہے۔ خلیفہ مامون کی دعوت پر جو کہ انہوں نے علماء کو دی تھی، اس وقت عیسیٰ بن ابانؑ نے عیسیٰ بن ہارون ہاشمی کے) جواب میں ایک کتاب لکھی۔ خلیفہ نے اسمعیل بن حماد اور یحییٰ بن اسلم کے جواب کے مقابلہ میں عیسیٰ بن ابانؑ کا جواب پسند کیا۔ جس سے ہاشمی کی کتاب کی حیثیت بالکل ختم ہو گئی۔ اس کے علاوہ کتاب الحجۃ

علی اهل المدینہ“ کے راوی بنے اور خود عیسیٰ بن ہارون ہاشمی کی رد میں ”الحجج الصغیر“ لکھی۔ اسی طرح امام شافعیؒ کے قدیم اقوال کی رد میں ایک کتاب ”الحجج الکبیر“ لکھی۔ نیز امام شافعیؒ اور مرہوسیؒ کی رد میں شروط قبول اخبار کے بارے میں بھی انہوں نے ایک کتاب لکھی۔

الغرض عیسیٰ بن ابان بغضتہی مباحث کے سخاٹ کبیر اور علوم حدیث وفقہ کے جبال علم میں سے تھے۔ (۱) اس جلالت شان فی الحدیث کے باوجود انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے مقلد اور تلمیذ رشید کی شاگردی کو فخر سمجھتے ہوئے آخرت سنوارنے کیلئے امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کا ہار پہن کر دارالفناء سے دارالبقاء تشریف لے گئے۔

### (۳) امام العصر حافظ الحدیث مجتہد مطلق زفر کا علمی مقام:

امام ابو الہذیل زفر عنبری بصری ابن الہذیل (۱۱۵ھ م ۱۵۸ھ) عربی النسل تھے۔ فقہ میں اگرچہ ان کا رتبہ امام محمدؒ سے زیادہ مانا جاتا ہے، لیکن ان کی کوئی تصنیف موجود نہیں ہے، اس لئے صاحبینؒ سے ان کو مؤخر لکھنا پڑا۔ شروع شروع میں ان کو حدیث کا شغل رہا اور اسی وجہ سے صاحب الحدیث کہلاتے تھے پھر فقہ کی طرف متوجہ ہوئے جیسا کہ علامہ نوویؒ نے تصریح کی ہے۔ اور ان کو ”الجامع بین العلم والعبادة“ فرمایا ہے۔ (۲) اور اخیر عمر تک ان کا یہی مشغلہ رہا۔ محمد بن وہب کا بیان ہے: کہ ”امام زفر اصحاب حدیث میں سے تھے اور ان گیارہ افراد میں سے تھے جنہوں نے کتب مدون کئے تھے۔“ (۳)

امام وکیعؒ سے کسی نے بطور اعتراض کہا: کہ ”آپ زفرؒ کے پاس آتے جاتے

ہیں؟ فرمانے لگے: ”تم لوگوں نے مغالطہ آمیزیاں کر کے ہمیں امام ابوحنیفہؒ سے چھڑانا چاہا، حتیٰ کہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اب تم اسی طرح امام زفرؒ سے بھی چھڑانے کی سعی کرتے ہو، تاکہ ہم ابو اسید اور ان کے اصحاب کے محتاج ہو جائیں۔“

خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے: کہ ”کسی نے وکیعؒ سے کہا: ”امام ابوحنیفہؒ نے خطا کی“ تو فرمایا: کہ ”وہ کیسے خطا کر سکتے ہیں؟ حالانکہ ان کے ساتھ ابو یوسفؒ و زفرؒ جیسے قیاس کرنے والے یحییٰ بن ابی زائدہؒ حفص بن غیاثؒ حبانؒ اور مندلؒ جیسے حفاظ حدیث اور قاسم بن معینؒ جیسے لغت و عربیت کے ماہر، داؤد طائیؒ اور فضیل بن عیاضؒ جیسے زاہد و متورع ہیں اور جن کے ہم مجلس ایسے لوگ ہوں، وہ خطا نہیں کر سکتے، کیونکہ اگر وہ خطا بھی کرے، تب بھی یہ لوگ ان کو صواب کی طرف لوٹا دیں گے۔“ (۱)

الغرض امام زفرؒ چونکہ قیاس میں بہت زیادہ مہارت رکھتے تھے۔ اس وجہ سے اصحاب الرائے میں شمار کئے جانے لگے۔ چنانچہ امام فن جرح و تعدیل یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: کہ ”امام زفرؒ صاحب رائے ثقہ اور مامون تھے۔“ ”زفر صاحب الرأی ثقة مامون۔“ (۲) اور امام ابوحنیفہؒ ان کی نسبت ”اقیس اصحابی“ فرمایا کرتے تھے۔ آپ جیسا کہ ”امام الفقہ“ تھے اسی طرح ”امام الحدیث“ بھی تھے۔ امام ابن عبدالبرؒ نے انتقاء میں لکھا ہے: کہ ”امام زفرؒ صاحب عقل و دین صاحب ورع اور روایت حدیث میں ثقہ تھے۔“ ابن حبانؒ نے ان کو ثقات میں ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: کہ ”وہ متقن حافظ حدیث تھے۔“ حافظ ذہبیؒ نے نہ صرف ان کی توثیق کی ہے بلکہ تذکرۃ الحفاظ میں ان کو حفاظ حدیث میں شمار فرمایا ہے۔ امام بخاریؒ کے شیخ

امام ابو نعیم فضل بن زکینؒ کہتے ہیں: کہ ”مجھ سے امام زفرؒ نے فرمایا: کہ ”میرے پاس اپنی حدیثیں لاؤ تا کہ تمہارے لئے ان کی چھان نچھوڑ کروں۔“ یہ بات کسی عظیم محدث کو کہنا اور پھر اس محدث کا ان کے کمال بیان کرنے کیلئے ظاہر کرنا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ امام زفرؒ صرف محدث ہی نہیں تھے بلکہ ساتھ ساتھ امام جرح و تعدیل بھی تھے۔

## امام زفرؒ نے ۲۰ سال تک امام اعظمؒ سے حدیث و فقہ حاصل کی:

امام زفرؒ نے ۲۰ سال سے زیادہ امام صاحبؒ کی صحبت اختیار فرمائی۔ آپؒ فرماتے ہیں: کہ ”میں نے کسی کو امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ خیر خواہ اور ناصح و مشفق نہیں دیکھا۔ وہ محض اللہ تعالیٰ کیلئے اپنی جان کو صرف کرتے تھے۔ سارا دن مسائل کے حل کرنے، تعلیم اور نئے حوادث کے جوابات دینے میں صرف کرتے۔ جب مجلس سے اٹھتے، تو کسی مریض کی عیادت کیلئے جاتے، جنازہ کی اتباع کرتے، کسی ضرورت مند کی حاجت پوری کرتے، کسی محتاج کی مدد کرتے یا کسی بچھڑے ہوئے سے رشتہ اخوت تازہ کرتے تھے۔ رات ہوتی، تو خلوت میں تلاوت، عبادت اور نماز کا مشغول رہتا۔ وفات تک آپؒ کا یہی مشغلہ رہا۔“

امام زفرؒ نے فقہ کے ساتھ ساتھ امام صاحبؒ سے روایت حدیث بھی کی ہے، چنانچہ علامہ سمعانی وغیرہ نے امام زفرؒ کی کتاب الآثار کا تذکرہ کیا ہے، جس میں امام زفرؒ نے امام صاحبؒ کے واسطے سے احادیث روایت فرمائی ہیں۔ آپؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ امام اعمشؒ، یحییٰ بن سعید الانصاریؒ اور ایوب سختیانیؒ وغیرہ سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔

## امام زفرؒ کے محدثین تلامذہ:

آپؒ کے تلامذہ میں امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارکؒ، شفیق بن ابراہیمؒ، محمد بن الحسنؒ، وکیع بن الجراحؒ، سفیان بن عیینہؒ، ابو عاصم النبیلؒ اور ابو نعیم فضل بن دکینؒ جیسے ائمہ حدیث ہیں۔ جس سے اگر ایک طرف آپؒ کا ماہر فی الحدیث ہونا معلوم ہوتا ہے، تو دوسری طرف آپؒ کا ثقہ اور مثبت ہونا بھی مترشح ہوتا ہے۔

### (۴) اصحاب ستہ کے شیخ امام مالک بن مغول البجلی التمیمیؒ:

امام مالک بن مغول البجلی التمیمیؒ (م ۱۵۹ھ) امام اعظمؒ کے اصحاب و شرکاء تدوین فقہ حنفی میں سے تھے یہ وہ ہستی ہیں جن کو الامام نے مخاطب کر کے فرمایا تھا: کہ ”تم میرے قلب کا سرور اور میرے غم کو مٹانے والے ہو۔“ آپؒ امام حدیث و حجت تھے۔ (۱) امام شعبہؒ، امام محمدؒ، ابن مبارکؒ، مسعرؒ، ثوریؒ، ابن عیینہؒ، یحییٰ بن سعید القطانؒ، وکیعؒ اور امام عبدالرحمن بن مہدیؒ کے شیخ بلکہ اصحاب ستہ کے شیخ ہیں۔ امام احمدؒ نے ان کو ثقہ مثبت فی الحدیث کہا ہے۔ امام یحییٰ بن معینؒ ابو حاتمؒ اور نسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔ (۲)

### (۵) امام اعظمؒ کے ساتھ امام العابدین داؤد طائیؒ کے ۲۰ سال:

امام ابوسلیمان داؤد بن نصر طائی حنفیؒ (م ۱۶۰ھ) امام حدیث، محدث، ثقہ، زاہد، عالم، افضل اور اورع اہل زمانہ تھے۔ ۲۰ سال تک امام اعظمؒ کی خدمت میں رہے۔ کبار اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے ایک رکن تھے۔ آپؒ کے بارے میں محدث محارب ابن دثارؒ فرماتے ہیں: کہ ”اگر داؤد طائیؒ پہلی امتوں میں ہوتے، تو قرآن مجید میں اللہ

تعالیٰ ان کا ذکر فرماتے۔“ اتنے زیادہ عبادت گزار تھے کہ روٹی کو پانی میں بھگوتے، جب وہ گھل جاتی، تو شربت کی طرح اس کو پی لیتے تھے اور فرماتے: کہ ”جب روٹی کو ایک ایک لقمہ کر کے کھاؤں، اتنے میں قرآن مجید کی ۵۰ آیتیں پڑھ سکتا ہوں، لہذا روٹی کھانے میں عمر کو کیوں ضائع کروں۔“

اسحقؒ نے عبداللہ بن داؤد سے امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ امام ابو یوسفؒ محمدؒ اور امام زفرؒ کے متعلق پوچھا: تو کہنے لگے: ”اگر داؤد کو اہل ارض کے ساتھ تولا جائے، تو وہ ان پر بھی وزنی ہو جائیں گے۔“ (۱) (تو جب امام ابوحنیفہؒ کے صرف ایک تلمیذ کا یہ حال ہے تو باقی تلامذہ کا کتنا اونچا مقام ہوگا؟) اس سے جہاں امام داؤد طائیؒ کا علو مقام معلوم ہوتا ہے وہاں امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کی جلالت شان کا بھی پتہ چلتا ہے۔

### بقیہ اراکین تدوین فقہ:

(۶) امام ابو عبد اللہ عمرو (الملقب بمندل) بن علی عنزی کوفی حنفیؒ (۱۰۳ھ) امام ابو عبد اللہ عمرو (۱۶۸ھ یا ۱۶۹ھ) محدث، صدوق، فقیہ، فاضل، کبار تبع تابعین، امام حبانؒ کے بھائی اور امام اعظم کے اصحاب، شرکاء تدوین فقہ میں سے تھے۔ امام اعظمؒ، ہشام بن عروہؒ، عبد الملک بن عمرؒ، عاصم احولؒ اور امام ابوحنیفہؒ سے حدیثیں روایت کیں۔ نہایت متورع اور پرہیزگار تھے۔

آپ سے یحییٰ بن آدمؒ، ابوالولید طیالسیؒ، فضل بن دینؒ، ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ وغیرہ ائمہ حدیث نے احادیث روایت کیں۔ جامع المسانید میں امام اعظمؒ سے ان کی روایات موجود ہیں۔ (۷) امام نصر بن عبد الکریمؒ (م ۱۶۹ھ) محدث، فقیہ اور تدوین



فقہ کے رکن تھے۔ امام ابوحنیفہؒ سے فقہ پڑھی اور ان سے احادیث و احکام بکثرت روایت کئے۔ ان سے سفیان ثوریؒ اور موسیٰ بن عبیدؒ وغیرہ نے احادیث روایت کیں۔ (۸) امام عمرو بن میمونؒ بلخی حنفیؒ (م ۱۷۱ھ) محدث، فقیہ اور امام ترمذیؒ کے شیوخ میں سے تھے اور امام ابوحنیفہؒ کے مجلس تدوین فقہ کے شرکاء میں سے تھے۔

(۹) امام جہان بن علیؒ (م ۱۷۲ھ) تدوین فقہ کے شرکاء اور مجتہدین میں سے تھے۔ ابن ماجہ میں ان کی روایت لی گئی ہے۔ آپ بہت بڑے محدث تھے۔

(۱۰) امام ابو عصمہ نوح بن ابی مریمؒ ”جامع“ حنفیؒ (م ۱۷۳ھ) مشہور محدث و فقیہ جامع علوم تھے۔ اسلئے جامع کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مجلس تدوین فقہ کے خاص رکن تھے۔

### امام جامع ابو عصمہ کے چار مجالس:

امام موصوفؒ درس کے زمانے میں چار مجالس منعقد کیا کرتے تھے۔ ایک مجلس میں احادیث و آثار بیان کرتے۔ دوسری میں امام صاحبؒ کے اقوال نقل کرتے۔ تیسری میں نحو کے اہم مسائل اور چوتھی مجلس میں شعر و ادب کے متعلق بیان کرتے تھے۔ امام بخاریؒ کے شیخ امام نعیم بن حمادؒ کے استاد تھے۔ ابن ماجہؒ نے باب تفسیر میں آپؒ سے روایت لی ہے۔ ان کے علاوہ (۱۱) امام زہیر بن معاویہؒ (م ۱۷۳ھ) (۱۲) امام قاسم بن معنؒ (م ۱۷۵ھ) (۱۳) امام حمادؒ (م ۱۷۶ھ) (۱۴) امام حجاج بن بسطامؒ (م ۱۷۷ھ) (۱۵) امام شریک بن عبداللہ الکوئیؒ (م ۱۷۸ھ) (۱۶) امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) (۱۷) امام ابو محمد نوح بن دران حنفی کوئیؒ (م ۱۸۲ھ) (۱۸) امام ہشیم بن بشیر السلمی الواسطیؒ (م ۱۸۳ھ) (۱۹) امام سعید یحییٰ بن

زکریا بن ابی زائده ہمدانی کوٹی (م ۱۸۴ھ) (۲۰) امام فضیل بن عیاض (م ۱۸۷ھ) (۲۱) امام اسد بن عمرو بن عامر الجبلی الکوٹی (م ۱۸۸ھ) (۲۲) مشہور صاحب درایت و روایت جلیل القدر محدث و فقیہ امام علی بن مسہر قریشی الکوٹی (م ۱۸۹ھ) (۲۳) امام یوسف بن خالد سمی (م ۱۸۹ھ) (۲۴) محدث ثقہ حجة صاحب سنت و جماعت اور صاحب کثیر الحدیث امام عبداللہ بن ادریس کوٹی (م ۱۹۲ھ) (۲۵) مشہور محدث امام فضل بن موسی السینائی (م ۱۹۲ھ) (۲۶) علی بن ظیان (م ۱۹۲ھ) (۲۷) امام حفص ابن غیاث (م ۱۹۴ھ) (۲۸) امام وکیع بن الجراح (م ۱۹۷ھ) (۲۹) امام ہشام بن یوسف (م ۱۹۷ھ) (۳۰) امام نقدر جالیحی بن سعید القطان (م ۱۹۸ھ) (۳۱) امام شعیب بن اسحاق دمشقی (م ۱۹۸ھ) (۳۲) امام ابو عمر و حفص بن عبدالرحمن البلیخی (م ۱۹۹ھ) (۳۳) امام ابو مطیع حکیم بن عبداللہ بن سلمہ البلیخی (م ۱۹۹ھ) (۳۴) امام خالد بن سلیمان البلیخی (م ۱۹۹ھ) (۳۵) عافیہ بن یزید القاضی (م ۲۰۱ھ یا ۲۰۲ھ) (۳۶) امام عبدالحمید بن عبدالرحمن الکوئی الحمائی (م ۲۰۲ھ) (۳۷) امام حسن بن زیادہ لولوی (م ۲۰۴ھ) (۳۸) امام حماد بن دلیل قاضی المدائن البصری (م ۲۱۲ھ) (۳۹) امام ابو عاصم النبیل ضحاک ابن مخلد (م ۲۱۲ھ یا ۲۱۳ھ یا ۲۱۴ھ یا ۲۱۵ھ) اور (۴۰) امام مکی ابن ابراہیم صاحب اکثر ثلاثیات فی البخاری (م ۲۱۵ھ) رحمہم اللہ جیسے کبار محدثین تدوین فقہ میں امام اعظم کے ساتھ رہے۔

یہ سب محدثین اپنے وقت کے ائمہ فقہ ہونے کے ساتھ ائمہ حدیث بھی تھے۔ ان سب نے نہ صرف امام اعظم سے شرف تلمذ حاصل کیا، بلکہ آپ کے فقہ کے ارکان رہے اور امت کو ایک ایسا جامع فقہ و شرعی قانون مرتب کر کے دیا کہ کسی کو اس پر عمل کرنے

میں قیامت تک کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی اور نہ کوئی اقدام خلاف سنت محسوس ہوگا۔ وہ اور بات ہے کہ شہرہ چشم اور عقل کے اندھے اپنی عقل نارسا کی وجہ سے ان مرتب کردہ فقہ کو خلاف سنت سمجھیں۔

## اولئک ابائی فجئنی بمثلہم

### اذا جمعنا یا جریر المجمع

امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر جبال علم متفق ہیں:

حافظ محمد ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) لکھتے ہیں: ”اگر امام ابوحنیفہؒ جاہل ہوتے اور علم کے زیور سے آراستہ نہ ہوتے، تو علماء حنفیہ میں علم کے پہاڑ ان کے مذہب پر عمل پیرا ہونے پر کبھی متفق نہ ہوتے، جیسے قاضی ابو یوسف، محمد بن الحسن الشیبانی، طحاوی، اور ابوالحسن کرنی وغیرہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) اور ان سے دو گنے چو گنے علماء حنفیہ ہندوستان، شام، مصر، یمن، الجزیرہ، حرمین، عراق، عجم اور عراق عرب وغیرہ میں ایک سو پچاس ہجری سے لیکر آج تک جو چھ سو سال سے زیادہ مدت گزر چکی ہے ہزاروں کی تعداد سے متجاوز ہیں جو شمار میں نہیں آسکتے اور ان سے ممالک بھرے پڑے ہیں جو گنتی سے باہر ہیں، جو اہل علم و فتویٰ اور ورع و تقویٰ کے زمرہ میں شامل ہیں۔ (۱)

بعض حنفی ائمہ مجتہدینؒ:

قارئین کرام! آپ حضرات نے ابھی الروض الباسم کے حوالہ سے پڑھا کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر عمل پیرا ہونے والے علم کے پہاڑ تھے۔ ان جبال علم میں

سے چند حضرات کے اسماء مبارکہ ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ یکجا ان حضرات کے اعلام مبارکہ کی زیارت سے مشرف ہو سکیں۔

امام زفر (م ۱۵۸ھ) داؤد الطائی (م ۱۶۰ھ) عافیہ بن یزید (م ۱۶۰ھ) مندل بن علی (م ۱۶۷ھ) حبان بن علی (م ۱۷۱ھ) کلیث بن سعد (م ۱۷۵ھ) قاسم ابن معن (م ۱۷۵ھ) عبد اللہ بن المبارک (م ۱۸۱ھ) یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ (م ۱۸۲ھ) ابو یوسف (م ۱۸۳ھ) جریر بن عبد الحمید (م ۱۸۸ھ) محمد بن الحسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) علی ابن مسہر (م ۱۹۰ھ) اسد بن عمرو (م ۱۹۰ھ) حفص بن غیاث (م ۱۹۴ھ) وکیع بن الجراح (م ۱۹۷ھ) یحییٰ بن سعید القطان (م ۱۹۸ھ) ابو عاصم النبیل (م ۲۱۲ھ) مکی بن ابراہیم (م ۲۱۵ھ) ابوالحسن العبیدی (م ۲۱۸ھ) یحییٰ بن معین (م ۲۳۳ھ) ابوبشر اسدی (م ۲۶۷ھ) ابوبکر الجارودی (م ۲۹۱ھ) اور طحاوی (م ۳۲۱ھ) وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ سب ائمہ مجتہدین و محدثین تھے۔ اصحاب جرح و تعدیل نے ان کے ائمہ حدیث ہونے کا اعتراف کیا ہے اور ساتھ ساتھ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر فتویٰ دینے اور عمل کرنے کی تصریح فرمائی ہے۔

**ہندوستان میں علم و عمل بالحدیث:**

مذکورہ ائمہ کے علاوہ اور بھی بہت سے مجتہدین اور ائمہ حدیث اسماء الرجال کی کتابوں میں مذکور ہیں کہ وہ حنفی تھے، لیکن ان سب کا یہاں لکھنا مقصود ہے نہ یہاں ان کے ذکر کرنے کی گنجائش ہے، البتہ فقیر صرف ایک غیر مقلد عالم محمد ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب کے حوالہ پر اکتفا کرتا ہے، جو کہ انہوں نے اپنی کتاب ”تاریخ اہل

حدیث حصہ سوم“ میں ”ہندوستان میں علم و عمل بالحدیث“ کے عنوان سے درج ذیل حضرات کا ص ۳۸۷ تا ۴۲۴ قدرے تفصیلی بحث کے ساتھ بیان اور ذکر کیا ہے۔

شیخ رضی الدین صفانی لاہوری (م ۶۵۰ھ) ، شیخ علی متقی جوپوری (م ۹۷۵ھ) ، شیخ محمد طاہر گجراتی (م ۹۸۶ھ) ، شیخ عبدالحق دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) ، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) ، شیخ عبدالحق دہلوی (م ۱۰۷۳ھ) ، سید مبارک محدث بلگرامی (م ۱۱۱۵ھ) ، میر عبد الجلیل بلگرامی (م ۱۱۳۸ھ) ، حاجی محمد افضل سیالکوٹی (م ۱۱۴۶ھ) ، استاد شاہ ولی اللہ (م ۱۱۵۵ھ) ، امام الہند شاہ ولی اللہ (م ۱۱۷۶ھ) ، مرزا مظہر جانجاناں شہید (م ۱۱۹۵ھ) ، شاہ رفیع الدین (م ۱۲۳۰ھ) ، شاہ عبد القادر (م ۱۲۳۰ھ) ، شاہ عبد العزیز (م ۱۲۳۹ھ) ، شاہ محمد اسماعیل شہید (م ۱۲۴۶ھ) اور استاد آفاق شاہ محمد اسحاق (م ۱۲۶۲ھ)۔ (۱)

## شاہ ولی اللہ کا خاندان حنفی تھا:

قارئین کرام! مذکورہ علماء جو بقول غیر مقلد عالم محمد ابراہیم صاحب ”علماء حدیث و عالیین حدیث“ تھے، بجز اللہ سب کے سب حنفی المذہب تھے۔ ان میں سے زیادہ شبہ حضرت شاہ ولی اللہ کے خاندان پر ہے، جنہوں نے ہندوستان میں حدیث کی بے انتہا خدمت فرمائی ہے، لیکن آپ کا پورا خاندان غیر مقلد علماء کے نزدیک بھی حنفی تھا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب ”لکھتے ہیں: کہ ”شاہ ولی اللہ کا خاندان حنفی تھا۔“ نیز لکھتے ہیں: کہ ”ان کا خاندان علوم حدیث و فقہ حنفی ہے۔“ اور لکھتے ہیں: ”شاہ ولی اللہ کا سب طریقہ مذہب حنفی اور شریعت حقہ تھا، جس پر عجم اور خالص عرب کے نیک سلف و

خلف کاربند رہے..... بلکہ ان کا گھرانا اور خاندان حنفی اور ملت حنیفہ کا مقتدا تھا۔“

”خاندان اوحنفی بود۔“ (۱) ”خاندان ایشان علوم حدیث وفقہ حنفی است۔“ (۲) ”طریقہ

هذا كله مذهب حنفی وشریعة حقه مزی علیہا السلف والخلف

الصلحاء من العجم والعرب العربیة..... بل هم بیت علم الحنفیة قدوة

الملة الحنیفة۔“ (۳) اور ایک دوسرے غیر مقلد عالم محمد اسمعیل صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے شاہ ولی اللہ کے ابناء کرام تک یہ تمام مصلحین عظام

ظاہری اعمال میں عموماً حنفی فقہ کے پابند تھے۔“ (۴)

قارئین کرام! فقیر نے آپ حضرات کے سامنے چند ائمہ و علماء و عالمین

حدیث کے نام مشتمل نمونہ از خروارے پیش کئے۔ مذکورہ محدثین کے علاوہ اور بھی بہت

سے جہاں علم امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کیا کرتے تھے لیکن کتاب کی ضخامت بڑھنے کے

خوف سے انہی چند اکابر محدثینؒ پر اکتفا کیا۔ آخر امام اعظمؒ میں کوئی خوبی تو ضرور تھی،

جس نے ان آسمان علم مجتہدینؒ ائمہؒ اور حفاظ حدیثؒ کو آپؒ کی تقلید پر مجبور کیا تھا۔

**مجتہد اور سلفی کا مطلب:**

قارئین کرام! آپ حضرات بعض اوقات دیکھتے ہوں گے کہ امام ابو یوسفؒ

امام محمدؒ امام کبیرؒ وغیرہ حضرات کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اسی

طرح بعض حضرات کے ساتھ مجتہد یا سلفی کا لفظ لکھا ہوتا ہے، جس سے بظاہر یہ معلوم

ہوتا ہے کہ یہ حضرات مجتہدین تھے کسی امام کے مقلد نہیں تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ لفظ

”المجتہد“ کبھی ”مجتہد مطلق“ جیسے حضرات ائمہ اربعہؒ امام سفیان ثوریؒ اور امام

اوزاعی وغیرہ کیلئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی اس کا اطلاق ”مجتہد فی المذہب“ اور ”مجتہد منتسب“ پر ہوتا ہے، جیسے امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ اور اسی قسم کے اور حضرات جو اپنے پیش رو ائمہ کے اصول و ضوابط اور کلیات کی روشنی میں اجتہاد سے کام لیتے رہے۔ یاد رکھیں کہ کبھی کبھار ”مجتہد منتسب“ کیلئے ”مجتہد مطلق“ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ نواب صاحب نے حافظ ابن القیم کو ایک جگہ ”مجتہد مطلق“ اور دوسری جگہ ”طبقات حنابلہ“ میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح قاضی محمد بن علی الشوکائی (م ۱۲۵۵ھ) اور علامہ عبدالرحمن مبارک پوری نے ابن تیمیہ کو دونوں طرح ذکر کیا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں: ”الشیخ الامام علامہ عصرہ المجتہد المطلق ابو البرکات شیخ الحنابلہ“ (۱) یہی حال امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ کا ہے کہ ان کی بابت ”مجتہد“ کا لفظ استعمال ہوتا ہے، مع ہذا امام ابوحنیفہؒ کے پیروکار بھی تھے۔ یہی حال دوسرے حضرات کا بھی ہے۔ الحاصل ”مجتہد مطلق منتسب“ ”مجتہد منتسب“ اور ”مجتہد فی المذہب“ ”اصحاب الوجوہ“ ”اصحاب الترجیح والتخریج“ وغیرہ وسعت علمی کے باوجود فروع میں اجتہاد کے اصولی طور پر مقلد اور اپنے پیش رو امام کی رائے کے اصولاً پابند ہی سمجھے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ فرماتے ہیں: ”بہت سے مجتہدین مثلاً امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ امام زفرؒ امام طحاویؒ اور امام ابو بکر جصاصؒ وغیرہ حنفی تھے حالانکہ ان کا اجتہاد اظہر من الشمس ہے۔ (۲) یہی حال ”سلفی“ لفظ کا ہے۔ غیر مقلدین لفظ مجتہد کی طرح لفظ سلفی سے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ غیر مقلد تھے حالانکہ سلفی حضرات بھی مقلد ہوا کرتے تھے

جیسا کہ حافظ ابو عمرو بن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) شافعی ہونے کے باوجود سلفی تھے۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے آپؒ کو دونوں لفظوں سے ذکر کیا ہے، جیسا کہ علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: "الامام الحافظ المفتی شیخ الاسلام..... الشافعی..... وکان ابن الصلاح سلفیاً۔" (۱)

## صفات باری تعالیٰ کے متعلق امت کے دو گروہ:

ناظرین کرام! اللہ تعالیٰ کی صفات مثلاً "ید" "وجہ" اور "استویٰ علی العرش" وغیرہ کے بارے میں علماء اسلام کے دو گروہ ہیں۔ (۱) متقدمین جو ان صفات کو بلا چون و بلا کیف جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں، تسلیم کرتے ہیں اور ایسے نظریات رکھنے والے حضرات مقلد ہونے کے باوجود سلفی کہلاتے ہیں اور (۲) متاخرین جو باطل فرقوں کی بے جا اور باطل تاویلات کے سدباب کیلئے "ید" سے قدرت "وجہ" سے ذات اور "استویٰ علی العرش" سے حکمرانی وغیرہ مراد لیتے ہیں اور یوں ایک قسم کی مناسب تاویل کر کے ان صفات کا محمل بیان کرتے ہیں۔ (۲) پس معلوم ہوا کہ پہلے زمانہ میں سلفی بھی مقلد ہوا کرتے تھے۔ ہاں اگر مجتہد کے بعد "لا یقلد احدا" کے الفاظ آجائیں، تو وہ مجتہد کسی کی تقلید نہیں کرتا، جیسا کہ علامہ ذہبیؒ نے امام داؤد بن علی الظاہریؒ (م ۲۷۰ھ) کے متعلق "مجتہدا لا یقلد احدا" (۳) اور امام قاسم بن محمد بن قاسمؒ (م ۲۷۶ھ) کے متعلق "صار اماما مجتہدا لا یقلد احدا" لکھا ہے۔ (۴)

ماخذ ومصادر: (۱) تذکرۃ الحفاظ: ۳/۲۱۳، ۲۱۵ (۲) طائفہ منصور ۱۳۵، بحوالہ شرح مواقف، شرح العقائد

وغیرہ (۳) تذکرۃ الحفاظ: ۲/۱۸۳ (۴) ایضاً: ۲/۲۰۰



خلاصہ کلام یہ ہے: کہ ”اہل الحدیث“ ”اصحاب الحدیث“ ”اصحاب الاثر“ ”المحدث“ ”الحافظ“ ”المجتہد“ اور ”سلفی“ وغیرہ کے الفاظ غیر مقلد کیلئے نہیں، بلکہ سلف صالحین نے مقلدین کیلئے استعمال فرمائے ہیں۔ بحمد اللہ مندرجہ بالا اوصاف کے حامل مذکورہ حضرات بھی امام ابوحنیفہؒ کے مقلد تھے۔

## کتاب الآثار کے متعلق ایک غلط فہمی:

امام ابوحنیفہؒ جن کو دنیا نے فقہ میں ان کی تبحر علمی اور فقہی جلالت شان کی بناء پر امام اعظم کے جلیل القدر خطاب سے نوازا گیا ہے نہ صرف ایک بلند پایہ فقیہ تھے بلکہ آپؒ ایک مسلم الثبوت ماہر محدث بھی تھے۔ کیونکہ جب تک کوئی شخص قرآن و سنت اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم سے پوری طرح باخبر نہ ہو وہ فقہی احکام کے استنباط کی جرات نہیں کر سکتا۔ بعض حضرات نے آپؒ کی شان کو گھٹانے کی کوشش کی ہے اور عوام میں یہ تاثر دیا ہے کہ آپؒ کو سنت نبوی علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام کا پورا علم نہیں تھا اور نہ کسی بڑے محدث سے شرف تلمذ حاصل ہوا تھا۔ آپؒ صرف اپنے منطقی ذہن سے تخلیق احکام کیا کرتے تھے۔ اس غلط پروپیگنڈے سے مخالفین کا تو کیا کہنا بعض اپنے بھی غلط فہمی کے شکار ہو کر کہنے لگے کہ ”حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔“ چنانچہ حضرت ملا جیونؒ (م ۱۱۳۰ھ) حضرت شاہ ولی اللہؒ (م ۱۱۷۶ھ) اور پھر ان کی متابعت میں ان کی اولاد میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور ان کے بعد والوں میں علامہ شبلی نعمانیؒ اور سید سلیمان ندویؒ نے انکار کیا۔

قارئین کرام! ملا جیونؒ ایک بہترین فقیہ تھے لیکن حدیث میں ان کو خاص

شغف نہ ہونے کی وجہ سے یہ غلط فہمی ہوئی لیکن حضرت شاہ ولی اللہؒ تو احادیث سے بہت زیادہ شغف رکھتے تھے انہوں نے نہ صرف امام اعظمؒ کی تصنیف کے موجود ہونے کا انکار کیا ہے بلکہ سوائے امام مالکؒ کے موطا کے سب ائمہ فقہ کی کتابوں کے موجود ہونے کے منکر ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں: ”اور آج ائمہ فقہ کی کوئی کتاب کہ جسے انہوں نے خود تصنیف کیا ہو سوائے موطا کے لوگوں کے پاس موجود نہیں ہے۔“ ”وازا ائمہ فقہ امروز ہیچ کتابے کہ خود ایشان تصنیف کردہ باشند بدست مردماں نیست الاموطا۔“ (۱) شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی اس قسم کا قول (۲) میں کیا ہے۔ یہی حال علامہ شبلی نعمانیؒ کا بھی ہے۔ (۳) علامہ نعمانیؒ کے جانشین مولانا سید سلیمان ندویؒ نے بھی سوائے امام مالکؒ کے کسی امام مجتہد کے قلم سے علم حدیث کی کوئی تصنیف ظاہر ہونے سے انکار کیا ہے۔ (۴)

یہاں ایک اشتباہ اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملا جیوں تو علم حدیث کے مقابلہ میں علم فقہ و اصول فقہ سے زیادہ مانوس تھے اس لئے ان کے متعلق تو کوئی تعجب نہیں کی جاتی لیکن تعجب تو شاہ ولی اللہؒ اور ان کے فرزند شاہ عبدالعزیزؒ پر ہے کہ کتاب الآثار سے پوری طرح واقف ہونے کے باوجود ائمہ ثلاثہ کی کسی کتاب کے موجود ہونے کے منکر ہیں۔ بلکہ اول الذکر نے تو شیخ تاج الدین حنفیؒ مفتی مکہ مکرمہ سے سماع بھی کیا ہے (جیسا کہ ”انسان العین“ آنکھ کی پٹنی، آنکھ کی سیاہی) فی مشائخ الحرمین: ۱۶۱ پر انہوں نے تصریح فرمائی ہے۔) نیز انہوں نے مصنفی میں خود تصریح کی ہے کہ امام محمدؒ نے اس کتاب کو امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے۔ ”آثار یکہ از امام ابوحنیفہؒ روایت کردہ است۔“ (۵)

ماخذ و مصادر: (۱) مصنفی شرح موطا امام مالکؒ: ۱۷۱ (۲) دیکھئے: بستان المحدثین: ۲۸۲ (۳) دیکھئے:

سیرۃ النعمان: ۱۱۹ (۴) دیکھئے حیات مالکؒ: ۹۰ (۵) مصنفی: ۸:

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتاب الآثار کو امام ابوحنیفہؒ کی بجائے امام محمدؒ کی تصنیف سمجھتے ہیں جیسا کہ علامہ شبلی نعمانیؒ اور ان کے جانشین برصغیر کے نامور شخصیات نے اس کتاب کو امام محمدؒ کی تصنیف سمجھی ہے۔ یہی حال ملا علی قاریؒ کی ہے۔

## غلط فہمی کی وجہ:

دراصل اس اشتباہ کی وجہ یہ ہے کہ امام محمدؒ نے جس طرح کتاب الآثار کو روایت کیا ہے اسے دیکھتے ہوئے اس قسم کی غلط فہمی کا پیدا ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں امام موصوفؒ نے اس کتاب کے متعلق طرز عمل یہ اختیار کیا ہے کہ وہ پہلے اس کتاب کی روایات نقل کرتے ہیں اور پھر ان روایات کے متعلق اپنا اور اپنے شیخ محترم کا مذہب بیان کرتے ہیں اور اگر اصل کتاب کی کسی روایت پر ان کا عمل نہیں ہوتا تو اسے نقل کرنے کے بعد اس پر عمل نہ کرنے کے وجوہ و دلائل تفصیلاً بیان کرتے ہیں۔ کتاب الآثار کی اکثر احادیث امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ دوسرے شیوخ سے بھی منقول ہیں اس لئے سرسری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب خود امام محمدؒ کی تصنیف ہے حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ کتاب الآثار امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف ہے اور امام محمدؒ صرف اس کے راوی ہیں البتہ امام محمدؒ نے اس کتاب کی روایت اس طرح کی ہے کہ اس کی افادیت دو چند ہوگئی ہے اور اس کا تداول و نقل اس درجہ عام ہو گیا کہ بجائے اصل مصنف کے خود ان کی طرف اس کتاب کو نسبت دی جانے لگی اس لئے اکثر مصنفین اس غلط کا شکار ہو گئے جس کا فقیر نے اوپر ذکر کیا ہے۔

## امام ابوحنیفہؒ شریعت کے مدون اول تھے:

امام اعظمؒ کے زمانہ تک علماء کرام حفظ و روایت اور استنباط و درایت پر اکتفاء کیا کرتے تھے اور جو احادیث ضبط تحریر میں لاتے تھے وہ تحریر بلا ترتیب ہوتی تھی۔ اس تحریر میں کوئی باب ہوتا تھا نہ عنوان۔ ایک مسئلہ کے بارے کوئی حدیث تلاش کرنے کیلئے پورے مجموعہ کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا لہذا اس زمانے کا کوئی بھی شخص مصنف کہلانے کا مستحق نہیں تھا۔ اس ماحول میں امام اعظمؒ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا طریقہ الہام فرمایا جس سے کسی مسئلہ کے حل کیلئے حدیث ڈھونڈنا آسان ہو گیا۔ آپؒ نے عبادات و معاملات کے ابواب کی ترتیب قائم فرمائی اور ہر مسئلہ سے متعلق احادیث اس کے باب کے ضمن میں ترتیب وار درج کئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظمؒ کو جس طرح دوسری شرافتوں اور فضیلتوں میں اولیت عطا فرمائی تھی اسی طرح تدوین شرائع اور ان کی ترتیب و تبویب میں بھی آپؒ کو مدون اول کا باعزت تمنغہ عطا فرمایا ہے چنانچہ علامہ جلال الدین عبدالرحمن سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) اور علامہ محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) آپؒ کی ان خوبیوں اور بزرگیوں میں جن میں آپؒ منفرد ہیں ایک خوبی ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ”آپ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے شریعت کی تدوین کی اور اس کو ابواب پر مرتب فرمایا پھر امام مالکؒ نے ترتیب مؤطا میں ان کی متابعت کی اور (علم شریعت کی تدوین میں) امام ابوحنیفہؒ سے کسی نے سبقت نہیں کی۔“ ”انہ اول من دون علم الشریعة ورتبه ابوابہم تابعه مالک بن انس فی ترتیب المؤطا ولم یسبق ابا حنیفة احد۔“ (۱) علامہ سیوطیؒ اور علامہ صالحیؒ نے ترتیب

وتبویب مذکورہ بالا کی طرف اشارہ فرما کر آپ کو مدون و مبوب اور مرتب اول قرار دیا۔

## علم حدیث میں کتاب الآثار کا مقام:

حضرت امام اعظمؒ نے سب سے پہلے ابواب فقہیہ میں جو کتاب تالیف کی۔

اس کتاب کا نام ”کتاب الآثار“ ہے۔ یہ کتاب احادیثِ احکام اور ترتیب و تبویب فقہی کے لحاظ سے تصنیف و تالیف کی تاریخ میں اولیت کے شرف کے ساتھ ساتھ ایک عظیم دینی شاہکار ہے اور یہ کتاب ”موطا امام مالک“ کے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ نے اس میں امام ابوحنیفہؒ کی اقتداء کی ہے اور کتاب الآثار کے اسلوب پر اپنی موطا کو مرتب کیا ہے۔ بالفاظ دیگر امام ابوحنیفہؒ ترتیب مذکورہ کے لحاظ سے امام اور امام مالکؒ ان کے مقتدی ہیں اور یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ یہ ایک تاریخی حقیقت بھی ہے جس کی ہمارے ساتھ درج ذیل تائیدات ہیں۔

(۱) حافظ ابن حزمؒ نے اپنی تصنیف میں واضح تصریح کی ہے کہ امام مالکؒ نے

موطا کی تالیف یقیناً یحییٰ بن سعید انصاریؒ کی وفات کے بعد کی ہے اور یحییٰ کی وفات

۱۴۳ھ میں ہوئی ہے۔ ”ان الموطا ألفه مالك بعد موت يحيى بن سعيد

الانصاري بلاشك وكانت وفاة يحيى في سنة ثلاث واربعين و مائة.“ (۱)

(۲) مشہور مؤرخ علامہ ابن فرحون نے ابو مصعب احمد بن عوف الزہریؒ سے جو امام

مالکؒ کے تلمیذ رشید اور ان سے موطا کے راوی ہیں، نقل کیا ہے کہ خلیفہ منصور عباسی نے

امام مالکؒ سے فرمائش کی تھی: ”کہ، لوگوں کے لئے ایک کتاب بنائیں تاکہ میں ان کو

اس پر عمل کرنے پر مجبور کروں۔“ امام مالکؒ نے اس سلسلہ میں کچھ کہا تو ابو جعفر منصور

نے جواب دیا: کہ ”اس کتاب کو لکھو کیونکہ آج آپ سے بڑا عالم کوئی نہیں۔“ آخر امام موصوفؒ نے موطا کی تصنیف شروع کی مگر ابھی کتاب ختم نہیں ہوئی تھی کہ ابو جعفر سربراہ مملکت کا انتقال ہو گیا۔ (۱)

سطور بالا سے معلوم ہوا کہ موطا کی تصنیف منصور کی فرمائش پر خود ان کے زمانہ میں شروع ہوئی اور ان کی وفات کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچی۔ منصور کی وفات ۶ ذوالحجہ ۵۸ھ میں ہوئی ہے اور اس کی جگہ اس کا فرزند محمد المہدی مسند خلافت پر متمکن ہوا اور اسی کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں موطا کی تصنیف مکمل ہوئی۔ یعنی امام مالکؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے کم از کم نو سال بعد موطا کی تکمیل کی ہے۔

(۳) امام مالکؒ امام اعظمؒ کی تصانیف سے استفادہ کیا کرتے تھے جس کا ذکر کتب تاریخ میں صراحتاً مذکور ہے چنانچہ حافظ ذہبیؒ نے اپنی کتاب میں قاضی ابوالعباس احمد ابن محمد عبداللہ ابن ابی العوامؒ کی ”اخبار ابی حنیفہؒ“ کے حوالے سے سند متصل کے ساتھ مشہور محدث عبدالعزیز بن محمد دروردیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: کہ ”امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور ان سے منفع ہوتے تھے۔“

مالك ينظر في كتب ابي حنيفة وينتفع بها۔ (۲)

(۴) علامہ سیوطیؒ نے صاف تصریح فرمائی ہے: کہ ”امام مالکؒ نے اسی ترتیب میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید و اتباع کی اور اس ترتیب و تدوین ابواب فقہیہ میں ابوحنیفہؒ پر کسی نے سبقت نہیں کی۔“ جیسا کہ ابھی باحوالہ گزرا۔

مذکورہ شہادتیں واضح بتا رہی ہیں کہ موطا بعد میں تصنیف ہوا ہے اور موطا

سے قبل ۱۴۰ھ اور ۱۵۰ھ کے درمیانی عرصہ میں امام اعظمؒ کی تصانیف عالم وجود میں آچکی تھیں۔ اس سے یہ بات بلا ریب عیان ہوتی ہے کہ ابواب و احکام کے موضوع پر تصنیف کے میدان میں اولیت کا شرف امام اعظمؒ ہی کو حاصل ہے اور امام ابوحنیفہؒ اس حیثیت سے امام اور امام مالکؒ مقتدی ہیں اور موطا امام مالکؒ کی نسبت امام ابوحنیفہؒ کی ”کتاب الآثار“ ایسا مقام رکھتا ہے جیسے صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی نسبت موطا امام مالکؒ کا مقام ہے۔

### کتاب الآثار کے نسخے:

۱۲۰ھ میں جامع کوفہ کی اس مشہور علمی درسگاہ میں امام اعظمؒ جلوہ افروز ہوئے جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے زمانہ سے باقاعدہ چلی آرہی تھی۔ امام موصوفؒ نے اجتماعی محنت سے جہاں فقہ کا عظیم الشان فن مدون کیا وہاں ابواب فقہ پر مشتمل صحیح اور معمول بہ روایات سے انتخاب فرما کر احادیث کا ایک مجموعہ بھی مرتب فرمایا جس کو اپنے لائق و فائق تلامذہ کے سامنے لیکچرز کی شکل میں پیش فرمایا جس کو ”کتاب الآثار“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور آج امت مرحومہ کے علمی سرمایہ میں احادیث صحیحہ کی سب سے قدیم کتاب یہی ہے جو دوسری صدی کی ربع ثانی کی تصنیف ہے۔ امام اعظمؒ سے قبل احادیث رسول اللہ ﷺ کے جتنے مجموعے تھے ان سب کی ترتیب فنی نہ تھی بلکہ ان کے جامعین نے کیف ما اتفق حدیثوں کے مجموعے تیار کئے جبکہ امام صاحبؒ کی یہ کتاب فنی تھی۔ اس لئے امام اعظمؒ کی یہ کتاب فنی اعتبار سے مدون کردہ کتب میں سے اولین کتاب ہے۔

جس طرح احادیث کی دوسری کتابوں کے بہت سے راویوں کی وجہ سے ان کتب کے متعدد نسخے منظر عام پر آئے ہیں، اسی طرح امام اعظمؒ سے ”کتاب الآثار“ کے روایت بھی بہت زیادہ ہیں، لیکن ان میں چار مشہور ہیں۔

(۱) کتاب الآثار بروایت امام ابو یوسفؒ (۲) کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ (۳) کتاب الآثار بروایت امام زقرؒ (۴) کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیادؒ

**کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ:**

پھر ان چار نسخوں میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ کو حاصل ہوئی۔ اس کتاب کو ان کے متعدد تلامذہ نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے مطبوعہ نسخہ امام ابوحنیفہ کبیرؒ اور ابوسلیمان جوزجانیؒ کا روایت کردہ ہے۔ (۱) اس نسخہ میں امام صاحبؒ کے ایک سو پانچ شیوخ ہیں جو کوفہ کے علاوہ دوسرے تیس (۳۰) بلاد کے رہنے والے تھے اور یہ نسخہ ہمارے درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔ اس نسخہ کے بارے علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: ”کہ حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی جو مستقل کتاب موجود ہے، وہ کتاب الآثار ہے۔ جسے امام محمدؒ نے ان سے روایت کی ہے، اور اس سے قبل محمد بن حسن شیبانیؒ اور ابو یوسفؒ کی تصانیف میں امام ابوحنیفہؒ کی احادیث میں سے بہت سی چیزیں پائی جاتی تھیں۔“ ”والموجود من حدیث ابی حنیفہ مفردا انما ہو کتاب الآثار التي رواها محمد بن الحسن الشيباني عنه ويوجد في تصانيف محمد بن الحسن وابي يوسف قبله من حدیث ابی حنیفہ اشياء اخرى۔“ (۲)

ماخذ و مصادر: (۱) امام اعظم اور علم حدیث: ۳۵۳ (۲) مقدمہ تجلil المنفعة بزوائد الائمة الاربعہ: ۵ مطبوعہ بیروت



## چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب:

امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں طرق اور اسانید میں اتنی کثرت اور وسعت پیدا نہیں ہوئی تھی، جتنی امام بخاریؒ کے زمانہ میں طرق و اسانید میں کثرت اور وسعت پیدا ہوئی تھی۔ اس لئے امام اعظمؒ نے اس مجموعہ کا انتخاب چالیس ہزار احادیث میں سے فرمایا ہے۔ جیسا کہ ابو بکر الزرنجریؒ کا قول ہے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے کتاب الآثار کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب فرمایا۔“ **انتخب ابوحنیفۃ الآثار من اربعین الف حدیث۔** (۱) اور ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب فرمایا۔“ **ان الامام ذکر فی تصانیفہ نیفاً و سبعین الف حدیث و انتخب الآثار من اربعین الف حدیث۔** (۲) اور علامہ موفّق نے مناقب ابی حنیفہؒ (۳) میں ابو یحییٰ زکریا ابن یحییٰ نیشاپوریؒ کے حوالہ سے ان ہی کی سند کے ساتھ یحییٰ بن نصر بن حاجبؒ سے نقل کیا ہے: کہ ”میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سنا: ”آپؒ فرما رہے تھے: ”میرے پاس احادیث کے کئی صندوق ہیں۔ میں نے ان میں سے صرف اتنا حصہ نکالا، جس سے نفع حاصل کیا جاسکے۔“ **سمعت ابا حنیفۃ یقول عندی صنایق من الحدیث ما اخرجت منها الا الشئی اليسیر الذی ینتفع بہ۔** نیز یحییٰ بن نصرؒ ایک دفعہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں: کہ ”میں ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ایسے مکان میں داخل ہوا، جو

ماخذ ومصادر: (۱) مناقب الامام الاعظم: ۱/۹۵ مطبوعہ دکن ۱۳۲۱ھ (۲) عقود الجواهر المہیجۃ لعلامۃ زبیدی:

کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: ”یہ کیا ہے؟“ آپ نے جواب دیا: کہ ”یہ سب احادیث ہیں اور میں نے ان سے تھوڑی احادیث بیان کی ہیں۔“ (۱)

**کتاب الآثار میں تمیں بلاد سے تعلق رکھنے والے ایک سو پانچ شیوخ:**

قارئین کرام! اکابر کے مذکورہ اقوال سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ”کتاب الآثار میں جتنی احادیث موجود ہیں، وہ امام صاحب کی تمام احادیث کا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ ان کی احادیث کا ایک مختصر سا انتخاب ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ کتاب الآثار کا موضوع صرف وہ احادیث ہیں جن سے مسائل فقہ مستنبط ہو سکتے ہیں گویا یہ کتاب کتب سنن میں سے ہے جیسا کہ بعض محدثین نے اس کا تذکرہ اسی نام سے کیا ہے۔ نیز اس کتاب میں صرف کوئی یا عراقی راویوں کی مرویات نہیں ہیں، بلکہ اس میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ وغیرہ میں بلاد سے تعلق رکھنے والے رواۃ بھی ہیں۔ جس سے ان لوگوں کا یہ کہنا بھی غلط ثابت ہوا: کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے کوفہ کے علاوہ کسی اور جگہ احادیث حاصل نہیں کیں۔“

علم حدیث میں کتاب الآثار کے مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس دور کے محدثین نے اپنے شاگردوں کو اس کے مطالعہ کا نہ صرف مشورہ دیتے تھے، بلکہ اس کے مطالعہ کی پر زور تاکید کرتے تھے اور فرماتے تھے: کہ ”اس کے بغیر علم فقہ حاصل نہیں ہو سکتا۔“ اسی طرح بعض علماء نے اس کے بارے میں مدحیہ کلمات اپنے اشعار میں ارشاد فرمائے ہیں، جیسا کہ امام بخاریؒ کے شیخ امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارکؒ نے امام اعظمؒ کی شان میں قصیدہ کہا ہے، جس میں کتاب الآثار کی

جلالت شان کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں:

رؤى آثاره فاجاب فيها

كطيران الصقور من المنيفة

ولم يك بالعراق له نظير

(۱)

ولابالمشرقين ولابكوفة

یعنی انہوں (امام ابوحنیفہؒ) نے آثار کو روایت کیا، تو اتنی تیزی سے چلے جیسے بلندی سے شکاری پرندے ڈراتے ہوں۔ نہ عراق میں ان کی نظیر تھی نہ کوفہ میں اور نہ مشرق و مغرب میں (اس کی نظیر مل سکی اور نہ انشاء اللہ مل سکے گی)۔

شروع و تعلیقات کتاب الآثار:

قارئین کرام! اگر کتاب الآثار کی شروع اور تعلیقات و تراجم دیکھے جائیں، تو معلوم ہوگا کہ محدثین نے اس کتاب کے صرف مطالعہ کی تاکید اور اس کی بابت مدحیہ کلمات پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ انہوں نے اس کی بہت سی شروحات بھی لکھ کر منظر عام پر لائیں اور اس کتاب کے رواۃ پر مستقل کتب تصنیف کیں۔ جیسا کہ

(۱) حافظ ابوالحسن محمد بن علی بن حمزہ العلوی الحسینیؒ (۱۵۷-۱۷۵ھ) نے ایک کتاب "التذکرۃ بمعرفة رجال الکتب العشرة" کے نام سے لکھی ہے، جس میں صحاح ستہ اور ائمہ اربعہ متبوعین کے رواۃ کے احوال جمع کئے ہیں۔ اس کتاب میں کتاب الآثار کے تمام راوی موجود ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کیلئے

خود ان کی تصریح کے مطابق ”فہ“ کا مرزا استعمال کیا ہے۔

(۳۲) علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب الآثار کے رجال کے حالات پر دو کتابیں لکھی ہیں پہلی تصنیف جو مستقل طور پر رجال کتاب الآثار سے متعلق ہے۔ اس کا نام ”الایثار بمعرفة رواة الاثار“ تصنیف ہے۔ اس کتاب کا تذکرہ انہوں نے خود اپنی اس دوسری کتاب میں کیا ہے جو کہ انہوں نے ائمہ اربعہ متبوعین کے رجال کے تذکرہ میں لکھی ہے جس کا نام ”تعجيل المنفعة بزوائد رجال الاربعة“ ہے۔ یہ کتاب حیدرآباد سے چھپی ہے اور آج کل دستیاب ہے۔

یاد رہے کہ ”تعجيل المنفعة“ میں حافظ صاحب نے ان رواة کا تذکرہ کیا ہے جن سے ائمہ اربعہ متبوعین نے اپنی اپنی تصانیف میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ مگر صحاح ستہ میں ان کے سلسلہ سے کوئی حدیث مروی نہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے کتاب الآثار بروایت امام محمد کے زوائد رجال کو بھی جمع کیا ہے۔

## نواب صاحب کے تسامحات:

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ غیر مقلد حضرات کے پیشوا نواب صدیق حسن صاحب سے اپنی کتاب ”اتحاف النبلاء المتقين“ میں حافظ ابن حجر کی ان دو کتابوں کے متعلق چند تسامحات ہوئی ہیں۔ (۱) انہوں نے اس کتاب کا نام ”الایثار بمعرفة معانی الاثار“ لکھا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ اس کا نام ”الایثار بمعرفة رواة الاثار“ ہے۔

(۲) انہوں نے اس کتاب کے مصنف کا نام نہیں لکھا حالانکہ خود علامہ ابن حجر عسقلانی

نے ”تجلیل المنفعة“ کے مقدمہ میں اس کا ذکر کیا ہے: کہ ”میں نے کتاب الآثار کے رجال پر علیحدہ مستقل کتاب لکھی ہے کیونکہ بعض حنفی ماہر بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے مجھ سے درخواست کی اور کتاب الآثار کے رجال پر کتاب لکھی۔ اس میں جو اکابر تہذیب میں آچکے ہیں ان کا تو صرف نام ہی ذکر کر دیا اور تہذیب کا حوالہ دے دیا ہے اور ان کے علاوہ کے حالات لکھے ہیں۔“

(۳) ”تجلیل المنفعة بزوائد رجال الاربعۃ“ میں حافظ ابن حجرؒ نے صرف ان راویوں کا تذکرہ کیا ہے جن سے ائمہ اربعہ متبوعین نے اپنی اپنی تصانیف میں حدیثیں نقل کی ہیں مگر صحاح میں ان کے حوالے سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔ چونکہ علامہ ابن حجرؒ نے ائمہ ستہ کی کتابوں کے رجال پر دو کتابیں ”تہذیب التہذیب“ اور ”تقریب التہذیب“ لکھی تھیں اس لئے حافظ ابن حجرؒ نے ”کتاب الآثار“ کے رجال پر مستقل کتاب کے علاوہ ایک ایسی مستقل کتاب بھی لکھی جن میں ان اشخاص کے حالات ذکر ہوں جو ائمہ اربعہ کی کتابوں میں آئے ہوں۔ چنانچہ خود اس کتاب میں تصریح فرماتے ہیں: کہ ”پس اس وجہ سے میں نے ائمہ اربعہ (کی کتابوں) کے رجال (کے احوال) پر اکتفاء کیا اور میں نے اس کا نام ”تجلیل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعۃ رکھا۔“ فلذلك اقتصرت علی رجال الاربعۃ وسميته تعجیل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعۃ (۱)

**نواب صاحب علامہ شوکانی کی اندھی تقلید کرتے ہوئے:**

قارئین کرام! بڑی حیرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ خود حافظ موصوفؒ

”تعجیل المنفعة“ میں اعلان فرماتے ہیں: کہ ”میں نے ان رواۃ کا تذکرہ کیا ہے“

جن سے ائمہ اربعہ متبوعین نے اپنی اپنی تصانیف میں حدیثیں روایت کی ہیں۔“ لیکن علامہ نواب صدیق حسن خانؒ ہیں کہ ”اتحاف البلاء المتقین“ میں علامہ شوکانیؒ کی اندھی تقلید کرتے ہوئے ان کے حوالہ سے کتاب کا نام ”تعییل المنفعة برجال الاربعۃ“ لکھ کر ”الاربعۃ“ کو ”سنن اربعہ“ کا مصداق قرار دیا ہے اور ”الٹا چور کو تو وال کو ڈانٹے“ پر عامل ہو کر ”صاحب کشف الظنون“ کی اس بات کی تغلیط کی ہے کہ ”اربعہ“ سے انہوں نے ”ائمہ اربعہ مجتہدین“ مراد لئے ہیں چنانچہ نواب صاحبؒ لکھتے ہیں:

”کشف الظنون گفتہ بروایت رجال الائمة الاربعۃ یعنی المذہب وایں مساحت است ازوے۔“ (۱) لہذا نواب صاحبؒ کی یہ تیسری مساحت ہے۔ حالانکہ خود حافظ صاحبؒ کی تصریح کے علاوہ علامہ ابو جعفر الکتائی نے ”مسند ابی حنیفہ“ پر تبصرہ کرتے ہوئے صاف لکھا ہے: کہ ”اور وہ چیز جس کو حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ”تعییل المنفعة بزوائد رجال الاربعۃ“ میں معتبر گردانا ہے یہ ہے جس کو امام ذکی حافظ ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن خسروؒ نے تخریج کی ہے۔ (یعنی وہ مسند ابی حنیفہ جس کو ابن خسروؒ نے تخریج کی ہے۔“ والذی اعبرہ الحافظ ابن حجرؒ فی کتابہ تعجیل المنفعة بزوائد رجال الاربعۃ ہوما اخرجہ الامام الذکی الحافظ ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن خسروؒ۔“ (۲) اور مذکورہ علامہ ابو جعفر الکتائی ائمہ ستہ فی الحدیث اور ائمہ اربعہ فی المذہب کی کتابوں کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ ”پس یہ ائمہ اربعہ کی کتابیں ہیں اور ان کی پہلی چھ کتابوں کی طرف نسبت کرنے سے وہ دس کتابیں کامل بنتی ہیں جو کہ اصول اسلام ہیں اور ان پر دین کا مدار

ہے۔ ”فہذہ ہی کتب الائمة الاربعة وباضافتها الى الستة الاولى تکمل الکتب العشرۃ التي هي اصول الاسلام وعليها مدار الدين۔“ (۱) علامہ صاحب سے اب سوال یہ ہے کہ ابو عبد اللہ الحسینیؒ نے ائمہ اربعہ متبوعین کے کتب کے رجال کو ذکر کیا ہے یا سنن اربعہ کا۔

(۵۴) علامہ ابن ہمامؒ کے شاگرد حافظ زین الدین قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۹۷۵ھ) نے بھی کتاب الآثار کے رجال کے احوال پر ایک مستقل کتاب بنام ”رجال کتاب الآثار“ لکھی ہے۔ چنانچہ مشہور محدث حافظ سخاویؒ نے ”الاعلان بالتوخي“ اور علامہ الکتائیؒ نے ”الرسالۃ المستطرفۃ“ میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے اور کتاب الآثار پر ایک شرح بھی تحریر فرمائی ہے۔ چنانچہ حافظ سخاویؒ نے ”الضوء الامع“ میں علامہ تقی الدین احمد بن علی مقریزیؒ کی کتاب ”العقود فی تاریخ العہود“ کے حوالہ سے حافظ قاسمؒ کی تصانیف میں ”التعلیقات علی الآثار“ بھی تحریر کی ہے۔ (۲)

(۶) علامہ چلبیؒ نے ”کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون“ میں کتاب الآثار امام محمدؒ پر حافظ ابو جعفر طحاویؒ کی ایک شرح کا تذکرہ کیا ہے۔

(۷) حافظ زین الدینؒ نے ”التعلیق المختار علی کتاب الآثار“ لکھی ہے۔

(۹۸) علامہ شمس الائمہ سرخسیؒ نے اپنی کتاب ”مبسوط“ میں کتاب الآثار کے متعلق امام محمدؒ کی شرح کا بھی حوالہ دیا ہے اور اسی نام پر مولانا قیام الدین الباری فرنگی محلیؒ نے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔

(۱۱۰) محدث العصر علامہ عبدالرشید نعمانیؒ نے ”الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار“ پر

حواشی کی صورت میں امام محمدؒ کے رجال پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس نسخہ کی احادیث کو مسانید صحابہؓ پر ترتیب دی ہے۔ علامہ موصوفؒ نے موجودہ نسخے کے ساتھ ایک محققانہ اور نئی معلومات سے لبریز کتاب مقدمہ کی صورت میں بھی شائع کی ہے۔

## کتاب الآثار کے رواۃ اور روایات کی صحت:

علامہ نعمانیؒ اپنی ایک دوسری کتاب ”امام ابن ماجہ اور علم حدیث“ میں رقمطراز ہیں: کہ ”کتاب الآثار میں جو احادیث ہیں، وہ مؤطا کی روایات سے قوت و صحت میں کم نہیں ہم نے خود اس کے ایک ایک راوی کو جانچا اور ایک ایک روایت کو پرکھا ہے اور جس طرح مؤطا کے مراسیل کے مؤید موجود ہیں اسی طرح اس کے مراسیل کا حال ہے۔ اس لئے صحت کے جس معیار پر حافظ مغلطائیؒ اور حافظ سیوطیؒ کے نزدیک مؤطا صحیح قرار پاتی ہے، ٹھیک اسی معیار پر کتاب الآثار صحیح اُترتی ہے۔ مؤطا کو کتاب الآثار سے وہی نسبت ہے جو صحیح مسلم صحیح بخاری سے ہے۔ (۱)

## کتاب الآثار کے بنائے اول و ثانی:

علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: ”غرض کتاب الآثار قرآن پاک کے بعد کتب خانہ اسلام کی دوسری کتاب ہے جو ابواب پر مرتب و مدون ہوئی اور جس میں صرف ان ہی احادیث اور آثار و فتاویٰ نے جگہ پائی کہ جن کی روایت ثقات و اتقیاء امت میں برابر چلی آتی تھی۔ امام اعظمؒ نے اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کے آخری افعال اور ہدایات کو بنائے اول اور آثار و فتاویٰ صحابہؓ و تابعینؒ کو بنائے ثانی قرار دیا۔“ (۲)



## کتاب الآثار اور موطا مالک کا موازنہ:

علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں: کہ ”امام مالکؒ نے موطا کی تالیف مدینہ منورہ میں کی ہے اور اس میں مدنی شیوخ کے علاوہ اور لوگوں سے برائے نام روایتیں ہیں لیکن کتاب الآثار کے رواۃ میں کوفی یا عراقی کی تخصیص نہیں بلکہ حجاز، عراق اور شام جملہ بلاد اسلامیہ کے علماء سے اس میں روایتیں موجود ہیں۔ ہم نے کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ سے جس میں دوسرے ائمہ کے نسخوں کی بہ نسبت کم روایتیں ہیں۔ امام اعظمؒ کے شیوخ کو جمع کیا تو ایک سو پانچ ہوئے۔ پھر ان کے اوطان پر نظر ڈالی تو تمیں کے قریب ایسے مشائخ حدیث نکلے جو کوفہ کے رہنے والے تھے۔

صحابہ نہیں جن بزرگوں سے مسائل فقہ و فتاویٰ منقول ہیں ان کی تعداد کچھ اوپر ایک سو تیس ہے (حافظ عبدالقادر قریشیؒ نے الجواہر المصنیۃ کے خاتمہ اور حافظ ابن القیمؒ نے اعلام الموقعین کے مقدمہ میں ان سب کو نام بنام ذکر کئے ہیں۔) ان میں مرد و عورتیں دونوں شامل ہیں۔ فتوے کے بارے میں بعض صحابہ کرامؓ تھے بعض متوسط اور بعض مقلد۔ جو سب سے زیادہ کثیر الفتویٰ تھے وہ یہ حضرات ہیں: ”عمر بن الخطاب، علی مرتضیٰ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ زید ابن ثابت اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین۔“ ان سات میں اول الذکر چار بزرگ زیادہ ممتاز گزرے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغۃ میں فرماتے ہیں:

”واکابر هذا الوجه عمرٌ وعلیٌّ وابن مسعودٌ وابن عباس۔“ (۱)

موطا میں امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن

عباس رضی اللہ عنہما سے بہت کم روایات ہیں اور اس کی وجہ امام مالکؒ یہ بیان فرماتے ہیں: کہ ”یہ دو بزرگ میرے شہر کے نہیں تھے اور میری ان کے اصحاب سے ملاقات نہ ہو سکی۔“ (۱)

خاکسار کہتا ہے: کہ ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایتیں مؤطا میں ان دونوں حضرات کی روایات سے بھی کم ہیں۔ برخلاف اس کے ”کتاب الآثار“ میں جس مقدار میں حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایتیں ہیں۔ اسی کے قریب قریب حضرت عمر بن الخطابؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایات بھی ہیں۔“

## کتاب الآثار حنفیوں کی امہات کتب میں سے ہے:

امت مرحومہ کا سواد اعظم جس کی تعداد کا اندازہ نصف یا دوثلث اہل اسلام کیا گیا ہے بارہ سو سال سے فقہ میں جس مذہب کا پیرو ہے وہ مذہب حنفی ہے۔ اس مذہب کے مسائل فقہ کا معنی اسی ”کتاب الآثار“ کی احادیث و روایات ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ”قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین“ میں کتاب الآثار کو حنفیوں کی امہات کتب میں شمار کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ ”فقہ حنفی کی بنیاد مسند ابی حنیفہ اور آثار امام محمدؒ پر ہے۔“ (۲)

(۱۲) اسی طرح مفتی مہدی حسنؒ بھی تین ضخیم جلدوں میں ایک محققانہ شرح بنام ”قلائد الزہار علی کتاب الآثار“ لکھ چکے ہیں۔ (۱۳) علامہ ابوالوفاء افغانی نے دو جلدوں میں ایک کتاب ”شرح وتعلیق الآثار“ میں لکھی ہے۔

(۱۴) ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحب نے ”کتاب الآثار“ کی ایک مختصر مگر جامع شرح لکھی ہے۔ اور (۱۵) مفتی حفیظ الرحمن نے بھی ایک شرح بنام ”الازہار علی کتاب الآثار“ لکھی ہے۔

### کتاب الآثار بروایت ابی یوسفؒ:

”کتاب الآثار“ کا یہ نسخہ قاضی ابو یوسفؒ سے ان کے صاحبزادے یوسف ابن یعقوبؒ نے روایت کیا ہے اس نسخہ کے راوی امام ابو یوسفؒ کی محدثانہ جلالت قدر کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ جب تحصیل علم حدیث شروع کی تھی تو سب سے پہلے قاضی ابو یوسفؒ ہی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے احادیث لکھیں چنانچہ حافظ ابن الجوزیؒ مناقب میں بسند متصل ناقل ہیں: ”اخبرنا ابو منصور عبد الرحمن بن محمد القزاز قال اخبرنا ابو بکر احمد بن علی بن ثابت قال اخبرنا الازہری قال ثنا عبد الرحمن بن عمر قال ثنا محمد بن یعقوب قال حدثنا جدی قال سمعت احمد بن حنبل یقول اول من کتبت عنه الحدیث ابو یوسف۔“ (۱) اور علامہ ذہبیؒ اپنی کتاب ”مناقب ابی حنیفہ“ میں حافظ عباس دوریؒ سے نقل کرتے ہیں: ”سمعت احمد بن حنبل یقول اول ما کتبت الحدیث اختلفت بعد الی الناس“ (۲) اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ امام احمدؒ سولہ سال کے تھے۔ (۳) امام احمدؒ نے اپنے دونوں شیوخ (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) سے تین قاطر (وہ صندوق جس میں کتابیں رکھی جاتی ہیں) بھر کر علم دین کی کتابت کی تھی۔ چنانچہ حافظ ابوالفتح بن

سیدنا اس یحمری شافعیؒ لکھتے ہیں: "قال ابراهيم بن جعفر حدثني عبد الله ابن احمد بن حنبل قال كتب ابي عن ابي يوسف ومحمد ثلاثة قماطر قلت له كان ينظر فيها قال كان نظر فيها." (۱) حسب تصریح علامہ سمعانیؒ، خود امام احمدؒ کا یہ تاریخی اقرار ہے: "ابو يوسف الامام يقول فيه احمد ابن حنبل: "انه ابصر الناس بالآثار." (۲)

پروفیسر شیخ محمد ابوزہرہ فواد یونیورسٹی نے ابوحنیفہؒ نامی کتاب میں اس پر جو عالمانہ تبصرہ کیا ہے وہ بھی پڑھ لیں۔ آپ لکھتے ہیں: یہ کتاب علمی طور پر تین وجہ سے قیمتی ہے۔ (۱) یہ امام ابوحنیفہؒ کی مسند ہے جو کہ ہمیں ان کے بعض مرویات پر اطلاع دیتی ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ امام موصوفؒ نے بعض احکام و فتاویٰ کے استخراج میں ایک قسم کی احادیث کو دلائل کے طور پر کیسے استعمال کئے ہیں۔

(۲) یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ امام موصوفؒ کے یہاں مواقع استدلال میں فتاویٰ صحابہؓ اور احادیثِ مرسلہ کا کیا مقام تھا اور آپؒ ان سے کیسے استدلال کیا کرتے تھے نیز آپؒ حدیث کے مرفوع ہونے کو شرط نہیں بتاتے تھے اور عام عبارت سے ہمیں وہ شرط دکھاتے ہیں جو کہ امام ابوحنیفہؒ معتدروایات میں اس کو لگاتے ہیں۔

(۳) اس کتاب کے ذریعے تابعین فقہاء کوفہؒ کے خصوصاً اور فقہاء عراق کے عموماً فتاویٰ تک ہماری رسائی ہو جاتی ہے۔ (۳)

**کتاب الآثار بروایت زفرؒ:**

امام زفر بن الہذیل العنبریؒ نے بھی امام ابوحنیفہؒ سے کتاب الآثار روایت

کی ہے۔ ان سے ان کے تین تلامذہ ”ابو وہب محمد بن مزاحم شداد بن حکیم اور حکیم بن ایوب“ نے اس کتاب کو روایت کی ہے۔

اول الذکر دو حضرات کے حوالہ سے جو کتاب الآثار مروی ہے۔ اس کا تذکرہ مشہور محدث ابو عبد اللہ الحاکم نے اپنی کتاب میں ان الفاظ میں کیا ہے: ”ایک نسخہ زفر کا جسے ان سے شداد نے صرف روایت کی ہے۔ ایک نسخہ زفر کا اور جسے ان سے صرف ابو وہب محمد بن مزاحم نے روایت کیا۔“ (۱)

حدیث کے مشہور امام محمد بن نصر مروزیؒ اپنی کتاب قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر میں امام ابوحنیفہؒ کی جس کتاب کا ”زعم النعمان فی کتابہ“ (یعنی امام ابوحنیفہؒ نے اپنی کتاب میں کہا) کے پیرائے میں تذکرہ کیا ہے وہ بھی ابو وہب محمد بن مزاحم والی کتاب الآثار ہے جو امام مروزیؒ کو ان کے شاگرد ابو العضر محمد بن محمد کے حوالہ سے ملی ہے یہ نیشاپور کے نامی گرامی قاضی ہیں ان سے حافظ ابو عبد اللہ الحاکم نے حدیث پڑھی ہے۔ امام حاکم نے تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے۔ کہ ”ان کیلئے ۲۲۵ھ میں حرین شریفین میں باقاعدہ مجلس درس لگتی تھی۔ ان کی وفات ۳۳۸ھ میں ہوئی ہے۔“

حافظ سمعانی نے الانساب میں ابو وہب محمد بن مزاحم کو احمد بن بکر بن یوسف کا استاد قرار دیتے ہوئے لکھا ہے: کہ ”احمد بن بکر اپنے استاد محمد بن مزاحم سے بحوالہ زفر از ابی حنیفہ کتاب الآثار روایت کرتے ہیں۔“ ”یروی عن ابی وہب محمد بن مزاحم المروزی عن زفر عن ابی حنیفہ کتاب الآثار۔“ (۲)

امام زفرؒ کی کتاب الآثار کے تیسرے راوی ”حکیم بن ایوبؒ“ کے متعلق

حافظ ابوالشیخ ابن حبانؒ اپنی کتاب ”طبقات المحمّثین“ میں احمد بن رستہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ”احمد بن رستہ کے پاس بحوالہ محمد از حکم از زفر از ابی حنیفہ کتاب السنن تھی۔“ احمد بن رستہ بن نبت محمد بن المغیرة کان عنده السنن

عن محمد عن الحكم عن زفر عن ابی حنیفة۔ (۱)

امام طبرائی نے معجم صغیر میں اس نسخہ کی ایک حدیث بسند ذیل روایت کی ہے۔ ”حدثنا احمد بن رستہ بن عمر الاصفهانی ثنا المغیرة الحكم ابن ایوب عن زفر بن الهذیل عن ابی حنیفة۔“ (۲)

حافظ ابن ماکولاً نے بھی الاکمال میں احمد بن بکر کے تذکرہ میں لکھا ہے: ”احمد بن بکر بن سیف ابو بکر الجعینی ثقہ یمل میل اهل النظر روى عن ابی وهب عن زفر بن الهذیل عن ابی حنیفة کتاب الآثار۔“ (۳)

## شیخ ابوزہرہ کا تسامح:

شیخ ابوزہرہ لیکچر فواد یونیورسٹی قاہرہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے: کہ امام زفر سے کتابیں مروی نہیں اور ان کی اپنے استاد سے کوئی روایت مشہور نہیں ہے۔ ”زفر لم یوثر عنه کتب ولم تعرف له رواية لمذهب شیخه۔“ (۴) لیکن یہ ان کی تسامح ہے کیونکہ ابھی آپ کو بادلائل معلوم ہوا کہ امام زفر سے تین تلامذہ نے کتاب الآثار از ابوحنیفہ روایت کی ہے۔“

ماخذ و مصادر: (۱) امام ماجہ اور علم الحدیث: ۱۷۳ (۲) معجم صغیر طبرانی: ۳۳ (۳) امام ماجہ اور علم الحدیث:

## کتاب الآثار بروایت حسن بن زیادؒ:

کتاب الآثار کا یہ نسخہ غالباً تمام نسخوں میں سب سے بڑا ہے کیونکہ امام حسن ابن زیادؒ نے امام اعظمؒ کی احادیث مرویہ کی تعداد چار ہزار بتائی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوریؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام حسنؒ سے نقل کیا ہے: کہ ”امام ابوحنیفہؒ چار ہزار احادیث روایت کرتے تھے دو ہزار امام حمادؒ سے اور دو ہزار دوسرے مشائخ سے۔“ کان ابوحنیفہ یروی اربعة الاف حدیث الفین لحمد والفین لسائر المشیخة۔ (۱)

قرین قیاس یہی ہے کہ امام حسنؒ نے امام اعظمؒ کی ان تمام احادیث کو اپنے نسخہ میں روایت کی ہوں گی۔ اس نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لسان المیزان میں کیا ہے چنانچہ انہوں نے محمد بن ابراہیم بن جیش بغویؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے: ”محمد بن ابراہیم جیش البغوی روی عن محمد بن شجاع الثلجی عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفة کتاب الآثار۔“ محدث علی ابن عبدالحسن دوالیہی حنبلیؒ نے اپنے مثبت میں اس نسخہ سے ساٹھ احادیث نقل کی ہیں جن کو محدث شیخ محمد زاہد کوثریؒ نے ”الامتاع“ میں نقل کیا ہے۔ محدث خوارزمیؒ نے جامع المسانید میں اس نسخہ کو ”مسند ابی حنیفہ للحسن بن زیادؒ“ کے نام سے پیش کیا ہے۔ خوارزمیؒ اس نسخہ کی اسناد میں امام حسنؒ تک اپنے چاروں اساتذہ یعنی شیخ ابو محمد یوسف ابن عبد الرحمن، شیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود، شیخ ابونصر الاغر بن ابی الفصائل اور شیخ ابو عبد اللہ محمد بن علیؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے: کہ ”اخبرنا الحافظ ابو الفرج عبد

الرحمن بن علی الجوزی قال اخبرنا ابو القاسم اسماعیل بن احمد  
 السمرقندی قال اخبرنا ابو القاسم عبد الله بن الحسن قال اخبرنا ابو  
 الحسن عبد الرحمن بن عمر قال اخبرنا ابو الحسن محمد بن ابراهيم  
 ابن حبيش البغوي قال حدثنا ابو عبد الله محمد بن شجاع البلخي قال  
 حدثنا الحسن بن زياد اللؤلؤي عن ابي حنيفة. (۱)

علامہ خوارزمی کی طرح دیگر محدثین بھی اس کو مسند ابی حنیفہ کے نام سے  
 روایت کرتے ہیں۔ خود حافظ ابن حجر کی مرویات میں بھی یہ نسخہ موجود تھا۔ اس نسخہ کی  
 اسانید اجازت کو محدث علی بن عبدالحسن دوالیبی حنبلی اور محدث ایوب خلوی نے اپنے  
 اپنے مثبت میں اور خاتمة الحفاظ محمد بن عابد سندھی نے ”حصر الشارذ فی اسانید الشیخ محمد  
 عابد“ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور شیخ محمد زاہد کوثری نے ان کو ”الامتناع بسیرة  
 الابانین الحسن بن زیاد و محمد بن شجاع“ میں نقل کیا ہے۔

حافظ ابن القیم جوزی نے اپنی مشہور کتاب ”اعلام الموقعین عن رب  
 العظیمین“ میں ایک موقعہ پر امام حسن بن زیاد کی اسی کتاب الآثار کی حدیث سے  
 استدلال کیا ہے۔ ان کا موقعہ استدلال میں اس کا ذکر کرنا صرف اس بات کی دلیل  
 نہیں کہ ”کتاب الآثار“ کا نسخہ ان کے مطالعہ میں رہا ہے بلکہ اس بات کی شہادت ہے  
 کہ اس کتاب کا علامہ ابن القیم کے یہاں اعتباری اور استدلالی مقام ہے۔

**کتاب الآثار کی روایتی صحت:**

قارئین کرام! امام ابوحنیفہؒ سے اگرچہ ہزاروں تلامذہ نے احادیث پڑھیں



لیکن امام صاحبؒ کے جن شاگردوں سے ”کتاب الآثار“ کی روایت کا سلسلہ چلا ہے وہ مذکورہ چار ائمہ ہیں جن کی برکت اور وساطت سے امام اعظمؒ کی کتاب الآثار آج امت کے ہاتھوں میں موجود ہے اور یہ وہ ہستیاں ہیں جو محتاج تعارف نہیں۔

علامہ خوارزمیؒ نے جامع المسانید میں اپنا سلسلہ سند ان چار بزرگوں تک بیان کیا ہے۔ ایسے ہی علامہ مسند محمد سعیدؒ نے ”اوائل السنبلیہ“ میں یہی اپنا سلسلہ سند بتایا ہے۔ ہمارے سامنے مذکورہ بالا چار ائمہ محدثین کے علاوہ بعض دوسرے محدثین ائمہ بھی ہیں جنہوں نے امام اعظمؒ سے ”کتاب الآثار“ کا باقاعدہ سماع کیا ہے۔ چنانچہ امام عبد اللہ بن المبارکؒ کے متعلق امام بخاریؒ کے شیخ امام حمیدیؒ کہتے ہیں۔ کہ ”میں نے عبد اللہ بن المبارک سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے: ”میں نے امام ابوحنیفہؒ سے چار سو احادیث لکھیں۔“ سمعت عبد اللہ بن المبارک يقول کتبت عن ابی حنیفہ اربع مائۃ حدیث۔“ (۱)

امام حفص بن غیاث سے حافظ حارثی نے بسند متصل نقل کیا ہے: کہ ”میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت احادیث سنی ہیں۔“ سمعت من ابی حنیفہ حدیثا کثیرا۔“ (۲)

شیخ الاسلام عبد اللہ بن یزید مقرئؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نو سو احادیث سنی ہیں۔ ”سمع من الامام تسع مائۃ حدیث“ اسی طرح امام کبجیؒ کی بابت امام مکی ابن معینؒ فرماتے ہیں: کہ میں کبجی پر کسی کو مقدم نہیں کرتا و کبجیؒ امام ابوحنیفہؒ کی رائے پر فتویٰ دیتے تھے اور ان کو امام ابوحنیفہؒ کی ساری حدیثیں یاد تھیں و کبجیؒ نے ابوحنیفہؒ سے

بہت حدیثیں سنی تھیں۔ اسی طرح امام موصوفؒ امام حماد بن زیدؒ کے متعلق لکھتے ہیں: کہ ”انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت حدیث روایت کی ہیں۔“ اور حافظ ابن عبدالبرؒ نے خالد واسطیؒ کے متعلق لکھا ہے: کہ ”انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت حدیث روایت کی ہیں۔“

قارئین کرام! یہ مذکورہ اکابروہ ہستیاں ہیں جو اپنے وقت کے علم حدیث وفقہ کے آفتاب تھے انہوں نے کتاب الآثار کی احادیث کا سماع کیا ہے ان کے علاوہ بے شمار محدثین ہیں جنہوں نے امام اعظمؒ سے علم حدیث میں استفادہ کیا ہے چنانچہ علامہ ذہبیؒ رقمطراز ہیں: ”امام ابوحنیفہؒ سے محدثین و فقہاء میں سے اتنے لوگوں نے روایت کی ہے جو کہ شمار نہیں کئے جاسکتے۔“ **روى عنه من المحدثين والفقهاء عدة لا يحصون۔** (۱)

## کتاب الآثار کا محدثین پر اثر:

کتاب الآثار کا محدثین پر کیا اثر ہوا اس کا ایک معمولی اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کتاب میں روایات کی ترتیب اور ترویج کے سلسلہ میں جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے، بعد کے تمام مؤلفین نے اسی طریقہ کو اپنایا ہے۔ علامہ سیوطیؒ کی تصریح کے مطابق موطا کی ترتیب اسی کو پیش نظر رکھ کر کی گئی ہے۔

علاوہ ازیں روایات کی صحت کے بارے میں امام اعظمؒ نے جو معیار قائم کیا تھا بعد کے ارباب صحاح نے اختلاف مذاق کے باوجود اس کا پورا پورا خیال رکھا چنانچہ حافظ ابن عدیؒ نے سند متصل کے ساتھ امام بخاریؒ سے نقل کیا ہے: کہ ”میں نے اپنی

کتاب میں صرف صحیح روایات داخل کی ہیں۔ ”ما دخلت فی کتابی الا ما صح۔“ (۱) امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں خود تصریح فرمائی ہے: کہ ”میں نے یہاں صرف وہ احادیث لکھی ہیں جن پر اجماع اور اتفاق ہے۔“ ”انما وضعت ہنا ما جمعوا علیہ۔“

امام اعظمؒ نے روایت کے احتجاج کے بارے میں ان بزرگوں سے پہلے جو طرز عمل اپنایا تھا خود انہی کی زبانی سنیں آپؒ فرماتے ہیں: کہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے کسی مسئلہ کو لیتا ہوں بشرطیکہ اس میں پاتا ہوں پس جو مسئلہ وہاں نہ ملے تو سنت رسول اللہ ﷺ سے لیتا ہوں اور ان میں بھی آپ ﷺ کی ان صحیح احادیث سے لیتا ہوں جو ثقات کے ہاتھوں میں پھیلے ہوئے ہوں ”انی اُخذ بکتاب اللہ اذا وجدته فمالم اجده اخذت بسنة رسول اللہ ﷺ والاثار الصحاح عنه التي فشت في ايدي الثقات۔“ (۱)

امام سفیان ثوریؒ امام اعظمؒ کے اس طرز عمل کی شہادت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: جو احادیث ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں اور جن کو ثقہ روایت کرتے ہیں اور جو نبی کریم ﷺ کا آخری عمل ہوتا ہے وہی لیتے ہیں۔ ”یاخذ بما صح عنده من الاحاديث التي كان يحملها الثقات وبالآخر من فعل رسول اللہ ﷺ۔“ (۲)

کتاب الآثار میں ان ہی آثار صحیحہ کو جن کی اشاعت ثقات کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے جمع کر دیا ہے۔ امام اعظمؒ نے اس کتاب میں جو طرز عمل اختیار کیا تھا، یعنی

وہی طریقہ امام اعظمؒ کی پیروی میں علامہ سیوطیؒ کی تصریح کے مطابق امام مالکؒ نے موطا میں اختیار کیا ہے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے صحیحین کیلئے اصل قرار دیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب موصوفؒ بحالہ نافعہ میں یہ بھی لکھتے ہیں: کہ ”صحیح بخاری و مسلم اگرچہ تفصیل کے لحاظ سے موطا سے دس گنی ہے لیکن روایت احادیث کا طریقہ رجال کی تمیز اور اعتبار استنباط کا ڈھنگ موطا ہی سے سیکھا ہے۔“

قارئین کرام! اگر امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ جیسے عظیم ہستیوں نے امام مالکؒ کے موطا سے طریقہ سیکھ کر صحیحین میں امام مالکؒ کی تقلید کی ہے تو امام مالکؒ نے بھی کسی امام سے یہ طریقہ سیکھ کر ان کی تقلید فرمائی ہے اور وہ امام علامہ سیوطیؒ کی تصریح کے مطابق امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں جن کی کتاب الآثار کی پیروی کر کے امت کو تصنیف کا طریقہ سکھایا۔ اس کے مطلب واضح الفاظ میں اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ روایات کی ترتیب و تبویب اور صحت کے بارے میں جو معیار امام اعظمؒ نے قائم فرمایا تھا اس کے تقریباً تمام مؤلفین کتب حدیث نے پیروی کی ہے اس لحاظ سے کتاب الآثار صحیحین (بخاری، مسلم) کی امام الام ہوئی ہے۔

ناظرین کرام! محدثین کرامؒ نے صرف تصحیح اور تبویب و ترتیب میں امام اعظمؒ کی اقتدا پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے نام تک تجویز کرنے میں بھی امام اعظمؒ کی تقلید فرمائی ہے۔ چنانچہ امام طبریؒ نے اپنی کتاب کا نام تہذیب الآثار امام طحاویؒ نے مشکل الآثار شرح معانی الآثار اور امام حلیؒ نے تصحیح الآثار رکھا ہے۔

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ کتاب الآثار سے پہلے حدیث کی کوئی کتاب ابواب پر مرتب نہیں تھی کتاب الآثار تصنیف ہوئی تو حدیث کی تبویب کا رواج شروع

ہوا اور چونکہ اس میں تبویب کے ساتھ ساتھ صحیح روایات درج کرنے کا التزام تھا اس لئے بعد میں ابواب پر تصنیف کیلئے بھی ضروری ہو گیا کہ صحیح روایات درج کتاب کی جائیں۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ رقمطراز ہیں: ”ابواب پر تصنیف کرنے والا اس مضمون کی صحیح تر وہ روایات لاتا ہے جو لائق استدلال ہوں۔“ ان المصنف علی الابواب انما یورد اصح ما فیہ لیصلح الاحتجاج۔“ (۱)

قارئین کرام! مذکورہ تصریحات سے آپ حضرات کو اتنی بات کا اندازہ تو ضرور ہو گیا ہوگا کہ حسن ترتیب، جودت تالیف، صحت روایات اور ان کے انتخاب میں کتاب الآثار نے بعد میں آنے والے مصنفین کیلئے ایک ایسا اچھا، بہترین، عمدہ اور احسن نقش قدم چھوڑا ہے جس کی اتباع اور پیروی کئے بغیر محدثین کرام نہ رہ سکے۔

## امام اعظمؒ کی شاہکار کتاب جامع المسانید:

ناظرین کرام! حدیث کی دوسری کتابوں کی طرح کتاب الآثار کی کافی حد تک علمی خدمت کی گئی ہے۔ ان خدمات میں سے ایک خدمت یہ ہے کہ آپ کے تلامذہ میں سے بڑے بڑے محدثین کرام نے امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ میں سے ہر شیخ کی مرویات کو یکجا کر کے ”مسند ابی حنیفہؒ“ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جن میں پندرہ مسانید زیادہ مشہور ہیں۔ بعض حضرات نے سترہ مسانید کا تذکرہ کیا ہے۔ ان مسانید میں سے پندرہ مسانید کو سب سے پہلے امام محمد بن محمود خوارزمیؒ (م ۵۶۶ھ) نے جمع کر کے اس کا نام ”جامع المسانید“ رکھا جس میں انہوں نے امام اعظمؒ کے حالات و مناقب بیان کئے ہیں اور ان تمام اصحاب مسانید تک اپنی سند ذکر کی ہے۔ یہ کتاب

اگرچہ امام اعظمؒ کی اپنی تحریر کردہ تصنیف نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت وہی ہے جو فی الواقع محدثین کے عرف میں دوسرے مسانید کی ہے جیسے مسند ابی بکرؓ اور مسند فاروق اعظمؓ جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے ”بستان الحدیث: ۴۳۳“ میں لکھا ہے۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ نے امام ابوحنیفہؒ سے منقول مسائل کے دلائل آپ کے اساتذہ کی مرویات کے طرز پر جمع کیا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن علی الحسینی نے لکھا ہے: مسند امام شافعیؒ ان دلائل پر مشتمل ہے جو امام موصوفؒ کی روایات میں ان کے نزدیک صحیح ہے اور یہی حال مسند ابی حنیفہؒ کا ہے۔ “مسند الشافعی موضوع لادلة علی ماصح عنده من مروياته وكذلك مسند ابی حنیفہ۔“ (۱) یعنی مسند شافعی کی طرح مسند ابی حنیفہ بھی ان دلائل پر مشتمل ہے جو امام ابوحنیفہؒ کی روایات میں ان کے نزدیک صحیح ہیں۔ حافظ حسینی موصوفؒ حنفی مؤرخ اور محدث نہیں بلکہ مسلک کے لحاظ سے شافعی ہیں اور ان کا شمار معمولی محدثین میں نہیں بلکہ بہت بڑی شان والے، بہترین اخلاق کے حامل، اثبت ثقات میں شمار امام مؤرخ، حافظ وقت اور ناقدین فن میں سے ہیں جیسا کہ حافظ ابن فہد نے لحظہ الاحاطہ میں لکھا ہے۔ حافظ سیوطیؒ نے بھی ذیل طبقات الحفاظ میں ان کا مبسوط ترجمہ ذکر کیا ہے۔ (۲)

حافظ موصوفؒ حافظ مغلطائیؒ حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ابن رافعؒ کے معاصر تھے۔

حافظ حسینیؒ کی بلند پایہ کتاب ”التذکرۃ برجال العشرۃ“ میں جن دس کتابوں کے رجال مذکور ہیں وہ ائمہ اربعہ فقہ مجتہدین اور ائمہ ستہ حدیث کی کتابیں ہیں چنانچہ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں: ”الف التذکرۃ فی رجال العشرۃ الکتب الستہ“

والمؤطا و المسند و مسند الشافعی و ابی حنیفة۔ (۱)

عظیم محدث محمد بن جعفر کتائی نے صحاح ستہ مؤطا امام مالکؒ اور مسانید ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ) کو اصول اسلام بتایا ہے اور لکھا ہے کہ ان کتب پر دین کا مدار ہے۔ ”فہذہ کتب الائمة الاربعة و باضافتها الی الستة الولى تکمل الکتب العشرة التی ہی اصول الاسلام و علیہا مدار الدین۔“ (۲)

امام صاحبؒ سے سینکڑوں محدثین کی روایات دو جلدوں میں مطبوعہ ”جامع المسانید“ کے نام سے موجود ہیں، جن میں اکثر وہ ائمہ حدیث و جبال علم ہیں، جو اصحاب صحاح ستہ اور دوسرے بعد کے کبار محدثین کے شیوخ و اساتذہ حدیث گزرے ہیں۔ محدث خوارزمیؒ ابتداء کتاب میں لکھتے ہیں: ”میں نے شام کے بعض جاہلوں سے سنا: کہ ”وہ امام اعظمؒ کی تنقیص کرتے ہیں اور ان پر قلت روایت حدیث کا الزام لگاتے ہیں“ اور یہ کہتے ہیں: کہ ”مسند شافعیؒ اور مؤطا امام مالکؒ تو مشہور ہیں، مگر امام ابوحنیفہؒ کی کوئی مسند موجود نہیں۔“ بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے صرف چند احادیث کی روایت پر اکتفاء کیا ہے۔ اس لئے میری دینی حمیت و غیرت نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں امام صاحبؒ کی اپنہد رہ مسانید، جن کو بڑے بڑے علماء حدیث نے جمع کئے ہیں، کو یکجا کر دوں۔“

قارئین کرام! بعض لوگ ان مسانید کا امام اعظمؒ کی طرف نسبت کرنے سے انکار کرتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کے ہی مسانید ہیں چنانچہ شاہ عبدالعزیز

محدث دہلوی لکھتے ہیں: ”اس مسند کو امام اعظمؒ کی طرف نسبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم مسند ابی بکر کو جو حضرت امام احمدؒ کا ترتیب دادہ ہے، حضرت ابو بکرؓ کی طرف نسبت کریں۔“ ”پس نسبت میں مسند حضرت امام اعظمؒ ازیں باب است کہ مسند ابی بکر از مسند احمد حضرت ابی بکر نمائیم۔“ (۱) ان مسانید کی تعداد میں کے قریب ہے بلکہ اس کے ساتھ کتاب الآثار کے چار مشہور نسخے بھی ملائیں، تو کل چوبیس مسانید بنتے ہیں۔ جیسا کہ بعض علماء نے امام ابوحنیفہؒ کی چوبیس مسانید صراحتاً ذکر کی ہیں۔ عقود الجمان میں ایسی سترہ مسانید مذکور ہیں، جن میں محدثین نے امام اعظمؒ کی روایات جمع کی ہیں اور حضرت مصنفؒ نے ان سب مسندوں کی سندیں بھی ذکر فرمائی ہیں۔“ وہ سترہ مسانید درج ذیل ہیں۔

۱.....: مسند امام محمد بن حسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ اس کا نام الآثار ہے)۔

۲.....: مسند امام ابی یوسفؒ (در حقیقت یہ یوسف بن امام ابو یوسفؒ اور عمر بن ابو عمروؒ کی تخریج ہے)۔

۳.....: مسند حماد بن امام ابوحنیفہؒ (۱۸۰ھ)۔

۴.....: مسند امام حسن بن زیاد۔

نوٹ: دراصل یہ امام ابوحنیفہؒ کے مسانید نہیں ہیں بلکہ کتاب الآثار کے نسخے ہیں جن کی تفصیلی بحث آپ حضرات پڑھ چکے ہیں۔

۵.....: مسند حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن خالد بن حلی کلاعیؒ۔

علامہ خوارزمیؒ نے اس کتاب کو بھی جامع المسانید میں مسند ہی بنا کر شامل کیا



ہے لیکن دراصل یہ کوئی مستقل مسند نہیں بلکہ کتاب الآثار ہی کا ایک نسخہ ہے جس کو وہ اپنے جد امجد محمد بن خالد سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۶.....: تخریج ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العوام السعدیؒ (م ۳۳۵ھ)۔ علامہ خوارزمیؒ نے جامع المسانید میں ان کے مسند کا تذکرہ کیا ہے اور دوسرے مسانید کے ساتھ اس کی بھی تخریج فرمائی ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے حافظ ابن ابی العوامؒ کو امام نسائیؒ اور امام ابو جعفر طحاویؒ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔ مصر کے قاضی تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں ایک مبسوط کتاب تحریر کی ہے یہ تخریج یعنی مسند ابی حنیفہؒ اسی کتاب کا ایک حصہ ہے۔ (۲)

۷.....: تخریج حافظ ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن حمیشؒ (م ۳۳۸ھ) من سماعات حسن ابن زیاد الوالی صاحب ابی حنیفہؒ۔

۸.....: تخریج حافظ قاضی ابوالحسن عمر بن حسن بن علی اشنائیؒ (م ۳۳۹ھ)۔ دارقطنیؒ اور حاکمؒ کے شیخ حافظ ابوعلیؒ نے آپ کو ثقہ اور حافظ طلحہ بن محمدؒ نے بلند پایہ جلیل القدر محدثین اور حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ حافظ موصوفؒ نے امام اعظمؒ کی جو مسند تحریر فرمائی ہے محدث خوارزمیؒ نے اس سے جامع المسانید میں حدیثیں نقل کی ہیں۔ (۳)

۹.....: تخریج حافظ محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث الحارثی البخاریؒ المعروف بہ عبداللہ الاستاذ (م ۳۴۰ھ)۔ حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ نے ”الانتباہ“ میں آپ کو مشاہیر احنافؒ میں اصحاب الوجوہ (یعنی مجتہد فی المذہب اور مجتہد منتسب کے درمیان کے درجے پر فائز) اور اپنے اہل زمانہ میں فقہاء احنافؒ کا مرجع بتایا ہے۔ انہوں نے امام

ابوحنفہ صغیرؒ سے علم فقہ حاصل کیا۔ یاد رہے کہ ابوحنفہ صغیرؒ نے اپنے والد امام محمدؒ کے تلمیذ رشید ابوحنفہ کبیرؒ سے علم فقہ حاصل کیا تھا، جبکہ طلب حدیث کیلئے خراسان، عراق اور حجاز کے مشاہیر شیوخ سے استفادہ کیا۔ علامہ ذہبیؒ نے ماوراء النہر کے عالم امام محدث اور علامہ جبکہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے حافظ الحدیث اور علامہ سمعانیؒ نے بڑے کثیر الحدیث شیخ جیسے الفاظ سے موسوم کیا ہے۔ حافظ ابن مندہؒ حافظ ابن عقدہؒ اور حافظ ابو بکر جعابیؒ جیسے حفاظ کرامؒ آپ کے شاگرد ہیں۔ موصوف حافظ الحدیثؒ نے امام اعظمؒ کی مسند اس شان سے جمع کی ہے کہ علامہ خوارزمیؒ جامع المسانید میں یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ ”جس شخص نے ان کی مسند ابی حنیفہؒ کا مطالعہ کیا ہے اسے ان کے تبحر علمی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔“ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لسان المیزان میں اس مسند کا تذکرہ کیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بستان الحدیث میں ان کے مسند کو ”اول مسند“ سے یاد کیا ہے۔ حافظ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں: ”ان کی تصانیف میں مسند ابی حنیفہؒ کے ساتھ کشف الآثار فی مناقب ابی حنیفہؒ بھی ہے۔“ اور عجیب بات ہے کہ آپؒ جب اپنی مشہور کتاب کشف الآثار املا کرتے تھے تو آپ کی مجلس املا میں چار سو مستملی (املا لکھنے والے) ہوتے تھے۔

قارئین کرام! امام اعظمؒ کے مناقب کے املا کرنے والوں کی تعداد چار سو ہوتی تھی تو آپؒ کی مسند کے درس میں اللہ جانے یہ تعداد کہاں سے کہاں تک جا پہنچتی۔ علامہ خوارزمیؒ ان کی مسند کی روایتی اور تاریخی حیثیت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ”روایتی طور پر مجھے باقاعدہ وقت کے چار اماموں کی وساطت سے یہ مسند ملی ہے (۱) خطیب جمال الدین ابوالفضائل عبدالکریم بن عبدالصمد الانصاری

(۲) شیخ صفی الدین اسماعیل بن ابراہیم (۳) شمس الدین یوسف بن عبداللہ اور  
 (۴) شیخ ابوبکر بن محمد بن عمر فرغانی۔ (دیکھئے: امام اعظمؒ اور علم حدیث: ۳۷۸ تا  
 ۳۸۰) اس مسند میں (جبکہ علامہ ہسکلٹیؒ نے جو تکرار حذف کی ہے ان کے نکالنے کے  
 بعد) کل احادیث کی تعداد ۵۲۳ ہے کتاب الصلوٰۃ میں سب سے زیادہ احادیث ہیں  
 اور کتاب الاستبراء اور کتاب الرہن میں سب سے کم ہیں۔ (۱) کل ساٹھ صحابہ کرامؓ  
 سے ۲۷۸ روایات لی گئی ہیں (جن میں سات صحابہؓ سے آٹھ احادیث بلا واسطہ مروی  
 ہیں) جبکہ بقیہ مرویات میں مراہیل اور نامعلوم الاسم صحابہ کرامؓ کی روایات شامل  
 ہیں۔ سب سے زیادہ مرویات ابن عمرؓ سے دوسرے نمبر پر ام المؤمنین عائشہؓ سے اور  
 تیسرے نمبر پر ابن مسعودؓ سے علی الترتیب ۷۹، ۵۳ اور ۴۹ مروی ہیں۔ (۲)

۱۰.....: تخریج حافظ ابو احمد عبداللہ بن عدی جرجانی شافعیؒ (م ۳۶۵ھ)۔ حافظ  
 موصوفؒ نے جرح و تعدیل میں مشہور تھے اور انہوں نے جرح و تعدیل میں ”اکامل فی  
 ضعفاء الرجال“ لکھی۔ یہ وہ حافظ ابن عدیؒ ہیں جو شروع میں امام صاحبؒ کی بڑی  
 شد و مد سے مخالفت کیا کرتے تھے۔ احناف ان کے مذہبی تعصب کے نشتروں کا خاص  
 طور پر نشانہ بنے ہیں چنانچہ امام اعظمؒ اور ان کے ساتھیوں پر بڑی دلیری سے جو کچھ منہ  
 میں آیا لکھ دیا ہے۔ بعد میں جب امام طحاویؒ کے شاگرد بنے، تو امام صاحبؒ کی  
 جلالت شان کا اندازہ ہوا۔ اس وقت اپنے سابقہ خیالات کی تلافی کے طور پر ”مسند  
 ابی حنیفہ“ مرتب فرمائی۔ (۳)

ماخذ و مصادر: (۱) دیکھئے: الطرق الاسلام شرح مسند الامام الاعظم: ۲۱: (۲) ایضاً: ۲۳: (۳) دیکھئے: تفصیل امام

۱۱.....: تخریج حافظ ابوالحسن محمد بن مظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ (م ۳۹۷ھ)۔ حافظ موصوفؒ امام دارقطنیؒ اور ابن شاہینؒ وغیرہ کے استاد تھے۔ عراق، جزیرہ، مصر اور شام کے اساتذہ و مشائخ سے چودہ سال کی عمر میں علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا تھا۔ حافظ ابن شاہینؒ حافظ دارقطنیؒ حافظ ابو نعیمؒ حافظ مالینیؒ اور حافظ کبرقائیؒ جیسے اساطین و ارکان علم حدیث نے ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا تھا۔ علامہ ذہبیؒ ان کے حافظ، امام ثقہ اور محدث العراق اور تصنیف و تالیف میں بے مثال ماہر ہونے کے معترف، علامہ خطیب بغدادیؒ ان کی صداقت اور فہم و حفظ کو سراہنے والے، ابن الفوارسؒ حدیث کا علم و حفظ انہی پر ختم ہونے کا قول کرنے والے ہیں۔ علامہ عسقلانیؒ نے ان کی تصانیف میں مسند ابی حنیفہ کا تذکرہ بھی کیا ہے (تجلیل المنفعة: ۶) علامہ خوارزمیؒ رقمطراز ہیں: کہ ”اس مسند کی مجھے مندرجہ ذیل مشائخ سے اجازت ملی ہے۔ (۱) محی الدین ابو محمد یوسف بن عبدالرحمن بن الجوزیؒ (۲) شیخ ابوالمظفر یوسف بن علی بن حسینؒ (۳) علی بن معالیؒ اور (۴) شیخ عبداللطیفؒ (۱)

۱۲.....: تخریج حافظ محمد ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد ابو جعفرؒ (م ۳۸۰ھ)۔ حافظ موصوف مشہور محدث گزرے ہیں۔ خطیب بغدادیؒ نے ان کے حالات قلم بند کئے ہیں اور ان کے اساتذہ کی ایک لمبی فہرست دی ہے۔ علامہ عسقلانیؒ نے لسان المیزان میں ان کے متعلق لکھا ہے: ”امام دارقطنیؒ کے زمانہ میں مشہور ہیں اور صحیح سماع کے تھے۔“ مشہور فی زمن الدارقطنی صحیح السماع۔“ اور دارقطنیؒ کا زمانہ ۳۰۶ھ تا ۳۸۵ھ ہے۔ (۲)

۱۳.....: تخریج حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد اصفہانی شافعی (م ۴۳۰ھ) ان کو چھوٹی عمر میں اپنے وقت کے مشائخ حدیث سے روایت حدیث کی اجازت مل چکی تھی۔ ان کے بارے علامہ ذہبیؒ رقمطراز ہیں: ”بڑے بڑے لوگوں کی جس قدر ملاقات ان کو میسر ہوئی ہے، کسی اور حافظ حدیث کو نہ ہو سکی۔“ اور فرماتے ہیں: ”ابو نعیم حافظ کبیر اور محدث العصر تھے۔“ جن اساتذہ نے ان کو پروانہ تحدیث مرحمت فرمایا تھا ان میں واسط، نیشاپور، شام اور بغداد کے محدثین کرام ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کے اساتذہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ”دنیا کے اساتذہ نے ان کو اجازت دی ہے۔“

”اجاز له مشائخ الدنيا۔“ خطیب بغدادیؒ ابو صالح المؤذنؒ ابو الفضل احمد الحدادؒ اور ان کے برادر ابو علی الحسن الحداد المرقیؒ جیسے حفاظ حدیث کے شیخ تھے۔ حافظ مردویہؒ کہتے ہیں: ”ہر سمت سے لوگ سمٹ سمٹ کر حدیث کی خاطر ان کے پاس آتے تھے ان کے وقت میں ان سے زیادہ حافظ دنیا کے کسی گوشہ میں نہ تھا۔ صاحب تصانیف تھے۔“

علامہ خوارزمیؒ نے جامع المسانید میں ان کی ”مسند ابی حنیفہؒ“ کے نام سے جو کتاب داخل کی ہے، حافظ ابو علی الحسن المرقی الحداد کی وساطت سے روایت کی ہے۔ (۱)

۱۴.....: تخریج حافظ ابو عبد اللہ حسن بن محمد بن خسر و الخلیؒ (م ۵۲۲ھ)۔ حافظ موصوفؒ حافظ ابن عساکرؒ کے اساتذہ میں سے تھے۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کو محدث مکمل لکھا ہے۔ حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں: ”حافظ سمعانیؒ نے جو تاریخ بغداد کا ذیل لکھا ہے اس میں ایک مبسوط ترجمہ ہے جس میں بتایا ہے کہ امام موصوفؒ مفید بغداد ہیں بہت سے مشائخ وقت سے حدیث کا استفادہ کیا ہے پھر مشائخ کے نام گنائے ہیں اور

تفصیل کے بعد لکھا ہے: کہ ”طلب و تلاش میں بڑی محنت کی ہے تا آنکہ ان سے کتر طبقہ سے روایت کیا اور بہت سی کتابیں اپنی اور دوسروں کی لکھیں اور غرباء کیلئے مفید تھے اور ”مسند ابی حنیفہ“ جمع کیا۔“ حافظ عبدالقادر قرشیؒ نے ان کے بارے میں ابن النجار کے یہ الفاظ لکھے ہیں: کہ ”اپنے وقت کے بغداد میں اہل عراق کے فقیہ تھے۔“ (۱) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: کہ ”ان کی کتاب (مسند) میں امام حارثیؒ اور حافظ ابن المقرئؒ کی کتابوں (مسانید) کے مقابلے میں زیادتی ہے۔“ (۲) حافظ شمس الدین ابوالحسن محمد بن علی الحسینیؒ نے صحاح ستہ، مسند شافعی، مسند احمد اور مسند ابی حنیفہ کے رجال پر جو کتاب لکھی ہے جس کا نام ”التذکرۃ برجال العشرۃ“ ہے اس سلسلے میں حافظ حسیبیؒ نے جس مسند کا انتخاب کیا ہے وہ بھی حافظ خسروؒ کی مسند ہے۔ چنانچہ علامہ عسقلانیؒ فرماتے ہیں: حافظ حسیبیؒ نے جس مسند پر تخریج رجال پر اعتماد کیا ہے وہ مسند ابن خسرو ہے۔“ (۳)

۱۵.....: تخریج حافظ قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمد الانصاری الحلی المزاز المعروف بقاضی المرستان (۴۲۲ھ، م رجب ۵۳۵ھ)۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: طبقات حنابلہ میں ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ حافظ ابن النجار نے تاریخ بغداد کے ذیل میں ان کے حالات لکھے ہیں اور ان کے اساتذہ کے تذکرہ میں بتایا ہے کہ طلب علم کی خاطر مکہ مکرمہ اور مصر بھی تشریف لے گئے اور مکہ مکرمہ میں مشہور محدث ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد المقرئ الشافعیؒ سے بھی حدیث کا سماع کیا ہے یاد رہے

ماخذ و مصادر: (۱) الجوہر المصیۃ: ۲۱۸ (۲) تعییل المنفحہ: ۶ (۳) حوالہ بالمازید تفصیل کیلئے: امام اعظم اور علم حدیث: ۳۸۲، ۳۸۳

کہ ابو معشر عبد الکریمؒ ان محدثین میں سے ہیں جنہوں نے امام اعظمؒ کی احادیات پر مستقل تصنیف چھوڑی ہے۔ چنانچہ الکتائی رقمطراز ہیں: صاحب التصانیف ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد المقری الشافعیؒ مجاور مکہ المتوفی ۴۷۸ھ نے ایک جزء لکھی ہیں جس میں وہ روایتیں ذکر کی ہیں جن کو امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہیں (۱) اور یہ رسالہ المعجم المفہرس میں حافظ عسقلانیؒ کی مرویات میں سے ہے۔ محدث خوارزمیؒ نے جامع المسانید میں لکھا ہے: ”اس نے ایک مسند امام ابوحنیفہؒ کی جمع کی ہے۔“ (۲) اگرچہ حافظ عسقلانیؒ نے لسان المیزان میں حافظ ابن خسرو کے ترجمہ میں اس کے ماننے سے انکار کیا ہے لیکن ان کے نامور شاگرد حافظ شمس الدین سخاویؒ ان کی مسند کو بسند ذیل روایت کرتے ہیں: ”عن التدمری عن الميدونی عن النجیب عن ابن الجوزی عن جامع المسند قاضی المرستان۔“ (۳) ان کے علاوہ حافظ عبد القادر قرشیؒ نے نصر بن سہار کے تذکرہ میں حافظ سمعانیؒ سے نقل کیا ہے: ”وہ کتاب الاحادیث جس کو امام ابوحنیفہؒ نے روایت کی ہے، عبد اللہ بن محمد انصاریؒ نے اپنے جد قاضی صاعد کی روایت سے جمع کی ہے۔“ (۴)

۱۶.....: تخریج حافظ ابو بکر بن المقریؒ اور

۱۷.....: تخریج حافظ ابو علی البکریؒ (یہ غالباً مسند امامؒ کے آخری جامع ہیں)۔

ان مسانید کے علاوہ سات اور مسانید جن کو ملا کر چوبیس بنتے ہیں مختصر سا

تذکرہ پڑھیں۔

ماخذ و مصادر: (۱) الرسالة المستطرفہ: ۷۴ (۲) جامع المسانید: ۲/۲۹۳ (۳) تقدیمہ نصب الرایۃ (۴)

الجواہر المہدیہ: ۲/۱۹۱ مزید تفصیل کیلئے دیکھیں: امام اعظمؒ اور علم حدیث ۳۸۵ تا ۳۸۶

۱۸.....: ”جمع حدیث ابی حنیفہؒ، جس میں امام مسلمؒ و امام ابو داؤدؒ کے تلمیذ اور امام دارقطنیؒ کے اُستاد حدیث، صاحب تصانیف الکثیرۃ، حافظ الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن مخلد بن حفص الدوری العطارؒ (۲۸۳ھ، جمادی الآخرة ۳۳۱ھ) نے امام اعظمؒ کی مرویات مستقل کتابی صورت میں علیحدہ جمع کئے ہیں۔ حافظ موصوف بلند پایہ کے محدث تھے۔ تاریخ بغداد میں ان کا شاندار ترجمہ مذکور ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کر کے لکھا ہے کہ ”آپؒ ثقاہت، صلاحیت اور تلاش و جستجو کیلئے محنت میں مشہور تھے۔“ (۱) اور لکھتے ہیں: ”وكان موصوفا بالصدق والثقة والصلاح“ آپؒ امام مسلمؒ اور امام ابو داؤدؒ کے بلا واسطہ شاگرد تھے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ ”امام ابو داؤدؒ کی ایک لاکھ احادیث کا مذاکرہ کرنے کیلئے جب آپؒ نے ”کتاب السنن“ لکھی اور اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا تو محدثین کے لئے ان کی کتاب قرآن کی طرح قابل اتباع ہو گئی اور اس دور کے سب ہی محدثین نے امام موصوفؒ کو حافظ وقت تسلیم کیا ہے۔ (۲) اتنے عظیم محدث جن کو اپنے وقت کے سب محدثین کرامؒ نے حافظ وقت تسلیم کیا ہے امام اعظمؒ کے مرویات کو یکجا کر کے کتابی شکل میں مرتب فرمایا۔

۱۹.....: حافظ ابو العباس احمد بن محمد بن سعید المعروف بہ ابن عقده (م ۳۳۲ھ) جن کی تعریف کرتے ہوئے حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں: قوت حافظہ اور حدیث کی کثرت میں بس ان پر حد ہے۔ ”الیہ المنتہی فی قوة الحفظ وكثرة الحديث۔“ (۳) اور علامہ دارقطنیؒ فرماتے ہیں: کہ ”کوفہ کے تمام شہری اس بات پر متفق ہیں کہ زمانہ ابن مسعودؓ سے آج تک ابن عقده سے زیادہ حافظ کوئی نہیں ہوا ہے۔ جبکہ حافظ ابن جوزیؒ



رقطراز ہیں: کہ ”ابن عقدہ اکابر حفاظ میں سے تھے اور ان کے سامنے اکابر محدثین حافظ ابو بکر جعابی، حافظ عبداللہ بن عدی، امام طبری، ابن المظفر، دارقطنی اور ابن شاہین نے زانوائے تلمذتہ کیا ہے۔“ (۱) ان کے علاوہ علامہ ابن حجر عسقلانی وغیرہ حضرات نے آپ کو اکابر حفاظ میں شمار کیا ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی سند لکھی ہے اور ایک ہزار سے زیادہ احادیث پر مشتمل ہے۔ چنانچہ علامہ بدرالدین عینی تاریخ کبیر میں تحریر فرماتے ہیں: کہ ”صرف ابن عقدہ والے مسند ابی حنیفہؒ کی احادیث ایک ہزار سے زیادہ ہیں۔“ ”ان مسند ابی حنیفہ لابن عقدہ یحتوی وحدہ علی ما یزید علی الف حدیث۔“ (۲)

ان کے علاوہ ۲۰.....: حافظ ابو محمد الحارثی (م ۳۴۰ھ) ۲۱.....: ابن عساکر دمشق، ۲۲.....: عیسیٰ، ۲۳.....: دارقطنی اور ۲۴.....: ابن شاہین کے مسانید بھی ہیں۔

### محمد بن ابراہیم اصفہانی مسانید کے اسانید متصلہ:

علامہ کوثریؒ نے ”تانیب الخطیب“ میں مسانید کی تعداد اکیس بتائی ہے اور فرماتے ہیں: کہ ”یہ سب مسانید متصل ہیں۔ ان سب کو امام صاحب کے تلامذہ نے جمع کئے تھے۔“ حضرت شاولی اللہ نے ”لسان العین فی مشائخ الحرمین“ میں اپنے استاد الاساتذہ محدث عیسیٰ جعفریؒ مغربی کے تذکرہ میں لکھا ہے: کہ ”انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی ایسی مسند تالیف کی ہے جس میں اپنے سے لیکر امام صاحب تک کا سلسلہ متصل ذکر کیا ہے اور اس سے لوگوں کی یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے کہ حدیث کا

ماخذ ومصادر: (۱) امام اعظم اور علم حدیث: ۳۷۸ بحوالہ المنتظم تاریخ الملوک والامم: ۲/۳۳۷

سلسلہ آج تک متصل نہیں رہا ہے۔“ حضرت شاہ صاحبؒ نے سلسلہ حدیث کی سند کو متصل ثابت کرنے کیلئے دلیل ہی امام صاحبؒ کے سلسلہ سند کے اتصال کی دی ہے جس پر شاہ صاحبؒ کو بڑا اعتماد تھا۔

## بے شمار محدثین کے شیخ:

حافظ مزئیؒ نے تہذیب الکمال میں ایک سو کے قریب کبار محدثین کے نام گنائے ہیں۔ علامہ شعرانیؒ نے بڑے فخر و مسرت کے ساتھ کہا ہے: کہ ”میں امام اعظمؒ کی مسانید ثلاثہ کے نسخوں کی زیارت و مطالعہ سے مشرف ہوا جن پر حفاظ حدیث کے توثیقی دستخط تھے، جن کی اسناد عالی اور رجال ثقہ ہیں۔“ (۱) اور علامہ ذہبیؒ نے مناقب الامام الاعظمؒ میں لکھا ہے: کہ ”امام صاحبؒ سے محدثین و فقہاء کی اتنی بڑی تعداد نے حدیث کی روایت کی ہے، جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔“

علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں: کہ ”محدثینؒ سفر و حضر میں اپنے ساتھ امام صاحبؒ کی مسانید کو رکھتے تھے۔“ (۲) ان مسانید امام اعظمؒ میں احادیث احکام کا بہت بہترین ذخیرہ موجود ہے، جن کے رواۃ ثقہ اور فقہاء محدثین ہیں، بلکہ اس کی ایک اور بڑی خوبی یہ ہے کہ ان مسانید کی اکثر روایات صرف دو واسطوں سے آنحضرت ﷺ تک پہنچتی ہیں۔ اس سے اس کی صحت و قوت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ائمہ اربعہؒ میں صرف امام مالکؒ اس خصوصیت میں شریک ہیں مگر ان کی مرویات میں سب سے عالی یہی روایات ہیں جبکہ امام اعظمؒ کی مرویات میں وحدانیت بھی موجود ہیں۔

الغرض حسب تصریح اکابر محدثینؒ کا اپنے سفر و حضر میں مسانید امام اعظمؒ کا

اپنے ساتھ رکھنا اور الزام قلت روایت کے وقت بعض اکابر کی دینی غیرت کا جوش میں آکر بڑے بڑے علماء کی جمع کردہ مسانید کو یکجا کرنا اور ان کی اسناد کے اتصال پر اکابر امت کا اعتماد کرنا اور علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ جیسے اکابر کی امام اعظمؒ کی روایت عن الصحابی کا ایک ایسی کتاب میں تصریح کرنا جو ”جامع بیان العلم وفضلہ“ (۱) سے موسوم اور اہل علم میں بہترین و مستند اور معتمد سمجھی جاتی ہے، سے معلوم ہوتا ہے کہ مسانید امام اعظمؒ کو دوسری مسانید پر بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ لہذا علامہ شبلی نعمانی مرحوم کا سیرۃ النعمان میں محدث خوارزمیؒ کی ”جامع المسانید“ کا امام صاحبؒ کی طرف مجازاً منسوب کرنا صحیح نہیں ہے۔ حضرت علامہ موصوفؒ کو حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاولی اللہ کے اس بیان سے مغالطہ ہوا ہے جو کہ انہوں نے مسند خوارزمیؒ کو تقریباً چوتھے طبقے میں داخل کیا ہے، لیکن بعض علماء کے قول کے مطابق یہ جملہ الحاقی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کا نہیں یا ”جامع المسانید“ کا مطالعہ کئے بغیر حضرت شاہؒ نے لکھا ہے۔ جس کا قرینہ یہ ہے کہ بستان الحدیث میں حضرت شاہؒ نے اس کا کچھ ذکر نہیں کیا۔

اس طرح حضرت علامہ نعمانیؒ کا اس وجہ سے مسانید کو مجازاً امام صاحبؒ کی طرف منسوب کہنا کہ اس میں بعض روایات امام صاحبؒ کے براہ راست صحابہؓ سے مروی ہیں اور اس وجہ سے اس پر عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے، اس لئے بھی صحیح نہیں کہ بہت سے اکابر نے امام ابوحنیفہؒ کی روایت عن الصحابہ تسلیم کیا ہے، جیسا کہ علامہ ابن عبدالبرؒ وغیرہ کے اقوال ”بحث تابعیت“ کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔ لہذا جب ایسے اکابر نے روایت عن الصحابہ تسلیم کیا ہے، تو ہمیں انکار کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ علماء

اصول حدیث کے قوانین کے مطابق بعض صحابہؓ اور امام ابوحنیفہؒ کا زمانہ ایک ہونے کی وجہ سے بلکہ ملاقات ثابت ہونے کی وجہ سے سماع سے کوئی چیز مانع بھی نہیں۔ بلکہ بقول علامہ نعمانیؒ روایت صحابہ پر اتفاق اور روایت میں اختلاف ہے۔ پس جب بالاتفاق ملاقات ثابت ہے، نیز عند البعض روایت بھی تو پھر نہ ماننے کی کیا ضرورت پڑی؟

الغرض حضرت امام ابوحنیفہؒ کی مسانید مالکیہؒ اور شافعیہؒ کے نزدیک بھی مسلم ہیں اور ان کو نہ صرف حجت مانتے ہیں؛ بلکہ ان کو مدار دین، اصول دین اور فقہ اسلامی کی بنیاد قرار دی ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی "تعجیل المنفعة بزوائد رجال ائمة الاربعة" کتاب کے اصل مأخذ "التذکرۃ برجال العشرة" (جو مسند ابی حنیفہؒ مؤطا امام مالکؒ مسند شافعیؒ مسند احمدؒ اور صحاح ستہ کے رجال کے حالات میں ایک مضبوط کتاب ہے۔) کے مقدمہ میں مشہور ناقد حافظ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حمزہ حسینی دمشقی شافعیؒ (و ۵۱۷ھ م ۶۵۷ھ) لکھتے ہیں: کہ "مسند امام شافعیؒ ان ادلہ پر مشتمل ہے جو امام ممدوحؒ کی مرویات میں ان کے نزدیک صحیح ہیں اور یہی حال مسند ابی حنیفہؒ کا بھی ہے۔" (۱) جیسا کہ ابھی باحوالہ گزرا۔

محدث ابن جعفر کتانی مالکیؒ نے کتب حدیث کے حالات میں ایک کتاب بنام "الرسالة المستطرفة لبيان السنة المشرفة" لکھی ہے؛ جس میں صحاح ستہ اور کتب ائمہ اربعہؒ کے بارے لکھتے ہیں: کہ "ائمہ اربعہؒ کی کتابیں اور ان کو (یعنی پہلے کی چھ کتابوں صحاح ستہ جو کہ ان چار کتابوں سے پہلے ذکر کی گئی ہیں) کے ملانے سے وہ

دس کتابیں پوری ہو جاتی ہیں جو کہ اسلام کی بنیادی کتابیں ہیں اور جن پر دین کا دارو مدار ہے۔ ”فہذہ کتب الائمة الاربعة وباضافتہالی الستة الاولی

تکمل الکتب العشرة التي هي اصول الاسلام وعليها مدار الدين۔“

آخر میں فقیر اس بحث کو سمیٹتے ہوئے علامہ عبدالوہاب شعرانی کی رائے پر ختم کرنا چاہتا ہے، جسکو انہوں نے ”المیزان الكبرى“ میں یوں قلم بند کیا ہے: ”مجھ پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کی تین مسندوں کا صحیح نسخوں سے مطالعہ کرنے کی توفیق ملی۔ ان نسخوں پر حفاظ حدیث کے قلم کی تحریریں تھیں، جن میں آخری شخص حافظ دمیاطیؒ ہیں۔ مطالعے پر میں نے دیکھا: کہ ”امام ممدوحؒ صرف ان تابعین کرامؒ سے حدیث روایت کرتے ہیں، جو اپنے وقت کے برگزیدہ ترین عادل و ثقہ تھے اور جو حدیث نبی کریم ﷺ کی تصریح کے مطابق خیر القرون کے لوگ تھے اور جو اسود عطاء، علقمہ مجاہد، مکحول اور حسن بصریؒ جیسے حضرات ہیں۔ سو تمام وہ رواۃ جو امام ابوحنیفہؒ اور آنحضرت ﷺ کے مابین ہیں۔ سب کے سب عادل، ثقہ، نیک نام اور برگزیدہ ہیں ان میں کوئی شخص ایسا نہیں، کہ کذاب ہو یا اس پر کذب کی تہمت لگی ہو اور میرے بھائی ان کی عدالت کیلئے تمہیں یہ کافی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے باوجود شدت ورع اور احتیاط اور امت محمدیہ کا خاص خیال رکھنے کے ان حضرات کو اس غرض کیلئے منتخب فرمایا کہ ان سے اپنے دینی احکام حاصل کریں۔ امام صاحبؒ کے ان تینوں مسندوں میں ہم نے جو حدیث پائی ہیں، وہ سب صحیح ہیں۔“ یاد رہے علامہ موصوفؒ نے اس سے ایک دو صفحے پہلے تصریح کی ہے: کہ ”میں امام ابوحنیفہؒ کے بارے حسن ظن کی بجائے متنوع اور تلاش کے بعد کچھ کہوں گا۔“ انہوں نے پوری تحقیق و تنقیح کے بعد یہ رائے قائم فرمائی ہے، تو اب ان مسانید کو مجازاً منسوب

کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ "وقد من اللہ تعالیٰ علی بمطالعة المسانید الامام ابی حنیفة الثلاثة من نسخة صحيحة علیها خطوط الحافظ آخرهم الحافظ الدمیاطی فرایتہ لا یروی حدیثاً الا عن خيار التابعین العدل الثقات الذین هم من خیر القرون بشهادة رسول اللہ ﷺ كالا سود وعلقمه و عطاء و مجاهد و مكحول والحسن البصری واخذ بهم رضی اللہ عنہم اجمعین فكل رواية الذین هم بینہ و بین رسول اللہ ﷺ عدول ثقات اعلام اخیار و لیس فیہم کذاب ولا متهم بکذب ناهیك یا آخی بعد الة من اوتضاهم الامام ابوحنیفہؒ لان یاخذ عنہم احکام دینہ مع شدة تورعه و تحرره و شفقتہ علی الامة المحمدیة کل حدیث وجدناه فی مسانید الامام الثلاثة فهو صحیح۔" (۱)

### ابواب و مسانید میں فرق:

ابواب اور مسانید میں فرق یہ ہے کہ تبویب کی صورت میں احادیث کو مضامین کے لحاظ سے مختلف ابواب میں تقسیم کیا جاتا ہے مثلاً طہارت کے متعلق احادیث کیلئے الگ، نماز کے متعلق احادیث کیلئے علیحدہ اور زکوٰۃ سے تعلق رکھنے والی احادیث کیلئے جداگانہ ابواب بیان کی جاتی ہیں جبکہ مسانید میں احادیث کا تعلق خواہ جس موضوع سے ہو بلا لحاظ مضمون ہر صحابیؓ کی ساری مرویات کو ایک جگہ بیان کرتے ہیں مثلاً حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ساری احادیث مسند ابی بکرؓ میں درج کی جاتی ہیں

چاہے ان احادیث کا تعلق کسی بھی موضوع سے ہو۔

ان دونوں میں ایک لطیف فرق یہ ہے کہ مصنفین ابواب کے پیش نظر وہ روایات ہوتی ہیں جن کی حیثیت روایتی طور پر اعتباری اور استدلالی ہو یعنی مصنفین ابواب عموماً وہ روایات ذکر کرتے ہیں جو کسی مسئلہ کیلئے استشہاد یا احتجاج و استدلال کے قابل ہوں جبکہ اہل مسانید کا کام صرف روایات کو جمع کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بنسبت ارباب ابواب کے میدان تصنیف و تالیف میں کچھ آزاد ہوتے ہیں جس کی وجہ سے مسانید میں صحیح و غیر صحیح روایات بکثرت ہوتے ہیں۔ چنانچہ محدث حاکم نیشاپوری رقمطراز ہیں: ”ابواب و مسانید میں فرق یہ ہے کہ مسانید کی صورت میں شرط یہ ہے کہ مصنف اس طرح عنوان قائم کرے **ذِكْرُ مَا وُرِدَ عَنْ ابِي بَكْرٍ عَنِ النَّبِيِّ** (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اس صورت میں مصنف کا فرض ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ساری حدیثوں کی تخریج کرے چاہے وہ صحیح ہوں یا ضعیف..... اور ابواب کا مصنف اس طرح کا عنوان لکھے گا **ذِكْرُ مَا صَحَّ وَثَبَتَ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ** (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) الطهارة والصلوة او غير ذلك۔“ (۱)

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: کہ ”ابواب پر حدیث کی تصنیف کا اصول یہ ہے کہ اس کو صرف ان روایات تک محدود رکھا جائے جن میں احتجاج و استشہاد کی صلاحیت ہو برخلاف مسانید کے کہ ان میں پیش نہاد صرف احادیث کی فراہمی ہوتا ہے۔“ (۲)

قارئین کرام! امام اعظم امام ابوحنیفہؒ ان مبارک ہستیوں میں سے ہیں جن کو یہ شرف حاصل ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے انداز پر ان کے مسانید مرتب کئے

گئے ہیں۔ یوں تو محدثین اور حفاظ حدیث بہت گزرے ہیں مگر بہت کم ایسے خوش نصیب ہیں جن کی احادیث و روایات توجہ کا ایسا مرکز رہی ہوں اور اس کثرت سے ان کی مرویات پر قلم حرکت میں آئے ہوں۔ اسی حقیقت کی طرف نواب صدیق حسن خان نے اشارہ کیا ہے۔ ”درحقیقت یہ مسند ان کی تصنیف نہیں ہے بلکہ آپ کے بعد اوروں نے ان کی مرویات کو یکجا کیا ہے۔“ ”اس مسند درحقیقت تالیف اونہیست بلکہ دیگر اں بعد ایشاں مرویات ایشاں راجع نمودہ اند۔“ (۱) جن محدثین و حفاظ حدیث نے امام ابوحنیفہؒ کی مرویات کو یکجا کیا اور ان کے نام سے مساند ترتیب دئے ہیں وہ خود اپنی جگہ اتنا اونچا مقام رکھتے تھے کہ ان کی سندیں لکھی جاتیں مگر اس کے باوجود انہوں نے امام اعظمؒ کی مرویات کو جمع کرنے کا کام سنبھالا۔ اتنی عظیم ہستیوں نے ایسا کیوں کیا اس حقیقت کو جاننے کیلئے مشہور عارف عبدالوہاب شعرانی کا بیان پڑھیں: ”مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ مجھے امام اعظمؒ کے مساند کا ان صحیح نسخوں کے مطالعہ کرنے کی توفیق بخشی جن پر حفاظ حدیث کے قلم سے تحریریں تھیں جن میں آخری شخص حافظ دمیاطیؒ ہیں۔ مطالعہ میں میں نے محسوس کیا کہ امام ممدوح ان تابعین کبار سے احادیث روایت کرتے ہیں جو اپنے وقت کے بزرگترین عادل اور ثقہ تھے اور جو حدیث نبویؐ کی تصریح کے مطابق خیر القرون کے لوگ تھے مثلاً اسود علقمہ، عطاء مجاہد اور حسن بصری وغیرہ رحمہم اللہ۔ اس لئے وہ تمام حضرات جو امام ابوحنیفہؒ اور حضور اکرم ﷺ کے درمیان واسطہ ہیں سب کے سب عادل اور برگزیدہ ہیں ان میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو کذاب ہو یا جس پر کذب کی تہمت ہو۔



اے برادر! ان کی عدالت کے لئے تو یہی کافی ہے کہ امام ممدوح نے باوجود بے حدودی و احتیاط ان حضرات کو اس غرض کیلئے منتخب کیا ہے۔..... امام اعظمؒ کے مسانید ثلاثہ کی ہر حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ ”انکل حدیث وجدناہ فی مسانید الامام الثلاثة فهو صحیح۔“ (۱)

**تنقیص امام اعظمؒ پر مشتمل چند اعتراضات کا منصفانہ اور عادلانہ جائزہ:**  
**اعتراض ۱۔ امام ابوحنیفہؒ کے اصول و فروع غلط تھے:**

بعض لوگ کہتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ غلط عقائد رکھنے والے اور فروع میں حد سے تجاوز کرنے والے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ خطیب بغدادیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے خلاف پچپن صفحات پر مشتمل معتبر شخصیات سے ان کے غلط عقائد اور غلط فروع نقل کئے ہیں۔ جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے یہودی، مشرک، زندیق، دہری، صاحب ہوا، مرتد اور جہمی ہونے نیز اصحابِ ابی حنیفہؒ کا شبیہ بالحصاری ہونا نقل کیا ہے۔ نیز یہ لکھا ہے: کہ ”ان سے کفر سے دو بار توبہ کرائی گئی۔ اسی طرح فروع میں بھی اکابر علماء سے آپ کا خروج علی السلطان، تقیہ کرنے والا، زنا، ربا (سود) اور خونریزی کا حلال کرنے والا نیز سنن کی کساد بازاری کرنے والا وغیرہ بتایا ہے۔“

**اجمالی جواب:**

یہ بات صحیح ہے کہ علامہ خطیب بغدادیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے خلاف پچپن صفحات پر مشتمل بہتان کا ایک بڑا طوفان لکھ مارا ہے جس میں خطیب بغدادیؒ نے

بعض اکابر سے امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب غلط عقائد اور فروع نقل کئے ہیں۔ لیکن یہ سب کی سب جرحین غیر مفسر اور غیر مبین السبب ہیں۔ نیز ان کے راویوں کی عدالت کی توثیق خود علامہ خطیبؒ نے بھی نہیں کی جبکہ یہ دونوں امرائے حدیث کے نزدیک اصولاً لازم ہیں۔ اس لئے امام ابوحنیفہؒ پر مذکورہ اعتراضات غیر ثابت ہیں اور آپ اصولاً و فروعاً اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق صحیح العقیدہ مسلمان بلکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے سوا داعظم کے ایک مسلم امام تھے۔

### تفصیلی جواب:

جیسا کہ اجمالی جواب میں کہا گیا: کہ ”ائمہ حدیث کے نزدیک اصولاً دو امور لازم ہیں کہ (۱) جارح کی جرح واضح ہو اور (۲) جرح کرنے والا راوی بھی ثقہ ہو لیکن ان دو امور میں بھی کچھ شرائط ہیں اس لئے کچھ وضاحت کے ساتھ دونوں امور پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

### امراول: جرح غیر مفسر غیر مقبول ہے:

ناظرین کرام! کسی جارح کی جرح تب صحیح شمار کی جاتی ہے جبکہ وہ اپنی جرح واضح انداز میں بیان کرے اور اس میں اس کی طرف سے کوئی تعصب مذہبی اور تنافس دنیوی وغیرہ نہ ہو۔ اگر کسی جارح کی ان باتوں میں سے کوئی ایسی بات معلوم ہو جائے تو اس جارح کی جرح خود مجروح ہوگی۔ جیسا کہ امام مالکؒ امام لیثؒ امام بخاریؒ امام مسلمؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ حضرات ائمہ کے متعلق بعض لوگوں نے اپنے جیسے عقیدہ نہ رکھنے پر یا کسی اور تعصب کی بناء پر جرح کی ہے۔ لہذا جرح مفسر ضروری ہے

لیکن وہ بھی ایسے لوگوں کے متعلق معتبر ہوگی، جن کی امامت مسلم نہ ہو اور اگر ایسا امام ہو جس کی امامت مسلم ان کی مدح اور ترقیہ کرنے والے بمقابلہ ذم بیان کرنے والوں کے زیادہ ہوں تو ایسے امام کے متعلق کسی جارح کی جرح ہرگز معتبر نہیں ہوگی۔ یہ علمائے اصول حدیث و فقہ کا اتفاق مسئلہ ہے۔ فقیر اپنے اس دعویٰ کی تائید میں چند غیر حنفی علماء محققین جیسے علامہ ابن صلاح، امام سبکی، علامہ ابن عبدالبر، علامہ ابن الاثیر جوزی اور خود علامہ خطیب کے عبارات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ ان عبارات کو غور سے پڑھیں اور پھر علامہ خطیب کے مبہم اور غیر مفسر اعتراضات پر خود انصاف کے ساتھ فتویٰ لگائیں۔

قارئین کرام! علامہ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن (المعروف بہ ابن صلاح م ۶۴۳ھ) لکھتے ہیں: کہ ”جس کی عدالت اہل نقل یا ان جیسے اہل علم میں مشہور ہو۔ اس کے ثقہ اور امین ہونے کی تعریف عام ہو تو اس کی صریح عدالت پر کسی کی شہادت کی ضرورت نہیں اور یہی بات امام شافعی کے مذہب میں صحیح ہے اور اسی پر فن اصول فقہ میں اعتماد ہے۔ ابو بکر خطیب نے یہی قول اہل حدیث کا نقل کیا ہے اور ایسے بزرگوں کی مثال میں مالک، شعبہ، سفیان بن اوزاعی، لیث، ابن المبارک، کبیج، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن معین، و امثالہم کے نام لئے ہیں۔ پس مذکورہ حضرات اور ان کے امثال کی عدالت کے متعلق سوال نہیں ہوگا اور بیشک صرف ان لوگوں کی عدالت سے سوال کیا جائے گا جن کا حال طالبین پر مخفی ہو۔

## سبب جرح بیان کرنا لازم ہے:

رہی جرح، تو وہ صرف ایسی جرح مقبول ہوگی جو شرح ہو اور طالبین کیلئے

اس کا سبب بیان کیا گیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اس میں مختلف الخیال ہیں کہ کونسی بات جارح ہے اور کونسی نہیں۔ ان میں سے کوئی کسی ایسی وجہ کی بنیاد پر جرح کر دیتا ہے، جس کا وہ خود معتقد ہوتا ہے۔ حالانکہ فی الواقع وہ وجہ جرح نہیں ہوتی۔ پس لازم ہے کہ سبب جرح بیان کیا جائے تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ آیا وہ جرح ہے بھی یا نہیں۔ یہ کھلا ہوا اصول فقہ ہے اور اصول فقہ میں مسلم ہے۔ حافظ خطیبؒ نے ذکر کیا ہے: کہ ”یہی مذہب حفاظ حدیث اور نقاد حدیث میں ائمہ کا ہے جیسا کہ امام بخاریؒ اور مسلمؒ وغیرہ ہیں۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے ایک ایسی جماعت، جس پر ان سے قبل جرح ہو چکی تھی مثلاً عکرمہؒ مولیٰ ابن عباسؓ اسماعیل بن ابی اویسؒ عاصم بن علیؒ اور عمرو بن مرزوقؒ وغیرہ سے روایت کی ہے اور امام مسلمؒ نے سوید بن سعیدؒ اور ایک جماعت جن میں طعن مشہور ہے، سے استدلال کیا ہے اور یہی عمل ابوداؤد کا ہے اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ائمہ اس طرف گئے ہیں کہ بے شک اس وقت تک جرح ثابت نہیں ہوتی جب تک اس کے سبب کی تفسیر نہ کی جائے اور نقاد کے مذاہب سخت مختلف ہوتے ہیں اور علامہ خطیبؒ نے ایک باب باندھا ہے جس میں بعض ایسے لوگوں کے اخبار ذکر ہیں کہ اس میں اس کی جرح کی تفسیر بھی کی گئی ہے لیکن انہوں نے اس چیز کو ذکر کیا ہے جو جارح بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اور ان کی مثالیں دی ہیں جن میں امام شعبہؒ جیسی ہستی کی ایک جرح جو انہوں نے بردّون پر سوار ہونے کی ذکر کی ہے، کو

رد کیا ہے۔ (۱) جس سے معلوم ہوا کہ ہر جراح کی جرح غیر مفسر کا کچھ اعتبار نہیں۔

## ہر جرح علی الاطلاق تعدیل پر مقدم نہیں ہے:

علامہ شیخ الاسلام تاج الدین ابوالنصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکیؒ (م ۷۷۷ھ) فرماتے ہیں: ”پس جب سنیں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اور آپ جرح و تعدیل کو دیکھیں اور تم جرح پر عمل کرنا چاہیں تو اپنے آپ کو بچائیں پھر اپنے آپ کو بچائیں اور اس گمان سے مکمل پرہیز کریں۔ بلکہ ہمارے نزدیک قول صواب یہ ہے کہ جس ہستی کی امامت و عدالت ثابت ہو اور جس کی تعدیل و تزکیہ کرنے والے بہت ہوں اور جرح کرنے والے نادر ہوں اور اس جگہ اس بات کا قرینہ ہو کہ سبب جرح تعصب مذہبی وغیرہ ہے، تو ہم جرح کی طرف التفات نہیں کریں گے بلکہ اس کی تعدیل کو مانیں گے۔ ورنہ اگر یہ دروازہ کھول دیا جائے اور ہم جرح کو تعدیل پر علی الاطلاق مقدم کرنا شروع کر دیں، تو ائمہ دین میں سے کوئی امام اس کی زد سے نہیں بچے گا۔ اس لئے کہ کوئی امام ایسا نہیں جس پر طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو اور اس کی وجہ سے ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔“

## صرف عادلانہ جرح معتبر ہے:

علامہ سبکیؒ مزید لکھتے ہیں: ”اور تحقیق حافظ ابو عمر بن عبدالبر نے کتاب ”العلم“ میں ایک باب ”فی حکم قول العلماء بعضهم فی بعض“ کے تحت لکھتے ہیں: ”اس معاملے میں صحیح یہ ہے کہ جس شخص کی عدالت اور علم میں اس کی امامت اور

علم کی جانب توجہ ثابت ہو اس کے متعلق ہم کسی کے قول کی جانب التفات نہیں کریں گے، مگر اُس صورت میں کہ صاف عادلانہ جرح قانونِ شہادت کے مطابق مستند ہو اور ان کا استدلال یہ ہے کہ سلف میں بعض کا کلام بعض پر رہا ہے۔ بعض حالتوں میں وہ تعصب، غصہ یا حسد پر مبنی ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں تاویل و اختلافِ اجتہاد اس کا باعث ہوا ہے۔ حالانکہ جس کی نسبت کلام کیا جاتا ہے، وہ اس سے پاک ہوتا ہے۔ انتہاء یہ ہے کہ تاویل و اجتہاد کی بنیاد پر ایک نے دوسرے پر تلوار چلا دی ہے۔

### معاصرین کی جرح:

علامہ موصوفؒ مزید لکھتے ہیں: ”پھر علامہ ابن عبد البرؒ نے معاصرین کی جماعت کے ایک دوسرے کی نسبت کلام کرنے کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی طرف التفات نہ کی جائے۔ اسی بحث میں امام شافعیؒ پر یحییٰ بن معینؒ کی جرح کا ذکر آتا ہے اور کہا ہے: ”یہ ابن معینؒ کیلئے ناپسندیدہ اور عیب تھا۔“ اسی سلسلے میں یحییٰ بن معینؒ کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: ”وہ نہ شافعیؒ کو جانتے ہیں اور نہ شافعیؒ کے کلام کو سمجھتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ انسان جو نہیں سمجھتا اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔“ آگے جا کر لکھتے ہیں: ”کسی نے ابن المبارکؒ سے کہا: ”فلاں شخص ابوحنیفہؒ پر اعتراض کرتا ہے۔“ تو انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

حسدوك أن رأوك فضلك الله بما فضلت به النجباء

لوگوں نے یہ دیکھ کر تجھ سے حسد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر وہ نوازش کی،

جو شرفاء پر ہوتی ہے۔

## اجماعی اصل:

علامہ ابن عبدالبر نے آگے لکھا ہے: ”پس جو علماء ثقافت کا بعض کا بعض کے بارے میں قول قبول کرنا چاہتا ہے، تو صحابہؓ میں سے بعض کا بعض کے متعلق کہنا قبول کرے۔ اب اگر ایسا کرے گا، تو یقیناً بہت بڑا گمراہ ہوگا اور خسران مبین کے ساتھ خاسر اور ناکام ہوگا اور اگر یہ کام نہیں کیا اور وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتا بشرطیکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت فرمائی ہو اور اس کو ہدایت کا الہام فرمایا ہو، تو چاہئے کہ اس سے رک جائے جو ہم نے شرط لگائی ہے کہ اس شخص کے متعلق جو صحیح العدالتہ ہو اور اس کی علم میں توجہ معلوم ہو کسی قائل کے ایسے قول کو قبول نہ کرے جس پر برہان نہیں اور یہ وہ اصول ہے جس پر تمام علماء کا اجماع ہے۔ چنانچہ ان علماء کا قول ہے کہ جرح جب تک مفسر نہ ہو مقبول نہ ہوگی۔“

## ائمہ مشہورین کے متعلق جرح غیر معتبر ہے:

علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں: ”میں کہتا ہوں: جو ہم نے تمہیں پہلے بتایا: کہ ”بے شک جرح سے اس شخص کے متعلق جرح قبول نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ اس کی تفسیر بھی کرنے، جس کے طاعات اس کے معاصی پر اور جس کے مآدح اس کے ذمہ پر اور جس کے جارح اس کے تزکیہ کرنے والوں پر غالب ہوں، جبکہ اس جگہ کوئی قرینہ موجود ہو کہ یہ تعصب مذہبی یا تافس دنیوی وغیرہ ہے، جیسا کہ ہم مشلوں میں ہوا کرتا ہے۔ پس ہم کہتے ہیں: ”مثال کے طور پر امام مالکؒ میں ابن ابی ذئبؒ امام شافعیؒ میں ابن معینؒ اور احمد بن صالحؒ میں نسائیؒ کے کلام کی طرف نہیں دیکھا جائے گا، کیونکہ یہ ائمہ

مشہورین ہیں۔ ان کے متعلق جارح ایسا ہے جیسا کہ کوئی خبر غریب کے ساتھ خبر دے۔“

## جارح کے عقائد و مذہب کو بھی دیکھا جائے گا:

اور مناسب ہے کہ جرح کے وقت مجروح اور جارح کی نسبت جارح کے عقائد اور اس کے اختلاف کو تلاش کیا جائے۔ پس بسا اوقات جارح عقیدہ میں مجروح سے مخالفت رکھتا ہے، تو اس وجہ سے وہ اس پر جرح کرتا ہے اور اس کی طرف رافعی نے اس قول سے اشارہ کیا ہے: کہ ”مناسب ہے کہ تزکیہ کرنے والے مذہب میں عصبيت سے بری ہو، کیونکہ اس بات کا خوف ہے کہ ہو سکتا ہے ان کو عادل کی جرح اور فاسق کی تزکیہ پر یہی عصبيت مذہبی برا بیچتہ کرتا ہے اور تحقیق بہت سے ائمہ سے یہ واقع ہو گیا ہے کہ انہوں نے اپنے اعتقاد کی بناء پر ان پر جرح کی، حالانکہ وہ خود خطی ہوتے ہیں اور مجروح مصیب ہوتا ہے اور تحقیق شیخ الاسلام سید المتاخرین تقی الدین ابن دمیق العید نے اپنی کتاب ”الاقتراح“ میں اشارہ کر کے لکھا ہے: کہ ”مسلمانوں کی عزتیں جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے جس کے کنارے پر دو گروہ کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک محدثین دوسرے حکام۔“

## امام بخاریؒ پر جرح کی حیثیت:

علامہ سبکی فرماتے ہیں: ”میں کہتا ہوں: اور ان مثالوں میں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا، جیسا کہ امام بخاریؒ کے بارے بعض حضرات کا قول ہے چنانچہ ان کو امام ابو زرعہؒ اور امام ابو حاتمؒ نے چھوڑا ہے کیونکہ انہوں نے تلفظ بالقرآن کو مخلوق کہا ہے۔ تو کیا کسی کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ کہے: کہ ”امام بخاریؒ متروک ہیں۔“ حالانکہ امام



بخاری و ترمذی حدیث کے جھنڈے کے بلند کرنے والے ہیں اور اہل السنۃ والجماعۃ کے اسلاف میں سے ہیں۔“

## ہمارے دو اصول:

ہمارے پاس دو اصول ہیں، جن کو پکڑے رہیں گے۔ جب تک ان کے خلاف قطعی یقین نہ ہو جائے۔ ایک اصول اس امام مجروح کی عدالت ہے، جس کی عظمت قائم ہو چکی ہے۔ دوسرا اصول اس جارج کی عدالت جو کسی پر جرح کرتا ہے۔ لہذا ایسے امام (جس کی عدالت و عظمت قائم ہو چکی ہو۔) پر جرح کی جانب توجہ نہیں کی جائے گی نہ اس جرح سے وہ مجروح کیا جائے گا۔ اس قاعدہ کو یاد رکھو کہ بہت ضروری قاعدہ ہے۔ (۱)

## علامہ خطیبؒ کی تائید:

قارئین کرام! علامہ خطیبؒ نے بھی اصول حدیث پر اپنی تصنیف کردہ کتاب میں مذکورہ دونوں اصولوں کی تصریح کی ہے، چنانچہ آپؒ ”باب القول فی الجرح هل یحتاج الی کشف ام لا“ میں لکھتے ہیں: ”میں نے قاضی ابوالطیب طاہر بن عبداللہ بن طاہر الطبریؒ سے سنا: ”وہ کہتے تھے: کہ ”جرح غیر مفسر قبول نہیں کی جائے گی اور اصحاب الحدیث کا یہ قول ”فلان ضعیف“ و ”فلان لیس بشئ“ ان چیزوں میں سے نہیں ہے جن سے ان کی جرح لازم آتی ہے اور ان کی خبر رد کی جاتی ہے۔

(یعنی جارج کی جرح مفسر ہونا لازمی ہے صرف ”فلان ضعیف“ و ”فلان لیس“)

بشعے“ سے جرح ثابت نہیں ہوتی اور محدثین کے اس قول سے مجروح کی خبر نہیں کی جائے گی۔) کیونکہ جس چیز کے ساتھ آدمی فاسق بنایا جاتا ہے اس میں لوگ مختلف خیال کے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کا سبب بیان کرنا ضروری ہے تاکہ دیکھا جائے کہ کیا وہ فاسق ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح ہمارے علماء نے کہا ہے: ”جب دو آدمی گواہی دے دیں کہ یہ پانی نجس ہے ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی یہاں تک کہ وہ اس سبب نجاست کی وضاحت نہ کریں۔ کیونکہ لوگ اس چیز میں جس کے ساتھ پانی نجس ہوتا ہے اور اس چیز میں جو کہ نجاست میں گر گیا ہے مختلف ہیں۔“

**امام بخاریؒ اور مسلمؒ وغیرہما کا مطعون شخص سے روایت کرنا:**

علامہ خطیبؒ مزید لکھتے ہیں: ”اور یہ قول ہمارے نزدیک بالکل صواب ہے اور اسی طرف ائمہ میں سے حفاظ اور نقاد حدیث مثل امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ وغیرہما گئے ہیں۔ پس بے شک امام بخاریؒ نے ایک ایسی جماعت کے ساتھ احتجاج کیا ہے جن کے متعلق ان سے پہلے طعن کیا گیا ہے اور ان پر جرح کی گئی ہے جیسا کہ تابعین میں حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہؒ اور متاخرین میں اسماعیل بن ابی اویسؒ، عاصم بن علیؒ اور عمرو بن مرزوقؒ اور امام مسلم بن الحجاجؒ نے بھی اسی طرح (ایک ایسی جماعت کے ساتھ احتجاج) کیا ہے۔ پس بے شک اس نے سوید بن سعیدؒ اور ان کے علاوہ ایک (ایسی) جماعت سے حجت پکڑی ہے جن پر ان لوگوں سے جو حالِ رواۃ میں نظر رکھتے ہیں، طعن مشہور ہو گیا ہے اور امام ابو داؤد بھستائیؒ اور ان کے بعد بے شمار لوگوں نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ پس یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ

حضرات اس طرف گئے ہیں کہ بے شک جرح صرف اس وقت ثابت ہوگی جب اس جرح کے سبب کی تفسیر کی گئی ہو اور اس کے موجب کو ذکر کیا گیا ہو۔ ”سمعت القاضی ابالطیب ..... يقول لا يقبل الجرح الا مفسرا وليس قول اصحاب الحديث فلان ضعيف فلان ليس بشيء مما يوجب جرحه ورد خبره وانما كان كذلك لان الناس اختلفوا فيما يفسق به فلا بد من ذكر سببه لينظر هل هو فسق ام لا؟ ..... قال الخطيب وهذا القول هو الصواب عند ناواليه ذهب الائمة من حفاظ الحديث و نقاده مثل محمد بن اسمعيل البخارى ..... فان البخارى قد احتج بجماعة سبق من غيره الطعن فيهم والجرح لهم كعكرمة ..... وهكذا فعل مسلم بن الحجاج فانه احتج بسويد بن سعيد وجماعة غيره اشتهر عن ينظر في حال الرواة الطعن عليهم وسلك ابو داود السجستاني هذه الطريقة وغير واحد ممن بعده فدل ذلك على انهم ذهبوا الى ان الجرح لا يثبت الا اذا فسر سببه وذكر موجبہ۔“ (۱)

**امردوم: صرف عادل ہی کی خبر مقبول ہے:**

ناظرین کرام! جیسا کہ امر اول میں باحوالہ مذکور ہوا کہ ”نہ ہر جرح قابل قبول ہوتا ہے اور نہ ہر جرح تعدیل پر مقدم ہوتا ہے۔“ یہی حال دوسرے امر کا بھی ہے کہ ”ہر جارح کی جرح قبول نہیں ہوتی، بلکہ صرف عادل ہی کی جرح (شرائط مذکورہ کے ساتھ) قبول کی جاتی ہے۔“ امر ثانی کیلئے اس مختصر سی کتاب میں زیادہ تفصیلی بحث کی گنجائش

نہیں ہے۔ فقیر صرف علامہ خطیبؒ کی اصول حدیث پر لکھی ہوئی کتاب سے کچھ نقل  
سطور کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

علامہ موصوفؒ اپنی کتاب کے ”باب وجوب البحث والسؤال  
للكشف عن الامور والاحوال“ میں ہمارے ذکر کردہ دوسرے امر کے متعلق  
لکھتے ہیں: ”اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ صرف عادل ہی کی خبر قبول کی جائے  
گی۔ جیسا کہ صرف عادل کی شہادت قبول کی جاتی ہے اور پھر استدلال کیلئے نبی کریم  
ﷺ کی بعض روایات پیش کی ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ نے خبر دی  
ہے: ”بے شک آپ ﷺ کی امت میں آپ ﷺ کے بعد کذابین آئیں گے۔“ پس  
نبی کریم ﷺ نے ان سے ڈرایا اور نبی کریم ﷺ نے ان کی روایات قبول کرنے سے  
نہی فرمائی ہے اور ہمیں بتایا ہے کہ بے شک آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنا دوسروں پر  
جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے۔ پس اس وجہ سے احوال محدثین میں نظر کرنا اور  
ناقلین کے امور میں تفتیش کرنا دین (کو خرابی سے بچانے) کیلئے اور تلبیس طردین سے  
شریعت کی حفاظت کی خاطر احتیاطاً لازم ہے۔“ اجمع اهل العلم على انه  
لا يقبل الا خبر العدل كما انه لا تقبل الا شهادة العدل ..... وقد اخبر  
النبي ﷺ بان في امته يجي بعده كذابين فحذر منهم ونهى عن  
قبول رواياتهم واعلمنا ان الكذب عليه ليس كالكذب على غيره  
فوجب بذلك النظر في احوال المحدثين والتفتيش عن امور  
الناقلين احتياطاً للدين وحفظاً للشريعة من تلبيس الملحدين۔ (۱)

قارئین کرام! آپ حضرات کو اب یقین آیا ہوگا کہ کسی شخص پر جارج کی صرف وہ جرح قبول ہوگی جو مفسر، مبین السبب اور غیر مبہم ہونیو جارج عادل، غیر معاصر اور تعصب مذہبی اور دنیوی تنافس وغیرہ الائنش سے پاک ہو بشرطیکہ یہ جرح ان ائمہ پر نہ ہو جن کی امامت امت میں مسلم ہو اور اگر یہ جرح غیر مفسر، غیر مبین السبب اور مبہم ہو یا جارج غیر عادل یا معاصر یا تعصب مذہبی یا تنافس دنیوی کا شکار ہو یا یہ جرح مذکورہ الائنش سے تو پاک ہو لیکن یہ جرح ائمہ مشہورین کے متعلق ہو تو ایسی جرح مردود ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے متعلق اکابر کی جرحیں بھی مبہم اور غیر عادل یا تعصب مذہبی کے شکار رواۃ سے نقل کی گئی ہیں لیکن اگر بالفرض ان کے متعلق مذکورہ شرائط کے مطابق جرح بھی پائی جائے پھر بھی آپ پر جرح صحیح نہیں ہے کیونکہ بحمد اللہ امام ابوحنیفہؒ مسلم ائمہ میں سے ہیں۔ اس لئے ان کے متعلق جرح نامقبول ہے اور اسی وجہ سے حافظ ابن حجر (مکیؒ) میں لکھتے ہیں: ”خطیب بغدادیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی برائی بیان کرنے کیلئے جن روایتوں کو ذکر کیا ہے، ان میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ اس کے رواۃ یا تو مجروح ہیں اور یا مجہول اور یہ بات اجماعی ہے کہ کسی عام مسلمان کی بھی اس طرح کی روایتوں سے برائی بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ ائمہ مسلمین میں سے کسی کی ان روایتوں کو بنیاد بنا کر برائی بیان کی جائے۔“ ان الاسانید التي ذکرها للقدح لا یخلو غالبها من متکلم فیہ او مجہول ولا یجوز اجماعاً عرض مسلم بمثل ذلك فکیف بامام من ائمة المسلمين۔“ (۱) اور علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: ”اے مخاطب! تو خطیب کے کلام سے دھوکا مت کھا۔ اس کے اندر بہت

تعب تھا۔“ لاتفترب کلام الخطیب فان عنده العصبية الزائدة۔“ (۱) جبکہ علامہ شعرانی فرماتے ہیں: ”بعض متعصبین نے جو امام ابوحنیفہؒ کے حق میں بدگوئی کی ہے۔ اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی درست ہے کہ امام صاحبؒ پابند رائے تھے بلکہ ان کی بات جو امام کے حق میں طعنہ کرنے، محققین کے نزدیک بکو اس سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی ہے۔“ ولا عبرة بکلام بعض المتعصبين في حق الامام ولا بقولهم انه من جملة اهل الرأي بل کلام من يطعن في هذا الامام عند المحققين يشبه الهذيانات۔“ (۲)

**علامہ خطیب بغدادیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کی جلالت قدر:**

ناظرین کرام! علامہ خطیب بغدادیؒ نے امام اعظمؒ کے متعلق جو اکابر کی طرف منسوب بعض ناعاقبت اندیش رواۃ کی رطب و یابس اور وہی تباہی باتیں جمع کیں ہیں۔ وہ صرف ایک تاریخی حیثیت سے دوسرے حضرات کی طرف منسوب باتوں کی طرح لکھی ہیں۔ ورنہ علامہ خطیب بغدادیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ بڑی جلالت شان کے مالک تھے۔ چنانچہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق لوگوں کے واہیات ذکر کرنے سے قبل آپؒ کے مناقب میں چوالیس صفحات پر محیط ایک مفید بحث تحریر کی ہے نیز مناقب کے ذکر کرنے کے بعد اور جرح کے ذکر کرنے سے قبل ایک تمہید باندھتے ہوئے لکھا ہے: ”ناقلین حدیث کے یہاں ائمہ مذکورین کے ایسے اقوال بھی امام ابوحنیفہؒ کے متعلق محفوظ ہیں جو بیان بالا کے خلاف ہیں اور انہوں نے ان کی بابت بہت کلام کیا ہے۔ اس کلام کے باعث وہ امور شنیعہ ہیں جو

ان کے متعلق محفوظ ہیں ان میں سے بعض تو اصول دین کے متعلق ہیں اور بعض فروع کے متعلق۔ ہم انشاء اللہ ان کا ذکر کریں گے لیکن جو لوگ اس کو سن کر ناپسند کریں ان سے ہم معذرت کرتے ہیں کہ ہم ابوحنیفہؒ کی جلالت قدر کے قائل ہیں تاہم ان کو اس بارہ میں دوسرے علماء کی طرح سمجھتے ہیں کہ ان کے خلاف جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان کو بھی ہم بیان کر دیں جیسا کہ ہم نے دوسرے علماء کے ذکر میں کیا ہے۔“

”والمحفوظ عند نقله الحديث عن الائمة المتقدمين وهؤلاء المذكورين منهم في ابى حنيفة خلاف ذلك وكلامهم فيه كثير لامور شنيعة حفظت عليه يتعلق بعضها باصول الديانات وبعضها بالفروع نحن ذاكروها بمشية الله ومعتذرون على من وقف عليها وكره سماعها بان اباحنيفة عند نامع جلالة قدره اسوة غيره من العلماء الذين دوننا ذكرهم في هذا الكتاب ووردنا اخبارهم وحكيانا اقوال الناس فيهم على تباينها والله الموفق للصواب.“ (۱)

**علامہ خطیب بغدادیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ ائمہ حدیث میں سے تھے:**

قارئین کرام! جیسا کہ فقیر نے ابھی باحوالہ ذکر کیا کہ علامہ خطیبؒ امام ابوحنیفہؒ کی جلالت قدر کے معترف تھے۔ انہوں نے ”تاریخ بغداد“ کے علاوہ ”الکفایہ“ میں اصول حدیث کی بعض باتوں کے ثابت کرنے کیلئے امام ابوحنیفہؒ کے قول سے استدلال کیا ہے اور بعض ابواب میں آپؒ کے ایک قول کو مختلف پیرایوں میں ذکر کرتے ہوئے حجت پکڑی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ خطیبؒ کے ہاں امام

اعظمؒ کی جلالت شان فی الحدیث مسلم تھی۔ چنانچہ مذکورہ بالا دعویٰ کی تائید کیلئے امام ابوحنیفہؒ کے ایک دو ایسے اقوال پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے علامہ خطیبؒ نے دلیل پکڑی ہے۔ لیکن پہلے محدثینؒ کی اصطلاح کی تشریح لکھی جاتی ہے تاکہ بصیرت تام حاصل ہو سکے۔

## تخل حدیث کے وقت شیخ سے سننے یا شیخ کے سامنے پڑھنے کا حکم:

ناظرین کرام! احادیث پڑھنے پڑھانے کے دوران کبھی شیخ شاگرد پر قرأت کرتا ہے جس کو "قراءة الشيخ" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی تلامذہ میں سے کوئی تلمیذ قرأت کرتا اور شیخ اس کو سنتا ہے تو اس قسم کو "القراءة علی الشيخ" اور "عرض" کہا جاتا ہے اور یہ جمہور محدثینؒ کے نزدیک "السمع من الشيخ" کے مثل حجت ہے۔ کیونکہ ضمام بن ثعلبہؒ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے سوالات کئے اور آپ ﷺ نے ان کو "ہاں" کے ساتھ جوابات دیئے اور پھر انہوں نے اپنی قوم میں جا کر لوگوں کو اس کی خبر دی اور انہوں نے ان کی بات بلا تکثیر تسلیم کی، لیکن جمہور محدثینؒ کے نزدیک شیخ سے سماع کرنا بمقابلہ شیخ کے سامنے پڑھنے سے افضل اور اعلیٰ و ارجح ہے، البتہ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام بخاریؒ اور اکثر علماء مجاز و کوفہ کے نزدیک دونوں برابر یا شیخ کے سامنے قرأت کرنے سے شیخ سے سننا افضل ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ امام شعبہؒ امام تحکی القطانؒ اور امام مالکؒ (فی روایۃ) نے "القراءة علی الشيخ" کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ ہر انسان دوسرے لوگوں کے کام کے مقابلہ میں اپنے ذاتی کام میں بہت زیادہ احتیاط برتا ہے۔ اس لئے شاگرد کی قرأت جو کہ اپنے لئے پڑھتا ہے، شیخ کی قرأت



سے جو کہ دوسرے (یعنی شاگرد) کیلئے پڑھتے ہیں، احوط شمار ہونا چاہئے۔ نیز شیخ کی خطا کو شاگرد لاعلمی یا رعب شیخ کی وجہ سے نہیں پکڑ سکتا، بمقابلہ شاگرد کی خطا کے، کہ اس کی خطا شیخ پکڑ سکتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ اور حافظ سخاویؒ کے نزدیک امکان خطا سے بچنا ہی اصل ہے اور چونکہ حالات مختلف ہوا کرتے ہیں اس لئے جہاں جو مشکل مامون عن الخطا ہو وہاں وہی طریقہ ہی اقویٰ و افضل ہے۔ چنانچہ بعض حالات میں سماع اور بعض میں قرأت افضل اور بہتر ہے۔ مثال کے طور پر اگر شیخ شاگرد سے سنتے وقت خود پڑھنے سے زیادہ بیدار رہے یا شاگرد استاد سے علم واضبط ہو، تو ان صورتوں میں قرأت بمقابلہ سماع کرنے کے بہتر ہے اور اگر شاگرد کے پڑھتے وقت استاد پر نیند کا غلبہ ہوتا ہو یا شاگرد کے پڑھنے کی وجہ سے استاد کو شاگرد کی غلطیاں پکڑنا مشکل ہو، تو وہاں سماع ہی بہتر (بلکہ ضروری) ہے۔ (۱)

**شیخ کے سامنے پڑھنا، شیخ سے سماع کرنے سے مختار ہے:**

علامہ خطیبؒ کے نزدیک شیخ کا شاگرد پر قرأت حدیث کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن شاگرد کا شیخ پر قرأت کرنا مختار مذہب ہے۔ جس کی تائید میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کا قول پیش کیا ہے۔ چنانچہ علامہ موصوفؒ "باب ذکر الروایة عن کان یختار القراءة علی المحدث علی السماع من لفظہ" کے تحت تحریر فرماتے ہیں: "ابو یوسفؒ کہتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ نے کہا: "البتہ محدث پر میرا پڑھنا محدث کا مجھ پر پڑھنے سے مجھے زیادہ پسند ہے۔" یعنی مجھے شیخ سے سماع کرنے سے شیخ کے سامنے قرأت کرنا زیادہ پسند ہے۔" قال ابو یوسف: قال ابوحنیفہ: "لأن

اقراً علی المحدث احب الی من ان یقرأ علی۔ (۱)

## ”القرأة علی المحدث“ کے بعد بوقت ادا کیا کہا جائے:

ناظرین کرام! احادیث پڑھنے پڑھانے کے دوران محدث کبھی ”اخبیرنا“ کبھی ”حدثنا“ اور کبھی ”سعمت“ وغیرہ کے مختلف الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ان الفاظ میں لغت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، البتہ محدثین کے نزدیک اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ متقدمین محدثین ان میں فرق کرتے ہیں جبکہ متاخرین علماء ان کے درمیان ترادف کے قائل ہیں۔ قائلین تفریق ”حدثنا“ قرأة الشیخ“ اور ”اخبیرنا“ ”القرأة علی الشیخ“ کیلئے بتاتے ہیں۔ یعنی ان کے ہاں لفظ ”حدثنا“ اس وقت بولا جاتا ہے جب استاد خود حدیث پڑھے، لیکن جب استاد کے سامنے ان کا شاگرد حدیث پڑھے اور شیخ خاموش ہو کر سنتا رہے، تو ادا کے وقت متقدمین کے نزدیک ”اخبیرنا“ کی تصریح کرنی چاہئے۔

## ”القرأة علی المحدث“ کے بعد بوقت ادا ”اخبیرنا“ کہنا:

پہلے زمانہ میں اسلاف میں احادیث حاصل کرنے کے یہی دو طریقے رائج تھے بعد میں اجازہ، مناوہ، مکاتبہ، اعلام و جادہ اور وصیت سے احادیث اخذ کرنے اور روایت کرنے کی رسم جاری ہوئی۔ ان آٹھ طرق اخذ و تحمل اور اداء کی مختلف صورتیں اور ان کیلئے علماء کے مخصوص صیغے جن کو ”صیغ الاداء والتحمل“ کہا جاتا ہے۔ ہماری ترمذی کی شرح ”دقائق السنن اردو شرح جامع السنن للامام الترمذی“

میں دیکھیں۔ یہاں صرف "القرأة علی الشیخ" پر "صیغ الاداء" پڑھنے کی بابت عرض کیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ خطیبؒ کے نزدیک شیخ پر شاگرد کی قرأت حدیث کرنے کے بعد بوقت ادا "اخبِرنا" کہنا کافی ہے۔ جس پر "باب ذکر الروایة عن من قال فی العرض ﴿اخبِرنا﴾ ورأی ان ذلك كافية" کے تحت امام ابوحنیفہؒ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "عبداللہ ابن مبارکؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی کہ آپؒ نے فرمایا: "جب شاگرد علماء پر علم کی قرأت کرے۔ پس (جب) وہ اس پر (دوسروں کو) خبر دے تو اگر 'اخبِرنا' کہے تو (اس میں) کوئی مضائقہ نہیں۔" عبداللہ یعنی ابن المبارک عن ابی حنیفة قال: لا بأس: اذا قرأ العلم علی العلماء فأخبَرَ به لا بأس ان یقول اخبِرنا۔ (۱)

## "القرأة علی المحدث" کے بعد بوقت ادا "حدثنا" کہنا:

تخل حدیث یعنی استاد سے حدیث پڑھتے وقت اگر شاگرد استاد پر قرأت کرے تو بوقت ادا یعنی اپنے تلمیذ کو پڑھاتے وقت "اخبِرنی" اور "اخبِرنا" کی بجائے "حدثنی" اور "حدثنا" پڑھنا بھی جائز ہے۔ علامہ خطیبؒ اصول حدیث کی مذکورہ کتاب میں ایک عنوان "باب ذکر الروایة عن اجاز ان یقال فی احادیث العرض "حدثنا" ولم یفرق بین "سمعت" و "حدثنا" و "اخبِرنا" کے تحت قول امام ابوحنیفہؒ کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: ابو عاصمؒ نے کہا: کہ "میں نے مالک بن انسؒ ابن جریجؒ سفیان ثوریؒ اور ابوحنیفہؒ سے اس آدمی کے متعلق پوچھا: "جو کسی محدث پر حدیث پڑھتا یعنی "القرأة

علی الشیخ“ کرتا ہے اور پھر وہ آدمی جب یہی حدیث دوسرے لوگوں کو سناتا ہے تو (“اخبِرنا“ کی بجائے) “حدَّثنا فلان“ کہتا ہے۔ (تو کیا یہ جائز ہے۔؟) ان حضرات نے کہا: ”ہاں پڑھ سکتا ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“ ابو عاصمؒ نے کہا: کہ ”یہ دو جہازی اور یہ دو عراقی ہیں۔“ آگے لکھتے ہیں: ”ابو قطنؒ کہتے ہیں: کہ ”مجھے امام مالکؒ نے کہا: ”مجھ پر قرأت کرو اور (پھر دوسروں کو پڑھاتے وقت) ”حدَّثنا“ کہو“ اور روحؒ نے (یہ الفاظ) زیادہ کئے کہ ابو قطنؒ نے کہا: کہ ”مجھے امام ابوحنیفہؒ نے کہا: ”مجھ پر قرأت کرو اور (پھر دوسروں کو پڑھاتے وقت) ”حدَّثنا“ کہو۔“ پھر آگے لکھتے ہیں: کہ ”ابو قطنؒ نے کہا: ”مجھے امام ابوحنیفہؒ نے کہا: کہ ”مجھ پر قرأت کرو اور (پھر دوسروں کو پڑھاتے وقت) ”حدَّثنی“ کہو۔ اگر میں تجھ پر اس (قسم کے الفاظ کے ساتھ روایت کرنے) میں کوئی گناہ دیکھتا تو میں اس کے ساتھ تجھے حکم نہ دیتا۔“ آگے خطیب صاحبؒ لکھتے ہیں: ابو قطنؒ نے کہا: ”مجھے امام ابوحنیفہؒ نے کہا: کہ ”مجھ پر قرأت کرو اور (پھر دوسروں کو پڑھاتے وقت) ”حدَّثنا“ کہو“ اور مجھے امام شعبہؒ نے کہا: کہ ”مجھ پر قرأت کرو اور (پھر دوسروں کو پڑھاتے وقت) ”حدَّثنا“ کہو۔“ قال ابو عاصم: سألت مالك بن انس وابن جريج وسفيان الثوري و ابا حنيفة عن الرجل يقرأ على الرجل الحديث فيقول: حدثنا؟ قالوا: لا بأس به ..... قال (ابو عاصم) سألت مالكا وابن جريج وسفيان الثوري و ابا حنيفة عن الرجل يقرأ الحديث على المحدث فيقول فيه: حدثنا فلان؟ ..... فقالوا: نعم. .... قال ابو عاصم: هذان حجازيان وهذان عراقيان ..... قال

(ابوقطن) قال لی مالک: اقرأ علی وقل "حدثنا" زاد ابن روح قال ابوقطن وقال لی ابوحنیفہ: اقرأ علی وقل: "حدثنا"..... وقال (ابوقطن) قال ابوحنیفہ: اقرأ علی وقل "حدثنی" لو رأیت علیک فی هذا شیئاً ما امرتک به..... قال (ابوقطن) قال ابوحنیفہ: اقرأ علی وقل "حدثنا" وقال لی شعبة: اقرأ علی وقل "حدثنا" (۱) اور امام ابو یوسفؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: کہ انہوں نے کہا: "میں نے امام ابوحنیفہؒ سے ایسے شخص کے متعلق جو دوسرے آدمی پر حدیث پیش کرے، پوچھا: کیا اس کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ (ادا کے وقت) اس (حدیث) کے ساتھ تحدیث کرے۔؟ تو کہنے لگے: "ہاں! اس کیلئے یہ جائز ہے کہ کہے: "حدثنی فلان" و "سمعت فلان"..... "علامہ خطیبؒ لکھتے ہیں: کہ "عبید نے کہا: "اور اسی طرح کا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور یہی میرا قول بھی ہے۔" قال ابو عبید: وكذلك قول ابی یوسف وهو قولی۔" (۲)

یاد رہے کہ علامہ خطیبؒ سے قبل علامہ ابو بکر احمد بن ابی خیمہ زہیر بن حربؒ (م ۲۷۹ھ) نے بھی امام ابوحنیفہؒ کا قول استدلال میں پیش کیا ہے۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں: کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: "اقرأ علی وقل حدثنی۔" (۳)

سلف میں سے کسی سے کوئی کتاب اجازت کے ساتھ ملے تو.....:

قارئین کرام! علامہ خطیبؒ "باب نکر من روی عنہ من السلف

ماخذ ومصادر: (۱) ایضاً: ۲/۲۵۸ تا ۲۶۰ (۲) ایضاً: ۲/۲۰۶ (۳) التاریخ الکبیر المعروف بہ تاریخ ابن

اجازۃ الروایۃ من الكتاب الصحیح وان لم یحفظ الراوی ما فیہ“ کے تحت لکھتے ہیں: کہ علی بن حسینؒ نے کہا: کہ ”میں نے اپنے والد صاحب کی کتاب میں ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط پایا (جس میں مرقوم تھا کہ) ابوزکریا یعنی یحییٰ بن معینؒ نے کہا: اور اس آدمی کے متعلق سوال کیا گیا جو حدیث کو اپنے خط سے پاتا ہے لیکن اس کو وہ حدیث یاد نہیں ہوتی (تو اس حدیث کا روایت کرنا اس شخص کیلئے جائز ہے یا نہیں؟) تو ابوزکریا نے کہا: کہ ”ابوحنیفہؒ“ کہا کرتے تھے: کہ ”بیان نہ کریں مگر وہ حدیث جس کو تم جانتے ہو اور جو تم کو یاد ہو۔“ ابوزکریا نے کہا: ”اور ہم تو کہتے ہیں: ”بے شک ہر وہ چیز بیان کر سکتا ہے جس کو وہ اپنی کتاب میں اپنے خط کے ساتھ پاتا ہے چاہے وہ اس کو جانتا ہے یا نہیں جانتا“ قال (علی بن الحسین بن حبان) وجدت فی کتاب ابی بخط یدہ قال ابوزکریا یعنی یحییٰ ابن معین: وسئل عن الرجل یجد الحدیث بخطہ لا یحفظہ فقال ابوزکریا: کان ابوحنیفۃ یقول: لا تحدث الا بما تعرف و تحفظ قال ابوزکریا: واما نحن فنقول: انه یحدث بكل شیء یجدہ فی کتابہ بخطہ عرفہ او لم یعرفہ۔“ (۱)

ناظرین کرام! یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ علامہ خطیب بغدادیؒ اصول حدیث کی کتاب میں بعض اہم مقامات پر دوسرے ائمہ کی طرح امام ابوحنیفہؒ کا قول بھی استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ البتہ ایک جگہ امام یحییٰ بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کرتے ہیں، لیکن چونکہ احادیث کے نقل کرنے کے باب میں یہ مذہب بہت سخت

تھا۔ اس لئے علامہ خطیبؒ نے امام یحییٰ بن معینؒ کے قول کو اختیار کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام یحییٰ بن معینؒ اور علامہ بغدادیؒ دونوں کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کی حدیث دانی مسلم تھی اور ان کے ہاں امام اعظمؒ ائمہ حدیث میں شمار تھے تب ہی تو انہوں نے آپؒ کا قول پیش کیا۔ بلکہ علامہ خطیبؒ نے مقام جرح میں معترض کے ایک قول کو رد کرنے کیلئے انہی امام یحییٰ بن معینؒ کا ایک قول تکرار کے ساتھ پیش کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ”ہاں! آپ (امام ابوحنیفہؒ) ثقہ ہیں، آپ ثقہ ہیں“ اور ان کا ایک دوسرا قول نقل کیا ہے: کہ ”ابوحنیفہ ثقہ تھے۔ وہی حدیث روایت کرتے جو ان کو بخوبی یاد ہوتی اور جو بخوبی یاد نہ ہوتی، اس کو روایت نہ کرتے۔“ لہذا اس تا سید سے معلوم ہوا کہ ان دونوں حضرات کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ حدیث کے انتہائی معتمد امام تھے۔ اور ان ہدایات سے مبرا تھے۔ البتہ مذکورہ آخری باب سے معلوم ہوتا ہے کہ احادیث کی تتبع اور تلاش میں امام اعظمؒ کا مذہب بہت شدید اور سخت تھا۔ پس جس شخص کا مذہب احادیث کی تلاش میں اتنا سخت ہو وہ کیونکر ضعیف ہو سکتے ہیں۔

قارئین کرام! امام ابوحنیفہؒ کو علامہ موصوفؒ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے جس کے دلائل آپ حضرات نے سابقہ صفحات میں ملاحظہ فرمائے۔ لہذا علامہ موصوفؒ کا امام ابوحنیفہؒ کی شان میں بے سرو پا روایات کا ذکر کرنا معاذ اللہ آپؒ کی بے قدری کرنی نہیں تھی، بلکہ تاریخی طرز کو برقرار رکھتے ہوئے آپؒ کی بابت ہر رطب و یابس کو جمع کیا ہے۔ جیسا کہ باقی دوسرے علماء کے متعلق موافق اور مخالف اقوال نقل کئے ہیں، لیکن علامہ موصوفؒ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق ان بے سرو پا جرحوں کی ذمہ داری لینے کو تیار نہیں تھے۔ کیونکہ اگر بالفرض ان کے نزدیک مذکورہ بالا جرحوں میں سے

صرف ایک جرح بھی ثابت ہوتی، تو امام ابوحنیفہؒ کی جلالت و عظمت کا اعتراف تو درکنار لبغض فی اللہ کی بناء پر امام صاحبؒ سے بغض کرتے۔ لیکن انہوں نے امام اعظمؒ کو بغض کی نظر سے دیکھنے کی بجائے ان کو ائمہ حدیث میں شمار کرتے ہوئے اپنا مقتدا بنایا ہے اور ان کے اقوال سے حجت پکڑی ہے۔

### علامہ خطیبؒ کا مقام جرح میں امام ابوحنیفہؒ کی تعدیل کرنا:

قارئین کرام! علامہ موصوفؒ امام صاحبؒ کے متعلق تاریخی نقطہ نگاہ سے جرحیں تو نقل کرتے ہیں، لیکن جرحیں نقل کرنے کے ساتھ ساتھ جا بجا خود ان کے تردیدی اقوال بھی نقل کرتے جاتے ہیں۔ حالانکہ قاعدہ کے تحت ان کو یہاں تعدیل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی تعدیل و مناقب کا باب قائم کیا ہے۔

مثال کے طور پر امام ابوحنیفہؒ کے متعلق خلق قرآن کے عقیدہ کی روایت بیان کرنے کے بعد علامہ موصوفؒ امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں: ”ہمارے نزدیک یہ قول صحیح نہیں کہ ابوحنیفہؒ قرآن کی مخلوق ہونے کے قائل تھے۔“ کلم یصح عندنا ان باحنیفة کان یقول القران مخلوق۔ اس کے بعد ابو سلیمان جوزجانی اور معلیٰ بن منصور کا قول نقل کیا ہے: ”نہ امام ابوحنیفہؒ نے نہ ابو یوسفؒ نے نہ زفرؒ نے نہ محمدؒ نے اور نہ ان کے کسی دوسرے شاگرد نے قرآن میں کلام کیا ہے۔“

واقعہ یہ ہے کہ بشر مرسی اور ابن ابی داؤد نے کلام کیا ہے اور اصحاب ابوحنیفہؒ کو بدنام کیا۔“  
”ما تکلم ابوحنیفة ولا ابو یوسف ولا زفر ولا محمد ولا احد من



اصحابہم فی القرآن وانما تکلم فی القرآن بشیر المریسی وابن داود  
فہؤلاء شانوا اصحاب ابی حنیفۃ۔

علامہ خطیبؒ لکھتے ہیں: کہ ”ایک بار امام ابوحنیفہؒ کے پاس عبد اللہ بن  
المبارک تشریف لائے تو آپؒ نے ان سے پوچھا: کہ ”تم لوگوں میں یہ کیا چرچا  
ہو رہا ہے؟“ جواب دیا: کہ ”ایک شخص جہم نامی کا چرچا ہے۔“ پوچھا: ”کیا کہتا ہے۔؟“  
کہا: ”قرآن کو مخلوق بتاتا ہے۔“ آپؒ نے سن کر یہ آیت پڑھی ﴿کبرت کلمۃ  
تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذباً﴾۔

قارئین کرام! علامہ خطیبؒ نے خود امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کر کے ثابت فرمایا  
کہ امام ابوحنیفہؒ علق قرآن کے قول سے بری ہیں اور یہ ان پر افتراء عظیم ہے۔  
علامہ موصوفؒ امام ابوحنیفہؒ پر جنت اور دوزخ کے غیر موجود ہونے کی جرح  
نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”قول بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ خود راوی ابو مطیع اس  
کا قائل ہے، ابوحنیفہؒ اس کے قائل نہ تھے۔“

علامہ خطیب بغدادیؒ نے ایک مقام پر امام ابوحنیفہؒ کے متعلق امام احمدؒ کی  
جرح نقل کی ہے: کہ ”ابوحنیفہؒ کذاب تھے۔“ (امام احمدؒ کی طرف اس جرح کا  
منسوب کرنا اگرچہ اس لئے بھی صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی مسند میں امام ابوحنیفہؒ  
سے حدیث نقل کی ہے، (۱)) حالانکہ انہوں نے اپنی مسند کو بے اصل احادیث سے  
پاک رکھا ہے۔ اگر امام ابوحنیفہؒ ان کے نزدیک اللہ نہ کرے، کذاب ہوتے، تو اپنی  
مسند میں ان کی حدیث ہرگز نقل نہ کرتے، لیکن چونکہ مذکورہ جرح ان کے نزدیک

مردود تھی اس لئے اس جرح کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ”یحییٰ بن معینؒ سے پوچھا گیا: کہ ”آیا ابوحنیفہ ثقہ ہیں؟ تو کہنے لگے: ”ہاں آپ ثقہ ہیں، آپ ثقہ ہیں“ اور ان کا ایک اور قول نقل کیا ہے: کہ ”ابوحنیفہ ثقہ تھے۔ وہی حدیث روایت کرتے جو ان کو بخوبی یاد ہوتی اور جو بخوبی یاد نہ ہوتی، اس کو روایت نہ کرتے۔“ قال نعم ثقة ثقة..... کان

**ابوحنیفہ ثقہ لایحدث بالحدیث الا ما یحفظ ولا یحدث بما لایحفظ۔**  
 ناظرین کرام! جرح کے دوران علامہ خطیبؒ کے مندرجہ بالا تصریحات غور سے پڑھنے کے بعد یہی رائے قائم ہو سکتی ہے کہ انہوں نے مخالف اقوال نقل کرنے میں صرف اپنا مورخانہ فریضہ ادا کیا ہے۔ امام اعظمؒ کے متعلق ان کی یہ رائے نہیں تھی اور نہ وہ راویوں کے اقوال کو صحیح جانتے تھے۔ بلکہ آپؒ خود امام ابوحنیفہؒ کی ثقاہت اور جلالت شان کے قائل تھے، جیسا کہ سیر حاصل بحث سے معلوم ہو چکا۔

**اہل علم کے ہاں امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب اقوال کی حیثیت:**

الغرض امام اعظمؒ کا دامن ان خرافات سے پاک ہے جس کا ذکر تاریخ بغداد میں ہوا ہے۔ جیسا کہ خود انہوں نے درمیان میں آپؒ کی ثقاہت اور صفائی خود نقل کر کے بتا دیا ہے۔ دوسرے اہل علم حضرات کا بھی یہی کہنا ہے کہ یہ زری خرافات ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ چنانچہ امام مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن الاثیر الجزریؒ (م ۶۰۶ھ) لکھتے ہیں: کہ اگر ہم امام ابوحنیفہؒ کے مناقب اور فضائل کی شرح میں گئے تو خطبے لمبے ہو جائیں گے اور ہم اپنی غرض اور مقصد تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ پس بے شک وہ عالم عامل صاحب ورع، زاہد عابد، تقی، علوم شریعت میں امام

اور پسندیدہ تھے اور تحقیق ان کی طرف ایسے اقوال منسوب کئے گئے ہیں جن سے ان کی شان بالاتر ہے۔ وہ اقوال خلق قرآن، قدر راجاء وغیرہ ہیں۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ ان اقوال کو ذکر کریں یا ان اقوال کے امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کرنے والوں کے نام لیں۔ یہ ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا دامن اس سے پاک تھا اور اللہ تعالیٰ کا ان کو ایسی شریعت کا دینا جو سارے آفاق میں پھیل گئی اور جس نے روئے زمین کو ڈھک لیا اور ان کے مذہب و فقہ کو قبول عام اور ان کے قول و فعل کی طرف رجوع ان کی پاک دامنی کی دلیل ہے۔ اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی راز مخفی نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی رضائے ہوتی، نصف یا اس کے قریب اسلام ان کی تقلید کے جھنڈے کے نیچے نہ ہوتا۔ (جبکہ گیارہویں صدی ہجری میں احناف کی تعداد کل اہل اسلام کا دو ٹکٹ ہو گیا تھا (۱)) حتیٰ کہ ہمارے زمانے تک جس کو ساڑھے چار سو برس ہو چکے ان کے فقہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو رہی ہے اور ان کی رائے پر عمل ہو رہا ہے۔ اس میں ان کے مذہب اور عقیدے کی صحت کے اول درجے کی دلیل ہے اور ان کی طرف جو کہا گیا ہے، آپ ان اقوال سے منزہ ہیں اور ابو جعفر طحاویؒ جو ان کے مذہب کے سب سے زیادہ اخذ کرنے والوں میں ہیں، نے ”عقیدہ ابوحنیفہؒ“ نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ یہی عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے۔ اس میں کوئی عقیدہ ان عقیدوں میں سے موجود نہیں، جو ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کئے گئے اور ان کی طرف سے کہے گئے ہیں۔ آپ کے اصحاب آپ کے احوال و اقوال سے دوسروں کی بنسبت زیادہ جاننے والے ہیں اور تحقیق امام طحاویؒ نے اس کا سبب بھی لکھا ہے: ”کیوں وہ اقوال ان کی طرف

منسوب کئے گئے۔ ہم کو ان کے ذکر کرنے کی اس لئے حاجت نہیں کہ ابوحنیفہؒ کی شان کا آدمی اور ان کا مرتبہ جو اسلام میں ہے اس کا محتاج نہیں کہ ان کی طرف سے کوئی معذرت کی جائے۔ واللہ اعلم۔“ (۱)

## اعتراض ۲:

امام ابوحنیفہؒ علم حدیث سے بے بہرہ اور فن حدیث میں یتیم تھے، یہی وجہ ہے کہ آپؒ سے کل سترہ یا زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سوا حدیث مروی ہیں، وہ بھی ایسی جن میں سے آدھی حدیثوں میں ان سے غلطیاں ہوئی ہیں؟ (۲)

## جواب:

امام ابوحنیفہؒ کے بارے ہم اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ مسلمانوں کے اتنے بڑے امام جس کا فقہی مسلک تمام فقہی مذاہب و مسالک سے فروع و استنباط کے لحاظ سے وسیع تر ہو۔ کائنات ارضی کے لاکھوں مسلمان آپ کے حلقہ بگوش ہوں اور علم حدیث میں ان کی کم مائیگی کا یہ عالم ہو کہ ان کو کل سترہ یا ڈیڑھ سوا حدیث یاد ہوں۔

تاریخ بغداد میں اگرچہ یہ اقوال صرف مؤرخانہ انداز میں مذکور ہیں، لیکن محققین علماء کے نزدیک ان اقوال کی اسناد مجروح ہونے کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ محققین نے ثابت کیا ہے کہ خطیبؒ نے ان کے نقل و روایت میں انصاف سے کام نہیں لیا، تو ان کی یہ بات کیونکر درست ہو سکتی ہے، جبکہ موافق و مخالف کے نزدیک امام اعظمؒ مسلم امام اور مجتہد تھے۔ جملہ محققین مع حضرت شاولی اللہ کے مجتہد کی

تعریف یہ کرتے آئے ہیں: کہ ”مجتہد وہی شخص ہو سکتا ہے جو قرآن، حدیث، آثار، تاریخ اور قیاس پر کافی عبور رکھتا ہو۔“ (۱) جس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کا ”ماہر القرآن والحديث والآثار والتاريخ والقياس“ ہونا باتفاق مجتہدین و محققین بمسلم تھا۔

### امام ابوحنیفہؒ حافظ الحدیث تھے:

قارئین کرام! ائمہ مجتہدینؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد و استنباط کا جو اعتبار کیا اور ان کے فقہی مسائل کا اہتمام کے ساتھ حاصل کرنے کی جو کوشش کی اور ان مسائل کی اشاعت کا جو انتظام کیا تھا، وہ کسی سمجھدار آدمی سے ڈھکی چھپی بات نہیں، بلکہ ہر ذی علم کے علم میں ہے اور جب امام ابوحنیفہؒ کا فقہی مسائل میں یہ عالی شان اور بلند مرتبہ ہے، جس کی عمارت کیلئے علم حدیث ایک بنیادی حیثیت کا حامل ہے، اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ مسائل کا استخراج، احادیث میں ملکہ راسخہ کے بغیر ممکن ہی نہیں اور امام صاحبؒ وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے دلائل کے ساتھ مسائل کا استنباط و استخراج کیا۔ پس اگر بقول معترضین امام ابوحنیفہؒ علم حدیث میں یتیم ہوتے اور علم حدیث سے لاتعلق ہوتے یا صرف سترہ احادیث کے حافظ ہوتے، تو آخر کیونکر آپ کی فقہ اتنی پروان چڑھی کہ آج تک سواد اعظم کیلئے قابل قبول بنی ہوئی ہے؟ لہذا یہ کہنا: کہ ”امام صاحبؒ عن حدیث میں اپانچ اور یتیم تھے“ قطعاً بے بنیاد ہے۔ آپ کا شمار حفاظ حدیث اور ائمہ و کبار محدثینؒ میں ہوتا ہے، بہت سے حفاظ و ائمہ حدیث نے امام ابوحنیفہؒ کو ”کبار حفاظ الحدیث“ میں شمار کیا ہے، نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔

- (۱) علامہ ذہبیؒ نے ”تذکرۃ الحفاظ“، ”المختصر“ اور ”طبقات الحفاظ من المحدثین“ میں؛
- (۲) علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبد البہادی المقدسی الحنبلیؒ نے اپنی مختصر کتاب ”المختصر فی طبقات علماء الحدیث“ میں؛
- (۳) حافظ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر الشہیر با بن ناصر الدین الشافعیؒ نے اپنی دونوں کتابوں ”بدریۃ البیان عن موت الاعیان منظومۃ“ اور اس کی شرح ”التبیان لبدریۃ البیان“ میں؛
- (۴) امام جمال الدین حنبلیؒ المعروف بہ ابن المیزد (بکسر المیم وسکون الموحدة وفتح الراء الخفیفة) نے ”طبقات الحفاظ“ میں؛
- (۵) علامہ عبد اللطیف بن مخدوم علامہ محمد ہاشم سندھیؒ نے اپنی کتاب ”ذَبُّ ذُبَابَاتِ الدِّرَاسَاتِ عَنِ الْمَذَاهِبِ الْارْبَعَةِ الْمُتَنَاسِبَاتِ“ میں؛
- (۶) امام جلال الدین السیوطیؒ نے ”طبقات الحفاظ“ میں؛ (جس کو علامہ عبدالرشید نعمانیؒ نے اپنی کتاب ”التعلیقات علی ذَبُّ ذُبَابَاتِ الدِّرَاسَاتِ عَنِ الْمَذَاهِبِ الْارْبَعَةِ الْمُتَنَاسِبَاتِ“ میں نقل کیا ہے۔)
- (۷) امام حافظ سمعانیؒ نے اپنی ”کتاب الانساب“ میں؛
- (۸) علم حدیث ورجال کے ماہر علامہ محدث محمد بن رستم بن قباد الحارثی البدرخشیؒ نے اپنی کتاب ”تراجم الحفاظ“ میں؛
- (۹) مؤلف سیرۃ الشامیۃ امام حافظ محمد بن یوسف الصالحی دمشقی الشافعیؒ نے اپنی کتاب ”عُقُودُ الْجَمَانِ فِي مَنَاقِبِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ ابِي حَنِيفَةَ الْعَمَانِ“ میں اور
- (۱۰) علامہ محدث اسماعیل الجبلونی بن محمد جزّاح الشافعیؒ نے اپنے رسالہ ”عقد الجواهر الثمینیہ

فی اربعین حدیثا من احادیث سید المرسلین ﷺ، میں امام ابوحنیفہؒ کو حفاظ حدیث میں سے شمار کیا ہے۔ جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ حافظ الحدیث تھے۔ لہذا آپؒ پر ”یتیم فی الحدیث“ کا حکم اس معنی میں لگانا کہ ان کے پاس احادیث نہیں تھے بے معنی ہے۔ (۱)

مندرجہ بالا ائمہ حدیث میں سے صرف ایک امام جو سرزمین مصر کے عظیم محدث حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ ہیں، کا تبصرہ لکھا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں اور قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ آپؒ اپنی کتاب ”عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان“ میں رقمطراز ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ عظیم اور بہت بڑے حفاظ حدیث میں سے تھے اور ما قبل میں گزر چکا ہے کہ آپؒ نے چار ہزار تابعینؒ وغیر تابعینؒ سے علم حدیث حاصل کیا اور حافظ ناقد ابو عبد اللہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب ”المصنوع“ اور ”طبقات الحفاظ من المحدثین“ میں آپؒ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور تحقیق آپؒ نے صحیح اور بہترین بات فرمائی ہے اور اگر آپؒ حدیث نبوی ﷺ میں کثرت سے شغف نہ رکھتے، تو فقہی مسائل کا استنباط آپؒ کیلئے ممکن نہ ہوتا۔ پس آپؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اولہ (قرآن و سنت اور اجماع) سے استنباط فرمایا اور خارج میں ان کی احادیث کا عدم ظہور اس پر دلالت نہیں کرتا کہ امام ابوحنیفہؒ احادیث میں شغف نہیں رکھتے تھے جیسا کہ آپؒ سے حسد رکھنے والے بعض حاسدین کا خیال ہے، ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔“ (۲) نیز لکھتے ہیں: ”امام ابوحنیفہؒ نے کثیر احادیث کے حامل ہونے کے باوجود کم مقدار میں احادیث روایت کیں۔ اس لئے کہ آپؒ استنباط مسائل میں منہمک رہا کرتے تھے۔ امام مالکؒ و امام شافعیؒ سے کثرت احادیث کے باوجود قلت روایت کی

وجہ بھی یہی ہے۔ جس طرح حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ نے وسعت علم کے باوجود کم حدیثیں روایت کیں۔ حالانکہ دیگر صحابہؓ کی مرویات ان سے بہت زیادہ ہیں۔“ آگے چل کر حافظ محمد بن یوسفؒ نے ایسے واقعات بیان کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ کو بکثرت احادیث یاد تھیں، پھر آپؒ نے جناب امام صاحبؒ کی ان اسانید کا تفصیلی ذکر بھی کیا ہے، جو سترہ مسانید کے جامعین نے ذکر کی ہیں اور پھر آپؒ کی مرویات کی چالیس احادیث کے ذکر کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ (۱)

**امام ابوحنیفہؒ سے کبار ائمہ و حفاظ حدیث نے احادیث روایت کیں:**

قارئین کرام! جس طرح امام ابوحنیفہؒ کی علم حدیث میں جلالت شان کے شافعیؒ و حنبلیؒ حضرات معترف اور قائل ہیں، اسی طرح مالکیہؒ بھی آپؒ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں، چنانچہ شیخ الاسلام حافظ ابو عمر یوسف بن عبدالبراندلسی مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں: ”حماد بن زیدؒ نے امام صاحبؒ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔“ اور فرماتے ہیں: ”کہ امام ابوحنیفہؒ سے خالد واسطیؒ نے بہت سی احادیث روایت کیں۔“ جبکہ حضرت وکیعؒ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں: ”کہ امام وکیعؒ کو امام ابوحنیفہؒ کی تمام احادیث یاد تھیں اور انہوں نے امام صاحبؒ سے بہت سی احادیث سنی تھیں۔“

”وروی حماد بن زید عن ابی حنیفۃ احادیث کثیرۃ۔“ (۲) ”وروی عنہ خالد الواسطی احادیث کثیرۃ۔“ (۳) ”وکان یحفظ (وکیع) حدیثہ کلہ وقد سمع عن ابی حنیفۃ حدیثاً کثیراً۔“ (۴)

ماخذ و مصادر: (۱) شخص از عقود الجمان .....: ۲۸۲۳-۲۵۵: حدیث رسول ﷺ کا تشریحی مقام: ۵۸۳

(۲) الانتقاء: ۲۰۱: (۳) ایضاً: ۲۱۱: (۴) جامع بیان العلم و فضلہ: ۱۳۹/۲



محدث ابن عدی (م ۳۶۵ھ) امام اسد بن عمرو (م ۱۹۰ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ”اصحاب الرأی (فقہاء) میں امام ابوحنیفہؒ کے بعد اسد بن عمرو سے زیادہ احادیث کسی اور کے پاس نہیں تھیں۔“ ”ولیس فی اصحاب الرأی بعد ابی حنیفة اکثر حدیث منه۔“ (۱)

امام صدرالائمہؒ کی حنفی امام بخاری کے شیخ امام مکی بن ابراہیمؒ (م ۲۱۵ھ) کی بابت لکھتے ہیں: ”وہ امام صاحبؒ کی خدمت میں رہے اور امام صاحبؒ سے حدیث وفقہ کی سماع کی اور آپؒ سے بکثرت احادیث روایت کیں اور بارہ سال سے زیادہ ساتھ رہے۔“ ”ولزم اباحنیفة رحمہ اللہ وسمع منه الحدیث والفقہ واكثر عنه الروایة وكان قد جاوز ثنتی عشرة سنة“ (۲)

امام عیسیٰ بن ہامانؒ ابو جعفرؒ کے بارے لکھتے ہیں: ”آپؒ اہل الرأی (فقہاء) کے حدیث وفقہ میں امام تھے۔ آپؒ نے امام صاحبؒ سے بہت سی احادیث وفقہ کی روایتیں لی ہیں“ اور فرماتے ہیں: ”میں نے امام صاحبؒ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔“ ”امام اهل الرأی فی الحدیث والفقہ اکثر عن ابی حنیفة روایة الحدیث والفقہ وكان يقول مارایتہ أفقه من ابی حنیفة۔“ (۳)

امام موفقؒ لکھتے ہیں: ”عبد اللہ بن یزیدؒ جو کہ ابو عبد الرحمن المقرئؒ (م ۲۱۳ھ) ہیں وہ خود بھی اصحاب الحدیث کے حفاظ اور کبار ائمہ میں سے تھے۔ انہوں نے امام صاحبؒ سے بہت سی احادیث روایات کیں۔“ ”وعبد اللہ بن

یزید هو ابو عبد الرحمن المقرئ من حفاظ الحدیث وکبرائهم اکثر

عن ابی حنیفۃ الروایۃ فی الحدیث۔ (۱) اور اسی ابو عبد الرحمنؒ (م ۲۱۳ھ) کے بارے بعض مصنفین لکھتے ہیں: کہ ”آپؒ نے امام صاحبؒ سے نو سو احادیث سنی تھیں۔“ اور خطیب بغدادی لکھتے ہیں: کہ ”جب آپؒ امام ابوحنیفہؒ کی سند سے کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے: کہ ”ہم سے ”شاہنشاہ فی الحدیث“ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔“ جبکہ امام موفقؒ نے ”شاہ مردان ذکر کیا ہے۔“ ”وکان اذا حدث عن ابی حنیفۃ قال حدثنا شاہنشاہ۔“ (۲) ”حدثنا شاہ مردان“ (۳) ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اکابر نے امام ابوحنیفہؒ کو احادیث میں امام تسلیم کیا ہے۔ گزشتہ صفحات میں اس کی کچھ جھلکیاں دکھائی گئی ہیں۔ ”من شاء فليراجع“

قارئین کریم! ایک ایسی ہستی جس کیلئے ائمہ حدیثؒ ”الامام“ ”المحدث“ اور ”شیخ الاسلام“ (۴) جیسے الفاظ استعمال کرتے ہوں، وہ ہستیاں امام ابوحنیفہؒ سے نہ صرف احادیث پڑھتے ہیں بلکہ بڑے فخر کے ساتھ دوسروں کے سامنے بھی انہی روایات کو نقل کرتے ہیں اور وہ بھی اس طریقے سے کہ حدیث روایت کرتے وقت آپؒ کیلئے ”امیر المؤمنین فی الحدیث“ اور ”شاہنشاہ“ ”شاہ مردان (فی الحدیث)“ جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں، تو کیا اس کے باوجود آپؒ کے محدث اور حافظ الحدیث ہونے میں کچھ شک و شبہ کی گنجائش باقی رہتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ لیکن اگر پھر بھی کوئی شخص اپنی بات پر مصر ہو، تو ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں:

ع      ہمیں عقل و دانش بباہد گریست      اور

ماخذ و مصادر: (۱) المناقب للموفق: ۳۲/۲ (۲) تاریخ بغداد: ۳۴۵/۱۳ (۳) المناقب للموفق: ۳۲/۲

(۴) تذکرۃ الحفاظ: ۲۳۴/۱

عربی تو مے اندیش زغوغائے رقیباں آوازِ سگان کم نہ کند رزق گدارا

قارئین کرام! اللہ نہ کرے! اگر امام صاحبؒ احادیث میں یتیم ہوتے یا آپؒ کو فن حدیث میں کمال تامہ حاصل نہ ہوتا، تو آپؒ کے پاس مشتبہ اور مشکل احادیث کی تفسیر کے سیکھنے کیلئے کبار محدثین مثل زکریا بن ابی زائدہؒ عبد الملک بن ابی سلیمانؒ اور امام لیثؒ وغیرہ کبھی نہ آتے؟ اور یہ کبار محدثین کبھی بھی اپنے زانوائے تلمذ آپؒ کے سامنے تہہ نہ کرتے؟ ائمہ کبار کا آپؒ کے ہاں احادیث کے عقدوں کے حل کیلئے تشریف لانا آپؒ کا حدیث میں کامل بلکہ اکمل اور اتم درجے میں ماہر ہونے کی دلیل ہے۔

**امام ابوحنیفہؒ نے احادیث کی صحت کیلئے کڑی شرطیں لگائی ہیں:**

محترم قارئین کرام! یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ جس طرح امام بخاریؒ اور امام ابو بکر بن العربیؒ کے نزدیک حسن حدیث حجت نہیں اور ان کی اس تحقیق کے لحاظ سے احادیث کا دائرہ یقیناً تنگ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ نے بھی حدیث کی صحت کیلئے سخت اور کڑی شرطیں لگائی ہیں۔ چنانچہ امام سیوطیؒ نے حدیث کے قبول کرنے کے بارے میں امام اعظمؒ کی بعض شرطیں نقل کر کے لکھا ہے: کہ ”یہ سخت مذہب ہے۔“ ”ہذا مذہب شدید۔“ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ جو وسعت احادیث کی ایسی سخت شرطیں نہ لگانے والوں کے ہاں ہے، وہ امام صاحبؒ کے ہاں باقی نہیں رہتی، مگر یہ کہنا کہ آپؒ فن حدیث میں نعوذ باللہ یتیم تھے یا اس سے چنداں دلچسپی نہیں رکھتے تھے، آپؒ پر بہتان عظیم ہے۔

## صحابہ کرامؓ میں قلت روایت:

امام شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: ”صحابہ رضوان اللہ علیہم باعتبار کثرت و قلت روایات حدیث چار قسم پر ہیں۔ (۱) مکثرین کہ ان کی مرویات ہزار یا اس سے زیادہ ہیں۔ (جیسے ابو ہریرہؓ) (۲) متوسطین کہ ان کی مرویات پانچ سو یا اس سے کچھ زیادہ ہیں جیسے حضرت ابو موسیٰؓ اور براء بن عازبؓ (۳) جمع کہ ان کی مرویات چالیس یا اس سے زیادہ تین چار سو تک ہیں اور (۴) مقلین جن کی مرویات چالیس تک نہ پہنچتی ہوں۔

جمہور محدثینؒ فرماتے ہیں: کہ ”صحابہؓ میں سے مکثرین آٹھ ہیں: ابو ہریرہؓ عائشہ صدیقہؓ عبد اللہ بن عمرؓ عبد اللہ بن عباسؓ عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ انسؓ جابرؓ اور ابو سعید خدریؓ۔ صحابہؓ میں متوسطین عمر بن خطابؓ علی بن ابی طالبؓ عبد اللہ بن مسعودؓ ابو موسیٰ اشعریؓ براء بن عازبؓ اور ان کے امثال ہیں جن کے ہاں پانچ سو سے زیادہ اور ہزار سے کم احادیث موجود ہوں۔

محترم قارئین کرام! فاروق اعظمؓ علی مرتضیٰؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ کے احادیث میں ایسا بہت دفعہ واقع ہوا ہے کہ بظاہر ان کی احادیث موقوف ہیں لیکن حقیقت میں وہ احادیث مرفوع ہیں۔ ان حضرات سے باب فقہ، باب احسان اور باب حکمت میں بہت زیادہ احادیث موقوفہ منقول ہیں جو کہ بہت سی وجوہ سے مرفوع ہیں۔ اس لحاظ سے یہ حضرات بھی مکثرین میں شمار ہوتے ہیں اور اس مقدمہ کے شواہد بہت ہیں اور مُتَفَطِّنٌ لِّیَبِّ کِلَیْلِے گنجائش ہے کہ جو ان کی جو احادیث موقوفہ فقہ اور احسان کے باب میں ذکر کئے گئے ہیں ان کو احادیث مرفوعہ مشتبہہ پر اصول میں پیش کرے اور سمجھے کہ

کہاں کہاں حدیث..... مرفوع ہے۔“ انتہی ملخصاً مع تغیر یسیر فی التعبير۔

## قلت روایت معیوب نہیں:

قارئین کرام! قلت روایت کوئی عیب نہیں اگر بالفرض محدثین اور فقہاء کے ہاں قلت روایت عیب شمار ہوتی، تو نبوت کے چھٹے سال سے تا وصال نبوی ﷺ ساتھ دینے والے خلیفہ ثانی عمر فاروقؓ سے ۵۴۵ مرویات، آغوش نبوی ﷺ میں بچپن سے چوبیس سال تک رہنے والے حضرت علیؓ سے صرف ۵۸۶ مرویات، ہمیشہ پابندی سے احادیث رسول اللہ ﷺ لکھنے والے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی ۷۰۰ مرویات اور ۲۲ سال کے خصوصی خادم رسول ﷺ، آپ ﷺ کے اکثر و بیشتر اسفار میں مسواک، نعلین، اور سرہانہ کی خدمت انجام دینے والے حاضر باش خدمت گزار (بقول عمرؓ کی بھرپور کوٹھڑی) حضرت عبداللہ بن مسعود قرشی ہذلیؓ کی ۸۸۴ یا ۸۲۸ مرویات نہ ہوتیں اسی طرح آپ ﷺ کے دنیا و آخرت میں جگری دوست حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ ﷺ کے داماد حضرت عثمان غنیؓ نیز مغیرہ بن شعبہؓ اور معاذ ابن جبلؓ جیسی عظیم ہستیاں سو (۱۰۰) سے کچھ اوپر احادیث کے روایت کرنے والے نہ ہوتے۔ بلکہ چوراسی (۸۴) صحابہؓ ایسے ہیں جن کی احادیث کی تعداد سو (۱۰۰) سے بھی کم ہے۔ دو حضرات انیس انیس (۱۹، ۱۹) ’چھ صحابیؓ اٹھارہ اٹھارہ (۱۸، ۱۸) ’ تین حضرات سترہ سترہ (۱۷، ۱۷) ’ تین حضرات سولہ سولہ (۱۶، ۱۶) ’ چار حضرات پندرہ پندرہ (۱۵، ۱۵) ’ گیارہ حضرات چودہ چودہ (۱۴، ۱۴) ’ سات حضرات تیرہ تیرہ (۱۳، ۱۳) احادیث روایت کرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ تعداد ان

صحابہؓ کی ہے جن سے صرف ایک ایک (۱) حدیث مروی ہے۔ (۱)

بعض صحابہؓ سے یقیناً زیادہ احادیث بھی مروی ہیں لیکن یہ بہت کم ہیں چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی کل احادیث ۵۳۷۴ ماں عائشہ صدیقہؓ کی ۲۲۱۰ عبد اللہ بن عباسؓ کی ۱۶۶۰ عبد اللہ بن عمرؓ کی ۱۶۳۰ جابر بن عبد اللہؓ کی ۱۵۴۰ انس بن مالکؓ کی ۱۲۸۶ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی ۱۱۷۰ تھیں۔ (۲) لیکن اکثر صحابہؓ کی روایات بہت کم اور نہ ہونے کے برابر ہیں۔

در اصل بات یہ ہے کہ بعض حضرات صحابہؓ خصوصاً ﷺ سے منسوب کر کے روایات بیان کرنے میں انتہائی احتیاط برتتے تھے کہ اللہ نہ کرے! اگر روایت کرنے میں نادانستہ طور پر کہیں فرق بھی آجائے، تو وعید کے مستحق بننے سے بچ نہ سکیں گے۔ اس لئے ان سے بہت کم روایات مروی ہیں اور احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ اور وافر معلومات کو مسائل و فتاویٰ کی شکل میں پیش کیا ہے، جیسا کہ "الاصابة" میں مذکورہ بالا شخصیات حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سمیت، حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ام المومنین حضرت عائشہؓ کے بارے لکھا ہے: "ان کے فتاویٰ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان میں سے ہر ایک فتاویٰ سے ایک مستقل ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے۔"

**قلت روایت کے باوجود تمام علوم صحابہؓ کے منبع صحابہ کرامؓ:**

یہی وجہ ہے کہ ایک جلیل القدر تابعی امام مسروقؓ اتنی کم روایات کے منقول

ماخذ و مصادر: (۱) اعلاء السنن: ۲۲/۲۱ بحوالہ ازالۃ الخفاء مقصد ۲-۲۱۲ (۲) تلخیص از تارخ و اصول حدیث:

ہونے کے باوجود ان حضرات کے بارے فرماتے ہیں: کہ ”میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو بنظر غائر دیکھا، تو سب کے علوم کا منبع حضرت عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، زیدؓ، ابوذرؓ اور ابی بن کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو پایا اور اسکے بعد پھر زیادہ عمیق نظر سے دیکھا، تو ان چھ حضرات کے علوم کا خزانہ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کو پایا۔“ (۱)

## امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی بنیاد:

امام شاولی اللہ خفیؒ بھی ایک طویل بحث چھیڑتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے: کہ ”ابوحنیفہؒ کے استاد الاستاد حضرت ابراہیم نخعیؒ نے اپنے مذہب کی بنیاد حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ رضی اللہ عنہما کے مسائل و فتاویٰ پر قائم کیا۔ ابراہیم نخعیؒ علماء کوفہ کے مخزن تھے اور ان کی فقہ کے اکثر مسائل اصل میں سلف یعنی صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں اور ابراہیم نخعیؒ نے وہی مسائل جمع کئے تھے، جن کو مشہور احادیث اور قوی دلائل کی صحیح کسوٹی پر کس لیا تھا۔“ (۲) اسی بحث کی تکمیل کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: کہ ”حضرت ابراہیم نخعیؒ کے مسائل اور فتاویٰ کو امام ابوحنیفہؒ نے حاصل کیا۔“ (۳)

قارئین کرام! اگر بالفرض قلت روایت کوئی عیب ہوتی تو ائمہ کرامؓ مذکورہ چھ حضرات کو اتنی کم روایات کی بناء پر علوم صحابہ کا منبع و مخزن اور سرچشمہ قرار نہ دیتے۔ حالانکہ انہوں نے مذکورہ چھ حضرات کو تمام علوم صحابہ کا منبع و مخزن قرار دیئے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ پھر مذکورہ صحابہ کرامؓ کے علوم کا خزانہ صرف حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کو بتایا ہے اور بقول شاہ ولی اللہؒ یہی دو حضرات ابراہیم نخعیؒ کے مذہب کی بنیاد ہیں اور پھر شاہ صاحبؒ ابراہیم نخعیؒ سے یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کو ورثہ میں منتقل ہونے کی خوشخبری

سناتے ہیں، تو گویا تمام صحابہؓ کے علوم کو یکجا کر کے ایک ٹھوس اور بے مثال مذہب بنانے کا شرف اور صرف اور صرف امام ابوحنیفہؒ کو حاصل ہے۔ وما ذالك على الله بعزیز وذاك فضل الله يؤتیه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔

**امام ابوحنیفہؒ تمام صحابہؓ کے علوم کا مغز اور خلاصہ تھے:**

ناظرین کرام! مذکورہ بالا بیان سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہؒ تمام صحابہؓ کے علوم کا مغز، خلاصہ اور نچوڑ تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ قلت روایت کے باوجود امام صاحبؒ کس طرح منبع علوم ٹھہرے؟ تو عرض ہے کہ امام صاحبؒ اور آپؐ کے تلامذہ نے صحابہ کرامؓ کے محتاط طریق کو اختیار فرمایا۔ انہوں نے ظاہری الفاظ کا تتبع، روایتی اعتبار سے حدیث کے ضعیف و قوی ہونے کا معیار ناسخ و منسوخ اور آخری عمل کی تحقیق کئے بغیر صرف نقل روایت پر اعتماد نہیں کیا، بلکہ انہوں نے مذکورہ جلیل القدر صحابہؓ کے مستحکم جامع اور محتاط طریقہ کو اپناتے ہوئے احادیث کے ساتھ ساتھ آثار، فتاویٰ اور اقوال و تعامل صحابہؓ کی تلاش و جستجو کی اور معانی حدیث کی تعیین میں ان سے مدد لی۔ فقہ حنفی کی یہ فضیلت اور فضل و فوقیت، حاسدین و معاندین اور متعصبین و مخالفین کیلئے وجہ حسد و مخالفت بنی۔ جب مخالفت کرتے ہوئے بھی کچھ نہ بن پڑا، تو قلت روایت کا الزام لگایا۔ حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا تحقیقی مطالعہ کرنے والے ائمہ کبار اور فقہاء عظام نے فقہ حنفی کے سینکڑوں مسائل و احکام کو صحیح احادیث کے بالکل موافق پایا، بلکہ امام عبداللہ بن مبارکؒ جیسی ہستی کو کہنا پڑا: کہ ”ابوحنیفہؒ کی رائے کا لفظ مت کہو، بلکہ تفسیر و حدیث کہو۔“ یعنی امام صاحبؒ نے جب بھی کوئی



رائے قائم کی وہ بعینہ قرآن کی تفسیر ہوتی ہے یا کوئی حدیث ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ سے مروی مسائل اور ان کا احادیث صحیحہ کے معیار پر صحیح اُترنا:

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدیؒ شارح قاموس نے فقہ حنفی کے احکام کے ادلہ صحیحہ

” عقود الجواهر المنیفة فی ادلة مذهب الامام ابی حنیفةؒ مموافق فیہ

الائمة الستة او احدہم“ کے نام سے ایک مستقل کتاب میں جمع کئے ہیں اسی طرح

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے اپنی کتاب ”اعلاء السنن“ جو کہ بائیس جلدوں پر مشتمل ہے

میں فقہ حنفی کے ادلہ جمع کئے ہیں۔ ساتھ ساتھ شرح کے طور پر ان احادیث پر خوب بسط

سے تفصیلی بحث بھی فرمائی ہے۔ ان بائیس جلدوں میں ایک ضخیم جلد حنفی اصول حدیث

پر ”قواعد فی علوم الحدیث“ کے نام سے ایک جلد علم فقہ کے فوائد میں ”فوائد

فی علوم الفقہ“ کے نام سے اور ایک جلد امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے محدث تلامذہ کی

تبحر علمی پر بنام ”ابوحنیفہ و اصحابہ المحدثون“ لکھی گئی ہے جبکہ ایک جلد تمام

جلدوں کی فہارس پر اور باقی اٹھارہ جلدیں ادلہ فقہ حنفی پر مشتمل ہیں۔ جن میں چھ ہزار ایک

سوتیس احادیث منقول ہیں۔ ان میں سے ایک جلد ”فوائد فی علوم الفقہ عمث“

فقہیہ ناقد حضرت مولانا حبیب احمد کیرانویؒ نے تحریر فرمائی ہے۔ باقی کتاب علامہ ظفر احمد

عثمانیؒ نے خود تصنیف فرمائی ہیں۔

قارئین کرام! یاد رہے امام ابوحنیفہؒ سے مروی مسائل ایک روایت کے

مطابق تریاسی ہزار اور دوسری روایت کے مطابق بارہ لاکھ تک پہنچتی ہیں۔

امام ابن ابی شیبہؒ نے مصنف کبیر میں امام ابوحنیفہؒ کے ان مسائل کا جائزہ

لیا ہے۔ جس میں انہوں نے امام صاحبؒ کے ان مسائل کی تعداد صرف ایک سو پچیس گنوائی ہے؛ جو کہ ان کے خیال کے مطابق صحیح احادیث کے معیار پر پورے نہیں اترے؛ لیکن یہ امام ابن ابی شیبہؒ کا محض خیال ہے۔ ہو سکتا ہے آپؒ کی علمی رسائی امام ابوحنیفہؒ کے مسائل کی اصل احادیث تک نہ ہو سکی ہو اور انہوں نے اپنے صواب دید پر ان مسائل کو معیاری اور صحیح احادیث کے خلاف شمار کئے ہوں؛ بلکہ حقیقت ایسا ہی ہے کہ ان کی رسائی امام ابوحنیفہؒ کے اصل احادیث تک نہیں ہوئی چنانچہ بعض علماء نے امام ابوحنیفہؒ کے ان متدلات کو مستقل کتب میں جمع کر کے امام ابن ابی شیبہؒ کی تردید کی ہے جن میں (۱) حافظ عبد القادر قرشیؒ مصنف الجواهر المصیہ فی طبقات الحنفیۃ نے "الدر المنیفة فی الرد علی ابن ابی شیبہ فیما اوردہ علی ابی حنیفہ" (۲) حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) جن کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانیؒ "الامام العلامة المحدث الفقیہ الشیخ الفاضل المحدث الكامل الاوحد" جیسے الفاظ استعمال فرماتے ہیں (۱) نے "الاجوبۃ المنیفة عن اعتراضات ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ" (۳) علامہ محمد زاہد کوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) نے "النکت الطریفة فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ" اور (۴) ملا کاتب چلبیؒ نے کشف الظنون میں مصنف کا نام بتائے بغیر ایک کتاب "الرد علی من رد علی ابی حنیفہ وافتخر بہ وجعلہ بابا فی کتابہ" لکھا ہے جس میں اولاً امام ابن ابی شیبہؒ کے مسائل مع

ماخذ و مصدر: (۱) حاشیہ امام ابن ماجہ اور علم حدیث: ۲۸۰ بحوالہ الضوء الملامع فی اعیان القرن التاسع از حافظ

سخاویؒ ترجمہ حافظ قاسمؒ

دلائل ذکر کئے ہیں اور پھر اصل مسئلہ کی تقریر مع جوابات قلمبند کی ہے۔ ان کتب کے علاوہ (۵) حافظ محمد یوسف صالحی شافعیؒ نے بھی علامہ ابن ابی شیبہؒ کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھنی شروع کی۔ ابھی دس اعتراضات کے جوابات لکھ چکے تھے کہ کتاب کا حجم بہت بڑھنے کی وجہ سے اس سلسلہ کو بند کر دیا کیونکہ ان دنوں ”سیرت شامیہ“ کی تکمیل میں مصروف تھے۔ (۱) اور (۶) ہمارے شیخ استاد محترم امام اہل السنۃ حضرت علامہ شیخ الحدیث و التفسیر مولانا محمد سرفراز خان صفدر برد اللہ مضجعہ کے ایک پوتے نے بھی ایک کتاب تحریر کی ہے جس میں انہوں نے بھی ان ایک سو پچیس مسائل کو صحیح احادیث سے ثابت کئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذکورہ ایک سو پچیس مسائل بھی نہ صرف احناف کے نزدیک صحیح احادیث کی معیار پر اترتے ہیں بلکہ شافعیہ حفاظ حدیث کے نزدیک بھی صحیح احادیث سے محلی و مزین ہیں، لیکن بالفرض اگر امام ابن ابی شیبہؒ کی بات صحیح بھی تسلیم کی جائے، تو باقی گیارہ لاکھ ننانوے ہزار آٹھ سو پچھتر یا کم از کم بیاسی ہزار آٹھ سو پچھتر مسائل صحیح احادیث کے موافق ماننا پڑے گا اور اس سے یہ لازمی نتیجہ بھی ماننا پڑیگا کہ احادیث سے بارہ لاکھ یا کم از کم تریاسی ہزار مسائل مستنبط کرنے والے کے پاس احادیث کا بہت بڑا جامع ذخیرہ موجود ہوگا۔ ورنہ اتنی کثیر مقدار میں صحیح مسائل کے ڈھیر کس طرح لگاتے۔

امام اعظمؒ سے سترہ مسانید کے علاوہ احادیث موقوفہ مسائل، احکام اور آثار صحابہؓ جو کہ ہزاروں صفحات پر مشتمل مروی ہیں، وہ آپؐ کے محدث ہونے پر کھلی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

الحاصل امام صاحبؒ کی طرف قلت روایت کی نسبت کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ علم اصول حدیث میں امام صاحبؒ کے نظریات و آراء نہ صرف مدون کئے گئے ہیں بلکہ رد و قبول کے لحاظ سے ان آراء پر اعتماد و بھروسہ بھی کیا گیا ہے۔ یعنی امام اعظمؒ نے جس حدیث یا راوی کو رد کیا ہے، محدثینؒ کی ایک جماعت نے بھی اس کو رد کیا ہے اور جس حدیث یا راوی کی تائید فرمائی ہے، محدثینؒ کی ایک جماعت نے بھی اس کو سینے سے لگایا ہے۔ کیا ایسے عظیم علمی شاہکار کو علم حدیث میں اپنا جی یا فن حدیث سے تہی دامن بے بہرا، غیر دلچسپی رکھنے اور احادیث میں غلطی کرنے والا قرار دیا جاسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

### امام ابوحنیفہؒ سے مروی روایات:

قارئین کرام! بعض ائمہ حدیث امام ابوحنیفہؒ کی طرف بعض دوسرے محدثینؒ کی طرح کبھی کم احادیث منسوب کرتے ہیں، جیسا کہ علامہ صدر الائمہؒ نے بحوالہ امام حسین ابن زیاد نقل کیا ہے: ”امام صاحبؒ نے چار ہزار احادیث روایت کی ہیں۔ دو ہزار امام حمادؒ اور دو ہزار باقی شیوخ سے“۔ کان ابوحنیفۃ یروی اربعة الاف حدیث الفین لحمادؒ والفین لسائر مشائخہ۔ (۱) جبکہ بعض ائمہ حدیث امام ابوحنیفہؒ کی طرف بعض اور محدثین کی طرح زیادہ احادیث بھی منسوب کرتے ہیں، جیسا کہ امام عبدالقادر قرشی حنفیؒ (م ۷۷۵ھ) حضرت امام ابو یوسفؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: کہ ”امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے کتاب الآثار روایت کی اور وہ ایک مضبوط جلد میں ہے۔“ یروی کتاب الآثار عن ابی حنیفۃؒ وهو مجلد ضخم (۲)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ”امام صاحبؒ کی احادیث میں یکتا اور منفرد کتاب جو (آج کل) موجود ہے، وہ کتاب الآثار ہے جس کو امام محمدؒ نے ان سے روایت کی ہے اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کی تصانیف میں اس سے پہلے بھی امام ابوحنیفہؒ کی احادیث میں سے بہت سی دوسری احادیث ملتی ہیں۔“ ”والموجود من حدیث ابی حنیفہؒ مفردا انما ہو کتاب الآثار التی رواها محمد بن الحسن عنہ ویوجد فی تصانیف محمد بن الحسن وابی یوسف قبلہ من حدیث ابی حنیفہؒ اشیاء اخری الخ۔“ (۱) جبکہ امام محمد بن سہلمہؒ فرماتے ہیں: کہ ”امام صاحبؒ نے اپنی تصنیف میں ۷۰ ہزار سے کچھ اوپر احادیث ذکر کی ہیں اور ”کتاب الآثار“ کو ۴۰ ہزار احادیث سے منتخب فرمایا ہے۔“ ”ان الامام ذکر فی تصنیفہ نیفاو سبعین الف حدیث وانتخب الآثار من اربعین الف حدیث الخ۔“ (۲)

### امام ابوحنیفہؒ سے مروی روایات میں تعارض اور تطبیق:

قارئین کرام! بظاہر مذکورہ ائمہ کے اقوال میں تعارض ہے لیکن ان میں علماء کرام نے یہ تطبیق دی ہے کہ جہاں ائمہ حدیث امام ابوحنیفہؒ یا اس طرح باقی اور محدثین کی طرف کم احادیث منسوب کرتے ہیں وہاں ان سے مراد صرف متون حدیث ہوتے ہیں اور جہاں ان کی طرف زیادہ احادیث کی نسبت کرتے ہیں وہاں مختلف اسانید کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ائمہ کبار کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسند احادیث کے کل متون صرف چار ہزار چار سو ہیں، چنانچہ علامہ امیر میمانی لکھتے ہیں: کہ ”بے شک تمام احادیث مسندہ صحیحہ جو بلا تکرار نبی کریم ﷺ سے مروی ہیں، وہ چار ہزار چار سو ہیں۔“ ”ان

جملة الاحاديث المسندة عن رسول الله ﷺ يعنى الصحيحة بلا  
تكرار اربعة الاف واربع مائة حديث. (۱)

الغرض امام صاحبؒ کی طرف جب متون کا اعتبار کیا گیا، وہاں آپؐ کی طرف کم احادیث اور جب اسناد کا اعتبار کیا گیا ہے، وہاں زیادہ احادیث منسوب کی گئی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ کرامؒ نے نہ صرف آپؐ کو بلکہ آپؐ کے اصحابؒ کو بھی ائمہ حدیث میں شمار کئے ہیں۔ چنانچہ علامہ عبدالکریم شہرستانی (م ۴۹۷ھ) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: کہ "الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب وسعيد بن جبیر الی ان قال ابوحنيفة وابويوسف ومحمد بن الحسن الشيباني وقدیر بن جعفر هؤلاء كلهم ائمة الحديث". یہ مذکور سب کے سب ائمہ حدیثؒ ہیں اور امام حاکمؒ لکھتے ہیں: کہ "ان علوم میں سے یہ نوع ان تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے مشہور ائمہ ثقافت کی معرفت میں ہے، جن کی احادیث جمع کی جاتی ہیں اور ان کے مذاکرے کئے جاتے ہیں اور ان کی ذات اور ذکر سے مشرق تا مغرب تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔" "هذا النوع من هذه العلوم معرفة الائمة الثقة المشهورين من التابعين واتباعهم ممن يجمع حديثهم والمذاكرة والتبرك بهم و بذكرهم من الشرق الى الغرب" (۲) اور پھر ص ۲۴۵ میں علم حدیث کے ائمہ ثقافت اور مشاہیر میں امام ابوحنیفہؒ عثمان بن ثابتؒ کا ذکر بھی ہے، اسی طرح حافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعیؒ (م ۹۴۲ھ) اپنی کتاب عقود الجمان میں لکھتے ہیں: کہ "امام ابوحنیفہؒ کبار محدثین اور فضلاء علماء میں شمار ہوتے ہیں اور اگر انہوں نے حدیث کی

کثرت کے ساتھ اہتمام نہ کیا ہوتا، تو فقہ میں ان کو استنباط کا ملکہ حاصل نہ ہوتا۔  
 ”کان ابوحنیفۃً من کبار حفاظ الحدیث و اعیانہم و لولا کثرة  
 اعتنائہ بالحدیث ماتہیا لہ استنباط الفقہ۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ”اکثر ائمہ حدیث و فقہ جیسا کہ امام مالکؒ  
 شافعیؒ احمدؒ اسحاق بن راہویہؒ ابو عبیدہؒ.....“ اسی طرح ابو یوسف صاحب ابی حنیفہؒ اور خود  
 ابوحنیفہؒ بھی اسی مرتبہ میں ہیں جیسا کہ ان کے ساتھ مناسب ہے، لیکن ان میں بعض کو  
 دو قسموں کی امامت میں وہ مقام حاصل تھا جو دوسروں کو حاصل نہ تھا اور بعضوں کو ان  
 میں سے صرف ایک قسم کی معرفت میں وہ مقام حاصل تھا جو دوسروں کو حاصل نہ تھا۔ اللہ  
 تعالیٰ تمام اہل علم و ایمان سے راضی ہو۔“ ”واکثر ائمة الحدیث والفقہ کمالک و  
 الشافعی و احمد و اسحاق بن راہویہ و ابی عبید و کذا لک الازاعی و  
 الثوری رحمہم اللہ ہولاء و کذا لک لابی یوسف صاحب ابی حنیفۃ و  
 لابی حنیفۃ ایضاً مالہ من ذالک و لکن بعضهم فی الامامۃ فی الصنفین  
 ما لیس للآخر و فی بعضهم من صنف المعرفة باحد الصنفین ما لیس  
 فی الآخر فرضی اللہ تعالیٰ عن جمیع اهل العلم والایمان۔“ (۱)

**امام ابوحنیفہؒ بڑے مجتہد تھے:**

مؤرخ شہیر علامہ ابن خلدونؒ امام ابوحنیفہؒ کی بابت تحریر فرماتے ہیں: کہ  
 ”علم حدیث میں امام صاحبؒ کے بڑے مجتہدین میں سے ہونے کی یہ دلیل ہے کہ  
 ان کے مذہب پر رد اوقولاً اعتماد اور بھروسہ کیا گیا ہے“ ”ویدل علی انہ من کبار  
 ماخذ ومصادر: (۱) تلخیص الاستعاۃ المعروف بالرد علی الکبری: ۱۳، ۱۴۔ طبع مصر

المجتہدین فی علم الحدیث اعتماد مذہبہ بینہم والتحویل علیہ  
واعتبارہ رداً وقبولاً۔“ (۱) امام خطیب ولی الدین محمد بن عبداللہ التبریزی  
الشافعیؒ (م ۴۰۷ھ) لکھتے ہیں: کہ ”آپ عالم عالم پر ہیزگار زاہد عابد اور علوم شریعت  
میں امام تھے“ فانہ کان عالماً عاملاً ورعاً زاهداً عابداً اماماً فی  
علوم الاسلامیۃ۔“ (۲) اور علامہ ابن حجر کی شافعیؒ فرماتے ہیں: کہ ”علامہ ذہبیؒ  
وغیرہ نے امام صاحب کو حفاظ حدیث کے طبقے میں لکھا ہے اور جس نے ان کے  
بارے میں یہ خیال کیا ہے کہ ان کا حدیث میں اہتمام نہ تھا، یعنی ان کا حدیث میں کم  
اور چھوٹا مرتبہ تھا، تو ان کا یہ خیال یا تو غلطی پر مبنی ہے یا حسد پر۔“ - ذکرہ الذہبی  
وغیرہ فی طبقات الحفاظ من المحدثین ومن زعم قلة اعتناہ  
بالحدیث فهو ا ما لتساہلہ او حسدہ۔“ (۳) اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: ”احذر  
ان تتوہم من ذلك ان اباحنیفۃ لم یکن له خبرۃ تامۃ بغير الفقه  
حاشا للہ کان فی العلوم الشریعیۃ من التفسیر والحدیث والالۃ من  
العلوم الادبیۃ والمقایس الحکمیۃ بحرا لا یجاری واما ما لایماری و  
قول بعض اعدائہ فیہ خلاف ذالک منشوۃ الحسد وحجۃ الترفع علی  
الاقران ورمیہم بالزور والبهتان ویأبی اللہ الا ان یتنورہ النخ۔“ (۴)  
اس عبارت کا تفصیلی ترجمہ رائے ابن حجرؒ کے تحت دیکھ لیں، یہاں صرف یہ بتانا  
مقصود ہے کہ امام صاحب علوم عالیہ والیہ اور ادبیہ وغیرہ تمام علوم کے ایک بحرنا پیدا  
کنار تھے اور جن لوگوں نے فقہ کے علاوہ بقیہ علوم میں ان کی کامل مہارت سے انکار کیا  
ماخذ ومصادر: (۱) مقدمۃ تاریخ ابن خلدون: ۳۴۵ طبع مصر (۲) اکمال (۳) الخیرات الحسان: ۶۸ (۴) ایضاً: ۲۸



ہے وہ غلطی پر ہیں۔ انکار تو کجا صرف وہم کی بھی اجازت نہیں ہے۔ ان مخالفین کے اس انکار کا منشاء محض حسد اور اپنی برتری کی خواہش اور اپنے اقران پر جھوٹ اور بہتان ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ تحریر فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ صحابی کی زیارت کی ہے اور عطاء، عاصم، علقمہ، حماد، حکم، سلمہ، ابو جعفر، علی، زیاد، سعید، عطیہ، ابوسفیان، عبدالکریم، یحییٰ اور ہشام رحمہم اللہ سے احادیث پڑھیں اور روایت کیں اور امام صاحبؒ سے حماد، ابراہیم، حمزہ، زفر، قاضی ابو یوسف، ابو یحییٰ، عیسیٰ، کعب، یزید، عبد الرزاق، محمد بن حسن، یحییٰ بن یمان، ابو عصمہ، نوح، ابو عبد الرحمن، ابو نعیم، ابو عاصم اور دوسرے حضرات (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے احادیث روایت کی ہیں۔“ (۱)

الغرض عبارات بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ تمام علوم میں مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ ساتھ حدیث کے بحر، حافظ، بہت بڑے امام حدیث اور کبار ائمہ حدیث کے شیخ تھے۔ آپؒ اور آپؒ کے تلامذہ حدیث و فقہ کے ائمہ تھے۔ اس حقیقت کا انکار کرنے والا یا تو غلطی کا شکار ہے اور یا حسد کے مرض میں مبتلا۔ اپنی برتری کا جھوٹا خواہشمند اور بہتان تراش ہے۔ لہذا ان ٹھوس دلائل کے ہوتے ہوئے ہم کس طرح ضعیف روایات کا سہارا لے کر ایسے جلیل القدر امامؒ کی شان میں گستاخی کریں اور اپنے آپ کو حدیث قدسی (”من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب“ یعنی جس نے میرے دوست سے دشمنی کی، اس کو میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔) کے تحت داخل کر کے اللہ تعالیٰ کے دشمن بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء اللہ کی گستاخی سے بچنے اور ان کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

علامہ ابن حجرؒ جیسے جلیل القدر امام، امام اعظمؒ کی حدیث بلکہ تمام علوم شرعیہ وغیرہ میں مہارت تامہ کے انکار کا وہم کرنے سے بھی پرہیز کرتے ہوئے، ایسے لوگوں پر غلطی اور حسد و جھوٹ کا الزام لگاتے ہیں اسی طرح علامہ ذہبیؒ کا بھی فرمان ہے اور خوش قسمتی سے یہ دونوں حنفی المسلمک کی بجائے شافعی المذہب ہیں۔

الحاصل امام صاحب حدیث میں یتیم اور سترہ یا ڈیڑھ سوا حدیث کے حافظ ہونے، جن میں اکثر روایات میں غلطی کرنے کے شکار تھے، کا الزام بالکل بے بنیاد ہے۔ اس میں بہتان تراشی کے سوا کچھ حقیقت نہیں۔ مخالفین نے اس بہتان کو، تھیاری کے طور پر استعمال کر کے ایک جلیل القدر تابعیؒ اور اللہ تعالیٰ کے ولی سے عداوت کرنے کا مظاہرہ کیا ہے، جو صرف اور صرف حسد کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔

## اشکال:

امام ابوحنیفہؒ اگرچہ حافظ الحدیث تھے لیکن انہوں نے نہایت سخت اصول وضع کئے تھے، جس کی وجہ سے ان کے احادیث کا دائرہ کم ہو گیا تھا۔ آخر ایسے سخت اصول وضع کرنے کی کیا ضرورت پڑی؟ نیز امام ابوحنیفہؒ کے اصول حدیث کیا تھے؟

## اجمالی جواب:

امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں دو چیزیں ”روایت بالمعنی“ اور ”موضوع ومن گھرت روایات کی بھرمار“ عام ہو چکی تھیں جس کی وجہ سے احکامات میں قضاة اور علماء کا آپس میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ ان دونوں کی راہ روکنے کیلئے امام ابوحنیفہؒ نے ایسے مضبوط اور سخت اصول وضع کئے۔

## تفصیلی جواب: (۱) روایت بالمعنی اور اس کے نقصانات:

زمانہ قدیم میں بڑی بڑی درسگاہوں میں ہزاروں کی تعداد میں سامعین حدیث ہوتے تھے اور ان دنوں لاؤڈ سپیکر نہ ہونے کی وجہ سے مناسب مقامات پر کئی کئی مستملى متعین کئے جاتے تھے۔ اس دوران بعض حضرات مستملى کی آواز سن کر نقل کرتے وقت "حدثنا" کہا کرتے تھے جو اکثر و بیشتر شیخ سے سنی ہوئی حدیث کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے سلف میں لفظ "حدثنا" بولنے کی بابت اختلاف پیدا ہوا کہ مستملى سے سنی ہوئی حدیث اپنے شیخ کی طرف "حدثنا" کے لفظ کے ساتھ منسوب کر سکتا ہے یا نہیں؟

امام ابوحنیفہؒ مستملى کی آواز کو شیخ کی طرف منسوب کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے: کہ "اس کو 'حدثنا' کی بجائے 'اخبرنا' پڑھنا چاہئے۔ ابو نعیم فضل بن وکیعؒ زائد بن قدامہؒ اور حافظ ابن کثیرؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کو صحیح کہا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے "حدثنا" کی اجازت کیوں نہیں دی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات مستملى روایت بالمعنی کر دیتے تھے جیسا کہ امام حسن بصریؒ اپنی ایک روایت میں فرماتے ہیں: کہ "یہ حدیث ابو ہریرہؓ نے بیان فرمائی، لیکن میں اس جگہ موجود نہیں تھا۔ میں نے اس شہر کے دوسرے باشندوں سے سن کر "حدثنا" کہا ہے۔"

قارئین کرام! حضرت ابو ہریرہؓ سے امام حسن بصریؒ کی ملاقات ثابت نہیں ہے

آپؑ اس کے باوجود بھی "حدیثنا" کا لفظ کہہ رہے ہیں؛ جس کی وجہ سے درمیان کے راوی کے بارے میں اشتباہ پیدا ہوتا ہے؟ حالانکہ حدیث کا معاملہ بہت زیادہ باریک ہے؛ جس کی وجہ سے حدیث بیان کرنے میں حد سے زیادہ احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔

امام حسن بصریؒ کی دیکھا دیکھی میں دوسرے محدثینؒ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ جس کی وجہ سے احکامات میں بالکل تضاد پایا جانے لگا؛ جیسا کہ غزوہ بدر میں جب نبی کریم ﷺ اس گڑھے کے پاس تشریف لے گئے؛ جہاں کافروں کی لاشیں پڑی تھیں؛ تو ارشاد فرمایا: "یا فلاں بن فلاں! یا فلاں بن فلاں! کیا آج تمہارے لئے یہ بات بہتر نہیں تھی کہ تم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی ہوتی؟ بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا؛ وہ ہمیں پوری طرح حاصل ہو گیا؛ تو کیا تمہارے رب کا تمہارے متعلق جو وعدہ (عذاب کا) تھا؛ وہ تمہیں (بھی) پوری طرح مل گیا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا آپ (ﷺ) ان لاشوں سے خطاب کر رہے ہیں؛ جن میں کوئی جان نہیں؟"؛ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو۔" والذی نفس محمد

بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منهم۔ (۱) اس واقعہ میں دو حدیثیں وارد ہیں۔ ایک حدیث میں لفظ سماع اور دوسرے میں لفظ علم (انہم الان لیعلمون ..... ) (۲) وارد ہوا ہے۔ اس میں ایک روایت باللفظ ہے اور دوسری روایت بالمعنی۔ اس اختلاف کی

وجہ سے آگے چل کر امت میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ مردے سنتے ہیں یا نہیں؟

قارئین کرام! حدیث کا معاملہ حد درجے نازک ہے؛ جس کی وجہ سے حدیث بیان کرنے میں حد سے زیادہ احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ نے محتاط طریقہ اختیار کرتے ہوئے غیر محتاط طریقوں کو ناجائز قرار دیا۔

امام ابوحنیفہؒ نے مذکورہ نقصانات کو مد نظر رکھتے ہوئے روایت بالمعنی کیلئے کچھ اصول مقرر فرمائے: کہ ”رواۃ فقیہ ہوں، ثقہ ہوں، نیز سننے کے دن سے روایت کرنے کے دن تک اس کو وہ حدیث یاد بھی ہو۔“ امام طحاویؒ سند متصل کے ساتھ نقل کرتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: ”آدمی کو مناسب نہیں کہ وہ کوئی حدیث بیان کرے، مگر جو حدیث اس کو سننے کے دن سے بیان کرنے کے دن تک یاد بھی ہو، وہی حدیث بیان کرے۔“ لا ینبغی للرجل ان یحدث من الحدیث الا ما حفظه من یوم سمعه الی یوم یحدث به۔“ (۱) نیز امام ابوحنیفہؒ سے روایت بالمعنی کے مطلقاً عدم جواز کا حکم بھی منقول ہے؛ چنانچہ صاحب سیرۃ النعمان لکھتے ہیں: ”آپؒ نے فرمایا: کہ ”روایت بالمعنی مطلقاً ناجائز ہے۔“ لا تجوز الروایۃ بالمعنی مطلقاً۔“ (۲) لیکن چونکہ مابعد کے محدثین کے نزدیک یہ شرائط نہایت سخت تھے اس لئے انہوں نے نرمی سے کام لیا۔ جس کی وجہ سے اکثارفی الحدیث ہو گیا۔ امام ابوحنیفہؒ کے سخت شرائط کی وجہ سے ابن صلاحؒ نے آپؒ کو متشدد کہا ہے؛ حالانکہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ ضابطہ اس حدیث کی روشنی میں مقرر کیا ہے؛ جس کو ابن مسعودؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں اور یہ حدیث امام ابوحنیفہؒ کو سند متصل کے ساتھ پہنچی ہے؛ چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: کہ ”اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو شاداب کرنے؛ جس نے ہم سے جیسا

سنا ویسا ہی نقل کر دیا۔ ”نضر اللہ امرأ سمع منا فبلغه كما سمعه۔“ اور چونکہ روایت بالمعنی سید الکونین ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ نہیں ہوتے اس لئے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: کہ ”نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد میں جو خوشخبری اور دعا ہے یہ روایت باللفظ والوں کیلئے ہے۔ روایت بالمعنی والوں کیلئے نہیں ہے۔“ اور اس میں اس طرف بھی اشارہ دیا جا رہا ہے کہ دراصل شریعت کا مأخذ یہی الفاظ نبویؐ ہیں کیونکہ کبھی کبھار الفاظ ذو معنی ہونے کی وجہ سے روایت بالمعنی کرنے والا ایک معنی لیتا ہے اور اس سے مراد دوسرا معنی ہوتا ہے جیسا کہ سابقہ مثال میں گزرا کہ نبی کریم ﷺ نے سماع یا علم میں سے ایک لفظ فرمایا ہے۔ اب اگر سماع کا لفظ فرمایا ہو تو علم کا لفظ روایت بالمعنی ہے؛ جس کی وجہ سے امت میں ایک خاصا اختلاف سماع موتی اور عدم سماع موتی کا آ گیا کہ عام مردہ سنتے ہیں یا نہیں۔ نیز کبھی کبھار اس خاص فرمودہ لفظ کے استعمال کرنے میں بھی بڑا فائدہ ہوتا ہے اور اس فرمودہ لفظ سے دوسرے کئی مسائل کا حل بھی نکل سکتا ہے جبکہ روایت بالمعنی کی صورت میں اس فائدہ سے محرومی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں روایت بالمعنی کے ساتھ بعض محدثین غلط فہمیوں اور تساہلات و بے احتیاطیوں کے شکار ہوئے جن کی ان بے احتیاطیوں کی وجہ سے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف غیروں کے ہزاروں اقوال منسوب ہو گئے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہو جاتا تھا کہ بعض حضرات حدیث کے الفاظ کے ساتھ ساتھ حدیث کی تفسیر بھی بیان کرنے لگے اور درمیان میں حروف تفسیر حذف کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے سامعین انہی سب کچھ کو حدیث مرفوع سمجھنے لگے۔ (۱)

امام کبیرؒ اور امام زہریؒ کے یہاں اس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں لیکن امام صاحبؒ حدیث میں ایسی باتوں کو مندرجہ بالا وجوہات اور قبائح کی بناء پر ناپسند فرماتے تھے۔ اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے تشدد نہیں کیا بلکہ مذکورہ حدیث پر عمل کیا ہے اور اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کی مرویات بمقابلہ بعض دوسرے محدثینؒ کے کم نظر آتے ہیں۔

## (۲) موضوع اور من گھڑت روایات:

دوسری بڑی خرابی جس نے امام ابوحنیفہؒ کو سخت اصول وضع کرنے پر مجبور کر دیا تھا، آپؒ کے زمانہ میں مروج، جعلی اور من گھڑت احادیث تھیں چنانچہ عقیلؒ نے حماد بن زیدؒ کی سند سے روایت کیا ہے: ”زنا دقہ نے رسول اللہ ﷺ پر بارہ ہزار حدیثیں وضع کیں۔“ ابن عدیؒ نے جعفر بن سلیمانؒ سے روایت کیا ہے: ”مہدی کہا کرتا تھا: کہ ”میرے سامنے ایک زندیق نے اقرار کیا ہے کہ اس نے چار سو احادیث وضع کی ہیں، جو لوگوں میں رائج ہیں۔“

ابن عساکرؒ نے روایت کی ہے: کہ ”ہارون کے سامنے ایک زندیق لایا گیا، انہوں نے اس کے قتل کا حکم دیا، تو وہ کہنے لگا: کہ ”آپ لوگ ان چار ہزار احادیث کا کیا کریں گے، جو میں نے وضع کئے ہیں۔ جس میں میں نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کیا ہے، حالانکہ ان میں نبی کریم ﷺ کا ایک حرف بھی نہیں ہے؟ ہارون نے جواب دیا: اے زندیق! کیا تو عبد اللہ بن مبارکؒ اور ابن اسحاق الغواریؒ کو بھول گیا، وہ اس کا ایک ایک حرف نکال کر پھینک دیں گے۔“ (۱)

جہاں ایک طرف فقیہ و غیر فقیہ محدثین کے روایت بالمعنی کی وجہ سے احکامات میں تضاد اور حدیث کے ساتھ بغیر حرف تفسیر کے حدیث کی تفسیر بیان کرنے کی وجہ سے تفسیر حدیث سے حدیث مرفوع کی غلط فہمی پیدا ہوئی اور دوسری طرف جعلی ومن گھڑت احادیث کا بازار گرم ہوا۔ وہاں قانون اسلام مدون کرنے والے ایک مجتہد کیلئے کتنی دشواریاں پیش ہوں گی، ان دشواریوں کو اس مجتہد کا دل و جگر ہی خوب جانتا ہوگا۔ کیونکہ ایک طرف اس قانون کیلئے اصول مقرر کرنا، پھر ان اصول کا اجراء کرنا اور دوسری طرف کتاب اللہ، سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا مخلوط ذخیرہ، تیسری طرف قیامت تک کیلئے اسلامی قانون کی تدوین اور وہ بھی کسی ایک خطہ یا ملک کیلئے یا کسی ایک صدی یا دو صدی کیلئے نہیں، بلکہ قیامت تک آنے والے پوری دنیا کے تمام مسلمانوں کیلئے ان کے مہد سے لیکر لحد تک کے تمام احوال پر حاوی قانون مرتب کرنا، واقعی کار شیشہ و آہن کی حکایت ہے، خاص کر ایسی حالات میں جہاں مخالفین و حاسدین کی بھی کمی نہ ہو۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ان حالات میں پوری دنیا کی امت محمدیہ کیلئے اس قانون اسلامی کو نہ صرف مدون کیا، بلکہ اس کا پورا پورا حق ادا کیا اور وہ اس طرح کہ انہوں نے ہر مسئلہ کو سب سے پہلے کتاب اللہ پر پیش کیا، اگر وہ مسئلہ وہاں ملتا، تو بسر و چشم قبول فرماتے تھے، ورنہ وہی مسئلہ دوسرے نمبر پر سنت نبویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ پر پیش فرماتے تھے۔ اگر وہاں بھی نہ ملتا، تو صحابہ کرامؓ کے اقوال و فتاویٰ دیکھتے۔ پھر اگر وہاں بھی اس مسئلہ کا نام و نشان نہ ملتا، تو بامر مجبوری اجتہاد فرماتے۔ جیسا کہ حضرت الامام خود فرماتے ہیں: ”میں پہلے کتاب اللہ اور سنت نبوی علیٰ صاحبہا التحیۃ پر عمل کرتا ہوں“



جب کوئی مسئلہ کتاب و سنت میں نہ ملے تو میں صحابہ کرامؓ کے اقوال پر عمل کرتا ہوں۔ اس کے بعد دوسروں کے فتاویٰ اور اقوال میرے نزدیک قابل اعتناء نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ وہ بھی رجال ہیں اور ہم بھی رجال ہیں۔“ آپؐ نے فرمایا: ”حتیٰ کہ امام شعبیؒ ابراہیم نخعیؒ ابن سیرینؒ عطاءؒ اور سعید ابن المسیبؒ یہ سب اجتہاد کرتے ہیں۔ ہم بھی اجتہاد کرتے ہیں۔“ (۱)

اس وقت چونکہ ذخیرہ احادیث میں صحیح حدیث کو چننا اگرچہ بہت دشوار تھا، لیکن تدوین فقہ اسلامی کا مدار اسی پر بنانا تھا۔ اس وجہ سے آپؐ نے حدیث کے چننے میں بہت زیادہ چھان بین شروع کی تھی۔ چنانچہ علامہ موفّقؒ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں: کہ ”آپؐ حدیث میں بہت چھان بین فرماتے تھے، پس جب آپؐ کے ہاں نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ سے حدیث ثابت ہوتی تھی، اس پر عمل فرماتے تھے اور آپؐ حدیث اہل کوفہ سے بخوبی واقف تھے۔“ کان ابوحنیفہ شدید الفحص من الحدیث فیعمل بالحدیث اذا ثبت عندہ عن النبی ﷺ

وعن اصحابہ کان عارفاً بحدیث اهل الكوفة۔ (۲)

قارئین کرام! ایک مجتہد کیلئے یہ از حد ضروری اور لازم ہے کہ وہ آیات و احادیث میں ناسخ و منسوخ کا اعتبار کرے۔ احادیث کے ضعف و قوت کا لحاظ رکھے۔ ورنہ احکامات شرعیہ میں تطبیق دینے کی بجائے ان کو آپس میں متضاد اور متضاد بنا دیں گے۔

**ائمہ حدیث کے اصول حدیث:**

احادیث کے متعلق یہ اصول تو ائمہ حدیث کے یہاں بھی ملتے ہیں۔ صحاح

ستہ کے مصنفین نے اپنے اپنے اصول کے مطابق احادیث کو قبول کیا ہے۔ ان میں سے بعض تشدد ہیں اور بعض میں لیت ہے۔ امام نسائی کا تشدد ہونا کسی سے مخفی نہیں، جبکہ امام بخاری اس راوی کی روایت کو قبول نہیں کرتے، جو ایمان میں زیادتی اور نقصان کا عقیدہ نہ رکھتا ہو۔ محدث ابن جوزی نے ایسے اصول وضع کئے ہیں جن کی وجہ سے بخاری و مسلم کی بعض صحیح اور حسن تک کی احادیث کو موضوعات میں شمار کر لی ہیں۔ دوسری کتابوں کا تو ذکر ہی نہ کریں۔

ناظرین کرام! جب دوسرے ائمہ کرام اصول وضع کرنے کا حق رکھتے ہیں، تو اگر امام اعظم نے بھی اختیار حدیث کیلئے چند ضابطے مقرر فرمائے ہوں، ان سے کیوں چراغ پا ہوا جاتا ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ بعض حضرات جیسے تشدد بھی نہیں تھے، بلکہ انہوں نے نہایت واضح طور پر فرما دیا ہے: ”یہ ہماری رائے ہے۔ ہم کسی کو اس پر مجبور نہیں کرتے اور نہ یہی کہتے ہیں کہ اس کا قبول کرنا واجب ہے۔“ (۱)

الغرض زنادقہ کے وضعی احادیث نے ائمہ کرام کو اصول و ضوابط مقرر کرنے پر مجبور کیا۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ وہ پہلے انسان ہیں، جنہوں نے معاصرین کی لعن طعن کی پرواہ کئے بغیر اصول حدیث مقرر کئے اور لوگوں کو قبول حدیث کا ایک معیار بتلایا۔ بعد کو دیگر اصولیہین نے حالات و زمانہ کے اعتبار سے ان میں ترمیم و اضافے کئے، لیکن وہ اصول بدستور رہے۔ سطور ذیل میں امام صاحبؒ کے وہ سولہ اصول پیش کئے جاتے ہیں، جن پر ان کے ہاں احادیث کی صحت و ضعف کا مدار ہے۔

## امام اعظمؒ کے وضع کردہ سولہ اصول حدیث:

(۱) مراسیل ثقہ مقبول ہیں بشرطیکہ ان سے قوی تر دلیل موجود نہ ہو۔ مرسل احادیث کا قبول کرنا اور اس سے استدلال و احتجاج کرنا سنت متوارثہ ہے جو کہ قرون فاضلہ سے امت میں چلا آ رہا ہے۔ (۱) امام بخاریؒ نے قرأت خلف الامام پر اس سے استدلال کیا ہے نیز مسلم شریف میں بھی مراسیل موجود ہیں۔ مرسل ہونے کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دینے والا معمول بہا سنت کے ایک بڑے حصہ کو ترک کرتا ہے جیسا کہ علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں: "ومن ضعف بالارسال نبذ شطر السنۃ المعمول بہا۔" (۲) اور علامہ ابن جریرؒ کہتے ہیں: "مرسل کو مطلقاً رد کرنا بدعت ہے جو کہ دو سو سال کے اختتام پر وجود میں آیا۔ (۳) اس لئے امام اعظمؒ نے مراسیل ثقہ کے مقبول ہونے کا اصل قائم فرمایا۔

(۲) اخبار آحاد کا ترک و قبول اصول مجتمہہ پر پرکھ کر کیا جائیگا۔ یعنی موارد شرع کو تلاش کرنے کے بعد ان کے ہاں جو اصول مجتمہہ مقرر ہیں ان پر اخبار آحاد پیش کئے جائیں گے۔ پھر جب یہ اخبار آحاد ان اصول کے مخالف ہوں تو اس اصل پر عمل کیا جائے گا اور دو دلائل میں سے اقوی دلیل پر عمل کیا جائے گا اور اس اقوی دلیل کے مخالف خبر واحد کو شمار کیا جائے گا اور اس میں خبر صحیح کی مخالفت نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی خبر کی مخالفت ہے جس میں مجتہد کو ایک علت نظر آئی ہو اور خبر کا صحیح ہونا یہ فرع ہے اس بات کا کہ مجتہد کے نزدیک یہ حدیث علل قادحہ سے پاک ہوگا۔

(۳) اخبار آحاد بمقابلہ کتاب اللہ رد کر دیا جائیگا۔ یعنی اخبار آحاد کو عموماً اور

ظواہر کتاب اللہ پر پیش کیا جائے گا۔ پس جب خبر واحد کتاب اللہ کے عام یا ظاہر کے مخالف نکلا تو کتاب اللہ پر عمل کیا جائے گا اور خبر کو ترک کیا جائے گا تاکہ دو دلیلوں میں سے اقویٰ دلیل پر عمل کیا جاسکے۔ کیونکہ کتاب اللہ قطعی الثبوت ہے اور کتاب اللہ کے ظواہر اور عموماً امام صاحبؒ کے نزدیک قطعی الدلالة ہیں۔ تو عموماً اور ظواہر کتاب اللہ قطعی الثبوت، قطعی الدلالة اقویٰ ہیں خبر واحد سے جو ظنی الثبوت اور قطعی الدلالة یا ظنی الدلالة ہیں۔ البتہ جب خبر واحد کتاب اللہ کے عام یا ظاہر کا مخالف نہ ہو بلکہ اس کے مجمل کا بیان ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا جبکہ کتاب اللہ میں اس خبر واحد کے بغیر وضاحت نہ ہو۔

(۴) خبر مشہور کے مقابلہ میں بھی خبر واحد ترک کیا جائے گا۔ یعنی خبر واحد پر عمل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ وہ سنت مشہورہ کا مخالف نہ ہو گا برابر ہے وہ سنت مشہورہ فعلی ہو یا قولی تاکہ دو دلیلوں میں سے اقویٰ دلیل پر عمل ہو سکے۔

(۵) اگر دو اخبار آحاد متعارض ہوں تو ان میں سے فقہ راوی کی خبر کو ترجیح دی جائے گی۔  
 (۶) اگر کسی راوی کا عمل اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو تو اس حدیث کو ترک کر دیا جائے گا اور اس روایت کو منسوخ یا مؤول یا ضعیف شمار کیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: کہ ”جب کتابم میں سے کسی کے برتن میں سے (کچھ) پی لے، تو اس کو سات مرتبہ دھولو (تو پاک ہو جائے گا)۔“ (۱) حالانکہ خود حضرت ابو ہریرہؓ برتن کے تین مرتبہ دھونے پر فتویٰ دیتے تھے۔“ (۲) تو یہ خبر واحد ابو ہریرہؓ کے فتویٰ کے خلاف ہے اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے اس علت کی بناء پر اس پر عمل ترک کیا۔

(۷) اگر حدیث سنداً یا متنماً زائد ہو تو اس کو ناقص کے مقابلہ میں ترک کر دیا

جائے گا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے دین میں احتیاط پر عمل ہو۔

(۸) جس چیز میں عموم بلوئی ہو اس کے مقابلہ میں خبر واحد ترک کر دیا

جائے گا یعنی وہ چیز جس کو تمام لوگ سخت محتاج ہوں اور وہ چیز بار بار پیش آتی ہو تو اس

خبر واحد کا ثبوت چونکہ شہرت یا تواتر کو نہیں پہنچا ہے۔ اس لئے اس پر عمل کرنا ترک

کیا جائے گا کیونکہ قرن اول کے عموم بلوئی کا اثبات متواتر اور متوارث ہوتا ہے پس

اس میں حدود و کفارات جو کہ شبہ کی بناء پر رد کئے جاتے ہیں داخل ہوں گے۔

(۹) اگر کوئی خبر واحد ایک ہی حکم میں مختلف ہو اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہو کہ

انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے تو اس خبر واحد کو ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ مناسب

تطبیق یا تاویل کی جائے گی۔

(۱۰) حدیث کے راوی کیلئے سماعت سے لیکر نقل تک استمرار حفظ ضروری

ہے۔ درمیان میں کبھی اس حدیث میں بھول یا نسیان نہیں آیا ہوگا۔

(۱۱) خبر واحد صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے عملی متوارث کے خلاف نہ ہو۔

ان قواعد کے مقتضی کی بناء پر امام ابوحنیفہؒ نے بہت سے اخبار آحاد پر عمل ترک

کیا ہے اور حق یہ ہے کہ انہوں نے کسی عناد کی وجہ سے احادیث کی مخالفت نہیں کی بلکہ

واضح اور صالح دلائل کی وجہ سے اجتہاداً اس کی مخالفت کی اور امام ابوحنیفہؒ کو بتقدیر خطا

ایک اجر اور بتقدیر اصابت دواجر ہوں گے۔ (۱) انشاء اللہ العزیز

(۱۲) جس خبر واحد پر سلفؒ میں سے کسی نے طعن نہ کیا ہو اس کو اختیار کیا جائے گا۔

(۱۳) اس راوی کی روایت معتبر نہیں، جو یہ کہے کہ میری بیاض میں ہے۔

ہاں بیاض کی روایت اس وقت معتبر ہوگی، جب اس کو زبانی بھی یاد ہو۔

(۱۴) اخبار آحاد میں سے احوط کو اختیار کیا جائے گا۔

(۱۵) متاخر کو متقدم پر ترجیح دی جائے گی کیونکہ اس کی حیثیت نسخ کی ہوتی

ہے۔ اور (۱۶) حدود و عقوبات میں اخف درجہ کی خبر واحد کو لیا جائے گا۔ (۱)

یہی وجہ تھی کہ امام سیوطیؒ نے امام صاحبؒ کے بارے میں بعض شرائط نقل

کر کے لکھا ہے: کہ ”یہ سخت مذہب ہے۔“ ”ہذا مذہب شدید۔“ لیکن یہ

مذہب اگرچہ نسبتاً سخت ہے، لیکن اس زمانہ کے حالات کے مطابق یہ شرائط بہت

مناسب بلکہ ضروری تھے۔

## اعتراض ۳۔

امام ابوحنیفہؒ حدیث کو نظر انداز کر کے رائے قیاس اور اجتہاد سے کام لیتے

تھے، جبکہ صحابہ کرامؓ رائے اور قیاس کی سختی سے تردید کیا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت عمرؓ

نے اہل الرائے کو احادیث کے دشمن، حضرت علیؓ نے لوگوں کی آراء و قیاسات سے

بچنے و دور بھاگنے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دینی مسائل میں قیاس و رائے

والوں کو اسلام کے ڈھانے والے اور اس میں رخنہ پیدا کرنے والے بتائے ہیں۔ اسی

طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان ہے: کہ ”جو لوگ نبی کریم ﷺ کی حدیث

کے ہوتے ہوئے کسی بڑے سے بڑے آدمی حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی

رائے کو مانتے ہیں، ان کو ڈرنا چاہئے کہ آسمان سے ان پر پتھر نہ برسے اور وہ کہیں

عذاب میں ہلاک نہ ہو جائیں۔“

**جواب:**

امام صاحبؒ پر جیسا کہ پہلے دو اعتراض بہتان اور جھوٹ نکلے، اس طرح یہ تیسرا اعتراض بھی جھوٹ کا پلندہ ہے۔ امام صاحبؒ قرآن، حدیث، اجماع امت یا اقوال صحابہؓ کی موجودگی میں قطعاً کوئی قیاس یا رائے قائم نہیں کرتے تھے، بلکہ آپؐ کا طریق یہ رہا کہ اگر رائے کے مقابلے میں قرآنی آیت یا صحیح حدیث نہ ملتی، تو آپؐ ضعیف حدیث کو بھی قبول کرتے تھے اور اس ضعیف حدیث کو رائے اور قیاس پر ترجیح دیتے تھے۔ ہاں اگرادلہ ثلثہ سے کوئی تصریح نہ ملتی، تو مجبوراً قیاس فرماتے اور پھر ایسا قیاس کرتے کہ بڑے بڑے اکابر علماء بھی داد تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکتے تھے، بلکہ ان کی رائے کو قبول کر کے اس پر فتویٰ بھی دیتے تھے، جیسا کہ یحییٰ بن سعید القطانؒ وغیرہ کا عمل تھا۔

**امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس پر مقدم ہے:**

قارئین کرام! مذکورہ اعتراض بعض متعصب، کم فہم اور کوتاہ بین لوگوں کا محض خیال ہے، کیونکہ امام صاحبؒ صاف طور پر اعلان فرماتے ہیں: کہ ”جو حدیث آنحضرت ﷺ سے ثابت ہو، وہ بسر و چشم قبول ہے۔“ ”ما جاء عن رسول الله ﷺ فعلى الرأس والعين۔“ (۱) امام ابو محمد علی بن احمد بن حزم الظاہریؒ کہتے ہیں: ”علماء کا اس بات پر اجماع ہے: کہ ”حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک رائے اور قیاس سے ضعیف حدیث (جو موضوع اور جعلی نہ ہو) بہتر ہے“

بشرطیکہ آپؑ اس باب میں اس ضعیف حدیث کے علاوہ کوئی دوسری حدیث نہ پاتے۔“  
 الاجماع علی ان مذهب ابی حنیفۃ ان ضعیف الحدیث اولی عندہ  
 من الرأی والقیاس اذا لم یجد فی الباب غیرہ۔“ (۱) الحمد للہ قائل وناقل  
 دونوں بزرگ غیر حنفی ہیں۔ اس لئے جانبداری کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔

علامہ ابن حزمؒ کی تصریح سے معلوم ہوا کہ تمام علماء موافق و غیر موافق اس  
 بات پر متفق ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قیاس کے مقابلہ میں ضعیف حدیث پر عمل  
 کرنا اولیٰ ہے اور جو لوگ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ آپؑ رائے  
 اور قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے تھے تو وہ اجماع کا منکر ہے۔

شیخ خلیل محی الدین المیس مدیر ازہر لبنان لکھتے ہیں: کہ ”کوئی عاقل یہ  
 نہیں کہہ سکتا کہ جب امام ابوحنیفہؒ ایک مسئلہ میں شارع سے کوئی نص پاتا ہے اور وہ  
 قیاس یا رائے سے اس کی مخالفت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی رائے اور قیاس جو شریعت  
 کے مخالف سے بچائے۔“

احناف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نبی کریم ﷺ کی حدیث پر  
 عمل کرتا ہے لیکن اگر مختلف دو احادیث آجائیں اور ان دونوں میں سے کسی ایک میں  
 کسی ایسے طریقے سے تاویل ہو سکتی ہے کہ ظاہر میں اس طریق کے علاوہ دوسری  
 طریق نہ ہو اور اس طریق سے دوسری حدیث کے ساتھ موافقت آ سکتی ہے تو دونوں  
 کے درمیان توفیق و تطبیق دینا لازم ہے۔ پس جب نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث نہ  
 ملے تو آثار صحابہؓ میں سے وہ اثر جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے بہت زیادہ



قریب ہو پر عمل کیا جائے گا جیسا کہ خود ان سے منقول ہے کہ: جھوٹ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم پر ان لوگوں نے افتراء اور بہتان باندھا ہے، جس نے کہا: کہ ”ہم نص پر قیاس کو مقدم کرتے ہیں اور کیا نص کی موجودگی کے بعد آدمی قیاس کو محتاج ہو سکتا ہے؟ اور فرماتے ہیں: کہ ”ہم انتہائی سخت ضرورت کے وقت قیاس کرتے ہیں اور یہ اس طرح کہ کتاب و سنت اور صحابہ کرامؓ کے فیصلوں کو دیکھتے ہیں پس جب ہم ان میں کوئی دلیل نہیں پاتے تو اس وقت جس سے سکوت اختیار کیا گیا ہو اس کے منطوق میں علت ڈھونڈتے ہوئے قیاس کرتے ہیں۔“ (۱)

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں: کہ ”امام ابوحنیفہؒ جو رئیس اہل سنت ہیں، صرف خبر واحد کو قیاس پر مقدم نہیں رکھتے تھے، بلکہ اقوال صحابہؓ کو بھی قیاس پر مقدم رکھتے تھے اور ان کی مخالفت کو روکا نہیں رکھتے۔“ (۲)

**اقیس اہل الرائے امام زفرؒ کے نزدیک بھی حدیث قیاس پر مقدم ہے:**  
ناظرین کرام! فقیر کتاب کے اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہی چند حوالہ جات پر اکتفاء کرتا ہے۔ منصف مزاج و انصاف پسند اہل علم حضرات کیلئے یہی حوالے کافی ہیں۔ لہذا امام صاحبؒ پر یہ عظیم بہتان خالص جہالت اور زریے تعصب کی پیداوار ہے جس کی کوئی وقعت نہیں۔ امام صاحبؒ کے تلامذہ کا بھی یہی حال تھا۔ ان تلامذہ میں سب سے زیادہ قیاس اور رائے استعمال کرنے والے امام زفرؒ ہیں، جن کو امام اعظمؒ خود اقیس اصحابی فرمایا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود آپؒ بھی اثر کے مقابلے میں قیاس کو ترک کرتے تھے جیسا کہ عبداللہ بن مبارکؒ امام زفرؒ کا قول نقل

فرماتے ہیں: کہ ”جب تک اثر موجود ہو تو ہم رائے سے کام نہیں لیتے اور جب اثر مل جائے تو قیاس اور رائے کو چھوڑ دیتے ہیں۔“ سمعت زفراً یقول: ”لانا خذ بالرأی مادام اثر و اذا جاء الاثر تركنا الرأی۔“ (۱) اور محمد ابن وہبؒ کہتے ہیں: کہ ”بے شک وہ (امام زفرؒ) محدثین میں سے تھے اور وہ ان دس اشخاص میں سے تھے جنہوں نے کتب مدون کئے۔“ وقال محمد بن وهب انه كان بين اصحاب الحديث وكان احد العشرة الذين دونوا الكتب۔“ (۲)

قارئین کرام! اب آپ خود فیصلہ کریں کہ جب اقیس اہل الرائے کا یہ حال ہے کہ وہ اثر کے مقابلے میں رائے و قیاس اور اجتہاد کو پس پشت ڈالتے ہیں تو ان کے استاد امام ابوحنیفہؒ کتنے محتاط ہوں گے جن کو غیر حنفی علماء کرام ”من ائمة الحديث من ائمة الثقات من حفاظ الحديث من كبار المجتهدين“ وغیرہ الفاظ سے یاد فرماتے ہیں اور جن کی مجلس مبارکہ میں بیک وقت بہت سے صوفیاء، محدثین، فقہاء ائمہ لغت اور مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ ہوتے تھے جبکہ خصوصاً آپ کے فقہ کی نشر و اشاعت کرنے والے روح رواں امام محمدؒ کا صراحتہ فرمان ہو: کہ ”اگر احادیث نہ ہوتیں تو قیاس وہی کچھ چاہتا جو اہل مدینہ کہتے ہیں، لیکن حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کوئی چیز نہیں اور پیروی تو صرف احادیث ہی کی مناسب ہے۔“ (۳)

**امام محمدؒ کے نزدیک بھی حدیث قیاس پر مقدم ہے:**

امام محمدؒ کی مندرجہ بالا عبارت صاف اعلان کر رہی ہے کہ حضرت امام محمدؒ

ماخذ ومصادر: (۱) ذیل الجوبہ: ۲/۵۳۳، فوائد المہمیۃ (۲) المواہب الشریعۃ فی مناقب الامام ابی

حذیفۃ (۳) الحجۃ علی اہل المدینۃ: ۱/۲۰۴

حدیث کی موجودگی میں قیاس کو وقعت نہیں دیتے تھے، بلکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور آپؒ کے جید تلامذہ میں سے کوئی بھی حدیث مرفوع یا موقوف کی موجودگی میں رائے اور قیاس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ بعض الناس فی دفع الوسواس کے مؤلف لکھتے ہیں: کہ ”امام صاحبؒ اور ان کے تلامذہ کو جب حدیث نہ ملے تو پھر قیاس پر عمل کرتے ہیں۔“ ”انما يعملون بالقیاس عند عدم الحدیث الخ۔“ (۱) جو لوگ احناف پر قیاس اور رائے کو حدیث پر ترجیح دینے یا حدیث سے بے وفائی برتنے کا الزام لگاتے ہیں، وہ لوگ تاریخی حقائق سے بالکل بے خبر یا جہالت، ضد اور تعصب کے شکار ہیں کیونکہ ابھی معلوم ہو چکا کہ امام ابوحنیفہؒ اور آپؒ کے تلامذہ حدیث ضعیف کو بھی رائے اور قیاس پر مقدم رکھتے تھے۔ ہاں حدیث یا اثر و اقوال صحابہؓ کی عدم موجودگی کی صورت میں آپؒ اور آپؒ کے تلامذہؒ رائے اور قیاس کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ آپؒ کے تلامذہ اور پیروکاروں کی قرآن و حدیث اور آثار صحابہ کرامؓ سے وفا ایک انمٹ حقیقت ہے۔

گزر جائیں گے اہل درذرہ جائے گی یادان کی

وفا کا درس جب ہوگا، تو ان کے ذکر پہ ہوگا

اقوال صحابہؓ کے نقل کرنے میں معترض کا دجل:

قارئین کرام! معترض نے جو اقوال صحابہؓ نقل کئے ہیں ان میں بھی اس نے دجل سے کام لیا ہے۔ دراصل صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ میں اہل الرے کی ایک کثیر تعداد تھی۔ یہ حضرات نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں اور آپ ﷺ کی رحلت کے

بعد بھی اپنی رائے اور قیاس سے مسائل کا استنباط فرماتے تھے چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث تو ہر صاحب علم کے سامنے ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ان کو یمن کا مفتی بنا کر بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ان سے پوچھنے لگے: ”تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟“ تو انہوں نے کہا: ”کتاب اللہ سے“ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کہ ”اگر تجھے وہ حکم کتاب اللہ میں نہ ملے؟“ تو انہوں نے جواب دیا: ”میں سنت رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کروں گا“ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: کہ ”اگر اس مسئلہ کا حکم تم کو سنت رسول اللہ ﷺ میں بھی نہ ملے، تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟“ تو حضرت معاذؓ نے کہا: ”پھر میں اجتہاد کروں گا اور اپنی رائے استعمال کروں گا۔“ اس پر آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ”تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس بات کی توفیق عطا فرمائی جس کو اللہ کا رسول ﷺ پسند کرتا ہے۔“ **الحمد لله الذی**

**وَفَقَّ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَمَّا يُدْخِنِي رَسُولَ اللَّهِ. (۱)**

قارئین کرام! حضرت معاذؓ کی یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے جس کو عادل اور ثقہ ائمہ حدیث نے روایت کی ہے اور اس میں قرآن و سنت کے نہ ہوتے ہوئے رائے و قیاس اور اجتہاد کا ثبوت نبی کریم ﷺ سے معلوم ہوا نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دور نبوی ﷺ میں بھی رائے اور قیاس سے مسائل شرعی کا حل صحابہ کرامؓ میں رائج تھا جیسا کہ علامہ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں: ”حضرت معاذؓ کی حدیث صحیح اور مشہور ہے جس کو ائمہ نے روایت کی ہے اور یہ حدیث اجتہاد اور قیاس کے حجت ہونے میں اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔“ **حدیث معاذ صحیح مشہور رواہ الاثمة وهو اصل فی**

ماخذ ومصادر: (۱) سنن ابی داود: باب اجتہاد الرائی فی القضاء، سنن الترمذی: باب ماجاء فی القاضی کیف یقضى

الاجتهاد والقياس۔“ (۱) اور خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: ”یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے اور اس کے رواۃ کثیر ہیں اور اس کی دوسری سند میں سب راوی ثقہ ہیں۔ تمام اہل علم نے اس حدیث کو قبول کیا ہے اور اس سے حجت پکڑی ہے یہ اس کے صحیح ہونے کی مزید دلیل ہے۔“

الغرض رائے اور قیاس سے دور نبوی ﷺ میں صحابہؓ نے حجت پکڑی ہے اور آپ ﷺ کے بعد بھی۔ مزید وضاحت کیلئے علامہ ابوزہرہؒ کی کتاب سے اختصار کے ساتھ کئی سطور لکھے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں: ”نبی کریم ﷺ کی رحلت کے بعد سے عصر شافعی تک ایک جماعت فقہاء کی موجودگی جو کہ رائے سے مشہور تھی اور ان میں سے ایک دوسری جماعت حدیث اور اس کی روایت سے مشہور تھی پس فقہائے صحابہؓ میں سے بعض وہ تھے جو رائے سے مشہور ہو گئے تھے اور ایک جماعت ان میں سے حدیث اور اس کی روایت کے ساتھ مشہور ہو گئی تھی اور یہی حال تابعین اور ان کے متبعین کا بھی تھا۔ پھر ائمہ مجتہدین ابوحنیفہؒ مالکؒ اور فقہائے امصار تھے جن میں سے بعض وہ تھے جو رائے سے مشہور تھے اور بعض وہ تھے جو حدیث سے مشہور تھے۔“ لقد وجد من لدن وفاة النبي ﷺ الى عصر الشافعي جماعة من الفقهاء اشتهروا بالرواية وجماعة اشتهروا بالرواية فكان من فقهاء الصحابة من اشتهر بالرأى وجماعة منهم اشتهروا بالحديث وروايته وكذلك التابعون وتابعوهم ثم الائمة المجتهدون ابوحنيفة ومالك و فقهاء الامصار منهم من اشتهر بالرأى ومنهم من اشتهر بالحديث۔“ (۲)

## نصوص متناہی اور حوادث غیر متناہی ہیں:

علامہ ابو زہرہؒ لکھتے ہیں: ”ہم بعض باتوں کی کچھ مختصر سی وضاحت کرتے ہیں: کہ ”عبادات اور تصرفات میں حوادث کا واقع ہونا اتنا کثیر ہے کہ وہ شمار سے باہر ہیں اور آپ یقیناً جانتے ہیں کہ ہر حادثہ میں نص نہیں آیا اور نہ اس کا تصور کیا جاسکتا ہے اور جبکہ نصوص متناہی اور حوادث غیر متناہی ہیں اور جو چیز غیر متناہی ہوتی ہے اس کو متناہی علم والا شخص قطعاً ضبط نہیں کر سکتا تو یقینی بات ہے کہ ایسی چیزوں میں اجتہاد اور قیاس کا اعتبار کرنا لازمی امر ہے۔ یہاں تک کہ ہر حادثہ میں اجتہاد ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کو ایسے حوادث سے واسطہ پڑا جو کہ لا متناہی اور غیر محصور تھے۔ ان حضرات کے سامنے کتاب اللہ اور سنن رسول اللہ ﷺ سے معروف احادیث تھیں تو یہ حضرات یہ حوادث کتاب اللہ پر پیش کرتے تھے پس اگر یہ حضرات ان حوادث میں صریح حکم پاتے تو اس کے ساتھ حکم کرتے تھے اور اگر کتاب اللہ میں واضح حکم نہ پاتے تو نبی کریم ﷺ سے منقول احادیث کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور صحابہ کرامؓ کی مذاکرات کو چھپاتے تھے تا کہ ان کے فیصلوں میں نبی کریم ﷺ کا حکم ظاہر کریں پس اگر ان کے درمیان کوئی ایسا آدمی نہ ہوتا تھا جس کو حدیث یاد ہوتا پھر اپنی آراء سے اجتہاد فرماتے تھے اور اس میں ان کی مثال قاضی مقید بہ نصوص قانون کے ہوتا تھا جب کہ کوئی قاضی ایک پیش شدہ مسئلہ میں نص صریح میں کوئی ایسی چیز نہ پائے جس کے ساتھ وہ حکم کر سکے تو وہ اس مسئلہ میں عدل و انصاف کے مطابق جس کو وہ دیکھتا اور سمجھتا ہوئے و اجتہاد سے فیصلہ دے سکتا ہے۔

اس طرح یہ صحابہؓ اپنے سفر کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ پہلے اپنے فیصلہ کو کتاب اللہ پر پیش کرتے تھے پھر سنت رسول اللہ ﷺ پر۔ اور اگر ان دونوں میں نہ پاتے تھے تو رائے سے کام لیتے تھے اور البتہ تحقیق حضرت عمرؓ کے اس خط میں جس کو انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا تھا، بھی آیا ہے ”رائے سے کام لو، رائے سے کام لو ان مسائل میں جو تمہارے دل میں کٹکے۔ ان مسائل میں سے جو کتاب اور سنت میں نہ ہوں ان کے اشباہ و امثال کو جان لیا کریں اور ان پر ان مسائل کو قیاس کیا کریں۔

الغرض صحابہ کرامؓ نے رائے سے کام لیا لیکن اس پر عمل کرنے والوں کی مقدار میں اختلاف ہے۔ پس ایک جماعت نے رائے سے زیادہ کام لیا اور دوسری جماعت نے کم اور اس دوسری جماعت پر توقف غالب تھا جبکہ وہ قرآن و سنت متبعہ میں کوئی نص نہ پاتے تھے۔

ان لوگوں کا یہ کام حق پر تھا یہ حضرات اگر کتاب و سنت معروفہ میں کوئی چیز پاتے تو ان دونوں پر اعتماد کرنے میں متفق تھے اور اگر سنت معروفہ اپنے پاس نہ پاتے تھے تو ان میں سے مشہور فقہاء کی رائے کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور اگر ان میں سے بعض حضرات نبی کریم ﷺ کی کسی حدیث یا کسی کام میں آپ ﷺ کے فتویٰ کے حفظ کرنے میں شک ہوتے تھے۔ تو اس بات کو ترجیح دیتے تھے کہ وہ حدیث بیان نہ کرے اور اپنی رائے سے فتویٰ دے دے کیونکہ وہ حضرات اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں وہ نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنے کے مرتکب نہ ہو جائیں چنانچہ حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے۔ آپؓ فرماتے تھے: ”اللہ تعالیٰ کی قسم! بیشک میں اپنے آپ کو دیکھ رہا تھا کہ اگر میں چاہتا تو رسول اللہ ﷺ سے دو دن تک لگاتار احادیث بیان کرتا لیکن مجھے اس بات نے اس سے

پچھے کر دیا کیونکہ بعض صحابہ رسول ﷺ میری طرح نبی کریم ﷺ کے ہاں حاضر تھے اور انہوں نے میری طرح ان احادیث کو سنا اور یہ حضرات احادیث اسی طرح بیان کرتے ہیں جس طرح ہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ مجھ پر بھی ان کی طرح احادیث مشتبہ ہو جائیں گی (جس طرح ان میں سے بعض حضرات پر احادیث مشتبہ ہو گئیں) اور ابو عمرو شیبائی کہتے ہیں: کہ ”میں حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ایک سال تک بیٹھا رہا انہوں نے قال رسول اللہ ﷺ نہیں کہا لیکن جب کبھی قال رسول اللہ ﷺ کہتے تو آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور پھر کہتے تھے: کہ ”اس طرح یا اس جیسے یا اس کے قریب نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔“ کنت اجلس الی ابن مسعود حولا لایقول قال رسول اللہ ﷺ فاذا قال قال رسول اللہ ﷺ استلقتہ رعدة وقال هكذا اونحوذا او قریب من ذہا اور یہ ابن مسعودؓ (کسی مسئلہ کے متعلق نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کرنے پر) اپنی رائے سے فتویٰ کو ترجیح دیتے تھے اور ان کو اس طرح عمل کرنے پر اس چیز نے مجبور کیا کہ اگر خطا ہو جائے تو اتنا برا نہیں جتنا یہ برا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر کذب بیانی کرے اور البتہ جب کسی مسئلہ کے متعلق اپنی رائے سے فتویٰ دیتے تھے تو اس کے بعد فرماتے تھے: ”یہ اپنی رائے سے کہتا ہوں پس اگر صواب تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور خطا تھی تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور البتہ خوشی سے اڑتے تھے جب کہ ان کی رائے حدیث کے موافق ہوتی تھی جس کو بعض صحابہ کرام نقل کرتے تھے جیسا کہ مسئلہ مفوضہ مشہورہ جس میں انہوں نے مہر مثل کے ساتھ فیصلہ دیا تھا۔ پس بعض صحابہ نے شہادت دی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے مہر مثل کے ساتھ فیصلہ دیا تھا۔“ اور البتہ تحقیق دوسرا فریق اللہ تعالیٰ کے دین میں کتاب یا سنت کی دلیل کے



بغیر اپنی آراء سے فتویٰ دیا کرتے تھے۔“

خلاصہ کلام یہ کہ صحابہ کرامؓ دینی وجدانی قوت کی وجہ سے دو فریق بن گئے تھے ایک فریق رسول اللہ ﷺ سے تحدیث زیادہ کیا کرتا تھا تا کہ لوگ پیش آنے والے احکام جان لیں اور دوسرا فریق جن مسائل میں نبی کریم ﷺ سے اثر مشہور نہیں ہوتی تھی۔ ان میں آراء سے تحلیل و تحریم کے فتوے دیتے تھے پس اگر ان کو اپنی رائے کے خلاف کوئی حدیث ملتی تھی تو اپنی رائے سے رجوع کیا کرتے تھے۔ (۱)

ناظرین کرام! بیان بالا سے معلوم ہوا کہ معترض نے ”القول بما لا یرضی بہ القائل“ سے کام لیتے ہوئے اقوال صحابہ نقل کرتے وقت دجل سے کام لیا ہے۔ دراصل معترض کے بیان کردہ اقوال صحابہؓ سے مراد وہ مذموم آراء و قیاس ہیں جو نص کے مقابلے میں ہوں۔ جن سے نصوص کا رد اور بدعات کی ترویج و اشاعت لازم آتی ہو چنانچہ حضرت عمرؓ کے اپنے الفاظ اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے: کہ ”اصحاب الرائے احادیث کے دشمن ہیں، احادیث کے یاد کرنے نے انہیں تھکا دیا اور ان کی حفاظت ان سے چھوٹ گئی اور جب ان سے مسائل پوچھے گئے تو انہوں نے یہ کہنے سے شرم محسوس کی کہ ہم نہیں جانتے، تو انہوں نے احادیث کا اپنی رائے سے مقابلہ کیا۔ تم ان سے بچو اور ان کو قریب نہ لاؤ۔“ چنانچہ امام سحنونؒ فرماتے ہیں: کہ ”قول عمرؓ اتقوا الرأی فی دینکم یعنی البدع“ میں رائے سے بدعت کی رائے سے بچنا مراد ہے۔“ (۲) اگر ان آراء سے وہ آراء مقصود نہ ہوں جو احادیث سے لاپرواہی اختیار کرتے ہوئے احادیث کے مقابلے میں گڑھ لی گئی ہوں، تو آپؓ نے خلافت کا

بوجھ چھ بزرگوں پر اپنی رائے سے کیوں ڈال دیا: کہ ”یہ چھ حضرات اپنے میں سے جس کو خلیفہ بنانا چاہیں، وہی خلیفہ ہوگا۔“ حالانکہ آنحضرت ﷺ اور خلیفہ اول کا عمل اس سے جداگانہ تھا۔

### خلفائے راشدین قیاس کیا کرتے تھے:

ناظرین کرام! شریعت کے چار اصول (کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع اور قیاس) میں سے ایک اصل قیاس ہے۔ خلفائے راشدین مع حضرت عمرؓ کے نہ صرف قیاس کو تسلیم کرتے تھے بلکہ ان پر عمل کرنے کی تاکید بھی فرمایا کرتے تھے اور اس میں لوگوں سے مسابقت کرنے پر زور دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ قاضی شریعہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: کہ ”جب تیرے پاس کوئی مسئلہ پیش ہو، تو سب سے پہلے قرآن کریم سے حل کرو۔ قرآن کریم کے ہوتے ہوئے لوگوں کی آراء کی کوئی پرواہ نہ کرنا۔ اگر اس کا حل قرآن کریم میں نہ ملے، تو حدیث شریف سے حل کرنا اور اگر حدیث میں بھی نہ ملے، تو جس چیز پر مسلمانوں کا اتفاق (یعنی اجماع) ہو چکا ہو اس کو لینا اور اگر اس (اجماع) میں بھی نہ ملے، تو پھر دو باتوں میں سے جو بھی تمہیں پسند آئے، کرنا۔ ایک یہ کہ تم خاموش رہو اور خاموشی میں کوئی حرج نہیں یہ بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور دوسری یہ کہ اگر تم اپنی رائے سے اجتہاد کرنا چاہو، تو اس میں تم جتنی بھی مسابقت کر سکتے ہو، تو کرو۔“ ان شئت ان تجتهد برأیک ثم تقدم فتقدم۔“ (۱)

بلکہ ایک موقع پر خود رائے دیتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ ”میں جد کی بابت ایک رائے رکھتا ہوں پس اگر تم لوگ اس رائے کی اتباع کرنا چاہتے ہو، تو اس کی اتباع کرو۔“

حضرت عثمانؓ کہنے لگے: ”اگر ہم آپؐ کی رائے کی اتباع کریں تو بے شک یہ بھی رشد و ہدایت ہے اور اگر ہم آپؐ سے پہلے شیخ (حضرت ابو بکر صدیقؓ) کی رائے کی اتباع کریں، تو بہترین صاحب الرائے تھے اور حضرت ابو بکرؓ جد کو باپ قرار دیتے تھے۔“ اسی قد رأیتُ فی الجد رأیا فان رأیتم ان تتبعوه فاتبعوه قال عثمان ان نتبع رأیک فانه رشدٌ وان نتبع رأی الشیخ قبلك فینعم ذو الرأی کان قال وکان ابو بکر یجعله ابا۔ (۱) لہذا ایسی واضح تصریحات کی موجودگی میں یہ کہنا: کہ ”حضرت عمرؓ کلیئہ رائے و قیاس کے منکر تھے۔“ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ مذکورہ بالا تصریح سے معلوم ہوا کہ غیر منصوص علیہ مسائل میں خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی قیاس اور رائے سے کام لیتے تھے جیسا کہ جد کی طرح کلالہ میں اپنی رائے پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ ”بے شک میں عنقریب اس میں اپنی رائے سے بات کہوں گا پس اگر میری رائے صحیح تھی تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر غلط تھی تو میرے اور شیطان کی طرف سے ہے۔ میرا خیال ہے کہ کلالہ سے مراد وہ ہے جس کے والد اور ولد نہ ہو (یعنی جس کے اصول و فروع نہ ہوں) پس جب عمرؓ خلیفہ بنے تو کہنے لگے: ”بے شک البتہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں کسی ایسی چیز کو رد کروں جس کو ابو بکرؓ نے کہا ہو۔“ عن الشعبی قال سئل ابو بکر عن الکلالۃ فقال: ”انی سأقول فیہا برأئی فان کان صوابا فمن اللہ وان کان خطأ فمنی ومن الشیطان أراه ما خلا الوالد والولد فلما استخلف عمر قال: ”انی لاستحیی اللہ أن أزد شیئا قالہ ابو بکر۔“ (۲)

## نبی کریم ﷺ اہل الرائے کی اتباع کا حکم دیتے ہیں:

اسی طرح حضرت علیؓ کے قول سے مراد بھی ایسی آراء و قیاس ہیں، جو نص کے مقابلے میں ہوں، جن سے نصوص کا رد اور بدعات کی ترویج و اشاعت لازم آتی ہو چنانچہ آپؐ سے روایت ہے: کہ ”آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا: کہ ”عزم کیا ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ”اہل الرائے سے مشورہ کرنا، پھر ان کی پیروی کرنا۔“ مشاورۃ اہل الرأی ثم اتباعہم۔“ (۱) لوجی! خلفائے راشدینؓ کے علاوہ خود سیدالکونین ﷺ نے بھی اہل الرائے سے مشورہ کرنے اور ان کی اتباع کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ غیر منصوص مسائل میں شرعاً رائے کو بھی دخل ہے ورنہ اہل الرائے سے مشورہ کرنے اور ان کی اتباع کا حکم دینے کا کیا فائدہ؟

## ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کے نزدیک قیاس حجت ہے:

یہی حال حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فرمان کا ہے چنانچہ آپؓ سے روایت ہے: کہ ”جس شخص کو قاضی اور جج منتخب کیا جائے، پس اس کو اگر قرآن و حدیث اور نیک لوگوں کے فیصلہ سے کچھ نہ مل سکے، تو اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور اگر وہ صاحب اجتہاد نہیں، تو شرم نہ کرے اپنی عجز کا اقرار کرے۔“ (۲)

اسی طرح عبداللہ بن عباسؓ کے ارشاد کا مقصد بھی یہی ہے کہ قرآن و حدیث کے مقابلہ میں اپنی رائے و خواہش کو ترجیح دیتا رہے، چنانچہ آپؓ سے مروی ہے: کہ ”جب آپؓ کوئی دریافت شدہ مسئلہ قرآن و حدیث میں نہ پاتے، تو پھر اقوال شیخینؓ

دیکھتے تھے ورنہ پھر اپنی رائے سے جواب دیتے تھے۔ ”قال فیہ برأیہ“ اور آپؐ بعد از خلفاء ثلاثہ خلیفہ رابع کے کسی قول سے بھی سر مو تجاوز نہ کرتے تھے اور جب کبھی اپنی رائے میں نقص پاتے تھے تو اس سے رجوع کرتے تھے چنانچہ سنن دارمی میں ہے:

کہ ”آپؐ اپنی رائے قائم کرتے تھے پھر اس کو چھوڑتے تھے۔“ ”ربما رأی ابن عباس الرأی ثم ترکہ۔“ (۱)

### صحابہ کا قیاس کے جواز پر اجماع:

خلاصہ یہ کہ جن اکابر صحابہؓ سے معترضین رائے و قیاس کے بطلان پر استدلال پیش کرتے ہیں وہی اکابر صحابہؓ خود رائے صحیح و قیاس کے قائل و عامل تھے بلکہ علامہ ابن قیمؒ نے علامہ ابن دقیق العیدؒ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ حضرات صحابہؓ کا قیاس کے جواز پر اجماع تھا۔ امام اعظمؒ بھی اس قسم کے اجتہاد و قیاس کے قائل ہیں اور صحابہؓ جس رائے کے مخالف تھے الحمد للہ امام اعظمؒ بھی اس رائے کے مخالف ہیں چنانچہ آپؐ نے روزہ دار کے نسیاناً کھانے پر حدیث کی وجہ سے روزہ کے قائم ہونے کا حکم لگایا ہے باوجود اس کے کہ یہ روایت مخالف قیاس ہے۔ اس لئے آپؐ فرماتے ہیں:

کہ ”اگر یہ روایت نہ ہوتی تو میں قیاس کیا کرتا۔“ ”لولا الروایۃ لقلت بالقیاس۔“

(۲) یہی حال نماز میں قہقہہ کا ہے یہاں قیاس کو ایک مرسل روایت (جو کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ایسی روایت ناقابل استدلال ہوتا ہے) کی وجہ سے پس پشت ڈالا ہے اور چونکہ یہ روایت صرف ایسی نماز کے متعلق مروی ہے جس میں رکوع و سجود ہو۔ اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے مورد نص پر اکتفاء کرتے ہوئے ایسی نماز جو رکوع و سجود پر مشتمل

ہو میں قیاس کو چھوڑ کر روایت مرسل کی بناء پر فقہہ کو ناقض وضو و صلوٰۃ قرار دیا اور نماز جنازہ، سجدہ تلاوت میں نص کے نہ ہونے کی وجہ سے قیاس کو برقرار رکھا ہے۔“ (۱)

امام اعظمؒ کے نزدیک ضعیف حدیث پر عمل کرنا، رائے اور قیاس کرنے سے اولیٰ و ارجح ہے لیکن ضد اور ہٹ دھرمی کی دوا دنیا کے کسی میڈیکل لیبارٹری سے بھی میسر نہیں کیونکہ ہم میں سے کوئی دانشور اپنی دانش کو، کوئی عقلمند اپنی عقل کو اور کوئی دانا اپنی دانائی اور فہم و فراست کو حضور ﷺ کی حدیث اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مقابلے میں کچھ حیثیت اور کم سے کم وقعت دینے کو بھی تیار نہیں تو امام اعظمؒ جن کے اجتہاد و امامت کو ہر مخالف اور موافق نے تسلیم کیا ہے وہ کس طرح سنت نبویہؐ کے مقابلہ میں اپنی رائے استعمال کرنے والے ہو سکتے ہیں۔ اس لئے اب اگر امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کو کوئی کو سننے والا کو ستار ہے تو یہ آسمان کی طرف تھوکتا ہے جو خود اس کے منہ پر آگرے گی۔ صاحبان عقل و بصیرت کے ہاں اس کی مثال ایسی ہے جیسے ناقصین سے اصحاب کمال کی مذمت ان کے کمال کی شہادت ہوتی ہے۔

و اذا اتتك مذمتی عن ناقص

فہی الشہادۃ لی بانی کامل

قیاس کرنے والے بعض کبار تابعینؒ:

ناظرین کرام! مذکورہ صحابہ کرامؓ کے علاوہ تابعین میں سے بعض ائمہ جیسے امام حسن بصریؒ علامہ ابن سیرینؒ اور امام شعمیؒ نے بھی قیاس کی بڑی بُرائی اور مذمت بیان کی ہے لیکن اس تردید سے ان کی مراد بھی قیاس شرعی کی تردید نہیں تھی بلکہ بدعت

والی رائے اور قیاس کی تردید تھی یعنی ان کی غرض اس قیاس کی تردید تھی جو اصول شرع کے موافق نہ ہو اس توجیہ سے مذکورہ ائمہ کے قول و فعل میں تطبیق آسکتی ہے ورنہ بظاہر ان کے قول و فعل میں تضاد ہے۔ بہر حال بعض کبار تابعینؒ بھی قیاس شرعی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ صالحیؒ نے ”باب اجتہاد الرأی علی الاصول عند عدم الادلۃ“ میں فرمایا ہے: ”ادلہ کے موجود نہ ہونے کے وقت رائے واجتہاد سے کام لینا جائز ہے۔“ پھر اس کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: ”یہ باب بڑا وسیع ہے ہم نے جو کچھ لکھ دیا وہ ضرورت پوری کرنے کو کافی ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس طرح کی رائے اور قیاس کا ثبوت کثرت سے ہے۔ تابعینؒ میں جن لوگوں نے اصول کے موافق رائے اور قیاس کیا ان کے اسمائے گرامی ذیل ہیں:

**قائسین اہل مدینہ:** (۱) سعید بن مسیب (۲) ابوسلمہ بن عبد الرحمن (۳) خارجہ بن زید (۴) ابوبکر بن عبد الرحمن (۵) عروہ بن زبیر (۶) ابان بن عثمان (۷) ابن شہاب (۸) ابوالزناد (۹) ربیعہ بن ابوعبد الرحمن (۱۰) مالک بن انس اور ان کے اصحاب (۱۱) عبدالعزیز بن ابوسلمہ (۱۲) ابن الذبیب (۱۳) ابن دینار (۱۴) مغیرہ مخزومی (۱۵) ابن ابی حازم (۱۶) عثمان بن کنانہ (۱۷) محمد بن صدقہ الفدکی (۱۸) مطرف (۱۹) ابن المباحثون اور (۲۰) اسامہ بن زید رحمہم اللہ تعالیٰ۔

**قائسین اہل مکہ اور اہل یمن:** (۱) عطاء (۲) مجاہد (۳) طاؤس (۴) عکرمہ (۵) عمرو بن دینار (۶) ابن جریج (۷) یحییٰ بن ابی کثیر (۸) معمر بن راشد (۹) سعید بن سالم (۱۰) ابن عیینہ (۱۱) مسلم بن خالد اور (۱۲) امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

**قائسین اہل کوفہ:** (۱) علقمہ (۲) اسود (۳) عبیدہ (۴) شریح (۵) مسروق (۶) شععی (۷) ابراہیم نخعی (۸) سعید بن جبیر (۹) حارث عکلی (۱۰) حکم بن عتیہ (۱۱) حماد بن ابی سلیمان (۱۲) ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ (۱۳) ثوری (۱۴) حسن بن صالح (۱۵) ابن مبارک اور (۱۶) کوفہ کے تمام فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ۔“

**قائسین اہل بصرہ:** (۱) حسن بصری (۲) ابن سیرین (۳) امام شععیؒ اور (۴) جابر بن زید (۵) عثمان الہتبی (۶) عبید اللہ بن حسن اور (۷) سوار قاضی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

**قائسین اہل شام:** (۱) مکحول (۲) سلیمان بن موسیٰ (۴) اوزاعی (۵) سعید بن عبدالعزیز اور (۶) یزید بن جابر رحمہم اللہ تعالیٰ۔

**قائسین اہل مصر:** (۱) یزید بن ابی حبیب (۲) عمرو بن حارث (۳) لیث بن سعد (۴) عبداللہ ابن وہیب (۵) ابن قاسم اشہب (۶) ابن عبدالحکم اور (۷) اصحاب مالک (المزنی، البویطی، حرمہ) رحمہم اللہ تعالیٰ۔

**قائسین اہل بغداد:** (۱) ابو ثور (۲) اسحاق بن راہویہ (۳) ابو عبید القاسم بن سلام اور (۴) ابو جعفر محمد بن جریر طبری۔ علامہ ابن عبدالبرؒ نے مزید فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نام بھی لکھے ہیں۔ جنہیں اختصار کی بناء پر تحریر میں نہیں لایا گیا۔

اس فہرست پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قیاس برا نہیں؛ بلکہ وہ قیاس برا ہے جو اصول شرع کے خلاف ہو۔ اصول شرع کے موافق قیاس صرف امام ابوحنیفہؒ نے ہی نہیں بلکہ تمام شہروں کے ائمہ نے دلیل شرعی (قرآن و سنت اور اجماع) نہ



ہونے کے وقت مسائل میں قیاس کیا ہے۔

اس بیان سے یہ بات کا شمس واضح ہوگئی کہ جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہے۔ انہوں نے ”من اذی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب“ کے مطابق اللہ رب العزت سے جنگ مولیٰ ہے۔ (۱)

### امام باقرؑ اور امام ابوحنیفہؒ کے درمیان مکالمہ:

قارئین کرام! فقیر اس بحث کو صحاح ستہ کے ایک عظیم المرتبت راوی، نبی کریم ﷺ کے نواسے حضرت امام محمد بن علی بن الحسین بن علی المعروف بامام باقرؑ اور امام ابوحنیفہؒ کے درمیان سفر حج کے موقعہ پر مدینہ منورہ میں پہلی ملاقات کا منظر پیش کرنے پر ختم کرنا چاہتا ہے۔ غور سے پڑھ کر امام ابوحنیفہؒ کی عظمت کا اندازہ لگائیں۔ ہوا یوں کہ ان دنوں بعض اکابر نے غلط فہمی اور بعض حاسدین نے اپنی حسد کی بناء پر امام صاحبؒ پر اعتراض کرنا شروع کیا کہ امام صاحبؒ نے دین محمدی ﷺ کو قیاس سے بدل ڈالا۔ یہی بہتان امام باقرؑ کی کان تک بھی پہنچائی گئی۔ جس پر ان کو امام سے نفرت ہوگئی اور جب امام ابوحنیفہؒ کی امام باقرؑ سے پہلی ملاقات ہوئی تو امام باقرؑ نے امام ابوحنیفہؒ سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: کہ ”آپ نے تو میرے نانا کے دین اور آپ ﷺ کی احادیث کو قیاس سے بدل ڈالا ہے۔ جس پر امام صاحبؒ نے معاذ اللہ کہا اور پھر سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا، جو کہ ذیل ہیں۔

امام باقرؑ: آپ نے ایسا کیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ: آپ تشریف رکھیں، تاکہ میں مؤدبانہ طریق سے آپ کے سامنے بیٹھ

سکوں، کیونکہ میرے نزدیک آپ اس طرح لائق احترام ہیں، جیسے آپ کے نانائے ﷺ صحابہ کرام کی نظر میں لائق احترام تھے۔

امام باقرؑ بیٹھ گئے۔ امام صاحبؒ زانوئے ادب تہہ کر کے ان کے سامنے بیٹھ گئے اور پھر فرمانے لگے: ”میں تین باتیں پوچھنا چاہتا ہوں، آپ جواب دیں۔ یہ بتائیں کہ مرد کمزور ہے یا عورت؟

امام باقرؑ: عورت۔

امام ابوحنیفہؒ: میراث میں مرد کو کتنا حصہ ملتا ہے اور عورت کو کتنا حصہ ملتا ہے؟

امام باقرؑ: عورت کو مرد کا نصف حصہ ملتا ہے۔ یعنی مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ۔

امام ابوحنیفہؒ: یہ آپ کے نانائے ﷺ کا فرمان ہے۔ اگر میں نے آپ ﷺ کے دین کو بدل دیا ہوتا، تو قیاس کے مطابق آدمی کو ایک اور عورت کو دو حصے دیتا، کیونکہ عورت کمزور ہے۔ اچھا یہ فرمائیے، نماز بہتر ہے یا روزہ؟

امام باقرؑ: نماز بہتر ہے۔

امام ابوحنیفہؒ: یہ آپ کے نانائے ﷺ کا ارشاد ہے۔ اگر میں نے آپ ﷺ کے قول کو قیاس اور اپنی رائے سے تبدیل کیا ہوتا، تو میں عورت سے کہتا: کہ ”حیض سے پاک ہونے کے بعد روزہ کی بجائے وہ فوت شدہ نمازیں ادا کریں۔“ اچھا یہ فرمائیے: کہ ”بول زیادہ نجس ہے یا نطفہ؟

امام باقرؑ: بول زیادہ نجس ہے۔

امام ابوحنیفہؒ: اگر میں نے قیاس سے آپ کے نانائے ﷺ کے دین کو بدل دیا ہوتا، تو یہی فتویٰ دیتا کہ بول سے غسل کرنا چاہئے اور نطفہ سے وضو۔

معاذ اللہ! بھلا میں یہ کام کیسے کر سکتا ہوں؟ کہ خلاف حدیث بات کہوں بلکہ میں تو اس کے گرد گھومتا ہوں جناب امام باقرؑ اٹھ کر امام ابوحنیفہؒ کے چہرہ پر بوسہ دیکر بغلگیر ہوئے اور آپؑ کی تکریم بجلائی۔ (۱)

قارئین کرام! اس واقعہ سے صاف معلوم ہوا کہ امام اعظمؒ پر حدیث کے مقابلہ میں رائے و قیاس کو ترجیح دینے کا الزام بے بنیاد اور خالص بہتان ہے۔

### صحاح ستہ کے روایٰ محدث کبیر امام ایوب سختیائی کا فرمان:

امام ایوب سختیائیؒ حضرت امام حسنؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ ان کے بارے میں امام حسنؒ فرمایا کرتے تھے: کہ ”ایوبؒ اہل بصرہ کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اور امام شعبہؒ ان کو سید الفقہاء کہا کرتے تھے۔“ (۲) اس محدث کبیر تابعیؒ سے محدث شہیر امام حمادؒ روایت کرتے ہیں: کہ ”جب کوئی شخص آپؒ کے سامنے امام ابوحنیفہؒ کا ذکر برائی سے کرتا تو فرمایا کرتے تھے: کہ ”لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بچادیں، مگر اللہ تعالیٰ اس سے انکار کرتا ہے۔ ہم نے ان لوگوں کے مذہب کو دیکھا ہے، جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ پر تنقید کی ہے۔ ان کے مذہب دنیا سے ناپید ہو گئے ہیں اور امام صاحبؒ کا مذہب ترقی پر ہے اور قیامت تک (انشاء اللہ) باقی رہے گا۔“ لہذا امام ابوحنیفہؒ پر بے جا اعتراض کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے اس نور کو بچا نہیں سکتے البتہ خود بچھ کر خاک ہو جائیں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے عداوت مول نہ لیں۔

ع پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

ماخذ و مصادر: (۱) حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ: ۱۲۹/۱۲۸، المناقب للکردری ۱/۲۰۸ (۲) تہذیب

التہذیب: رقم ۳۳۳: ۱/۳۲۸

ناظرین کرام! فقیر امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان کے متعلق اس چھوٹی سی کاوش کو اسی واقعہ پر ختم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ فقیر کی اس معمولی محنت اور کاوش کو اپنے دربار عالی میں قبولیت سے نوازتے ہوئے عوام و خواص میں کاشف مقبولیت نصیب فرمائے اور میرے لئے میرے والدین و اساتذہ اہل و عیال اور ساری امت مسلمہ کے نجات کا ذریعہ بنا دے۔ آمین یا رب العلمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ ۲۳/رمضان ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۱/اکتوبر ۲۰۰۶م بروز سوموار بوقت پانچ بجکر ۳۵ منٹ یہ کتاب اختتام کو پہنچی ☆ فالحمد للہ علیٰ ذالک ☆ نظر ثانی مع اضافات: ۹ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۵م بوقت اشراق بعد طلوع شمس سات بج کر ۲۸ منٹ پر اختتام کو پہنچی ☆ فالحمد للہ علیٰ ذالک حمدا کثیرا طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ کما یحب ربنا ویرضیٰ ☆ اللہم تقبلہ منی واجعلہ لی وسیلۃ لرضاک ☆ آمین یا رب العلمین ☆ وصلی اللہ علی النبی الکریم وآلہ وصحبہ ومن تبعہ باحسان الی یوم الدین۔

☆ آمین ☆

## دیگر تصنیفات فقیر

(۱) دقائق السنن شرح اردو جامع السنن للإمام الترمذیؒ جلد اول

(۲) تسکین الباری شرح اردو صحیح البخاری

(۳) تسکین اہل اللہ فی خلاصۃ کلام اللہ

(۴) تسکین الاصاغریؒ مجربات الاکابر (تعویذات ووظائف اور ہومیوپاتیونانی

نسخجات کا مجموعہ)

(۵) تسکین الخطباء (فقیر کے اردو خطبات)

(۶) تسکین الفریقین فی ترک رفع الیدین

(۷) تسکین الطلاب والطالبات فی مبادیات الصحاح والمشکوٰۃ

(۸) دو محبوب کلمے (بخاری کی آخری حدیث پر انتہائی پر مغز ایمان اور افروز درس)

(۹) معوذتین کی تفسیر

(۱۰) کھرے موتی

(۱۱) حجیت حدیث و سنت

اور زیر نظر کتاب

(۱۲) سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کی محدثانہ جلالت شان

# دقائق السنن

شرح اردو

## جامع السنن للامام الترمذیؒ

از رشحات قلم: شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر عبدالستار مروت

تلمیذ رشید: امام اہل سنت شیخ الحدیث والنفسیر مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ

الحدیث حضرت

وخلیفہ مجاز: پیر طریقت شیخ

زید مجدہ

خصوصیات

مولانا مفتی محمد حسن صاحب

مقاصد تراجم الابواب	متن مع الاعراب
مشکل الفاظ کی تحقیق و تشریح	مطلب خیز ترجمہ احادیث
احادیث و مانی الباب کی تخریج	تخریج احادیث ترمذی
ہر مختلف فیہ مسئلہ میں ائمہ متبوعین کے مذاہب اور استدلالات	رداۃ جامع ترمذی کے مختصر حالات
مع وجوہ ترجیح	راجح مذہب کی نشاندہی
اکابر کی شروح، تقاریر اور حواشی کا نچوڑ	مذہب احوط کی تصریح
فقہی روایتی، درایتی اور تاریخی لحاظ سے ایک بہترین مرجع اور گنج گرانمایہ	احادیث کا انسائیکلو پیڈیا
وفاق المدارس کے امتحانات میں متوقع سوالات کا آسان، سلیس اور شستہ زبان میں بہترین حل	علم حدیث میں منفرد انداز میں علمی ذخیرے کا اضافہ

متوقع مسائل پر جا بجا روشنی

دوسرے ضروری، جدید اور عصر حاضر کے

دقائق السنن پر اکابر و مشاہیر امت کے تائیدی کلمات کے چند مختصر ٹکڑے  
تفصیلی تقریظات اسی کتاب میں درج ہیں۔

یہ شرح ترمذی شریف کے جملہ شروح، تقاریر اور حواشی کا انسائیکلو پیڈیا اور علم  
روایۃ الحدیث و علم درایۃ الحدیث کا ایک گنج گرانمایہ ہے۔ شستہ، شگفتہ  
اردو زبان میں یہ مبسوط و مفصل شرح ایک بیش بہا عظیم الشان و قیوم علمی  
کارنامہ ہے۔ رب العلمین جل جلالہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالستار مروت  
صاحب کو صحت و عافیت کی طویل زندگی نصیب فرماوے کہ وہ اسی نوح پر  
مکمل ترمذی شریف کی محققانہ تشریحات و توضیحات اساتذہ معلوم نبوت اور  
شائقین دورہ حدیث کے لئے ایک نادر امتیازی تحفہ و سوغات ثابت ہو۔

شیخ التفسیر  
والحدیث ڈاکٹر  
شیر علی شاہ  
صاحب مدظلہ کی  
رائے گرامی

وارجو اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان ینفع بہا الناشئۃ من  
طلبة الحدیث الشریف والمشتغلین فی دراسة  
هذا الکتب من المشائخ الکرام وان يجعلها صدقة خیر  
للمؤلف المحترم لعقباه انه ولی ذلك والقادر علیہ

شیخ الحدیث  
حضرت مولانا محمد  
حسن جان صاحب  
کی رائے مبارک

مولانا موصوف نے شواغل و موانع کثیرہ کے باوجود ہمت کر کے مستند  
و معتبر کتب و شروح سے ترمذی کی تشریح سے متعلق فوائد نافعہ اور  
مباحث شریفہ کو یکجا جمع کر دیئے ہیں واقعی سچ کہا گیا ہے۔  
ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا وہ کونسا مشکل ہے جو حل ہو نہیں سکتا۔

مفتی سرحد مجاہد کبیر  
مولانا مفتی سیف  
اللہ صاحب مروت

<p>مجھ ناچیز کی نظر سے اتنی شاندار علمی اور تحقیقی مباحث پہلے نہیں گزریں۔</p>	<p>یادگار اسلاف حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالدیان صاحبؒ کی تصدیق</p>
<p>ہت سی خصوصیات کی بدولت متعلقہ شرح ایک ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔</p>	<p>شیخ الحدیث مفتی غلام الرحمن کی تائید مہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور کی تصدیق</p>
<p>مؤلف موصوف نے محدثانہ، مؤرخانہ انداز میں تعارف کرانے کا حق ادا کیا۔ امید واثق ہے دقائق السنن روایتی، درایتی، فقہی اور تاریخی مباحث میں اہم ترین مرجع قرار پائے گا۔</p>	<p>شیخ الحدیث مفتی سید قمر صاحب دارالعلوم سرحد پشاور</p>
<p>طلباء کیلئے بالعموم اور علماء کیلئے بالخصوص مفید ہے جبکہ عوام بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔</p>	<p>شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمن دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کی رائے</p>
<p>یہ شرح علمی اور اسلامی دنیا کیلئے قابل قدر علمی خزانہ ہے۔</p>	<p>شیخ الحدیث عظیم سکالر مولانا عبد القیوم حقانی کی تصدیق</p>



## ماہنامہ القاسم کے حقیقی تبصرے

مبصر نے تمام کتب حدیث کے تبصروں میں اول نمبر پر دقائق السنن کو ذکر کر کے یوں تبصرہ کیا ہے۔ جس کو ہم من و عن ذکر کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

### دقائق السنن (جلداول) شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر عبدالستار مروت

کس نفسی کی شان رکھنے والے فرد جلیل کے قلم سے یہ گہرا نشان کتاب دقائق السنن شرح جامع السنن للامام الترمذیؒ ہمارے سامنے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ شرح علمی اور اسلامی دنیا کیلئے قابل قدر علمی خزانہ ہے۔ اس میں اعراب کے ساتھ اصل عربی عبارت کا فقدان نہیں ہے ترجمہ موجود ہے۔ تخریج احادیث میں تشکیلی مفقود ہے۔ رواۃ جامع ترمذی کے حالات سے عدم سکوت ہے۔ راجح مذہب کی نشاندہی کی گئی ہے۔ فہرست مضامین کتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔ یہ کتاب ترمذی کے جملہ شروح، تقاریر اور حواشی کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ ششہ شگفتہ اردو زبان میں یہ مبسوط شرح ایک بیش بہا عظیم الشان و قیہ علمی کارنامہ ہے۔ اس میں طالبان حدیث کو مختلف کتب و شروح میں موجود نکات یکجا ملیں گے۔ منفرد عالمانہ اور محققانہ انداز میں اس شرح کو ترتیب دیا گیا ہے۔ طرز بیان فقیہانہ ہے۔ مشکل الفاظ کی تشریح بھی اس میں ہے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالستار پٹھان ہیں اور ان کی مادری زبان خالص پشتو ہے مگر بایں ہمہ اردو میں شرح لکھنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ پٹھان ہو اور اردو میں پشتو جھلک کا فقدان ہو بظاہر ممکن نہیں مگر موصوف کی تقریر منجھے ہوئے اردو دان کی وقیح تحریر معلوم ہوتی ہے۔

انہی خصوصیات کی بناء پر یہ شرح ایک ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔ یہ کتاب مستند شروح احادیث کا جامع خلاصہ اور گلدستہ تدقیقات ائمہ ہو کر دقائق السنن کے نام پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔ اس پر کیف تالیف میں عالی مضامین اور انیق تحقیقات شامل ہیں۔ یہ کتاب فقہ حنفی کے علوم

ومعارف کا خلاصہ اور عطر ہے۔ دقاتق السنن روایتی، درایتی، فقہی اور تائیحی مباحث میں اہم ترین مرجع قرار پائے گا (انشاء اللہ (مروت))

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنی (رحمہ اللہ تعالیٰ (مروت)) اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ عربی میں اس کی تعریف کرنے والے (شیخ الحدیث شہید (مروت)) مولانا حسن جان (رحمہ اللہ تعالیٰ (مروت)) ہیں۔ عدیم الفرستی کے باوجود مفتی سیف اللہ حقانی کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب ہمدرد طالبان ہیں۔ اس کی تصدیق میں فاضل دارالعلوم دیوبند مولانا ڈاکٹر عبدالدیان (رحمہ اللہ تعالیٰ (مروت)) ہیں۔ اس کے فقیہانہ انداز کے مداح مفتی غلام الرحمن (شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور (مروت)) ہیں۔

اس کی مدح کے مولانا شیخ الحدیث سید قمر صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث دارالعلوم شرحد پشاور (مروت)) بھی ایک ترجمان ہیں۔ اس کی عرق ریزی کے ایک ترجمان استاد الحدیث مولانا عبدالرحمن ((نائب شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ لاہور (مروت)) ہیں۔ اس کو منظوم خراج تحسین پیش کرنے میں پیش پیش حافظ حبیب الرحمن ہیں۔ مجھ حقیر و فقیر (شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ ابو ہریرہ نوشہرہ (مروت)) طالب علم پر موصوف کا حسن اعتماد یہ رہا کہ اول سے آخر تک تمام مراحل میں مشورہ لیتے رہے۔ شروع میں مجھے اس پر کچھ لکھنے کا حکم فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ یہ ضخیم کتاب حافظ تسکین اللہ مکتبہ صفدریہ حسن گڑھی پشاور سے طلب کی جاسکتی ہے۔ (حقانی تبصرے: 10/33,34)